

سپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلونا

35

ہینتیس واں حصہ

PDFBOOKSFREE.PK

سپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

PDFBOOKSFREE.PK

دیوتا

پینتیس واں حصہ

داؤی: — فرہاد علی تیمور

مُصَنَّف: — محی الدین نواب



کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس نمبر ۲۳-کراچی-۱

کہانی

ہنگاموں، رنگینوں اور فحشیت کے اُس بے قاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھلہ پوری زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

وہ پہلوانی کرنے کے بعد آدمی رات سے پہلے مندر کے دروازے بند کر کے چلے جاتے تھے۔ ایک رات انہوں نے آواز سنی۔ کوئی ”رام رام“ کہہ رہا تھا۔ پہلے وہ آواز دھیمی دھیمی تھی۔ پھر خاص بلند ہونے لگی۔ سونے والے بستروں سے اٹھ گئے گھروں سے نکل کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے ”یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟“

پتا چلا مندر سے آ رہی ہے۔ بستی کے لوگ اُدھر جانے لگے۔ اور سب نے دیکھا مندر کے اندر سے آواز آ رہی تھی۔ جب کہ مندر کے تمام دروازے قفل تھے۔ وہ سب ایک دوسرے سے حیرانی کا اظہار کرنے لگے۔ پھر بھاری نے ایک دروازہ کھولا۔ اندر جہاں خنومان کی ایک بے جان مورتی تھی وہاں ایک جان دار خنومان نظر آ رہا تھا۔

پہلے تو انھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آیا کہ وہ بزرگ ملی کو دیکھ رہے ہیں۔ سب ہی ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے اندر آ رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ رام، بھمن اور بیتا کی مورتیوں کے پاس بزرگ ملی دونوں ہاتھ جوڑ کر ”رام رام“ کہہ رہے ہیں۔

ایک نے ذرا قریب جا کر پوچھا ”تم کون ہو؟“ بزرگ ملی نے کہا ”مورکھ کیا تو بھگوان رام کے سیوک خنومان کو ضیے پچاتا ہے۔ یہاں تم لوگوں نے میری پھر کی مورت رکھی تھی۔ اس میں جان پیدا ہو گئی۔ مجھے زندگی مل گئی اور میں تمہارے سامنے بول رہا ہوں۔“

ہندو دھرم کے مطابق خنومان ان بندوں کو کہا جاتا ہے جو بھگوان رام کے خدمت گار تھے۔ وہ بندہ انسانی جسم کے حامل تھے۔ صرف ان کی شکلیں بندوں جیسی تھیں اور ان کے پیچھے ایک لائی سی دم ہوتی تھی۔ وہ جسمانی طور پر بہت طاقت ور ہوتے تھے۔

راون جب بیتا کو اغوا کر کے لٹکا لے گیا تو بیتا کو واپس لانے کے لیے ان بندوں کی فوج نے راون سے جنگ کی تھی۔ بھگوان رام اس جنگ میں شریک تھے۔ وہ بندوں کی مدد سے بیتا کو واپس لے آئے تھے۔

ان بندوں کو خنومان اور بزرگ ملی کہتے تھے۔ انہوں نے بھگوان رام کی اتنی زیادہ خدمت کی تھی اور اتنے کارنامے انجام دیے تھے کہ ہندو عقیدت سے ان کی مورتی بنا کر پوجا کرنے لگے۔

خنومان کے سب سے بڑے بھگت وہ ہندو ہوتے ہیں جو شادی نہیں کرتے۔ زندگی بھر کنوارے رہتے ہیں اور بال برہم چاری کہلاتے ہیں۔ دہلی کے ایک محلے میں ایسے ہی ہندو تھے۔ خنومان ہی کی بھگتی کے لیے انہوں نے ایک مندر بنایا تھا۔ وہاں رام، بھمن اور بیتا کی مورتی کے ساتھ خنومان کی بھی مورتی رکھی تھی۔

اس مندر کے سامنے ایک اکھاڑا تھا۔ وہاں وہ برہم چاری کسی طرز کی پہلوانی کرتے تھے۔ ڈنڈ بیٹھک کے ذریعے اپنی جسمانی قوت میں اضافہ کرتے تھے۔ کبھی عورت کے قریب نہ جاتے تھے اور نہ قریب آنے دیتے تھے کیوں کہ ان کی قوت سے جسمانی قزاقی ضائع ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

یہ سنتی ہیرومان کے بھگتوں نے ہاتھ جوڑ کر سوں کو جھکا لیا۔ جو عقیدت مند ہوتے ہیں وہ زیادہ نہیں سوچتے فوراً اپنے دھرم کی کسی بھی بات کا یقین کر لیتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ سوچ رہے تھے یہ کیسے ممکن ہے۔ اس دور میں ہنگو اور دیوتا زین پر نہیں آتے ہیں۔ پھر بزرگ ملی کہاں سے چلے آئے ہیں؟ ایک نے پوچھا ”کیا آپ بزرگ ملی کی طرح پرواز کر سکتے ہیں؟“

وہ اچانک فضا میں بلند ہو گیا۔ پھر مندر کی چھت اور فرش کے درمیان پرواز کرنے لگا۔ تمام لوگ عقیدت سے بھجن گئے۔ ”رگھوپتی راجا وہ راجا رام ہی کے پادین بیتا رام۔“ اعلیٰ بی بی دہاں موجود تھی۔ کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب آوی رات سے پہلے اس مندر کے دروازے بند کیے جا رہے تھے تب ہی وہ منگی برادر کے ساتھ اندر چلی گئی۔ یار نے منگی برادر پر غور کیا۔ اس کے داغ میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا اور اپنے ساتھ سیکڑوں بندوں کو لے جائے گا جو نادیہ بن کر رہیں گے اور ضرورت کے وقت نمودار ہوا کریں گے۔

تمام منگی میں دونوں بھائیوں کے تابعدار تھے۔ منگی برادر نے پانچ سو جان نالوں سے کہا ”ہم یہاں سے چپ چاپ رازداری سے جائیں گے ورنہ میرا سڑ بھائی ہمیں نہیں جانے دے گا۔“ اس نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ پرواز کرنے سے پہلے ایک منگی میں سے کہا ”میں پانچ سو جان نالوں کے ساتھ انڈیا جا رہا ہوں۔ سڑ بھائی سے کہنا میں پچ نہیں ہوں۔ کوئی نادانی نہیں کہوں گا۔ جلد ہی واپس آؤں گا اور جب تک نہیں آؤں گا اپنی خیریت کی خبر بھیجتا رہوں گا۔“

یہ کہتے ہی وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی اس کے ساتھ نادیہ ہوتی تھی۔ اس طرح وہ منگی برادر کو ہندوستان کے شہر دہلی سے آتی تھی۔ اس مندر میں وہ پہلی بار ہنگو مان کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ پرواز کر کے خود کو ہنگو ثابت کر دیا تھا۔ جو لوگ بہت زیادہ تعلیم یافتہ تھے وہ سائنسی ترقی کے اس دور میں ایک ہنگو کو دیکھ کر ذہنی طور پر الجھ گئے تھے۔ ان کی دھارک کتاب راماؤں کا ہنگو ان کے حلق سے نہیں اتر رہا تھا۔

ان کے برعکس ہستی کے تمام لوگ خوش ہو کر پھول اور برسات لا رہے تھے۔ زندہ ہنگو ان کی پوجا کر رہے تھے اور بھجن گارے تھے۔ ایک شخص نے منگی برادر کے قریب آکر کہا ”آپ ناراض نہ ہوں۔ میں چند سوالات کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ میں پریس رپورٹر ہوں۔“

”تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“

”آپ ہنگو مان رام کے زمانے میں صرف ایک لکھوت پن کر رہا کرتے تھے لیکن اب چیز اور شرت میں نظر آ رہے ہیں۔“ منگی برادر نے کہا ”تمہارے باپ دادا دھوتی پہنا کرتے تھے۔ تم پتلون اور جیکٹ پہنے ہوئے ہو۔ وہ ہندی اور شکر ت ہوتے تھے۔ تم انگریزی بولتے ہو۔ کیا زمانے کے ساتھ صرف ہمیں تبدیل ہونا چاہیے۔ ہمیں لباس اور زبان نہیں بدلنا چاہیے؟“

سب لوگ کہنے لگے ”بدلتا چاہیے۔ بدلتا چاہیے۔ آپ جس روپ میں بھی رہیں گے ہم آپ کی پوجا کرتے رہیں گے۔ یوں یوں بزرگ ملی کی ہے۔“

سب لوگ بیک آواز ”جے“ کہنے لگے۔ کسی نوڈر افر منگی برادر کی تصویریں اتار رہے تھے۔ رپورٹر نے کہا ”ہنگو مان ایک جگہ سے غائب ہو کر دوسری جگہ پہنچ جایا کرتے تھے۔ کیا آپ یہ چمکا رہے تھے؟“

”تم سب ہنگو مان رام کے بھگت ہو۔ تم میں سے جو چاہے مجھے آزما سکتا ہے۔ میں رام کے نام پر چمکا رہا ہوں۔“ سب اسے دیکھنے لگے۔ اس نے مورچوں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر ”رام“ کہا پھر دوسری لمبے لمبے نظروں سے اوچل ہو گیا۔ اس پر یقین نہ کرنے والے حیران رہ گئے۔ انہیں ہنگو مان کی کی آواز سنا دی تھی۔ میں یہاں ہوں۔“

سب نے اوجھڑا دیا۔ وہ اعلیٰ ہی چھت کے ایک کونے سے لٹکا ہوا تھا۔ پھر وہاں سے غائب ہو گیا۔ چند سینکڑ تک جھنسن رہا۔ اس کے بعد مورچوں کے پیچھے سے آواز آئی ”میں یہاں ہوں۔“

سب نے اوجھڑا دیا۔ وہ رام بھجن اور بیتا کی مورچوں کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ سب کے سب خوشی سے جھوم جھوم کر بھجن گئے۔ منگی برادر مندر کے باہر کھلی جگہ گیا۔ وہاں بھی دور تک ہستی والے اس کو شش میں تھے کہ مندر کے اندر جا کر ہنگو مان کی کے درشن کریں۔ منگی برادر نے کہا ”میں اپنے کسی بھگت کو واپس نہیں کہوں گا۔ سب ہی میرے درشن کریں گے۔ اس ہستی میں جو پیار ہیں بہتر سے اٹھ نہیں سکتے۔ میں ان کے گھر جا کر انہیں درشن دوں گا۔“

دوسرے منگی میں اس ہستی کے تمام گھروں میں دیکھ چکے تھے۔ صرف دو گھروں میں مریض ایسے تھے جو بہتر سے اٹھ نہیں سکتے تھے اور ایک اپنا چ تھا جو گھر سے نہیں نکلا تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا ”جے بزرگ ملی اہم آپ کو ان بنادوں کے پاس لے چلتے ہیں۔“

وہ بولا ”میں اس ہستی کے تمام گھروں کا حال جانتا ہوں۔“ وہ ایک مریض کے گھر کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ پوری ہستی پہلی آئی تھی۔ اس نے غلام دیکھتے ہوئے کہا ”اس ملک میں جو سب سے بڑی بیماری ہے وہ ہے غریبی۔“ وہ غلام دیکھ کر اصل اس کے ماتحتوں سے کہہ رہا تھا ”یہاں

کے مریض کے بدن میں خون کی کمی ہے خون پیدا کرنے کی دوا اور غریب کا علاج دس ہزار روپے۔“ اس نے فضا میں ہاتھ بلند کیا۔ نادیہ منگی میں نے ایک ٹرے اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ سب نے حیرانی سے دیکھا۔ اس ٹرے پر دوا میں اور نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ٹرے لے کر اس گھر کے اندر چلا گیا۔

پھر وہ منگی برادر کا بھاد بڑھ گیا۔ ہنگو مان آن داوی ہوتا ہے جو بیماری اور غریبی دور کرتا ہے۔ منگی برادر صبح تک مندر کے سامنے ایک اونٹنی جگہ بیٹھا رہا اور تمام ہستی والوں کے دکھ دوسن کر انہیں دوا میں اور نوٹوں کی گڈیاں دیتا رہا۔

ہنگو مان کی نئی زندگی اور بھگت کے دکھ دور دور کرنے والی خبریں شام کے اخبارات میں تو بعد میں شائع ہوئیں۔ اس سے پہلے ہستی والوں کی زبانی اور نوٹوں کے ذریعے یہ خبریں پورے دہلی شہر میں پھیل گئیں۔

پھر تو جیسے سارا شہر اٹھ آیا۔ اس کے ساتھ پولیس کے اعلیٰ افسران بھی اس ہستی میں پہنچے۔ انہوں نے ایک ہنگو مان کو ایک اونٹنی استخان پر بیٹھے دیکھا۔ ہستی میں اور ہستی کے باہر اتنے لوگ تھے کہ ان کے درمیان سے کسی کے گزرنے کی جگہ نہیں رہی تھی۔ پولیس والوں نے بڑی مشکلوں سے منگی برادر کے قریب پہنچنے کی جگہ بنائی پھر بھی اس سے دور رہے۔ وہ تمام پولیس والے اسے غور سے اور بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ ایک افسر نے کہا ”یہ کوئی ہو گیا ہے۔“

منگی برادر نے اس کی طرف اشارہ کیا ”ایک چمچ۔“ اس کے ساتھ ہی اس افسر کے گال پر ایک زور کا چمچر لگا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ دوسرے افسروں اور سپاہیوں نے حیرانی سے دور بیٹھے ہوئے ہنگو مان کو دیکھا۔ اس نے دور سے چمچر کا تھا اور افسر کو ایک چمچر کا تھا۔

منگی برادر نے کہا ”مور کو! بد تیزی نہ کرو۔ میں رام ہی کا واس ہوں۔ اگر میں سہوہیا ہوں تو تم سے بہتر ہوں۔ غریبوں کے دکھ درد دور کر رہا ہوں۔ تم لوگ دھواں پن کر غریبوں کے لیے کیا کرتے ہو؟“

تمام لوگ بیک زبان کہنے لگے ”ہاں ہاں ہمارے لیے کیا کرتے ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔ اگر بزرگ ملی کا پیمانہ کو کے تو ہم جہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

افسروں نے سمجھ لیا ہنگو مان حقیقت مندان کی ہڈیوں کا سرمہ بنادیں گے وہاں ان کی وردیوں کا رعب اور بدبہ صفر ہو رہا ہے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”بزرگ ملی اہم معافی چاہتے ہیں۔ آپ کی شان کے خلاف کوئی بات نہیں ہوگی۔ لیکن ہم تمہاری میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔“

”سوالات تمہاری میں کیوں کرنا چاہتے ہو۔ کیا سب کے سامنے کو کے تو تمہاری ناک کٹ جائے گی؟“ تمام لوگ قہقہے لگنے لگے۔ منگی برادر نے کہا ”یہاں دور تک دیکھو۔ یہ بھگت کی عدالت ہے۔ جو کہنا چاہے ہو بھگت کے سامنے کہو۔“

اعلیٰ افسر نے ایک اونٹنی جگہ پہنچ کر کہا ”جب بھگت کی عدالت میں ہی کہنا ہے تو پھر میں بھگت سے پوچھتا ہوں۔ آپ سب نے کیسے یقین کر لیا کہ بزرگ ملی دوبارہ ہماری دنیا میں آئے ہیں؟“ ایک نے اونٹنی آواز میں کہا ”یہ سرے پاؤں تک ہمارے بزرگ ملی ہیں۔ کیا آپ نے راماؤں میں نہیں پڑھا کہ یہ ہوا میں اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تھے اور جب چاہتے تھے نظروں سے اوچل ہو جاتے تھے۔ یہ ساری خوبیاں ہمارے ان بزرگ ملی میں ہیں۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کس طرح پرواز کرتے ہیں اور کس طرح غائب ہو جاتے ہیں۔“ دوسرے افسر نے کہا ”ہنگو مان جی کے پاس بندوں کی بیٹا (فوج) تھی۔ وہ بیٹا کئی گئی؟ یہ اکیلے کیوں ہیں؟“

منگی برادر نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا ”آؤ! پرواز کرو۔“ نظر آتے رہے۔ نظروں سے اوچل ہوئے رہے۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی بے تحاشا منگی میں فضا میں پرواز کرتے ہوئے نمودار ہوئے۔ ہزاروں افراد شدید حیرانی سے بے شمار منگی میں ان کو پرواز کرتے دیکھنے لگے۔ وہ بھی نظر آتے تھے اور کبھی نظروں سے اوچل ہو جاتے تھے۔

منگی برادر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا ”بس۔ اے ہی کافی ہے۔ اب جاؤ۔“

وہ سب نظروں سے اوچل ہو گئے۔ وہ افسران حیران اور کم مسم تھے۔ ایک شخص نے کہا ”بزرگ ملی ہماری بیماریاں اور غریبی دور کر رہے ہیں۔ ہمارے آن داوی ہیں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔“ پھر سب ہی کہنے لگے ”چلے جاؤ یہاں سے۔“

ہزاروں افراد ان کے خلاف مشتعل ہو سکتے تھے۔ وہ چپ چاپ سہمٹا کر وہاں سے چلے آئے۔ اس دوران ریڈیو اور ٹی وی والے آگے تھے۔ عالمی نشراتی اداروں کے بھی کیمرائیں وہاں کی تصویریں اتار رہے تھے۔

ان پولیس افسران نے فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا۔ کشمیر اور شہر کے میئر نے بھی ان کی رپورٹ سنی۔ پھر انہوں نے سراغ رسالوں کی ایک ٹیم روانہ کی۔ اب وہ سراغ رساں اس ہستی میں جا کر ہنگو مان کے آس پاس رہ کر اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے۔

ہنگو مان جی کی وڈیو رپورٹ شام کو عالمی سطح پر نشر کی گئی تو قتل

ایب میں منگی ماسز اور اسرائیلی اکابرین نے اسکرین پر منگی برادر کو دیکھا۔ دیوی تو دیکھنے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ منگی ماسز کی فوج کا ایک حصہ اس کے دس میں پہنچ جائے گا۔

وہ فوراً ہی اپنی ڈی کے پاس گئی۔ اس سے ضروری باتیں کرنا چاہتی تھی لیکن ڈی اس وقت عیاشی کے موذ میں تھی۔ اپنے ٹیلی ویژن جانے والے ماتحت شام سندھ کو اپنی جوانی کا نذرانہ پیش کر رہی تھی۔

دیوی کسی بھی پیش کرنے والے کے دماغ میں نہیں ٹھہرتی تھی۔ فوراً واپس چلی آئی تھی کیوں کہ ایسی جگہ اس کی اپنی جوانی کے تقاضے شہر چاہتے تھے اس سے پوچھتے تھے کہ وہ کب دلس بنے گی؟ اس کی زندگی میں آنے والا مہو کن ہوگا؟

کوئی ایسا نہیں تھا جس پر وہ ایسا تب کچھ لکھ کر ناز کرتی۔ یہ درست ہے کہ پھول کو شاخ پر ہی کھلتا ہے۔ اسے توڑنے اور سوکھنے سے جلدی اپنی شاندار پھولتا ہے لیکن وہ سراسر پھلو ہے۔ وہ پھول ہی کیا جسے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور وہ شاخ انتظار پر کسی دیدہ ور کی راہ دیکھتے دیکھتے شاخ پر ہی رہ جاتا ہے۔

دیوی کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ عمر گزرتی جا رہی تھی۔ اگر وہ کٹواری رہ کر بچا ہے میں داخل ہوتی تو وہ خود کو بوڑھی نہ کہتی اور دوسرے اسے جوان تسلیم نہ کرتے۔ اب وہ عمر کے ایسے پہنچ پر آگئی تھی جہاں سے کسی وقت بھی بڑھاپے کی خدشہ میں گر سکتی تھی۔

اس نے دوسرے ٹیلی ویژن جانے والے ماتحت شری کانت کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "دیوی جی! میں بڑا خوش نصیب ہوں۔ آپ میرے دماغ میں آئی ہیں۔"

اس نے پوچھا "تمہیں اپنے دس کی کوئی خبر ہے؟" "ہی ہاں۔ میں کچھ دیر پہلے ہی دی دیکھ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر شک پہنچا کہ منگی میں وہاں خاصی تعداد میں بیٹے ہوئے ہیں۔" "تمہارے دس میں اتنی بڑی بچائی آ رہی ہے اور تم ہی دی دیکھ کر آرام سے بیٹھے ہوئے ہو؟"

"دیوی جی! میں بہت پریشان تھا۔ میں نے منگی برادر کو ہنومان کے روپ میں دیکھنے ہی خیال خوانی کی پروا نہ کی اور اتنی بڑی بات بتانے کے لیے آپ کی ڈی ون کے پاس پہنچا۔ مہ۔ مگر۔"

"میں فوراً ہی ڈی ون کے دماغ سے واپس آیا۔ معافی چاہتا ہوں۔ وہ۔ وہ اور شام سندھ۔ یعنی کہ شام سندھ اور وہ۔۔۔"

"جہاں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے پاس آ سکتے تھے۔"

"میں آپ سے براہ راست رابطہ کرنے کی اجازت نہیں

ہے۔ میں آپ کو مخاطب کرنے کی ہمت کر رہا تھا۔ ایسے وقت آپ نے اپنے اس داس کو یاد کر لیا۔"

"آئندہ کوئی بھی اہم بات ہو تو مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔ ابھی اس کے پاس جاؤ اور کو فوراً میرے پاس آئے۔"

دیوی اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ ڈی نے چند سیکنڈ بعد ہی آکر کہا "دیوی جی! میں حاضر ہوں۔"

"کیا تمہارا کوئی وقت مقرر نہیں ہے؟ وقت بے وقت مستیوں میں گم رہتی ہو۔"

"معافی چاہتی ہوں۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"وہ منگی برادر اپنی فوج کے ساتھ دلی پہنچ گیا ہے۔ تم فوراً شام سندھ اور شری کانت کے ساتھ وہاں جاؤ اور میرے وہاں پہنچنے تک یہ معلوم کرو کہ منگی برادر کہاں مستقل رہتا ہے اور کہاں سوتا ہے۔ ابھی ہی دی دیکھنے سے پتا چلا کہ منگی برادر رامائن کے حوالے سے ہنومان بن کر لوگوں کے جذبات سے کھیل رہا ہے۔ رازداری سے معلوم کرو کہ وہ گولیاں، کیپسول اور لیزر گنز کہاں چھپا کر رکھتے ہیں۔ جتنی جلدی ہو سکتی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ دیوی صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔ وہ تل ایب اس ارادے سے آئی تھی کہ منگی ماسز اور اس کی فوج سے گولیاں اور کیپسول حاصل کرے اور انہندوں کے ہندوستان آنے کا راستہ دیکھ سکے۔ لیکن رازداری سے جانے والوں کا راستہ نہیں دیکھا جاسکتا۔ دیوی گولیاں اور کیپسول حاصل کرنے میں مصروف رہی اور اور منگی برادر اپنی فوج کے ساتھ ہندوستان پہنچ گیا۔

اس سلسلے میں یہ بات قابل غور تھی کہ خلائی ذون سے آنے والے منگی برادر کو رامائن اور ہنومان کے بارے میں اتنی تفصیل سے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان جا کر بڑی کامیابی سے ہنومان دول ادا کر رہا ہے؟

دیوی یقین سے سوچ رہی تھی "مجھ سے اور بھارت سے دشمن رکھنے والے ضرور منگی برادر کی پشت پر ہیں۔ وہ اسے ہنومان کی راہ کمانی سمجھا رہے ہیں اور وہ ہنومان بن کر ہندوؤں کے دھارک جذبات سے کھیل رہا ہے۔"

دیوی نے اب تک تین منگی مین ٹیپ کیے تھے اور ان سے مجموعی طور پر بیگزوں گولیاں اور کیپسول حاصل کیے تھے۔ تل ایب میں اور چند دودھ کر وہ دیکھوں گولیاں اور کیپسول حاصل کر سکتی تھی۔ لیکن ہندوستان جانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان جا کر چند دودھ میں منگی برادر کو وہاں سے بھانجے بھجھ کرے گی یا پھر اسے ہلاک کر کے تل ایب واپس آجائے گی اور پہلے کی طرح ایک ایک منگی مین کو ٹیپ کرے گی گولیاں اور کیپسول حاصل کرتی رہے گی۔ پھر یہ کہ ہندوستان میں بھی جس منگی مین ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگی، اس کے لباس میں۔۔۔ چھپے ہو۔

کیپسول اور گولیاں حاصل کر سکتے گی۔

وہ یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ ہندوں کو اپنے دس سے ٹکانا آسان نہ ہوگا۔ امریکا اور اسرائیل کی مثالیں سامنے تھیں۔ وہ ہندو جہاں پہنچتے تھے وہاں سے نکلے کا نام نہیں لیتے تھے اور نہ سیاسی چالوں سے انہیں بھگایا جاسکتا تھا۔ اس کی عقل سمجھاری تھی کہ اس سلسلے میں برادر کیر سے تعاون حاصل کرنا چاہیے۔

یہ بات ابھی اس کے ذہن میں واضح نہیں ہوئی تھی کہ وہ برادر کیر کو کیوں پسند کرتی ہے؟ پتا ہر وہ بھی سمجھتی تھی کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے اور اس نے کبھی اسے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ اس لیے وہ اسے پسند بھی کرتی ہے اور اس پر بھروسہ بھی کرتی ہے۔

پارس کی بانی دشمن بننے کے بعد اس کے لاشعور میں یہ بات پک رہی تھی کہ پارس کے مقابلے میں برادر کیر ایک مکمل مہو ہے۔ ناقابل شکست ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کا بھی حامل ہے۔ وہ ایکشن سے بھرپور زندگی میں اس کا باکمال جیون ساتھی بن سکتا ہے۔

یہ خیال اس کے اندر تھا، باہر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے برادر کیر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "مجھے یقین تھا تم آؤ گی۔ ابھی میں تھوڑی دیر پہلے ہی دی دیکھ رہا تھا۔ تمہارے دس میں بھڑک بلی پہنچ گئے ہیں۔"

"تم اعزازہ کر سکتے ہو کہ ہندوں کا دہاں پہنچ جانا میرے لیے کتنا تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔ سکرٹیر میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں تمہاری پریشانی سمجھ رہا ہوں۔ مگر تم نے ایسا کچھ نہیں کیا، جس کے نتیجے میں میں تمہاری پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ کر تمہارے کام آتا۔"

"تم پہلے تو اپنے خود غرض نہیں تھے۔"

"میں تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں اور تمہاری چاہت میں شروع سے خود غرض ہوں۔ میری بیش یہ کہ کشش رہی کہ تمہارے اصل چہرہ دیکھ کر اس سے نفرت کرو اور میری طرف مائل ہوئی۔ رہو۔ تمہیں بھگان کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ تمہارے دھوکے میں آنے سے بچ گئی ہو۔ ہمیں جلد سے جلد ایک نئی زندگی شروع کرنے کے لیے مجھ جیسے جیون ساتھی کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اگر تمہاری نظروں میں کوئی مجھ سے بہتر ہے تو پھر اسے ہندوستان لے جاؤ۔ میں تمہا ہوں، تمہاری زندگی گزار دوں گا۔"

"میں نے یہ کبھی نہیں پوچھا کہ تمہارا خاندان کیا ہے؟ کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟ اور تل ایب کس سلسلے میں آئے ہو؟"

"میں نہیں جانتا کس نے مجھے پیدا کیا؟ اور پیدائش کے کماں چھوڑ دیا؟ جب ہوش سنبھالا تو خود کو ایک بزرگ کے سامنے میں پایا۔ وہ بڑے عالم اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ آج میرے پاس جتنی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں، وہ سب میں نے ان سے ہی حاصل کی ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تم مسلمان ہو اور ہمیں پیدا کر کے والے ماں باپ بھی مسلمان تھے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کیوں کہ اپنی پیدائش کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تم ہندو بھی ہو سکتے ہو، یہاں یا یہودی بھی ہو سکتے ہو۔ پھر تم نے ترکی میں مسلمان مجاہدین کی فوج کیوں بنائی ہے؟"

"مجاہدین کی فوج ان ہی بزرگ کے بنائی تھی، جنہوں نے میری پرورش کی اور مجھے تربیت دی۔ کچھ برس وہ وقت گائے۔ تب سے میں نے مجاہدین کی فوج کے علیحدہ اقتدار کر لیا۔ انتخاب بھی مجھ پر دیا۔ اب عمری عمری کھوتا ہوں۔ یوں کھوتا پھرنا تل ایب پہنچا ہوں۔"

"کیا تم منگی ماسز اور اس کی فوج میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے ہو؟"

"اس حد تک دلچسپی لی ہے کہ اس فوج کے مختلف منگی مین سے ایک سو گولیاں اور تین کیپسول چھین چکا ہوں۔ اب میں کسی بھی ملک کے معاملے میں اور ٹیلی ویژن جانے والوں کے معاملے میں صرف اس وقت رازداری سے دلچسپی لیتا ہوں، جب مجھے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ میں خاموشی سے خفیہ طور پر اپنا آلہ سیدھا کارتا رہتا ہوں۔"

"تم بہت چالاکا ہو۔ اس طرح کوئی تمہارا دشمن پیدا نہیں ہوتا ہوگا۔"

"بے شک میں دشمنوں سے محفوظ ہوں۔ پہلے جو مجھے جانتے تھے، وہ میرے متعلق سوچ رہے ہوں گے کہ شاید میں مر چکا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف تم ہو، جو مجھے برادر کیر کی حیثیت سے جانتی ہو۔"

"بھیرا! آج پہلی بار تمہارے کچھ حالات معلوم ہوئے ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ تمہاری طرح میں بھی دنیا میں اکیلی ہوں۔ میرا بھی کسی سے کوئی رشتہ یا کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میں تو مر چکا ہوں۔ تمہا زندگی گزار لوں گا۔ لیکن تم عورت ہو تمہیں کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ تم بہت حسین اور پرکشش ہو۔ دیے بھی جو چیز نظر نہیں آتی اس میں کشش اور جنس پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ایک بات پوچھوں؟"

"ضرور پوچھو۔"

"تم اصل چہرہ چھپا کر پبلک پلیس میں جاتی ہو۔ تمہا دنیا کی سیر کرتی ہو۔ کیا کبھی کسی نے تم پر چھاپا نہیں مارا؟"

"مفتول بات نہ پوچھو۔ اپنی حفاظت کے لیے میرے پاس بڑی طاقت اور بڑی صلاحیتیں ہیں۔"

"ایک بالکل نئی کار خرید کر اسے گیراج میں حفاظت سے رکھ دیا جائے پھر چند برسوں کے بعد گیراج کھول کر دیکھا جائے تو وہ کار نئی نہیں دکھائی دے گی اس میں رنگ چکا ہوگا۔ کیا تم نے سوچا

کہ کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا ہے پھر بھی تمہاری جوانی کو زندگ لگتا جا رہا ہے۔
 "یہ تم نے کیسی فضول باتیں شروع کر دی ہیں۔ میں تمہارے پاس تعاون حاصل کرنے آئی ہوں۔"
 "میرے حساب سے تم جوانی کی حد پار کر چکی ہو اور اب جوانی اور بڑھاپے کے درمیان سڑ کر رہی ہو۔ اپنی باقی ماندہ جوانی پر رحم کرو اور زندگ چھڑانے کے سلسلے میں مجھ سے تعاون حاصل کرو۔"
 "اب تم غیر مجیدہ ہو رہے ہو۔ میرے دیں کے سلسلے میں مجھ سے تعاون نہیں کرو گے؟"
 "تالی دونوں ہاتھوں سے جکتی ہو۔ ذرا غور کرو۔ میں نے دو دن میں سو گولیاں اور کیپسول حاصل کیے ہیں اور ایک ہفتہ وہ جاؤں تو ہزاروں گولیاں اور کیپسول حاصل کر لوں گا۔ یہاں میرے فائدے کو دیکھو اور غور کرو تمہارے ساتھ ہندوستان میں مصروف رہنے سے مجھے کیا ملے گا؟ کچھ نہیں، تم تو سامنے بھی نہیں آئیں۔ اگر آئیں تو تمہارے حسن اور شباب کو دیکھ کر تسل ہوئی رہتی کہ وہ سارا خزانہ مجھے ملنے والا ہے۔"
 "اے میں تمہاری یہ شرط پوری کر دوں گی۔ تمہارے سامنے آؤں گی۔ لیکن مجھے چھوٹا چاہو گے تو نظروں سے اوجھل ہو جاتا کروں گی۔"
 "رہتے دو۔ تمہیں دوسرے دیکھ دیکھ کر تیار نہیں ہونا چاہتا۔"
 "ابھی تو تم دوسرے دیکھنا چاہتے تھے۔"
 "سمجھا کرو۔ پہلے صرف ایک ہتھک دیکھنے کی آرزو ہوتی ہے۔ پھر سراپا دیکھنے کوئی چاہتا ہے۔ وہ بھی دیکھنے کو مل جائے تو چھوٹنے کو دل چاہتا ہے۔ آخر چھوٹنے کا موقع ملنے ہی کھائی کو پکڑنے اور سالم حیز کو بکڑنے کے لیے دل دیوانہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد کھوں؟"
 "ہاں اپنی بکواس بند کرو۔ مجھے ہندوستان کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے لیکن میں صرف تمہارے لیے رکی ہوئی ہوں۔"
 "درمیں تمہارے لیے کھانا اور بیٹھا ہوا ہوں۔"
 "پلیز میری ایک بات مانو۔ مجھے ایک ہفتے تک سوچنے اور فیصلہ کرنے کا موقع دو۔ میں پھر سے اپنی جنم زندگی دیکھوں گی۔ جو تمہیں دیا کے ذریعے معلوم کروں گی کہ تم کیا کوئی اور پارس کی جگہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ میں اس وقت اپنے دونوں ہاتھ دیکھ رہی ہوں۔ مجھے ہاتھوں کی کیپسول میں کچھ چھوٹی چھوٹی سی تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں۔ شاید میرے ستارے مجھے تمہارے نام کر دیں۔ پلیز مجھے ستاروں کی بدلتی ہوئی چالوں کو سمجھنے دو۔"
 "میں آخری بات کہتا ہوں، جنم زندگی پر دھننے اور ہاتھ کی کیپسول کو سمجھنے کے لیے دو دن بہت ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ابھی ہندوستان چلوں گا تمہارے بہت کام آؤں گا لیکن دو دن کے بعد تیسرے دن تم میری تمنا میں نہیں آؤ گی تو میں دوستی اور تعاون

ختم کر دوں گا۔"
 "شکر ہے، تم دو دن تک تعاون کرتے رہنے کے لیے راضی ہو گئے۔ میں وعدہ کرتی ہوں دو دن کے بعد بھی تمہارا احترام برقرار رکھوں گی۔"
 "تو پھر دعا کی کب ہے؟"
 "ہم ابھی یہاں سے پرواز کریں گے ہماری طاقت دہلی کی اس ہستی میں ہوگی، جہاں منگی برادر جوان بن کر میرے لوگوں کو بے وقوف بنا رہا ہے۔"
 "میں ٹھیک پندرہ منٹ بعد پرواز کر دوں گا۔"
 "میں بھی اسی وقت پرواز کر دوں گی۔ کیا تم میری ایک چھوٹی سی بات مانو گے؟"
 "مجھ پر کی طرح سزاوارتہ تو مان لوں گا۔ مجھ پر اپنی باتیں منوانے کے لیے رتھیں اور رتھیں درشتیں پیش کرتی ہیں۔"
 "اے میں باتیں دو دن کے بعد کرنا۔ ابھی میری ایک بات مان لو؟"
 "آخر بات کیا ہے؟"
 "تم سو گولیاں اور تیس کیپسول رکھ کر کیا کرو گے۔ پچاس گولیاں اور پندرہ کیپسول مجھے دے دو۔"
 "اے میں باتیں دو دن کے بعد کرنا۔ اس وقت تک میں منگی برادر کے فوجیوں سے مزید بیکروں گولیاں اور کیپسول چھین لوں گا۔ تیسرے دن ملن کی رات تمہارا گھونٹ اٹھا کر منڈکائی کی رسم کے طور پر تمہیں کم از کم دو سو گولیاں اور پچاس کیپسول دوں گا۔"
 "وہ خوش ہو کر رہی، کیا کچھ کہہ رہے ہو؟"
 "بالکل سچ۔ اب جاؤ۔"
 "پارس نے سانس روک لیا۔
 ○☆☆○
 روزی نے انارکلی سے ایک برقع خرید کر پہن لیا۔ انارکلی کو دیوار میں جن دیا گیا تھا۔ روزی نے خود کو برقع کی دیوار میں جن لیا! اخبارات میں تصاویر چھپنے کے بعد وہ کسی کو نہیں دکھانا چاہتی تھی اس لیے برقع میں منہ چھپا کر گھر کی اس کو بھی میں پہنچاں جہاں پہلے خوالدین کے ساتھ آچکی تھی۔ لیکن وہاں پہنچی تو وہ کوئی مفضل تھی۔
 دراصل وہ آمنہ کی کوٹھی تھی۔ آمنہ، کبیرا، فراد اور نغمہ باہر علی بیورو کو لے کر دوسرے شہر تھی۔ خوالدین نے وہاں عارضی قیام کیا تھا۔ روزی نے کوٹھی کو مفضل دیکھ کر چوکی دار سے پوچھا۔
 "اس کوٹھی کے مالک خوالدین صاحب کہاں ہیں؟"
 "چوکی دار نے کہا، اس کوٹھی کی مالکہ بیگم آمنہ فراد صاحبہ ہیں۔ خوالدین صاحب پہلے یہاں تھے۔ اب اپنی کوٹھی میں چلے گئے ہیں۔"
 روزی نے خوالدین کی کوٹھی کا نمبر اور پتا چوکی دار سے معلوم کیا۔ پھر وہاں پہنچی۔ چوکی دار نے اندر نہیں جانے دیا۔ گیٹ کے

ساتھ بنے ہوئے کہیں سے فون پر کہا، "جناب! ایک برقع والی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ اپنا نام روزی بتا رہی ہے۔"
 چوکی دار نے کچھ سننے کے بعد ریسور روزی کو دیا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولی، "ہیلو ڈی! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے کل اجنبی بن کر مجھے دھوکا دیا تھا۔ میں باقی ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ بڑی زیادتیوں کی ہیں۔ میں کہہ کر کہتی ہوں، اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ آپ سے معافی مانگتے آئی ہوں۔"
 "پہلے میرے ایک کوڑ روپے واپس کرو۔ پھر معافی مانگو۔"
 "میں نے آپ کے ایک کوڑ روپے لیے ہیں۔ جسے آپ نے بیٹا بنا دیا۔ اتنی بڑی رقم لے گیا ہے۔"
 "جسے بیٹا بنایا ہے، اس کا نام علی ہے۔ وہ کل صبح سے پشاور گیا ہوا ہے۔ اب تک واپس نہیں آیا ہے۔ اگر تم بہن بھائی نے مل کر مجھ پر اور میری بیٹی پر بہت ظلم کیا ہے۔ اگر تم واقعی شرمندہ ہو تو پہلے میری وہ رقم واپس کرو۔ اگر نہیں کرو گی تو میں تمہارے کسی چور لٹکی کو کوٹھی کے اندر نہیں آنے دوں گا کیوں کہ میرے بیٹے دوم میں ایسے کتنے ہی کوڑ روپے پڑے رہتے ہیں۔"
 روزی کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کا سوتا باپ بے انتہا دولت مند ہے اور اس وقت بھی اس کوٹھی کے بیٹے دوم میں کوڑ روپے روپے ہوں گے۔ وہ گڑگڑا کر بولی، "میں اپنی مرحوم ماں کی قسم کہہ کر کہتی ہوں۔ میں نے آپ کے گھر سے ایک مذہبی بھی نہیں چرایا ہے۔"
 "تو پھر تمہارے بھائی مراد نے چرایا ہو گا۔ اسے میرے سامنے پیش کرو۔"
 "وہ گھر میں ہے۔ یہاں نہیں آئے گا، مجبوری ہے۔"
 "اے میں کیا مجبوری ہے؟"
 "میں کیا بتاؤں؟ اس کا منہ کالا ہو گیا ہے۔ گھر سے باہر نہیں نکلتا ہے۔"
 "جیسے تم دونوں کے اعمال ہیں، ان کے نتیجے میں منہ ضرور کالا ہوتا ہے۔ شاید تم بھی منہ چھپا رہی ہو اسی لیے برقع پہن کر آئی ہو۔"
 "میں سچ کہتی ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس علی نے میری ایک ایسی تصویر اخبارات میں چھپوائی ہے جس کی وجہ سے میں کسی کو منہ نہیں دکھا سکتی۔"
 "میں کہہ چکا ہوں کہ علی اس شہر میں نہیں ہے۔ کل بھی نہیں تھا۔ پھر وہ تمہاری تصویر کیسے بجوا لے گا۔"
 "وہ بہت بڑا فراڈ ہے۔ آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ پشاور نہیں گیا ہے۔ اسی شہر میں ہے۔ آپ کے ایک کوڑ روپے اسی کے پاس ہیں۔"
 "میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ یہاں سے جاؤ۔ کل پینک میں اپنی ساری رقم جمع کرادوں گا تو تمہیں آنے کی اجازت دوں گا۔"

تم کل شام کو آتے ہو۔"
 خوالدین نے فون بند کر دیا۔ روزی واپس جاتے ہوئے سوچنے لگی، "اس بڑے نے مجھے گھر کے اندر آنے نہیں دیا۔ پتا نہیں اس نے کتنی رقم چھپا کر رکھی ہے۔ یقیناً بہت بڑی رقم ہوگی اور وہ کل صبح تک گھر میں رہے گی۔ آج رات مجھے کچھ کرنا ہو گا۔ خدا کرے مجھے بار بار نقصان پہنچانے والا وہ بد معاش وہاں موجود نہ ہو۔"
 علی انرپورٹ پہنچ چکا تھا وہ بصیرت علی کو رخصت کرنے آیا تھا۔ پچھلے باب میں بصیرت کا ذکر ہو چکا ہے۔ علی نے اس کے خیالات بڑھے تھے۔ وہ ایک نہایت ایمان دار اور شریف آدمی تھا۔ اسٹیبل میں رہ کر بہت عبادت کر چکا تھا کہ ایک عجب وطن سیاست داں ہے۔ وہ علی بیگم کی بیٹی کے بار بار صاحب کے ادارے میں تربیت حاصل کرنے کا اہل تھا اس لیے فرانس جا رہا تھا۔ علی اسے رخصت کرنے کے بعد وزیر خزانہ میں تموزی دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ وہاں پاکستان سے جانے والوں اور پاکستان آنے والوں کی خاص سمجھ بھجور رہی تھی اور جہاں سمجھ بھجور ہوتی ہے وہاں بھانت بھانت کے مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔
 علی کسٹمر کے عملے کے دو افراد کے داغ میں جگہ بنا چکا تھا۔ غیر ممالک سے آنے والے اپنا سامان چیک کرانے کے لیے ان دو افراد کے سامنے رکھتے تھے اور اپنا سامان چیک کراتے وقت ان سے باتیں کرتے تھے۔ اس طرح علی ان بولنے والوں کے داغوں میں پہنچ رہا تھا۔
 بیوی ممالک سے آنے والے پاکستان اپنی ضرورت اور اپنے شوق کے مطابق زیادہ سے زیادہ سامان لاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ سامان کسٹمر والے چھین لیتے ہیں کچھ لے جانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ کچھ ایسا سامان بھی ہوتا ہے جو پاکستان میں لانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ لیکن رشوت میں بڑی طاقت ہوتی ہے غیر قانونی سامان بھی ملک کے اندر چلا آتا ہے۔
 وہ تعداد میں سات تھے۔ ملک کے اندر چلے آ رہے تھے۔ ان میں چار موٹے اور تین نوجوان لڑکیاں تھیں۔ ان کے پاس باقاعدہ پاسپورٹ اور ویزا تھے جن کے مطابق وہ ہندوستانی مسلمان تھے جب کہ ان میں سے صرف ایک مسلمان تھا۔ باقی چھ ہندو تھے۔ چہرے بدلے ہوئے تھے۔ لاہور کی ایک کوٹھی میں پہنچے ہیں دیرا جلا کر وہاں اپنی اپنی دستاویزات بنوانے والے تھے۔
 علی ایک کسٹم افسر کے ذریعے ان کے داغوں میں پہنچ رہا تھا۔ وہ چاہتا تو وہیں ان کے چروں سے ایک اپ انارکلی میں گھر فار کراسکتا تھا۔ لیکن وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ لاہور میں ان کا اڈا کہاں ہے؟ اور ان سے تعلق رکھنے والے افراد کون ہیں اور کیا کرتے ہیں؟
 ان کے لیے انرپورٹ کے پارنگ ایریا میں ایک بڑی سی ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ساتوں اس میں جا بیٹھ گئے۔ جب وہ

گاڑی پارکنگ ایریا سے نکلے گی تو علی ان کا تعاقب کرنے لگا۔ ڈرائیو تک کے دوران وہ کبھی کبھی کسی کے داغ میں جاتا تھا پھر چند سیکنڈ میں واپس آجاتا تھا کہ حاضر داغ نہ کرڈرائیو کر سکے۔ اس دیکھن میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا ”میں بڑی دیر سے اس سفید کار کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ ہمارے پیچھے چلی آ رہی ہے۔“ دوسرے نے کہا ”میں ایسا تو نہیں کہ پاکستانی انٹیلی جنس والے ہم پر شب کر رہے ہوں۔“

تیسرے نے کہا ”ہم غیر قانونی طور پر آئے ہیں اس لیے ہمارے دلوں میں اندیشہ جنم لیتے رہتے ہیں۔ کوئی ہمارا تعاقب نہیں کر رہا ہے۔“

ایک لڑکی نے کہا ”اسٹریٹ ڈور کر لیتا چاہیے۔ گاڑی کی رفتار ست کرو۔ اس سفید گاڑی کو آگے نکلے دو۔“

اس لڑکی کا نام انجنا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے تیز طرار تھی۔ اس ٹیم کا لیڈر وکرم دین اور چالاک تھا لیکن انجنا کی باتیں مان لی کرتا تھا۔ اس نے دیکھن کو روکنے کا حکم دیا۔ اس کے اچانک رکنے سے پیچھے آنے والی کار کو اپنی رفتار کے مطابق آگے جانا پڑا۔

جب وہ سفید کار اس دیکھن کو کراس کرتے ہوئے جانے لگی تو سب نے اس کار وائے کو دیکھنا چاہا لیکن اسے دیکھ نہ سکے لیڈر وکرم نے شدید حیرانی سے کہا ”مانی گاڑی کیا میں نے جو دیکھا ہے وہ تم لوگوں نے بھی دیکھا ہے؟“

انجنا نے کہا ”مجھے تو ڈرائیو ری نظر نہیں آیا۔ وہ کار ڈرائیو کے بغیر جا رہی ہے۔ کیا میری آنکھوں نے دھوکا کھایا ہے؟“

وکرم نے کہا ”نہیں۔ میں نے بھی یہی دیکھا ہے۔ کوئی ڈرائیو نہیں کر رہا ہے۔ اگلی پچھلی سیٹ پر بھی کوئی نہیں ہے۔“

دوسروں نے بھی تائید کی۔ انہوں نے بھی اس کار میں کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ وکرم نے کہا ”گاڑی چلاؤ۔ رفتار بڑھا کر اس کار کے قریب لے چلو۔“

وہ گاڑی اشارت ہو کر آگے بڑھ گئی۔ آگے والی کار دوسرے راستے پر مڑ گئی تھی۔ وہ سب حیران تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ان کی نظروں نے دھوکا کھایا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ڈرائیو کرنے والا نہ ہو اور کار خود بخود چلتی رہے؟ یہ عقل کبھی تسلیم نہ کرتی۔

دیکھن تیز رفتاری سے چلتی ہوئی ادھر مڑ گئی مگر سفید کار گئی تھی۔ ذرا آگے جا کر وہ کار نظر آئی۔ ان کی گاڑی اس کار کے قریب پہنچ کر رگ گئی۔ ان سب نے اتر کر کار کے قریب آکر دیکھا۔ وہ خالی تھی۔ ایک نے کہا ”یہ جلتے وقت بھی اسی طرح خالی نظر آئی تھی۔ کیسے معلوم ہو گا کہ اس کا مالک کون ہے؟“

علی ان کے قریب ہی کھڑا تھا۔ ان سے کچھ فاصلے پر ایک شخص کھڑا سرٹ سٹا رہا تھا۔ وہ سب اس کے پاس گئے۔ ایک

نے پوچھا ”کیا آپ نے اس کار کے مالک کو دیکھا ہے؟“

اس نے پوچھا ”کون سی کار؟“

”وہ جو سفید ٹیوٹا کرولا ہے۔“

علی نے اس انجینی کی زبان سے کہا ”اے وہ کار؟ وہ تو کل سے یہاں کھڑی ہوئی ہے۔“

”لیکن ہم نے تو ابھی اس کار کو پچھلی سڑک پر دیکھا تھا۔“

”یہی کتنی سی سفید کاریں ہوتی ہیں۔ کیا اس کا نمبر بھی یہی تھا؟“

وہ لوگ ڈرائیو کے بغیر چلتی ہوئی کار کو دیکھ کر اتنے حیران ہوئے تھے کہ کسی کو کار کا نمبر دینے کا خیال نہیں آیا تھا۔

قریب ہی ایک پرچوں کی دکان تھی۔ وہ لوگ اس دکان کے پاس آئے۔ دکان دار ایک کابک کو سوا دیتے وقت کہہ رہا تھا۔

”دھارے جا رہے ہو دودھ کے مطابق رقم ادا کرونا۔“

علی اس کے داغ میں پہنچ گیا۔ انجنا نے اس سے پوچھا ”کیا آپ اس کار کے مالک کو جانتے ہیں؟“

دکان دار نے کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”وہ کار؟ میں تو اسے کل سے دیکھ رہا ہوں۔ پتا نہیں کون بھڑکیا ہے۔“

وکرم نے ساتھیوں سے کہا ”چلو۔ ہم نے کار کا نمبر نہیں دیکھا تھا۔ شاید یہ دوسری کار ہے۔“

انجنا نے کہا ”یہ وہی ہے۔ میں نے کار کی باڈی پر وہ کار نمون

ایٹیکر دیکھا تھا۔“

وکرم نے اس کار کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا ”ایسا ایٹیکر دوسری کار میں بھی ہو سکتا ہے اور یہ دوسری کار ہے۔ بحث نہ کرو۔ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔“

وہ سب اپنی دیکھن میں آکر بیٹھ گئے۔ ان سے پہلے علی دہاں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اپنی منزل کی طرف جاتے وقت اسی بحث میں اچھے ہوئے تھے کہ ان کی نظروں نے دھوکا کھایا تھا۔ وکرم کہہ رہا تھا ”میری نظریں بھی دھوکا نہیں کھاتیں۔ میں نے صاف طور سے اس چلتی ہوئی کار کو دیکھا تھا۔ یہ کیسی الجھا دینے والی بات ہے کہ ڈرائیو بھی نہیں تھا۔“

وہ گاڑی ایک کوٹھی کے احاطے میں جا کر رکی۔ دو افراد نے اس گاڑی کے دو دروازے کھولے۔ وہ اندر بیٹھے رہے۔ دو دروازہ کھولنے والوں نے ان کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات چیک کیے۔ پھر مطمئن ہو کر کہا ”شریف لائیں چودھری صاحب انتظار کر رہے ہیں۔“

چودھری سلامت اللہ ایک ایسا سیاست دان تھا جو اسپیلی میں جانے کے لیے الیکشن نہیں لڑتا تھا اور نہ ہی وہ اقتدار کی کرسی کا خواہش مند رہتا تھا۔ وہ مختلف پارٹیوں کے سیاست دانوں کو آپس میں لڑاتا تھا۔ کسی سیاہ کار کا دامن دھو کر اسے بے داغ بنا دیتا تھا اور کسی شریف اور بے داغ سیاست دان پر پتھر اچھال کر اسے داغ دار

بننا دیتا تھا۔

جب سے یہ شرانگھا تھا کہ سیاست دانوں کا احتساب ہوگا تب سے چودھری سلامت اللہ کی چاندی ہو رہی تھی۔ وہ ایسا لاٹری بین بن گیا تھا جو کروڑاں لگے ہوئے دھوکے کو دھوکا دیتا تھا۔ جو الزام لگایا جاتا اس کا تو ذکر نہ تھا۔ اس کے پاس ایسے ایسے جھنڈے تھے جن کے ذریعے وہ کسی بھی مخالف کو چاھوں شانے چت کر دیتا تھا۔

پڑوسی ملک سے جو سات بندے امپورٹ کیے گئے تھے وہ بھی اس کی سیاسی چالوں میں کام آنے والے تھے۔ ایک بڑے سے ڈانگ دوم میں چودھری نے ان ساتوں کا استقبال کیا۔ پھر وہ سب ایک بڑی سی ڈانگ ٹیبل کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ وہاں امپورٹڈ شراب کی بوتلیں اور ٹیشوں کے ٹاؤک گلاس رکھے ہوئے تھے۔ تازہ چھل اور خشک میوے بھی تھے۔ چودھری نے کہا ”میں جاں

ہے شراب ہے جنت کے میوے اور خوریں سب کچھ ہیں۔“

وکرم نے اپنی ساتھی حبیباؤں کے بارے میں کہا ”چودھری صاحب! یہ تین خوریں جو میرے ساتھ آئی ہیں بالکل اچھوتی ہیں۔ اب تک کسی نے انہیں ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ آپ کی شہر کی بساط پر جو بڑے مہرے ہیں یہ ان مہروں کے لیے ہیں۔ یہ کوشش کریں گی کہ ان کی عزت پر آج نہ آئے اور اگر آجائے تو کامیابی لازمی ہوگی۔ ان سے ملیں یہ انجنا ہے یہ شہلا ہے اور یہ گوری۔“

وہ تین اٹھ کر ان کے خالی جام بھر لگیں۔ جب سب نے پتیا شروع کیا تو چودھری نے وکرم کی طرف چند تصویریں بڑھاتے ہوئے کہا ”یہ ملک مختار احمد ہے۔ بڑی اچھی شہرت کا مالک ہے۔ اس نے قومی ترانے سے کبھی کبھی نہیں لیا۔ کریشن اور اقربا پوری جیسے الزامات اس پر عائد نہیں کیے جاسکتے لیکن اس پر کوئی بڑا الزام آنا چاہیے۔ ایک پائلٹی اس پر پتھر اچھالنے کے لیے بہت بڑی رقم دے رہی ہے۔“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

وکرم نے کہا ”میں آپ کی بڑی رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ ہماری تحقیر ”را“ کے کام آتے رہتے ہیں۔ ہمارے نئے آنے والوں کو تحفظ فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ ملک مختار احمد کی کمزوریاں بتائیں؟“

انجنا تصویر لے کر دیکھنے لگی۔ چودھری نے کہا ”یہ ملک بڑا ہوشیار بندہ ہے۔ اس نے آج تک اپنے پیچھے کسی کریشن کا اور کسی گناہ کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ اس لیے بے داغ سیاست داں کہلاتا ہے۔“

انجنا نے کہا ”میں ان کے حالات کے مطابق ملک مختار آج کل سیاست سے فارغ ہو گا۔ میرا خیال ہے اس کی کوٹھی میں اس سے ملاقات ہو سکے گی۔“

”ہاں۔ یہ اسلام آباد سے گھر واپس آیا ہے۔ فارغ اوقات میں ہمیں کافی وقت دے سکے گا۔ میں تمہاری اور اس کی تصویروں کے ساتھ اس کی گفتگو کا بھی آپوزیشن چاہتا ہوں۔“

”آپ کی مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ ہم تین لڑکیاں ہیں جن کا نام اور انتظام کریں۔ چھ لڑکیوں کے لیے اسکول کا یونی فارم منگوادیں۔ میں کل صبح اسکول کے امدادی شو کے لیے چندہ مانگنے جاؤں گی۔ پتا نہیں ہمیں کس پر ملک کا دل آجائے۔“

وکرم نے کہا ”کل تک یہ کام ہو جائے۔ جلد سے جلد ہمارا اسلام آباد پہنچنا ضروری ہے۔“

چودھری نے کہا ”جلدی نہ کرو۔ میرے اور بھی کچھ کام ہیں۔“

”آپ باقی کام کے لیے اسلام آباد آئیں۔ وہ ایسی جگہ ہے جہاں بیٹھ کر کسی کو بھی نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔“

وہ بولنے کے دوران اپنے جام کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ علی نے وہ جام اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں جام کو دیکھا پھر کہا ”یہ۔ یہ آپ ہی آپ میں سے اٹھ کر میرے ہاتھ میں کیسے آیا؟“

چودھری نے کہا ”تیسرے ہی پیلگ میں چڑھ گئی۔ بھی تم نے مجھ سے باتیں کرتے خود اسے اٹھایا ہے۔“

وہ حیرانی سے اپنے ہاتھ میں اس جام کو دیکھنے لگا۔ خود کو سمجھانے لگا کہ شاید اس نے خود اسے میز پر سے اٹھایا تھا۔ اس سلسلے میں بحث کہے گا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اسے شراب چڑھ گئی ہے۔ اس نے ایک گھونٹ پی کر کہا ”کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کبھی کبھی کیا ہو جاتا ہے۔“

چودھری نے پوچھا ”کیا ہو جاتا ہے؟“

”میں ہم ازپورٹ سے آ رہے تھے۔ ہم نے اپنے قریب سے ایک ایسی کار کو گزرتے دیکھا جسے کوئی نہیں چلا رہا تھا۔ مگر وہ چل رہی تھی۔“

چودھری نے تعجب لگایا۔ پھر کہا ”بھئی وکرم! اور نہ ہی۔ ابھی ہم آؤنگ کے لیے جا رہے تھے۔“

انجنا نے کہا ”چودھری صاحب! وکرم دس پیلگ پی کر بھی ہوش میں رہتا ہے۔ پھر میں تو نشہ نہیں کر رہی ہوں۔ پورے ہوش و حواس میں وہ کہہ رہی ہوں کہ ہم سب نے ڈرائیو کے بغیر ایک

کار کو اپنے قریب سے گزرتے دیکھا تھا۔

انجانے ایسا کتنے وقت دیکھا اس کے چہرے پر زلفوں کی جو ایک لٹ تھی وہ خود بخود چہرے سے ہٹ کر سر پر چلی گئی تھی۔ وہ دم صم ہی رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک حرکت کرنا بھول گئی۔ اپنے دل کو سمجھانے کے لیے سوچنے لگی۔ ”یہ ہوا سے آیا ہوا ہے۔ میں کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب ہوں۔ ہوا اتنی آ رہی ہے کہ میری لٹ چہرے سے ہٹ سکتی ہے۔“

وہ دل کو بسلامت ہی تھی کہ ہوا ہے، ہوا نہیں ہے۔ لیکن اندر سے عجیب سا جش پگھلا لپٹنے لگا۔ چودھری نے کہا ”بھئی اب پچنے کا بیک کرو۔“ وہ ابھی میں پھرینے کی محفل تھی۔ ابھی شلا مار جائیں گے۔ پھر میں لاہوری چنے کھلاؤں گا۔“

انجانے کہا ”میرا کرا کرنا سا ہے؟ میں پہنچ کروں گی۔“

چودھری نے ملازم کو بلا کر کہا ”میں کوئی ایک بیڑ دوم دکھاؤ۔“

ملازم اس کی اپنی اٹھا کر اس کے ساتھ ایک بیڑ دوم میں آیا۔ پھر اپنی رکھ کر چلا گیا۔ انجانے دو دوازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر اپنی رکھ کر بیڑ پر رکھا۔ اسے کھول کر اپنے لیے دوسرے لباس کا انتخاب کرنے لگی۔ اپنی سے مختلف لباس نکال کر بستر پر رکھے۔ پھر اس نے ایک ساڑی پسند کی۔ اسے لے کر آئیے کے سامنے گئی۔ اسے اپنے بدن پر رکھ کر دیکھنے لگی کہ اس لباس میں کیسی لگے گی؟

پھر وہ آئیے کے پاس سے پلٹ کر اپنی کے پاس آئی۔ باقی ملبوسات اٹھا کر واپس اپنی میں رکھنا چاہتی تھی، ایک دم چونک گئی۔ اس کے ایک بلاؤز کے سینے پر سیاہ مار کر سے لکھا ہوا تھا ”نجنا! آنٹی لویس۔“

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ سیاہ مار کر بلاؤز کے قریب رکھا ہوا تھا۔ اندازہ ہوتا تھا کہ کسی نے ابھی لکھا تھا اور لکھنے والا اس کے آس پاس کہیں ہے۔

وہ خوف زدہ ہو کر کمرے سے باہر جانا چاہتی تھی مگر جانیس رہی تھی۔ علی اسے جانے کے ارادے سے باز رکھ رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ ڈرتی ہے تو بھاگتی کیوں نہیں ہے؟ اور بھاگنا نہیں چاہتی تو پھر ڈرتی کیوں ہے؟

اس نے سر جھکا کر بلاؤز پر لکھی ہوئی تحریر کو دیکھا۔ علی نے اس کی سوچ میں کہا ”کوئی میرا دوا نہ ہے۔ اس نے بیا رکھا ہے“ دشمنی نہیں لکھی ہے۔ میں صرف اس لیے ڈر رہی ہوں کہ وہ دکھائی نہیں دیتا اور مجھے دکھاتا رہتا ہے۔ میں اس لیے پریشان ہوں کہ ایسے انوکھے محبوب کے بارے میں پہلے بھی سنا نہ پڑھا۔ ہائے! یہ کون ہے؟“

وہ اپنے دھڑکنے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر اب اپنے طور پر سوچنے لگی ”ہاں اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھے چاہتا ہے۔“

مگر یہ کیسی چاہت ہے کہ وہ مجھے خوف زدہ کر رہا ہے۔“

علی نے اس کی سوچ میں کہا ”انسان خود ڈرتا ہے۔ اگر ڈرنا نہ چاہے تو کوئی اسے ڈرنا نہیں سکھاتا۔ اس نے محبت سے آنٹی لویس لکھا اور میں ڈر گئی۔ اگر وہ میرے کانوں میں بولے گا تو شاید مارے خوف کے مر جاؤں گی۔“

وہ بے اختیار پروا نہ لگی ”نہیں۔ میں نہیں ڈروں گی۔ وہ میرا دشمن نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ بولے۔ کچھ بولے۔ مجھے یقین دلائے کہ وہ کوئی آسیب نہیں ہے۔ ایک زندہ ہستی ہے اور وہ میرے لیے ہے۔“

اسے کان کے پاس سرگوشی سنائی دی ”ہاں تمہارے لیے ہوں۔“

وہ خوف سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ اسے اب دور سے آواز سنائی دی ”سوری“ میں تمہیں ڈرانا نہیں چاہتا۔ تم نے بولنے کے لیے کہا، میں بول پڑا۔ اب نہیں بولوں گا۔“

وہ بولی ”نہیں۔ اب نہیں ڈروں گی۔ مجھ سے باتیں کرو اپنے بارے میں بتاؤ۔ میرے لیے ابھی اور آسیب بن کر نہ رہو۔“ ”جنسیت ختم ہو جائے گی لیکن ابھی نہیں۔ اس کمرے سے باہر تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔ میں نہیں چاہتا“ انہیں میرے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ تم تو ڈرنا لباس بدل کر جاؤ۔ میں باہر جا رہا ہوں۔“

”میں تمہیں نہیں مس کرنا چاہتی۔ نہ جاؤ۔“ ”تم جہاں جاؤ گی میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ کوئی مجھے نہیں دیکھے گا۔ تم مجھے محسوس کرتی رہو گی۔ باہر اس لیے جا رہا ہوں کہ تم لباس بدلنے والی ہو۔“

”تم بہت اچھے ہو۔ آنٹی لویس۔ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ تم چاہتے ہو؟“

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوسری بار پھر تیسری بار مخاطب کیا۔ خاموشی کے باعث یقین کرنا پڑا کہ وہ جا چکا ہے۔

علی ڈرنا تک دوم میں گیا۔ دھڑکنے فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ علی اس کے اندر پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔ ”صبح تک اپنی ٹیم کے ساتھ نہ بچو۔“ انجانا کو وہیں چھوڑ دو۔ وہ کل رات تک چلی آئے گی۔ انجانا کے ساتھ اس مسلمان کو رہنے دو۔

کیا نام ہے اس کا؟ ہاں حق نواز۔ اسے بھی وہیں رہنے دو۔ یہاں اسلام آباد میں مختلف پارٹیوں کے درمیان جو سرجنگ جاری ہے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔“

دھڑکنے کا ”سراپا“ ابھی یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ صبح سے پہلے ہی اسلام آباد پہنچ جاؤں گی۔“

اس نے فون بند کر دیا پھر چودھری سے بولا ”ہم آپ کو حیرانی کی زحمت اٹھانے نہیں دیں گے۔ ہمارے ذوق آفس نے صبح سے پہلے ہمیں اسلام آباد میں طلب کیا ہے۔ ہمیں ابھی جانا ہو گا۔“

”میرے کام کا کیا ہو گا؟“

”انجانا یہاں رہے گی اور یہ حق نواز بھی رہے گا۔ کل تک آپ کا کام ہو جائے گا۔ انجانا اور نواز کل رات کو یہاں سے جائیں گے۔“

انجانا کے بیڑ دوم کا دوا نہ کھلا۔ وہ ساڑی زیب تن کیے باہر آئی۔ اسے اپنے قریب سرگوشی سنائی دی ”بہت حسین لگ رہی ہو۔“

وہ زہر بھرا مسکرائے لگی پھر سرگوشی سنائی دی ”تمہارے ساڑی پہننے کا انداز بڑا دلکش ہے۔ لباس کے باوجود تمہارے بدن کا حسن نکلتا رہا ہے۔“

وہ آہستگی سے بولی ”میں تعریف نہ کرو۔ میں مغرور ہو جاؤں گی۔“

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈرائنگ دوم میں آئی۔ دھڑکنے اسے بتایا کہ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ ابھی اسلام آباد جا رہا ہے۔ وہ یہاں حق نواز کے ساتھ رہے گی۔ کل رات تک اسے اسلام آباد پہنچنا ہے۔

پھر دھڑکنے اسے ایک طرف لے جا کر سرگوشی میں کہا۔ ”ذوق آفس کل جس میں کسی وقت فون کرے گا۔ اس کا کوڈورڈ ہو گا۔ تم جائیداد کا ٹکڑا تم کوئی نہ اس ٹکڑے کو جو ڈوٹ یہ الفاظ یاد رکھو۔“

پھر وہ چودھری کے پاس آگئے۔ انجانا نے کہا ”چودھری صاحب! یہ لوگ اسلام آباد جا رہے ہیں۔ آپ آؤنگ کا پروگرام رہتے ہیں۔ میں باہر نہیں جاؤں گی۔ آرام کروں گی۔ آج ذرا جلدی سوچاؤں گی۔“

”بھئی آنٹی جلدی سونے کی بات نہ کرو۔ میں تمہیں لاہوری چرنے کھلاؤں گا۔ تفریح نہ سہی کھانے کے لیے ضرور چلو۔“

علی نے کان کے بالکل قریب دھیمی آواز میں کہا ”چلی جاؤ۔ میں بھی ایک ضروری کام سے جانا چاہتا ہوں۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جاؤں گا۔“

وہ چودھری سے بولی ”آپ کی خدمت ہے تو چلوں گی لیکن ایک گھنٹے میں واپس آ جاؤں گی۔ بہت شکلی ہوئی ہوں۔“

اسے سرگوشی سنائی دی ”اچھا میں جا رہا ہوں۔ جلدی آؤں گا۔“

اس کے ساتھ ہی انجانا کو اپنے ایک رخسار پر سٹکے ہوئے ہونٹوں کا بوسہ محسوس ہوا۔ اس کا گورا اور گلابی چہرہ سرخ ہو گیا۔ چودھری اور دھڑکنے دھیمے سے چونک کر انجانا کو دیکھا۔ چودھری نے حیرانی سے پوچھا ”یہ کیسی آواز تھی؟“

دھڑکنے کا ”میں نے بھی سنی ہے۔ ایسی آواز تھی جیسے کسی نے کسی کو بوسہ دیا ہو۔“

وہ ایک دم سے شہکار نہ پھیر کے جانے لگی ”ہاں“ تعظیم اور

دنیا کی کسی بھی سیکرٹ تنظیم کی حیثیتوں کو سب سے پہلی ترتیت ہے شری کی دی جاتی ہے اور اسے کنواری رکھا جاتا ہے تاکہ اسے کسی بہت ہی اہم مشن میں استعمال کیا جاسکے۔ انجانا کی مشن میں استعمال ہوتی تو بھی نہ شری لیکن ایک بازاری عورت کو بھی پہلی بار کسی محبوب کا پیار ملے تو وہ نسوانی نفرت کے زیر اثر شریانی ہے۔ انجانا ابھی بازاری نہیں بنی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس کے اندر شرم و حیا بیدار کرنے والا آ گیا تھا۔

دوسری طرف علی نے خوالدین کے پاس آکر پوچھا ”آپ کے سوتیلوں کا کیا حال ہے؟“

”دوڑی آنٹی تھی۔ میں نے اسے باہر گیت سے ہی واپس کر دیا اور اس کے داغ میں یہ بات ڈال دی ہے کہ میرے بیڑ دوم میں بہت بڑی رقم ہے۔“

”وہ یقیناً آج رات اس رقم کو چرانے کی کوشش کرے گی۔ آپ خواہ مخواہ سوتیل بنی اور سوتیل بننے کو اتنی ذمیل دے رہے ہیں۔ میں نے آپ کی خاطر انہیں چلنے پھرنے کے قابل چھوڑا ہے ورنہ اس بری طرح لاپرواہی کا ساری زندگی فٹ پاتھ پر گھٹ گھٹ کر ٹھیک سمجھتے رہتے۔“

”بیٹے! ان کی ماں میری شریک حیات تھی۔ اس مرحومہ کی خاطر میں چاہتا ہوں کہ وہ غور کرے کہ اس کو راستہ بتا جائے۔“ ”وہ بھی راہ راست پر نہیں آئیں گے۔ وہ گئی بار آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ آپ اپنی حفاظت کر رہے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ ان کے ہر سٹلے سے محفوظ رہیں۔ کبھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں۔ مجھے آخری بار کوشش کرنے دو۔ اگر وہ اپنی مسلسل ناکامیوں سے سبق حاصل نہیں کریں گے تو میں انہیں کوئی مناسب سزا دوں گا۔“

ان دونوں نے دواڑی اور مراد کے داغوں میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ آدھی رات کے بعد ڈاکا ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اس وقت اس سلسلے میں خوالدین کی کوٹھی کے پاس آئے ہوئے تھے اور اطراف کا پہلے سے جائزہ لے رہے تھے۔

انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ آہنی گیت کھلا ہوا تھا۔ کوئی چوکی دار نہیں تھا۔ احاطے کے اندر دور تک کوئی ملازم بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مراد نے کہا ”کیا خیال ہے“ اندر جا کر دیکھا جائے؟“

دواڑی نے کہا ”آؤ۔ جب لفاظہ کھلا ہے تو خطہ پڑھا جاسکتا ہے۔ دواڑہ کھلا ہو تو کتا بھی گھر میں گھس جاتا ہے۔ ہم سوتیلے سنی گھر بنائی ہیں۔ اگر پکڑے گئے تو کہہ سکتے ہیں کہ باپ سے ملے آئے ہیں۔“

وہ گیت سے داخل ہو کر احاطے میں آئے۔ پھر باغیچے سے گزرتے ہوئے کوٹھی کے دواڑے پر پہنچے ارادہ چوری کا تھا۔

باپ سے ملنے کا نہیں تھا اس لیے کال بتل کا نہیں دیا جاتے تھے مراد نے بند دواڑے کو ہاتھ لگایا تو وہ زرا سا کھل گیا۔ انہیں یوں لگا جیسے تقدیر کا دواڑہ کھل چکا ہے۔

وہ اندر آئے ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے ڈرائنگ روم کے دواڑے پر پہنچے تو فخر الدین کو دیکھ کر ٹھک گئے۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا ہے نوٹوں کی گڈیاں گن رہا تھا۔ سینئر نیل پر بے شمار گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔

دونوں بہن بھائی نے ایک ساتھ اتنے نوٹ پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ وہ حیرانی سے دیکھتے رہ گئے تھے۔ فخر الدین نے سراٹھا کر انہیں دیکھا۔ پھر کہا "آؤ بیٹو۔"

مراد نے اپنے لباس کو نخل کر اطمینان کیا کہ اندر ریوالتور موجود ہے۔ پھر وہ دونوں سینئر نیل کے سامنے ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئے۔ فخر الدین نے کہا "سب اصلی ہیں۔ کوئی سی بھی گڈی اٹھا کر دیکھ لو۔"

مراد نے کہا "میرے پاس بھی ایک اصلی چیز ہے۔ پہلے میں وہ جنس دکھاؤں گا پھر تمہارے اصلی نوٹ چیک کر کے لے جاؤں گا۔"

اس نے اپنا ہاتھ لباس کے اندر لے جانا چاہا لیکن لباس کو چھو کر ہاتھ واپس آگیا۔ فخر الدین نے کہا "ہاں تو صاحب زادے! وہ اصلی چیز دکھاؤ۔"

وہ پھر اپنا ہاتھ لباس تک لے جا کر واپس لے آیا۔ دوزی نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر آہستگی سے پوچھا "کیا ہوا؟"۔ اسے نکالتے گئیں نہیں؟

اس بار مراد دونوں ہاتھ لباس کی طرف لے جانا چاہتا تھا لیکن دونوں ہاتھ سر پر لے گیا۔ پھر سر کے بالوں کو نٹولتے ہوئے بولا۔

"میں چپا کر رکھا تھا۔ پتا نہیں کہاں گیا؟"

وہ سسے سے بولی "پاکل ہوئے ہو۔ اتنی بڑی چیز کیا بالوں میں چھپائی جاسکتی ہے؟ وہ یہاں لباس میں ہے۔"

اس نے مراد کے لباس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مراد نے اسے ایک تجویز مار کر کہا "خوار مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

وہ ٹھیکڑا کر بچے کری۔ پھر فوراً اٹھ کر میز پر گھد ان اٹھا کر اس کے سر پر مار دیا۔ علی اس کے دماغ میں گھسا ہوا تھا اور فخر الدین مراد کی کھوپڑی الٹ رہا تھا۔ گھد ان کی مار سے اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اس نے لباس کے اندر سے ریوالتور نکال کر فخر الدین کو دیتے ہوئے کہا "میرے سوتیلے باپ اسے پکڑو۔ میں ابھی اس مینی کاندہ توڑتا ہوں۔"

وہ فخر الدین کو ریوالتور سے کر دوزی کی پٹائی کہنے لگا۔ اس کی زلفیں دونوں ٹھپوں میں پکڑ کر جھٹکے دینے لگا۔ دوزی نے فخر الدین کے پاس آکر اس سے ریوالتور لے کر گولی چلائی۔ مراد کا ایک ہاتھ زخمی ہوا۔ اس نے دوسری گولی چلائی "دوسرا ہاتھ زخمی ہوا۔ پھر وہ

ریوالتور کو فخر الدین کے قدموں میں پھینک کر مراد سے بولی "بھائی! چلو ہم آئینہ دیکھیں۔"

مراد کے دونوں ہاتھوں سے لوہہ رہا تھا۔ سر سے بھی لم جاری تھا۔ یہ منظر اس نے آئینے میں دیکھا۔ دوزی اپنا حال دیکھ کر چیخ پڑی۔ دونوں کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔ انہوں نے آئینے کے پاس سے پلٹ کر دیکھا فخر الدین نے کہا "آؤ بیٹو۔"

وہ دونوں اس کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ فخر الدین نے پوچھا "یہ نوٹوں کی گڈیاں کیسے اٹھا کر لے جاؤ گے؟ تمہارے دونوں ہاتھ زخمی ہیں اور تم انہیں اس صوفے میں چھپا کر چل رہی ہو۔ یہ گڈیاں اٹھا کر اس حال میں... باہر کیسے جاؤ گی؟"

وہ جھنجھلا کر پاؤں پختے ہوئے بولی "یہ کیا ہو جاتا ہے؟ جب ہم تیری دولت چھیننا چاہتی ہوں، مجھ پر "میتیں نازل ہو جاتی ہیں۔ میرے ہاتھ کچھ نہیں آتے۔ میری توہین ہوتی ہے۔ میں بری طرز ذلیل ہوتی ہوں۔"

مراد نے پریشان ہو کر کہا "اور میرا تو منہ کالا ہو گیا ہے میرے دونوں ہاتھ زخمی ہو گئے۔ میں نوٹوں کی ایک گڈی بھی نٹول اٹھا سکتا۔ میں اپنے ہی ریوالتور سے زخمی ہو گیا۔ بڑھے! تو نے کب

صرف ہمیں برباد کرنے والا جاہلوں دیکھا ہے؟"

"میں کیا جاہلوں کروں گا۔ تم دونوں کے نصیب میں ذلت اور ناکامیاں ہیں۔ شہینے والے ایک ٹھوکے سے سنبھل جاتے ہیں۔"

دونوں بار بار کی ٹھوکوں سے کوئی سبق حاصل نہیں کر رہے ہو۔ اگر اب بھی یہ سمجھ رہے ہو کہ بد معاشی سے کچھ حاصل کر سکتے ہو۔ اگلی بار جنس ایسی ذلت نہیں موت ملے گی۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو یہ شہر چھوڑ کر ایسے جاؤ کہ واپسی کا راستہ یاد نہ رہے اور آ

تم۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مراد نے اس پر چھاپا لگائی۔ پھر اس کی گردن دبوچ کر بولا "میرے ہاتھ زخمی ہیں، کمزور نہیں ہیں۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

علی نے دوزی کو دوڑایا۔ اس نے پھر گھد ان اٹھا کر بھائی کے سر پر مارا۔ اس کے سر کے پچھلے حصے سے بھی خون بہنے لگا۔ فخر الدین نے کہا "اصلی! تم درست کہتے تھے۔ یہ دونوں کسی وقت دھوکے سے مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

علی نے مراد کے اندر پھینچ کر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چھین مارا فرش پر گرا اور ترپنے لگا پھر اس نے دوزی کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "اب یہ دونوں ایسی اذیتوں سے گزرتے رہا گے اور صبح تک ذہنی توازن کو دین گے۔ اب یہ اپنی موت تک پاکل خانے میں رہیں گے۔"

علی وہاں سے واپس آکر مدافعی طور پر حاضر ہو گیا۔ انہاں وہیں چکی تھی اور اس وقت اپنے بیڑہ میں تھی۔ اس دوران چودھری کی اس کو شمشیر میں رہا تھا اور خلا، خلا کے ذرا

فخر الدین دوزی اور مراد کے معاملات نمٹا رہا تھا۔ انہاں ایک صوفے پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ایسے وقت دواڑے پر ہلکی سی دھک سنائی دی۔ اس نے صوفے سے اٹھ کر دواڑے کے قریب آکر پوچھا "کون ہے؟"

اسے اپنے کان کے بالکل قریب سر کوئی سنائی دی "میں ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "مگر باہر سے دھک دے رہے تھے تو یہاں اندر میرے کان کے پاس کیسے بول رہے ہو؟"

"میں نے کمرے کے اندر آکر دواڑے پر دھک دی تھی۔ دواڑہ کھلنے کی دھمت نہ کرو۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

"مجھے عجیب سا لگ رہا ہے کہ میرے پاس ہو اور مجھے نظر نہیں آ رہے ہو۔ پتھر میرے سامنے آؤ۔"

"میں دوشنی میں کسی کو نظر نہیں آتا۔ اگرچہ اندر میرے میں بھی دکھائی نہیں دیتا لیکن تم مجھے چھو سکتی۔ تاریکی میں میرا جسم ٹھوس ہو جاتا ہے۔ تم میرا ہاتھ پکڑ سکتی۔"

"پھر تو میں اندر آ کر ہوں گی۔ میں جنس چھوٹا اور پانا چاہتی ہوں۔"

وہ کھڑکیوں کے پاس جا کر پردے برابر کرنے لگی تاکہ باہر کی ہلکی سی دوشنی بھی نہ آئے۔ پھر اس نے سوچا بورڈ کے پاس آکر لائٹس آف کر دیں۔ گہری تاریکی چھا گئی۔ وہ بولی "میں چھوٹا چاہتی ہوں۔ کم کمال ہو؟"

علی نے کوئی حلق سے نکال لیا۔ ٹھوس جسم کے ساتھ تاریکی میں حاضر ہو گیا۔ انہاں سے بولا "ہاتھ بڑھاؤ۔"

اس نے ہاتھ اٹھ کر کیا۔ علی نے اسے تمام لیا۔ انہاں کا ہاتھ لرز رہا تھا۔ علی نے ہاتھ سے آگے بڑھتے بڑھتے اس کے مجھے مجھے بازوؤں کو اپنے ہاتھوں میں بھر لیا۔ وہ لڑنے کی بات ہی تھی۔ جو نظر نہیں آتا تھا اس نے گرفت کر لیا تھا اور اپنی سانسوں اس کی سانسوں میں اتارنے لگا تھا۔

وہ کہہ رہی تھی "میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرے نصیب میں ایسا مزہ ہو گا جو خواب خواب ہو گا۔ تعبیر کی طرح لے گا اور ملنے ملنے بھی خواب رہے گا۔ میرے ناویدہ محبوب اکیلا تم بھی نظر نہیں آؤ گے؟"

"نہیں۔ میں دوشنی میں مٹ جاتا ہوں۔ تاریکی میں میرا جسم ٹھوس ہو جاتا ہے۔ میں دیکھا جاسکتا ہوں مگر انہوں تاریکی میں آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔"

"کیا میں اسی طرح زندگی گزاروں گی؟"

"تمہارا نقصان کیا ہے؟"

چھوڑ کر جاکوگی۔ میں تمہارا راستہ نہیں دوں گی۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ میں جنس کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

"میتیں ساتھ رہنے کے لیے ہم مزاج اور ہم خیال ہونا ضروری ہے۔ سب سے قابل اعتراض بات یہ ہے کہ کم اپنے خیال کے مطابق اپنے دین کے لیے خدشات انجام دیے آئی ہو اور میری نظروں میں تم میرے ملک کی دشمن ہو۔"

"مگر تم چودھری کی طرح "مرا" کے مقامی ایجنٹ بن جاؤ تو پھر مجھے دشمن نہیں دوست کو گے۔ تم ہمارے دوست بن جاؤ۔"

"میں تمہاری دوستی کے لیے اپنے ملک سے دشمنی نہیں کروں گا۔"

"یہاں نہ کوئی انہوں میں، میں تمہارے بازوؤں میں ہوں۔ تم سمجھ رہے ہو کہ میں کتنی جبین ہوں۔ میں ہر طرح سے جنس خوش کرتی رہوں گی۔ تم میری بات مانتے رہو۔"

"تم دنیا کی پہلی اور آخری حبینہ نہیں ہو۔ قدم قدم پر ایک سے بڑھ کر ایک حبینہ دوشیزوں مل جاتی ہیں لیکن پاکستان ایک سی ہے۔ یہ تمہارے جیسی مولیٰ کا جڑ کی طرح ہر جگہ نہیں ملتا ہے۔"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"ملک دشمنی سے باز آ جاؤ تمہاری عزت اور اہمیت بڑھ جائے گی۔"

"بھی میری کوئی عزت اور اہمیت نہیں ہے تو میرے پاس کیاں آئے ہو؟"

"تم چاہو گی تو تمہاری عزت ہوگی ورنہ کل ملک بھار کے پاس جاؤ گی پھر اسلام آباد پہنچ کر دوسرے ملک اور چودھریوں کے پاس پہنچتی رہو گی۔ کیا عزت والیاں ایسی ہی ہوتی ہیں؟"

"میں "مرا" کا مشن پورا کرنے کے لیے دوسروں کے پاس جاؤں گی لیکن محبت تم سے کرتی رہوں گی۔"

"میں اس اگلا دن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا، جس میں دوسرے توکتے ہوں۔"

وہ سسے سے اٹھ کر بیٹھ گئی، چیخ کر بولی "پھر کیاں ہاتھ لگا رہے ہو؟"

دوازہ پر دستک ثانی دی پھر چودھری کی آواز آئی "انجنا! کیا بات ہے؟ کیوں جی رہی ہو؟ کیا اندر کوئی ہے؟"
وہ فوراً ہی بستر سے اترتی۔ لباس درست کرتے ہوئے تاریکی میں اندازے سے چل کر دوازے کے پاس آئی پھر یوں "ہمارا ایک دشمن ہے۔ ہمیں اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ اپنے ملازموں کو بلاؤ۔ اپنی گن لے کر آؤ۔"
"تم دواڑہ تو کھولو۔ مجھے اس سے بات کرنے دو۔"
"میں دواڑہ کھولوں گی تو دشمنی اندر آنے کی اور وہ عتاب ہو جائے گا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا وہ جن بھوت ہے جو اندر سے میں رہتا ہے اور دشمنی میں عتاب ہو جاتا ہے؟"
"میں جو کہہ رہی ہوں وہ جلدی کریں۔ بلکہ من سوچ آف کر دیں۔ یہ کوئی میں جہاں بھی جائے گا تاریکی میں پکڑا جائے گا۔"

چودھری نے وہاں سے جا کر مین سوچ آف کر دیا۔ دو ملازموں کو ساتھ لے کر اندر سے میں ٹھوکریں کھاتا ہوا دواڑے پر پہنچا پھر دستک دے کر یوں "گیا ہوں" میرے ملازم بھی ہیں اور میرے پاس گن بھی ہے۔"

اس نے دواڑہ کھول کر انہیں اندر آنے کا پھر دواڑے کو اندر سے بند کر دیا۔ تاریکی میں چودھری کی آواز گونجنے لگی۔ "خبردار! یہاں جو بھی ہے، الماری سے گنگ کر کھڑا ہو جائے۔ میرے ملازم جس پکڑ لیں گے الماری کے پاس نہیں آؤ گے تو میں کوئی مار دوں گا۔"

علی نے اس سے ایک چپت ماری۔ وہ بولکھلا کر یوں "کون ہے؟"

علی نے کہا "مگر دے کے بچو! تجھے اندر سے میں نظر نہیں آ رہا ہے۔ کیا کوئی اپنے باپ کو مارے گا؟"

اس نے ملازم سے کہا "اے جلدی جاؤ۔ میں سوچ آف کر دو۔"

ملازم اندر سے راست ٹوٹا ہوا آگے بڑھا پھر ایک جگہ انجنا سے ٹکرایا۔ انجنا نے اس سے لپٹ کر کہا "پکڑ لیا۔ میں نے پکڑ لیا ہے۔"

ملازم کی آواز آئی "بلی بی ایس ہوں۔"
اس وقت تک علی مین سوچ کے پاس پہنچ گیا تھا اسے آن کیا تو پوری کو بھی روشن ہوئی۔ چودھری نے کمرے کی لائٹیں بھی آن کر دیں۔ وہ ملازم سے الگ ہو گئی تھی۔ "ادھر ادھر دیکھ کر بولی" تم نے دشمنی کیوں کی۔ وہ عتاب ہو چکا ہے۔ اب نظر نہیں آئے گا۔"
چودھری نے کہا "اندھیرے میں ہم ایک دوسرے کو نظر نہیں آتے۔ دیکھو نظر آتا ہے؟ اس نے میرے سر پر چپت ماری تھی۔"
وہ بولی "یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ کون ہے؟ وہ ہمارے بارے

میں بہت کچھ جانتا ہے۔ میں یہاں مسلمان بن کر آئی ہوں اور وہ مجھے ہندو کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم بھی "را" کے لیے کام کر رہے ہو۔"
وہ گھبرا کر یوں "وہ جاسوس تمہارے کمرے میں کیسے پہنچ گیا؟"
"وہ انٹرویو سے ہمارے پیچھے تھا۔ وہی تادیبہ شخص کار چلا رہا تھا اور میں نظر نہیں آیا تھا۔ وہ میرے بندہ میں بھی تھا اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اب بھی یہاں موجود ہو گا مگر ہمیں دکھائی نہیں دے گا۔" انجنا اسے تفصیل سے بتاتے لگی۔

علی نے انہیں وقتی طور پر نظر انداز کیا اور "را" کے اس زون آفیسر کے پاس پہنچ گیا جس نے اسلام آباد سے فون پر وکرم سے منگھو کی تھی اور علی نے وکرم کے ذریعے اس کی آواز سن لی تھی۔

پاکستان کے شمالی علاقوں میں سرحدی شہر پر تھی لیکن اسلام آباد کا سیاسی موسم بہت گرم تھا۔ آئندہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے صرف پاکستانی سیاستدان سرگرم تھے بلکہ غیر ملکی ایجنسیاں بھی بے چین تھیں اور اپنے زر خرید سیاستدانوں کو برسرِ اقتدار لانے کے لیے بڑی سرگرمی سے سازشوں میں مصروف تھیں۔ ان غیر ملکی ایجنسیوں میں "موساد" اور "را" کے بڑے تجربہ کار اور چالاک ایجنٹ اپنے منصوبوں پر عمل کر رہے تھے اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ امریکی ایجنسیاں ابتدا سے ہی کسی نہ کسی حوالے سے ملوث رہی آئی ہیں۔

عوام چاہتے تھے احتساب ہو۔ کرپٹ سیاستدان اور غیر ملکی ایجنسیاں چاہتی تھیں "احتساب سے بچ نکلیں۔" "را" والے اپنی پسند کے پاکستانی سیاستدانوں کے دامن سے داغ دھونے کی کوششوں میں مصروف تھے اور جو بے داغ تھے "انہیں" اندر مانے کے منصوبوں پر عمل کیا جا رہا تھا۔ اس طرح احتساب کرنے والوں کے سامنے یہ صورت حال سامنے آئی کہ کوئی بے داغ نہیں ہے۔ بقول شاعر۔

کیا داغ داغ کرتا ہے، سب داغ دار ہیں
بے داغ مگر ہے کوئی تو پروردگار ہے
جب سب ہی تھوڑے بہت داغدار ہوں گے تو اقسالی عمل
میں جگ بیدار کی جائے گی پھر منہ سیاستدانوں کو چہرے بدل کر
ایکشن کے آٹھائے میں اترنے کا موقع مل جائے گا۔

دوسرے دن انجنا ملک مختار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کے ذریعے علی بھی ملک تک پہنچ گیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد سوچ میں پڑ گیا کہ ہمارے ملک میں کیسے کیسے مکار زمانہ ہیں۔ ملک مختار اپنے سیاسی کیریئر میں کبھی نہیں سمجھا رہا تھا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اس نے خود کو بے داغ رکھنے کے لیے قوی خزانے کو نہیں لوٹا۔ بینک سے قرضے نہیں لیے۔ جب کہ سیاستدان ایکشن لڑنے میں کروڑوں روپے لگاتے

ہیں اور کامیاب ہونے کے بعد ایک کے بعد ایک کے دس قوی خزانے سے اور مختلف ذرائع سے حاصل کرتے ہیں۔ ملک مختار نے پورے پچاس کروڑ "موساد" سے حاصل کیے تاکہ پوری قوم پر یہ اثر قائم رہے کہ وہ عجب وطن ہے۔ قوی خزانے سے بھی ایک جیسے نہیں لیا۔ بیٹھ کتا رہا۔ خزانہ میری غریب قوم کے لیے ہے۔ اقتدار میں رہنے والوں نے کروڑوں روپے کی زمین صرف دو چار لاکھ روپے میں غیر قانونی طور سے حاصل کی۔ ملک مختار نے بیان دیا "اس وطن عزیز کی ایک ایک انچ زمین عوام کی ہے۔ میں کبھی کسی زمین پر قبضہ نہیں بخاؤں گا۔"

اس سے بڑا دیا مختار اور عجب وطن سیاستدان بھلا اور کون ہو سکتا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ موساد نے بیرون ملک اس کی پسند کی زمین الاٹ کر لی تھی۔ اس نے صاف و شفاف کردار کا سرٹیفیکٹ حاصل کرنے کے لیے وطن عزیز کی سیاسی غیرت کو گردی رکھ دیا تھا۔

اس نے ملک سے باہر جا کر عیاشیاں کی جھلس "جو ریکارڈ میں نہیں تھیں۔ ملک کے اندر بھی وہ خطا رہتا تھا۔ اگر کوئی سینہ پسند آجاتی تو بڑی رازداری سے اس کے ساتھ وقت گزارتا تھا۔

علی نے انجنا سے رابطہ نہیں کیا لیکن ملک مختار کے دماغ پر قبضہ جمار انجنا کے لیے اتنی سوتیلی فراہم کیں کہ پرائیویٹ میں کدے میں ایک دو یوگسٹرائن کو پہنچا دیا جس کے بعد ملک مختار اور انجنا کی ایک شرمناک فلم تیار ہو گئی۔

پھر ملک مختار نے اپنے سیف سے کانڈاٹ نکال کر کمرے کے سامنے انہیں کھول کر بیان دیا کہ ان کانڈاٹ کے مطابق وہ یہودی تنظیم موساد سے ہماری رقم اور بیرون ملک زمین وغیرہ حاصل کر چکا ہے۔

جب انجنا وہ کانڈاٹ اور دو روپہ رقم لے کر چودھری کے پاس آئی تو اس کی کامیابی پر چودھری خوشی سے اچھل پڑا۔ "را" کے زون آفیسر تک یہ خبر جی جی اس نے ایرانی سے پوچھا تھا۔ اتنی شاندار کامیابی کیسے حاصل کی؟ کیا ملک نے اس روپہ یوگسٹرائن کی موجودگی پر اعتراض نہیں کیا؟

انجنا نے اسلام آباد پہنچ کر آفیسر سے کہا "وکرم اور دوسرے ساتھیوں نے ایک ایسی کارڈ میسج تیار کی کہ وہاں کے غیر ملکی رہی تھی پھر پینے کے دوران شراب کا گلاس سے پیرے اٹھ کر وکرم کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔"

وکرم اور ساتھیوں نے تائید کی۔ انجنا نے کہا "وہ ایک تادیبہ شخص ہے۔ میں اس سے باتیں کر چکی ہوں اور اس کے ساتھ تنہائی میں وقت گزار چکی ہوں۔ جب اس نے بتایا کہ وہ ہماری تنظیم کا دشمن ہے تو میں نے اسے دوست بنانے کی کوشش کی مگر وہ بڑا مضبوط دل بنتا ہے۔ میرا اس سے بھڑکا ہوا گیا اور وہ چلا گیا مگر میں

یقین سے کہتی ہوں وہ میرے ساتھ رہتا ہے۔"
"تم یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"اس تادیبہ شخص نے ہی دو یوگسٹرائن کو وہاں پہنچایا ہو گا۔ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا۔"

"جب وہ ہمارا دشمن ہے تو پھر اس نے تمہاری کامیابی کے لیے ایسا کیوں کیا؟"

"سرا وہ بہت چالاک اور خطرناک ہے۔ اس نے جو کچھ کیا سوچ سمجھ کر کیا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آفیسر نے ریسپونڈر اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں لاہور سے چودھری بول رہا ہوں۔ یہ انجنا نے میرے ساتھ کیا خدائی کیا ہے؟ جو دو روپہ رقم دے کر کہتی ہے "اس میں ملک مختار نہیں ہیں۔ یہ تو ایک ایجنٹ رقم کا دو روپہ کیٹ ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ وہ کانڈاٹ تو درست ہیں؟"

"میں ان سے کانڈاٹ؟ انجنا نے کہا تھا" رخصت ہوتے وقت انٹرویو پر دے کی پھر یہ کہہ کر بلی گئی کہ اسلام آباد سے بیج دے گی۔ میرے ساتھ تو بڑا دھوکا ہوا ہے۔"

آفیسر نے پوچھا "انجنا! یہ چودھری کیا کہہ رہا ہے؟ تم نے اسے جو دو روپہ کیٹ دیا ہے اس میں ایک ایجنٹ رقم ہے اور تم نے وہ اہم کانڈاٹ بھی اسے نہیں دیے۔"

"میں نے دیے تھے۔ کیٹ بھی اورد۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ علی اس کی سوچ میں بولنے لگا۔ "میں نے کیٹ دیتے وقت کانڈاٹ نہیں دیے تھے۔ میں کچھ آپ سیٹ ہو گئی تھی۔ پتا نہیں وہ کانڈاٹ کہاں کم ہو گئے ہیں۔"

وکرم نے کہا "سرا بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس تادیبہ دشمن نے وہ دو روپہ رقم اپنی ہانک کے مطابق تیار کر لی تھی۔ اس نے انجنا کے پرس سے وہ اہم کانڈاٹ اور دو روپہ رقم نکال لی اور اس کی جگہ فضول سلائیڈ دو روپہ کیٹ رکھ دیا ہو گا۔"

انجنا نے کہا "بے شک" ایسا ہی ہوا ہے۔ جو کامیابی ہم حاصل کرنا چاہتے تھے وہی کامیابی اس نے میرے ذریعے حاصل کی ہے۔ وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے سرا۔"

آفیسر نے اپنے آس پاس دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا وہ یہاں ہو سکتا ہے؟"

سب ہی اپنے آس پاس دیکھنے لگے۔ انجنا سے دور ہو کر آہستہ آہستہ طرف مڑتے ہوئے بولی "کیا تم ہو؟ اگر ہو تو مجھ سے بولو۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ اپنے آفسر سے بولی "میں دوسرے کمرے میں جا رہی ہوں۔ شاید وہ شمالی میں مجھ سے بولے۔"
وہ دوسرے کمرے کا دواڑہ کھول کر اندر آئی پھر بولی "یہاں

تھائی ہے۔ کوئی تسماری بات سننے والا نہیں ہے۔“

وہ ذرا انتظار کرنے کے بعد پھر بولی ”تم نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میری بہت بڑی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا ہے۔ میں ابھی طرح جانتی ہوں تم ہماری انجینی کو نقصان پہنچانے کے لئے میرے ساتھ تادیبہ بن کر رو گئے۔ تم جانتے ہو کہ ہم تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے پھر چھپتے کیوں ہو۔ سامنے نہیں آسکتے لیکن کچھ بول تو سکتے ہو۔“

اسے اپنی کسی بات کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ یہ یقین ہو رہا تھا کہ وہ موجود نہیں ہے۔ شاید وہ لاہور میں ہی رہ گیا ہے۔ وہ کمرے سے باہر آکر بولی ”سرا وہ شاید لاہور میں ہی رہ گیا ہے۔ میں اسے مخاطب کرتی رہی ہوں۔ اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا ہے۔“

افسر نے کہا ”اس نے ہم سے دشمنی کرنے کے لیے تمہارے جیسی حیدر کو ٹھکرا دیا ہے اس نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا ہے لیکن ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا تمہارے ذریعے ایک مصیبت ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ میرا فیصلہ ہے کہ تم بھارت واپس جاؤ۔ مجھے اب دوسری پلاننگ کرنی ہوگی۔“

اس نے ریسور اٹھا کر غبر ڈاکل کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ ”ہیلو بے کھنڈ! میں رام پر ساد بول رہا ہوں۔ میں اپنی ٹیم کے ساتھ ایک پرائیم میں ہوں۔ ایک بہت ہی چالاک اور پراسرار دشمن ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میں ایسے میں اپنے دشمن کو جاری رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ میرے پاس افضل احمد کا جو کیس ہے وہ بہت اہم ہے۔ تم اسے پنڈل کرو۔ میں ابھی اسے فون کرتا ہوں۔“

وچے کھنڈ نے کہا ”میں وہ کیس لے رہا ہوں لیکن وہ پراسرار دشمن کون ہے؟ اگر وہ سرکاری جاسوس ہو گا تو تمہارا فون ٹیپ ہو سکتا ہے۔ بہتر ہے عارضی طور پر مجھ سے رابطہ ختم کرو۔ اپنے حالات لکھ کر فیکس کرتے رہو۔ یہ طریقہ مناسب رہے گا۔“

رام پر ساد نے کہا ”ٹھیک ہے۔ آئندہ میں یہی کروں گا۔“ اس نے رابطہ ختم کر کے افضل احمد سے رابطہ کیا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو صرف اتنا معلوم تھا کہ علی تادیبہ ہے۔ ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ خیال خوانی جانتا ہے اور ایک دماغ سے دوسرے دماغوں تک پہنچتا جا رہا ہے۔

اس نے فون پر کہا ”ہیلو میں آر پی بول رہا ہوں۔“ وہ جانتا تھا کہ افضل احمد کا فون ٹیپ کیا جاتا ہے اس لیے اپنا پورا نام نہیں بتا رہا تھا۔ رام پر ساد کا تحفہ آر پی کہہ رہا تھا۔ اسے جواب میں ایک نسوانی آواز سنائی دی ”ہیلو میں نہیں جانتی یہ آر پی کیا ہوتا ہے۔ کیا تم افضل سے بات کرنا چاہتے ہو؟“

”جی ہاں۔ سہانی ہوگی۔ ان سے بات کراؤں۔“ اس بولنے والی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ریسور ایک طرف رکھ

کر کمرہ رہی تھی ”افضل! تمہارا فون ہے۔ بات کرو۔“

وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی دوسرے کمرے سے ایک مرمر سیدہ محض نے آکر ریسور اٹھا کر پھر کہا ”ہیلو کون؟“

”میں آر پی بول رہا ہوں۔ آئندہ میں فون نہیں کروں گا۔“

”بڑی سہانی کرو گے۔ کیا یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟“

”نہیں۔ بات یہ ہے کہ میں چھٹی پر جا رہا ہوں۔ اب میری جگہ دی کے ہے۔ وہ ابھی آپ سے رابطہ کرنے والا ہے۔“

”تم جیسے لوگ چھٹی پر جاتے ہو تو ہم جیسے لوگوں کی چھٹی کر دیتے ہو۔ بہر حال میں تمہارے دی کے سے بات کروں گا۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ علی اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ برسوں پہلے وہ یو کے میں پاکستانی سفیر تھا۔ لندن میں رہائش کے دوران ایک یہودی دو شیور سے محبت ہو گئی تھی پھر اس سے شادی ہو گئی۔

پاکستان واپس آنے سے پہلے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ یہودیوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ اس یہودی دلہن کو پاکستان میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ایسے میں طے پایا... کہ اس دلہن کو مسلمان کا نام دیا جائے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ پہلے عیسائی تھی اب اس نے اسلام قبول کیا ہے اور اس کا موجودہ اسلامی نام طاہرہ افضل ہے۔

طاہرہ مسلمان نہیں تھی۔ سونا نہیں تھی اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا۔ اس نے افضل کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ پہلے ایک بیٹی پیدا ہوئی پھر دو بیٹے، انہیں بھی ایسی تربیت دی کہ وہ نام کے مسلمان رہے۔ ورنہ دل و دماغ میں یہودیت نقش ہو گئی تھی۔

لندن سے واپس آکر طاہرہ اور افضل نے ایسا چکر چلایا کہ اسے مرکزی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں اہم عہدہ مل گیا۔... بڑے بڑے سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کے کریشن کے ریکارڈنگ اس کی پہنچ تھی جہاں بڑے بڑے سیاستدانوں اور بیوروکریٹس کے کریشن کے ریکارڈس آگئی ہوتی وہاں ملک کے اہم راز بھی معلوم ہوتے تھے اور یہ راز طاہرہ اور بچوں کے ذریعے موساد انجینی تک پہنچتے رہتے تھے۔

”را“ والوں کی کوشش تھی کہ افضل احمد ان کی انجینی کے بھی کچھ کام آئے۔ وہ لوگ اپنے جن سیاستدانوں کو احتساب سے بچانا چاہتے تھے ان کے کریشن کے ثبوت افضل احمد کے پاس تھے۔

اس سلسلے میں اہم بات یہ تھی کہ افضل احمد اب ایک ریٹائرڈ سرکاری افسر تھا۔ اس کا اب انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ وہاں کے رازوں تک ڈاکٹر ایک فائل کے ایک کانڈ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

لیکن اس نے بڑی زبردست یہودی چالیں بھی کیں۔ اس نے اپنی سروس کے دوران ریکارڈز دوم کے تمام اہم رازوں کو اس

ہیں وہ تمام اصلی رپورٹس انہی جس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں۔ میں ان کی کپیوں کا پائا دے سکتا ہوں۔“

”کرویتا بھئی! فدا کرویتا اور اگر لین دین پر ہم متفق ہو جائیں تو
کسی خون خرابے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔“

ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ مگر میں کو دو سرے کمرے میں نہیں بھیجتا
 چاہیے تھا لیکن اس نے بیچ دیا، ساتھ کو کار کی چابی نہیں دینا

جب تک علی اس پر قبضہ جمائے رہا، وہ گلہ ہے پر بیٹی سفر کرتی رہی
پھر اسے طاہرہ کے پاس موجود رہنے کے لیے سارنہ کے دماغ کو آزاد
نہوڑنا پڑا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر خود کو گلہ ہے پر دیکھا پھر

چنچنے کی بات ہی تھی۔ پہلے وہ بیس لاکھ روپے کی منگلی کار چلا رہی تھی۔ اس کے بعد کار غائب ہو گئی۔ اس نے خود کو پیدل چلتے دیکھا۔ اب وہ خود کو گدھے پر کچھ دیر بیٹھی تھی۔ وہ چنچ مارے ہی بدحواس سی ہو کر گدھے پر سے گر پڑی۔

علی نے اس کے حال پر اسے چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے ایک کوٹھی کے احاطے میں کار روک دی۔ وہ جان خیز فیڈ کی رہائش گاہ تھی۔ ایک کمرے میں موساد کے تین ایجنٹ صوفوں پر بیٹھے، دیکھ رہے تھے اور کسی سنجیدہ مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے ظاہر کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے وٹس کیا۔

ایک نے پوچھا: "سیلو سسر! آؤ آپ۔"

وہ مسکرا کر ان کے قریب سے گزرتے ہوئے بولی: "فائن۔ تھینک یو۔"

اس کوٹھی میں ظاہر کا ایک مخصوص کمرہ تھا جسے وہ منتقل رکھتی تھی۔ اس نے چالی سے دروازہ کھولا پھر کمرے کے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ کمرے میں بڑی بڑی آہنی الماریاں تھیں۔ ان سب میں اہم دستاویزات، سیاسی رازوں کی ڈیو قلمیں اور ڈسکس وغیرہ تھیں۔ ان سب کا قفل صرف پاکستان سے ہی نہیں، ہندوستان، افغانستان اور ایران سے بھی تھا۔ یعنی ان ممالک کے بھی کئی اہم راز ان الماریوں میں تھے۔

علی نے سوچا تھا، ظاہر کے سیف سے وہ تمام ڈسکس اٹھا کر لے آئے گا جو افضال احمد انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے چرا کر لایا تھا لیکن اس کمرے میں کئی الماریاں دیکھ کر اس نے دوبارہ ظاہر کے خیالات پر غور تو معلوم ہوا کہ اس کمرے میں بڑی ممالک کے بھی اہم راز چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ ان تمام دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور انہیں وہاں سے لے جانے میں کافی وقت لگتا۔

ظاہر نے ایک سیف سے صرف ایک ڈسک لیا، جس میں طفیل اکبر اور جمال الدین شاہ کے تمام کریپٹن کی تفصیلات محفوظ تھیں پھر اس نے موبائل کے ذریعے افضال احمد کو یہ اطلاع دی۔ افضال نے کہا: "ڈارنگ! خوشخبری ہے۔ وہ ڈسک سیف میں رکھ دو۔ ہماری سامند واہس آگئی ہے۔"

"کیا؟" وہ شدید حیرانی سے خوش ہو کر بولی: "کیسے آگئی؟ کیا ان سے سمجھو تا ہو گیا ہے؟"

"نہیں ڈارنگ! انکار کرنے والے اپنا مطالبہ منوائے بغیر ہماری جی کو کبھی نہ چھوڑے۔ ساتھ اپنی رہائی کے سلسلے میں کچھ عجیب و غریب بیان دے رہی ہے۔ تم یہاں آکر خود اس کی زبان سے سنو۔"

"میں ابھی آ رہی ہوں۔"

اس نے فون بند کیا اور ڈسک کو واپس سیف میں رکھ دیا۔ علی نے اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ بنایا کہ اس نے سیف کو بند کیا

لیکن منتقل نہیں کیا۔ اسی طرح جتنی الماریاں منتقل تھیں، ان کے قفل کھول دیے۔ ان کے ہنٹ بدستور بند رہے۔ علی کسی وقت بھی آکر سیف کو اور تمام الماریوں کو کسی دشواری کے بغیر کھول سکتا تھا۔ اس نے ظاہر کو کمرے کا دروازہ باہر سے منتقل کرنے دیا۔ اس ایک دروازے کے لاک کو وہ خاص تکنیک سے کھول سکتا تھا۔

وہ کوٹھی سے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی کوٹھی کی طرف جانے لگی۔ علی اس کے ساتھ تھا لیکن خیال خوانی کے ذریعے ساتھ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ افضال سے کہہ رہی تھی: "یہ پاکستان کے لوگ بڑے بد نیت ہوتے ہیں۔ اس کھنڈ کی نیت خراب ہو رہی تھی۔"

افضال نے ہنستے ہوئے کہا: "وہ کھنڈ پاکستانی نہیں ہے پھر یہ کمرہ ملک میں ہر قوم میں بد نیت لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں سے زیادہ تو مغربی ممالک میں بد نیتی اور بے حیائی ہے۔"

"کچھ بھی ہو، یہاں کے لوگ بڑے بیک وڈ ہیں۔ مجھے تو وہ ذرا اچھے نہیں لگتے۔"

"ایسا نہ کہو، تمہیں یہیں کسی سے شادی کرنی ہوگی۔"

"کوئی زبردستی ہے؟ میں نہیں کہوں گی۔"

"جی! یہ ہمارا مشن ہے۔ یہاں کی کسی بڑی سیاسی شخصیت کو تم نپ کر دو کی پھر اسے یہودی نواز بنادو گی۔"

"یہ بڑا مسئلہ ہے کہ میں سیاسی شادی کہوں۔ کیا میری اپنی کوئی مرضی نہیں ہے؟ کیا میں کسی خود نوجوان سے رہائش نہیں کر سکتی؟"

"ضرور کرو۔ عمر وہ پارٹ ٹائم رومانس ہونا چاہیے۔ اس کا ہمارے مشن سے اور تمہاری شادی سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔"

وہ علی کی مرضی کے مطابق بولی: "کوئی ضروری نہیں کہ شادی کے لیے مجھے بھی ایسا اہم پاکستانی ملے جیسے میری می کو مل گیا ہے۔"

افضال احمد نے چمک کر کہا: "یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"سوری بیٹا! آپ یہ بتائیں کہ کھنڈ نے خود ہی اپنی کار کی چابی دے کر مجھے بھگایا۔ اس نے مجھے قید کرنے کے بعد خودی رہا کر دیا۔ ایسے شخص کو کیا کہیں گے؟"

"کھنڈ ایسا اہم نہیں ہے۔ تم ناقابلِ یقین بات کہہ رہی ہو۔"

"یعنی کھنڈ اگر ایسا کرتا تو اہم کلاما؟"

"بے شک! یہ سراسر حماقت ہے۔ بھلا کوئی اپنی کار کی چابی دتا ہے۔"

"لیکن آپ نے تو پاکستان کی چابی می کو دے دی۔"

"یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔"

"میں حیران ہوں کہ تمہیں یہاں کیسے مل گئی۔"

"میں خود حیران ہوں گی! جس طرح بیچانے آپ کو یہودیوں کے لیے یہاں کا دروازہ کھولنے کی چابی دی تھی اس طرح کھنڈ نے اپنی کار کی چابی مجھے دے دی تھی۔"

وہ جینی کو ایک جھکے سے الگ کرتے ہوئے بولی: "یہ کیا بک رہی ہے؟"

افضال نے کہا: "یہ کھنڈ کے پاس سے آکر ایسی ہی الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہے۔ کبھی سے تھوڑی دور کھنڈ کی کار میں آئی۔ تھوڑی دور پیدل چلتی رہی اور وہ کار غائب ہو گئی پھر کبھی ہے کہ مجھے پریشان کر آئی ہے۔ یہ ایب نارل ہو چکی ہے۔"

"میں نارل ہوں۔ دشمن نارل نہیں تھے۔ اس کے گمن میں نے میری رسیاں کھول کر کہا اس نے رسیاں نہیں کھولی ہیں۔ کھنڈ نے گمن میں کو دوسرے کمرے میں بھیج کر اپنی کار کی چابی دے کر کہا: بھاگ جاؤ۔ وہاں میں نے حیران ہونے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ بھاگ کر آنے لگی تو پھر میرے ساتھ مجب و غریب واقعات ہونے لگے۔ میں نے خود کو کبھی کار میں دیکھا۔ جی خود کو پیدل چلتے اور کبھی گدھے پر بیٹھے دیکھا۔ جو مجھ پر گزری وہ ساری باتیں سچ بتا رہی ہوں تو آپ مجھے ایب نارل سمجھ رہے ہیں۔"

فون کی کھنٹی بجنے لگی۔ افضال احمد نے ریسور اٹھا کر کان سے لگا دیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی: "میں کھنڈ بول رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے جی تمہارے پاس پہنچ گئی ہو گی مگر اسے صحیح سلامت پا کر زیادہ خوش نہ ہونا۔ وہ ایک ناپید ہلا اپنے ساتھ لے کر تمہارے پاس پہنچی ہے۔"

افضال نے ناگواری سے پوچھا: "اس بکواس کا مطلب کیا ہے؟"

"پانی پیٹی سے پوچھو، میری قید سے کیسے رہا ہو کر آئی ہے۔"

"میں نے پوچھا ہے۔ وہ کبھی سے تمہارے گمن میں نے رسیاں کھولیں اور تم نے اسے فرار ہونے کے لیے اپنی کار کی چابی دی۔"

"اس نے درست کہا ہے لیکن میرے گمن میں نے اپنی مرضی سے اس کی رسیاں نہیں کھولیں۔ ایک نظرنے آنے والا دشمن جو شاید ٹیلی بیٹھی بھی جانتا ہے، وہ گمن میں اور میرے دماغ پر مسلط رہا پھر ہم نے وہی کیا جو اس ناپید نے چاہا۔ ساتھ کے فرار ہونے کے بعد اس نے ہمارے دماغ کو آزاد چھوڑا۔ وہ ناپید دشمن مجھ سے پہلے رام پر سارا اور اس کی ٹیم کو نقصان پہنچا چکا ہے پھر مجھے نقصان پہنچانے کے بعد وہ تمہارے پاس ضرور پہنچا ہوگا۔"

"تمہاری یہ باتیں تشویشناک ہیں۔ ساتھ جن حالات میں یہاں آئی ہے ان سے اب کیا بات سمجھ میں آئے گی کہ ٹیلی بیٹھی جاننے والے نے میری جی کو تم سے نجات دلائی ہے اگرچہ اس نے نیکی کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے یہ نیکی کیوں کی؟"

"تمہارے مگر تک اور تمہارے دماغ تک پہنچنے کے لیے۔"

"جینی پہنچ گئی ہے تو اسے بھی پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن یہاں اس کی موجودگی کے آثار نہیں ہیں۔"

"جب وہ کچھ کر گزرتا ہے تب اس کے آنے اور جانے کا پتا چلتا ہے۔"

"وہ نقصان پہنچانے آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔ ابھی تم اپنی کینٹینی کی باتیں کرو۔ اب مجھ سے کیسے کوئی فائدہ اٹھاؤ گے؟"

"سیاست میں کبھی دوستی ہوتی ہے، کبھی دشمنی اور پھر کبھی دوستی ہو جاتی ہے۔"

"تم سے کبھی دوستی نہیں ہوگی۔"

"وہ ناپید ٹیلی بیٹھی جاننے والا، ہم سب کا مشترکہ دشمن ہے اور مشترکہ دشمن سے ہمنے کے لیے آپہیں کی دشمنی کو بھولنا پڑتا ہے۔"

"جب مجھ پر پڑے گی تو میں سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"مجھ سے سوچو۔ ہماری انجینی کی ایک لڑکی انجانے بتایا ہے کہ وہ ناپیدہ نوجوان ہے اور حسن پرست ہے۔ اپنی جی کی خبر مانا۔"

افضال نے ریسور رکھ دیا۔ ظاہر کو فون پر ہونے والی باتیں بتانے لگا۔ ساتھ نے کہا: "ڈش انٹ پچا! ضرور کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا ہے۔ کیونکہ میں کھنڈ کی قید سے یہاں آئے تک غائب دماغ ہوتی رہی اور کبھی حاضر دماغ ہو کر یہ بیٹھی رہی کہ کبھی ٹار میں ہوں، کبھی پیدل اور کبھی گدھے پر۔"

افضال نے سوچنے کے انداز میں کہا: "ہوں۔ جو کچھ ہوا، وہ جادو نہیں تھا۔ کوئی ناقابلِ فہم بات نہیں تھی۔ وہ سب ٹیلی بیٹھی کے ذریعے ہو رہا تھا اور ہم اپنی جی کو ایب نارل سمجھ رہے تھے۔"

ظاہر نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیا وہ ساتھ کے دماغ میں ہوگا؟"

"اس کی موجودگی کو عقل سے سمجھنا ہوگا۔ اب سے پہلے ساتھ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم نے یہودیوں کے لیے پاکستان کا دروازہ کھولا ہے۔ آج اس نے مخالفت میں کہا اس کا مطلب ہے، ہمارا مخالف تمہاری زبان سے بول رہا ہے۔"

ساتھ نے کہا: "ہاں۔ میں نے ایسی بات بے اختیار کہہ دی تھی۔ مجھے یقین کرنا چاہیے کہ وہ مجھے بے اختیار کہتا ہے جیسا کہ میرے دماغ پر میرا اختیار نہیں رہا تھا۔ میں غائب دماغ رہ کر سواریاں بدل کر یہاں آئی ہوں۔"

ظاہر نے افضال سے پوچھا: "کیا وہ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے ہمارے راز جان سکتا ہے؟"

افضال نے کہا: "ٹیلی بیٹھی بہت خطرناک علم ہے۔ خیال خوانی کرنے والے سے کوئی راز چھپا نہیں رہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "کیا وہ میرے دماغ میں بھی آسکتا ہے؟ کیا

وہ میری تمام الماریوں کے راز بھی معلوم کر سکتا ہے؟
”بے شک وہ معلوم کر سکتا ہے۔ اس سے ہماری کوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔“

علی ان کے پاس سے چلا آیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ظاہر ان تمام رازوں کو کسی ایسی جگہ منتقل کر سکتی ہے جہاں غیر معمولی صلاحیتوں کے باوجود اسے دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔ اس لیے وہ اس وقت ان الماریوں کی صفائی کرنے چلا گیا۔

ظاہر نے پوچھا۔ ”کیا ٹیلی جینیٹک جاننے والا میری غیر معمولی لاک والی الماریاں کھول سکے گا؟“

”واردات کرنے والے بڑے بڑے پیچیدہ لاک کھول لیتے ہیں۔ اگر وہ ناویہ ٹیلی جینیٹک جاننے والا مہارت رکھتا ہوگا تو الماریوں کو کھول سکے گا۔ ورنہ ناکام رہے گا۔“ ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ آج رات کوئی ایسی ترکیب ہوچے کہ وہ ہمارے رازوں تک نہ پہنچ سکے۔ میں بھی سوچتا رہوں گا۔“

”آخر کیا ترکیب پرکھتی ہے؟“
”اوہو۔ تم تو ذرا سی بات پریشان ہو جاتی ہو۔ ہمیں تمام دستاویزات کل ہی اسرائیل منتقل کر دیں گے۔ اب تو مطمئن ہو جاؤ۔“

○●○

منگی ماسٹر سے اچھل پڑا۔ سامنے کھڑے ہوئے منگی من کی گردن دوپچ کر بولا ”تم نے برادر کے جانے سے پہلے کیوں نہ بتایا کہ وہ ہندوستان جا رہا ہے۔ تم اس کے جانے کے بعد اطلاع دے رہے ہو؟“

منگی من نے کہا ”جی ہاں وہاں ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں پہلے سے کچھ نہیں جانتا تھا۔ برادر نے دوا لگی کے وقت مجھے ہلاک آپ کے نام پیغام دیا پھر دوسرے ہی لمحے میں اپنے جان ٹائڈل کے ساتھ چلے گئے۔“

اس نے منگی من کی گردن چھوڑ دی۔ مضطربانہ انداز میں ہٹلے لگا پھر کہنے لگا ”ہمارے خلاف سازش کی جارہی ہے۔ یہودی چاہتے ہیں کہ ہم کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ ہمیں زبردستی یہاں سے نکال نہیں سکتے۔ اس لیے میرے برادر کو ہزیمیا ڈکھا کر انڈیا کی طرف روانہ کر دیا ہے۔“

ماسٹر کے خاص ماتحت نے کہا ”آپ کے جان ٹائڈل پہلے صرف امریکا میں تھے پھر اسرائیل میں بھی آ گئے۔ اب سیکورٹی انڈیا چلے گئے ہیں۔ اس طرح ہماری فوجی طاقت تین حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہماری طاقت بکھر گئی ہے۔ الپا بہت مکار ہے وہ جانتی ہے کہ میں اپنے بھائی سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اتنی کہ یہ ملک چھوڑ کر اپنے بھائی کے پیچھے جا سکتا ہوں۔ وہ بہت چالاک عورت ہے۔ اس نے بہت زبردست چال چلی ہے۔“

اس نے ایک منگی من سے کہا ”تم انڈیا جاؤ۔ برادر کو میرا پیغام دو کہ وہ فوراً واپس آ جائے۔ اگر اسے انڈیا پسند آجائے اور وہ جگہ ہماری مرضی اور مزاج کے موافق ہوگی تو میں بھی تمام جان ٹائڈل کے ساتھ وہاں چلا آؤں گا۔ ویسے دانش مندی یہ ہے کہ اسرائیل چھوڑنا نہیں چاہیے۔ یہاں ہمارا مطالبہ مان لیا گیا ہے۔ ہمارے لیے ایک نئی بہت سی بٹائی جاری ہے۔ ہمیں اپنی اس کامیابی کو ناکامی میں نہیں بدلا چاہیے۔“

وہ منگی من انڈیا جانے کے لیے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ماسٹر نے فون کے ذریعے برین آدم سے رابطہ کیا پھر کہا ”میں الپا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

برین آدم نے کہا ”الپا کچھ تھکی ہوئی تھی اور کچھ بیمار بھی ہے۔ اس لیے سو رہی ہے۔ ایسی صورت میں اسے جگانا مناسب نہیں ہے۔“

”مسٹر آدم! وہ اپنے بستر پر نہیں ہے بلکہ اپنے شرادر اپنے ملک میں نہیں ہے۔ آپ جھوٹ بول کر اپنی سازش پر پردہ ہمیں ڈال سکیں گے۔“

”کیسی سازش؟ کیا تمہیں پھر کوئی غلط فہمی ہوئی ہے؟“

”آپ یہ تسلیم کر لیں کہ الپا انڈیا گئی ہے۔“
”انڈیا؟ کس دہشت گرد نے یہ الزامی ہے؟ اسے کم از کم دو گھنٹے سو لینے دو پھر ہم اسے چکاس گے۔ وہ تم سے فون پر بات کرے گی۔ اگر وہ انڈیا گئی ہوگی تو وہ تمہیں جاکر واپس نہیں آسکے گی۔ ویسے بات کیا ہے؟“

منگی ماسٹر نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے برادر کے بارے میں کچھ بتائے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ منگی برادر اپنے جان ٹائڈل کے ساتھ انڈیا گیا ہے تو وہ بھی منگی فوج کے تین حصوں میں تقسیم ہونے والی کمزوری کو سمجھ لیں گے۔

اس نے فون بند کر دیا اس وقت دھل ابیب کے پڑوسی شرجا جافا میں تھا۔ ایک نوجوان بیوہ اپنے بچکے میں غماز رہتی تھی۔ بیوہ کا نام روشنا تھا۔ اس نے روشنا کو نری اور بھتی سے سنبھالیا تھا ”میری بن کر ہوگی تو تمہیں اپنی ملک بھائیوں گا۔ دھوکا دو گی تو تمہیں ہری طرح تڑپا کر تھکا کر مار ڈالوں گا۔“

وہ اپنی جان کی سلامتی کے لیے فریادیں دیتی ہوئی تھی۔ وہ ایک دولت مند بیوہ تھی۔ اسے درجنوں خیر خواہوں کا مل سکتے تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایک بندر اس کی بوائیاں بچتا رہے۔ اس لیے مروج کی تلاش میں تھی کہ اسے اس طرح قتل کرے کہ اس کی منگی فوج کو اس پر شبہ نہ ہو۔

روشنا اسے توجہ سے دیکھتی اور سمجھتی رہتی تھی۔ یہ جان گئی تھی کہ ماسٹر کے منہ میں بیشک ایک گولی رہتی ہے جسے نکتے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ صرف کھانے کے وقت وہ منہ سے گولی نکال کر ایک ڈینیاں میں رکھتا ہے۔ اس ڈینیاں میں مزید گولیاں اور

کیپول رکھتا ہے۔ ماسٹر نے اسے بتایا تھا کہ ایک کیپول کو منہ میں رکھ کر کس طرح پرواز کی جاسکتی ہے۔ وہ اسے اپنا دوا نہ کھانے کے دوران اس سے بہت کچھ معلوم کرتی رہتی تھی۔ منگی ماسٹر لیزر گن اور غیر معمولی گولیاں اور کیپول کے ذریعے ساری دنیا فتح کر سکتا تھا لیکن اسے اب تک یہ اچھی طرح معلوم نہ ہو سکا تھا کہ اس دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار عورت ہے۔

زون تھری میں عورتیں برائے نام تھیں۔ نہ خواہمورت تھیں نہ ذہین تھیں۔ تمام منگی من یہ بھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ عورتیں چالاک بھی ہوا کرتی ہیں۔ اس دنیا میں آنے سے پہلے انہوں نے اپنے زون میں دیوی کی مکاری دیکھی تھی۔ پھر زمین پر آکر الپا کی مکاری دیکھی۔ اس نے منگی برادر کو غلام بنالیا تھا۔ اس کے باوجود منگی ماسٹر عورتوں کو خود سے زیادہ ذہین اور چالاک نہیں سمجھتا تھا۔ اب بھی اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی عورت بھی اسے نہ بیوقوف بنا سکے گی اور نہ کسی دھوکا دے سکے گی۔

وہ غلا سے آنے والا خانہ شاید عورتوں سے ہی بات کھا کر ہوش میں آنے والا تھا یا یہ دنیا چھوڑ کر کھانے والا تھا۔

الپا واقعی تھکی ہوئی تھی۔ کچھ بیمار بھی تھی اس لیے گہری نیند سو رہی تھی۔ اگرچہ اسرائیل میں ٹیلی جینیٹک جاننے والے اور بھی تھے لیکن ملکی سلامتی کی تمام ذمہ داریاں الپا پر تھیں۔ دوسرے ٹیلی جینیٹک جاننے والے اس کی ہدایات کے بغیر کوئی اہم ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے تھے۔

منگی فوج کی آمد نے اس کے ذہن پر ایسا دباؤ ڈالا تھا کہ وہ سر پر پھاڑ محسوس کر رہی تھی۔ ان سے نجات حاصل کرنے کی کئی ذمہ داریاں پر عمل کرنا پڑتی تھیں لیکن وہ قیاسیاتی کے بعد ناکام ہوتی رہی تھی۔ جب سے منگی فوج کے لیے نئی بہت سی بٹائی جاری تھی، تب سے وہ گھٹت خورہ ہی ہو کر خود کو بیمار محسوس کرنے لگی تھی۔

اس وقت نیند میں بھی وہ ہر سونکھ نہیں تھی۔ پریشان کرنے والے خواب دیکھ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت خواب کی اسکرین پر اس نے ایک بزرگ کو دیکھا انہوں نے صاف ستھرا... سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ اپنے لباس سے وہ مسلمان لگ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر نور برسر ہوا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے ”کیا ہو؟ پریشان کیوں ہو؟“

وہ بولی ”مجھ پر بہت برا وقت آیا ہے۔ کوئی ٹیلی جینیٹک جاننے والا شاید میرے دماغ پر قبضہ چکا ہے۔ وہ میرے چور خیالات پڑھتا ہے اور میرے منصوبوں کو ناکام بنا رہا ہے۔“

بزرگ نے کہا ”جب تمہارے حالات بہتر رہے ہیں تو تم دوسروں کو پریشان کرتی ہو۔ اب کوئی تمہیں پریشان کر رہا ہے۔ اس دنیا میں کسی ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی، کسی نہ کسی کو پریشانی میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔“

الپا نے کہا ”آپ مجھے ہونے بزرگ ہیں۔ مجھے اس معاملے سے نجات دلانا نہیں، جس نے تو مجھے عمل کے ذریعے مجھے اپنی معمول اور تابعدار بنایا ہوا ہے۔“

”تو جیسا کرتی ہے، ویسا بھرتی ہے لیکن میں تجھے اس معاملے سے نجات دلاؤں گا۔ آج کل تو جس حال میں ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تجھے فکر و پریشانی سے دور رکھا جائے تاکہ پھر جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند ہو۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا ”بچہ؟ کس کا بچہ؟“
”تیرا۔ وہاں بننے والی ہے۔“

”نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنے اندر ایسی کوئی بات محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ میں آپ کو نہیں جانتی پھر آپ کیسے جانتے ہیں کہ میں حاملہ ہوں؟“

”تھو اندر کریم نے مجھے علم آگئی ہے نوازا ہے۔ تو ہمارے دین کی دشمن ہے۔ اس کے باوجود میں تیرے دماغ کو لاک کر رہا ہوں۔ اب کوئی حال تیرے اندر نہیں آسکے گا۔“

”میں کبھی گئی، آپ مسلمان بزرگ ہیں۔ مومن ہیں۔ میں مخالف ہوں پھر آپ میرے کام کیوں آ رہے ہیں؟“

”اس لیے کہ تیری جوا دلا دہو گی، وہ ہم سے وابستہ رہے گی اور ہماری بن کر رہے گی۔ اس پیدا ہونے والی بہت سی کے منتظر اس حال نے تیرا پیچھا چھوڑ دیا ہے اور ہم نے تیرے دماغ کو منتقل کر دیا ہے۔“

”میں ماں بنوں یا نہ بنوں، میرے لیے یہ سب سے خوشی کی بات ہے کہ میں کسی کی معمول اور تابعدار نہیں ہوں گی۔ مجھے نجات مل گئی ہے۔“

”بندہ ہمیشہ گرفتار نہیں رہتا۔ اسے نجات ضرور ملتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی کی راہوں پر چلنے والی کو بیشک نجات ملتی رہے۔“

”میں دیکھتی نہیں کر رہی ہوں۔ وہ منگی ماسٹر ہمارے ملک میں آکر ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ مجھے ان بندروں سے بھی نجات دلایں۔“

”نجات ملے گی۔ مہرہ عمل سے کام لو۔“
یہ کہتے ہی بزرگ خواب کی اسکرین سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے چار گھنٹے تک سوئے کے لیے اپنے دماغ کو ہدایات دی تھیں لیکن وہ کھٹنے سے پہلے ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ خواب کی باتیں یاد کرنے لگی۔

ایک بزرگ نے پیش کوئی کی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ اب جاننے پر یہ بات بے فکری ہی لگ رہی تھی لیکن یہ بات حوصلہ افزا تھی کہ اس کے دماغ میں اب وہ عال نہیں آسکے گا۔ اس کا دماغ منتقل ہو چکا ہے کوئی نہیں آسکے گا۔
یہ بات بنی خوش کن تھی لیکن کیسے یقین کیا جائے کہ عال

نے واقعی اس کا پچھا چھوڑ دیا ہے۔ وہ اس خبر کی تصدیق کرنا چاہتی تھی لیکن کیسے کر سکتی تھی؟ خواب میں آنے والے بزرگ کا پتا ٹھکانا معلوم ہوتا تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ پوچھ لیتی۔

کسی کی معمول اور تابعدار بننے کے باعث اس کے ملک اور قوم کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ وہ عامل اس کے تمام منصوبوں سے آگاہ ہو جاتا تھا۔ اسے اب تک جتنی ناکامیاں ہوئی تھیں اس کی یہی ایک وجہ تھی کہ کسی نامعلوم عامل سے پچھا پچھرانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

پھر اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ اپنا میڈیکل چیک اپ کرا لے گی مگر اس کے حاملہ ہونے کی تصدیق ہو گئی تو خواب والے بزرگ کی یہ بات بھی درست ہوئی کہ وہ ایک نامعلوم عامل سے نجات پا چکی ہے۔

یہ سوچتے ہی اس نے بستر سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا پھر اپنی کارڈرائیو کھینچ کر اپنے ایک ماہر لیڈی ڈاکٹر کے پاس جانے لگی۔ راستے میں موبائل کے زور سے اسے مخاطب کیا۔ اس نے اسے آن کر کے کان سے لگا کر پوچھا ”ہیلو کون؟“

دوسری طرف سے برین آدم نے اسے بتایا کہ منگی ماسٹر پھر کسی غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے خلاف سازش ہو رہی ہے اور سازش کے سلسلے میں الپا ایٹرا کی ہے۔

الپا نے منگی ماسٹر کو فون پر مخاطب کیا پھر کہا ”ہیلو ماسٹر! تم یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے ملک میں نہیں ہوں؟ میں اس وقت تل ابیب میں ہوں اور اپنے موبائل کے ذریعے تم سے بات کر رہی ہوں۔“

”موبائل کے ذریعے تم کسی بھی ملک سے بات کر سکتی ہو۔ میں کیسے یقین کوں کہ ابھی تم اعلان سے نہیں بول رہی ہو۔“

”ناہی گا! میں ایٹرا کیوں جاؤں گی؟ آخر ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ تم اپنے خیالوں میں مجھے ایٹرا پہنچا رہے ہو؟“

”میں اتحان بن کر اپنی کارخانہ سازش پر پردہ نہیں ڈال سکو گی۔“

”آخر معلوم تو ہو کہ وہ سازش کیا ہے؟ پلیز کسی ثبوت کے بغیر ہم پر شبہ نہ کرو۔ اس سے پہلے بھی دشمنوں نے ہمارے خلاف جھپٹ بھڑکایا ہے۔ وہ ہمیں ہمارا دشمن بناتے جا رہے ہیں اور ہمیں ناقابلِ طمانی نقصان پہنچاتے جا رہے ہیں۔“

”تم یہ ثابت کرو کہ ابھی تل ابیب میں ہو۔“

”جیسے ثابت کروں؟ ہم دونوں ایک دوسرے سے چھپ کر بیچے ہیں۔ یہ خطہ ہے کہ میں نہیں دیکھتی یہ گولی باروں کی۔ مجھے بھی تم سے یہی خطہ ہے۔ اگر میں یہاں کی خاص جگہ اپنی موجودگی کا ثبوت دتا چاہوں گی تو تم وہاں پہنچ کر مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔“

منگی ماسٹر اس بات کو تسلیم کر رہا تھا۔ اسے اسرائیل میں سب سے زیادہ خطرہ الپا سے تھا اور وہ عمدہ کرچکا تھا کہ جب بھی وہ نظر آنے کی ایک لمحہ شائع کیے بغیر اسے قتل کر دے گا۔ دونوں طرف سے فون آن تھا۔ اسی وقت الپا نے روشا کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی ”ماسٹر! کھانا کھا لیا؟“

الپا نے کہا ”ماسٹر! میری بات کا جواب دو۔ جن میں میری طرف سے کس سازش کا شبہ ہو رہا ہے؟“

وہ بولا ”اگر اس سازش کا تعلق تم سے نہ ہو تو تم میرے ایک پرائیم سے واقف ہو جاؤ گی۔ وہ ہو سکتا ہے وہ ایٹرا کی رہنے والی بیوی میرے خلاف سازش کر رہی ہو۔“

الپا کو پھر روشا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی ”تم کھانے کے دوران بھی فون پر باتیں کر سکتے ہو۔ پلیز آ جاؤ۔“

ماسٹر نے الپا سے کہا ”تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ جلد سے جلد قتل ابیب میں اپنی موجودگی ثابت کرو۔ میں بعد میں رابطہ کروں گا۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ ڈانٹنگ ٹیبل پر روشا کے پاس آکر کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ الپا اس سے پہلے روشا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بدھنے لگی۔ پتا چلا کہ روشا، منگی ماسٹر سے تیزار ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی مناسب موقع کے انتظار میں ہے۔

اس نے سب سے پہلے روشا کے بیٹلے کا پتا معلوم کیا پھر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے اوپر چڑھ گئی۔ کار کے ڈیش بورڈ میں ایک بھرا ہوا ہسپتال تھا۔ اگر ماسٹر روشا کے پاس نظر آ جاتا تو وہ اسے زخمی کر کے اس کے داغ پر مسلط ہو سکتی تھی۔

روشا کے خیالات تیار رہے تھے کہ ماسٹر نے کھانا شروع کرنے سے پہلے منہ میں رکھی ہوئی گولی باہر نکالی ہے اور اسے ایک پلیٹ میں قریب ہی رکھا ہے تاکہ کھانا ختم کرتے ہی گولی کو پلیٹ سے اٹھا کر دوبارہ منہ میں رکھ لے۔

وہ بیٹھا نہیں کھاتی تھی اور منگی ماسٹر کو ٹھیکہ پسند تھا۔ اس نے جو سوٹ ڈش تیار کی تھی اس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی تھی۔ وہ اس سے نجات حاصل کرنے کے فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہی تھی۔

ماسٹر نے کھانے کے بعد سوٹ ڈش کو اپنے آگے رکھا تو الپا نے اپنی کار کی رفتار کم کر دی۔ اسے سڑک کے کنارے روک کر پوری توجہ سے روشا کے اندر پہنچ گئی۔

اس نے ایک چھچھوڑا کا منہ میں رکھا۔ بہت زیادہ مٹھاس کے باوجود کچھ عجیب سا لگا۔ اس نے روشا سے پوچھا۔ ”یہ کیا چیز بنائی ہے؟ کچھ عجیب سا مزہ ہے۔“

روشا نے اس کے ہاتھ سے چپ لے کر کہا ”میرے ہاتھ سے کھانا کے تو حوصلہ بدل جائے گا۔“

وہ اسے کھلانے لگی۔ دراصل اس نے انٹازی پن کے باعث کسٹرو میں دوا کی مقدار زیادہ ہی ملا دی تھی اسی لیے وہ بیٹھی ڈش بد مزہ ہو گئی تھی۔ زیادہ مقدار کے باعث دوسرے ہی لمحے کے بعد اس کا سر جھکا گیا۔ وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولا ”یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟“

وہ میز پر جھٹکے لگا۔ الپا روشا کو اس کے پیچھے لے کر آئی پھر اس کے سر کے پیچھے سے برین کا رڈز آگے کو کھینچ کر نکال لیا۔ فوراً ہی ماسٹر کے داغ میں پہنچ کر اس کے خیالات بدھنے لگی۔ اس کا ذہن غفلت اور کمزوری کی تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔ وہ میز پر جھٹکے کھینچ کر کرسی پر آ گیا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس کمزوری پر قابو پانے والی دوا اثر دوا ہے لیکن بیڑہ دم میں ہے۔ وہ روشا سے کہنا چاہتا تھا کہ وہاں سے دو الے آئے لیکن اس میں بولنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔

وہ ایک منٹ کے اندر ہی بے ہوش ہو گیا۔ الپا نے خیال خوانی کے ذریعے برین آدم کو مخاطب کیا ”جگ برادر! بہت بڑی خوشخبری ہے۔ منگی ماسٹر اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو کر بے ہوش ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ دوسرے منگی میں اس کے پاس پہنچیں، آپ اسے اپنی عمرانی میں کسی ایسی جگہ پہنچا دیں جہاں کوئی اس کا سراغ نہ لگا سکے۔“

اس نے برین آدم کو اس بیٹلے کا پتا بتا دیا۔ روشا کی نادانی سے دوا کی زیادہ مقدار نے منگی ماسٹر کو بے ہوشی کے مقام تک پہنچا دیا تھا۔ اس حالت میں الپا اس پر توجہی عمل نہیں کر سکتی تھی۔ یہ اہم کام اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہی ہو سکتا تھا۔

اس نے کار واپس موڑ لی لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچنے تک وہ خیال خوانی کرتی رہی اور یہ یقینی کر رہی کہ برین آدم کے ماتحت منگی ماسٹر کو کس طرح خفیہ مقام تک بحفاظت پہنچا رہے ہیں؟ انہوں نے آگے بڑھنے میں اسے ایک ایسے مارچریل میں پہنچا دیا تھا جو ہائپرینڈیو سیای مجرموں کے لیے وقف تھا۔

الپا کو اطمینان ہو گیا۔ جب بھی ماسٹر ہوش میں آتا اس پر توجہی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا جاسکتا تھا۔ وہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس آگئی۔ ڈاکٹر نے اسے ایک کمرے میں لے جا کر اس کا معائنہ کیا پھر کہا ”مبارک ہو۔ آپ ماں بننے والی ہیں۔“

وہ حیران رہ گئی۔ خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو یاد کر کے دل میں کہنے لگی ”یقیناً وہ کوئی بچہ ہوئے بزرگ تھے۔ میں ماں بننے والی ہوں اور مجھے اپنے بچے کی بات معلوم تھی نہ کوئی ایسے آثار یا علامات رونما ہوئیں۔ مگر ان بزرگ کو معلوم ہو گیا پھر وہ یہ سوچ کر خوش ہو گئی کہ بزرگ کی یہ بات درست نکلی ہے۔ تو وہ بات بھی درست ہو گی کہ مجھے نامعلوم عامل سے نجات مل چکی ہے۔ اب

وہ حیران رہ گئی۔ خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو یاد کر کے دل میں کہنے لگی ”یقیناً وہ کوئی بچہ ہوئے بزرگ تھے۔ میں ماں بننے والی ہوں اور مجھے اپنے بچے کی بات معلوم تھی نہ کوئی ایسے آثار یا علامات رونما ہوئیں۔ مگر ان بزرگ کو معلوم ہو گیا پھر وہ یہ سوچ کر خوش ہو گئی کہ بزرگ کی یہ بات درست نکلی ہے۔ تو وہ بات بھی درست ہو گی کہ مجھے نامعلوم عامل سے نجات مل چکی ہے۔ اب

وہ حیران رہ گئی۔ خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو یاد کر کے دل میں کہنے لگی ”یقیناً وہ کوئی بچہ ہوئے بزرگ تھے۔ میں ماں بننے والی ہوں اور مجھے اپنے بچے کی بات معلوم تھی نہ کوئی ایسے آثار یا علامات رونما ہوئیں۔ مگر ان بزرگ کو معلوم ہو گیا پھر وہ یہ سوچ کر خوش ہو گئی کہ بزرگ کی یہ بات درست نکلی ہے۔ تو وہ بات بھی درست ہو گی کہ مجھے نامعلوم عامل سے نجات مل چکی ہے۔ اب

میں اس کی معمول اور تابعدار نہیں ہوں۔ بزرگ جھوٹ نہیں کہہ سکتے انہوں نے کہا تھا کہ میرے داغ کو قتل کر دیا گیا ہے۔“

وہ مارے خوشی کے لیڈی ڈاکٹر سے ہٹ گئی۔ اسے چوم لیا۔ اسے فیس کے طور پر پانچ ہزار ڈالر دیے۔ لیڈی ڈاکٹر سمجھ رہی تھی کہ اسے ماں بننے کی خوشی ہے۔ جب کہ وہ دشمن عامل سے نجات پا کر خوش ہو رہی تھی اور اس خوشی میں بزرگ کی یہ بات بھول رہی تھی کہ اس کی اولاد مسلمانوں سے وابستہ رہے گی۔

بھارت کے تعلیم یافتہ عوام، پولیس اور آری کو سیٹلائٹ پروگرام کے ذریعے معلوم ہوا کہ خلائی ذون سے ہزاروں کی تعداد میں منگی مین پہلے امریکا میں آئے پھر اسرائیل پہنچے ہوئے ہیں۔ عالمی نشریاتی ادارے کو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ منگی مین، بھارت پہنچ کر ہنومان بن گئے ہیں۔

دھرم سے لگاؤ رکھنے والے منگی برادر کو ہنومان کہہ رہے تھے۔ اور دوسرے تمام منگی منگی کو ہنومان کی بیٹا یعنی فوج سمجھ رہے تھے۔ وہاں کی انتظامیہ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ہندو عقیدت مندوں کو سمجھانے لگی کہ ان ہندوؤں کا بھگوان رام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ خلائی ذون سے آئے ہیں اور اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے پہلے کسی ایک ملک کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

اس سلسلے میں اخبارات کے میسجے شائع ہو رہے تھے۔ وہ اخبارات بھی ناخبرہ عوام کو سمجھا رہے تھے کہ وہ تمام ہندو خلائی مخلوق ہیں۔ وہ انہیں کچھ دینے نہیں بلکہ بھارت کی زمینیں ان سے چھیننے آئے ہیں۔

یہ حقائق تعلیم یافتہ افراد سمجھ رہے تھے۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے ہنومان کو فضا میں اڑتے دیکھا تھا۔ وہ رامائن کے ہنومان کی طرح اڑتے بھی تھے اور غائب بھی ہو جاتے تھے۔ اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ کر یہ تسلیم نہیں کر رہے تھے کہ وہ خلائی مخلوق ہیں۔

سرکار کی طرف سے منگی برادر کو مذاکرات کی دعوت دی گئی۔ ٹی وی اسٹیشن میں اس کا استقبال کیا گیا۔ مذاکرات کا وہ پروگرام پورے بھارت میں نشر کیا گیا۔ لاکھوں کمزوروں افراد نے اسٹریمن پر زندہ ہنومان کو دیکھا۔ منگی برادر سب کو نظر آ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ چھپی ہوئی اعلیٰ لی لی اوہیارس نظر نہیں آ رہے تھے۔

پارس دہلوی کے لیے برادر کیرہنا ہوا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتا تھا۔ دہلوی یہ سمجھتی رہی کہ وہ تل ابیب میں ہے جب کہ وہ پہلے سے بھارت پہنچا ہوا تھا۔ وہ منگی برادر کے داغ میں رہ کر اسے ہنومان بننے کے سلسلے میں گائیڈ کرتا رہتا تھا۔

مذاکرات میں وزیر داخلہ فوج کے سربراہ اور چند بڑے عالم فاضل پنڈت موجود تھے۔ ایک پنڈت نے کہا ”ہمارے دھرم کے مطابق دیوتا اور دیویاں ہزاروں سال پہلے ہماری دھرتی پر تھے۔“

مذاکرات میں وزیر داخلہ فوج کے سربراہ اور چند بڑے عالم فاضل پنڈت موجود تھے۔ ایک پنڈت نے کہا ”ہمارے دھرم کے مطابق دیوتا اور دیویاں ہزاروں سال پہلے ہماری دھرتی پر تھے۔“

جب وہ مستقل ہائیکل کے لیے پرلوک میں رہنے لگے اس کے بعد وہ کبھی دھرتی پر نہ آئے ہیں اور نہ آئیں گے ان کی خدمت کرنے والے بھی ان کے ساتھ چلے گئے ان خدمت گاروں میں جنومان اور ان کی فوج بھی تھی۔ ہم جیسے یقین کریں کہ تم پرلوک سے یہاں آئے ہو؟

منگی برادر نے پارس کی مرضی کے مطابق کہا "بنیادی بات یہ ہے کہ سری رام چندری ایک انسان تھے۔ دیوتا نہیں تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھگوان کا اوتار تھے۔ یعنی بھگوان نے انسان کے روپ میں جنم لیا تھا۔ میں ان کی خدمت کرنے والا ایک معمولی بندہ تھا اور اب بھی ہوں۔ میں پرلوک نہیں گیا تھا کہ بھگوان رام کی کپا سے خلائی ذون میں چلا گیا تھا۔ وہاں اپنی فوج کے ساتھ زندگی گزارتا رہا اور وقت کے ساتھ ترقی کرتا ہوا سائنسی دور میں پہنچ گیا۔ جس طرح انسانوں نے دنیا میں ترقی کی ہے، یہاں گاڑیوں میں سڑک کرتے کرتے راکٹ میں سفر کرنے لگے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی خلائی ذون سے سفر کرتے ہوئے واپس دھرتی پر آگئے ہیں۔"

"کیا ثبوت ہے کہ تم وہی انگوت پسنے والے جنومان ہو؟"

"پنالیاس دیکھو اور یاد کرو، ہزاروں سال پہلے ہمارے دادا پر دادا بھی انگوت پسنے تھے یا کچھ بانہڑے تھے۔ اگر تم کہتے ہو کہ میں جنومان نہیں ہوں تو مجھے غلط ثابت کرو۔"

اچانک دیوی اسکرین پر آئی۔ اس نے کہا "میں ثابت کروں گی کہ تم فراڈ ہو۔"

پارس نے منگی برادر کی زبان سے کہا "اوہ! اس سے پہلے کہ یہ عورت کچھ بولے میں اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔ اس سے میری پہلی ملاقات لنگا میں اس وقت ہوئی تھی جب بھگوان رام کے ہاتھوں راون شکست کھا رہا تھا۔ یہ عورت اس زمانے میں راون کی مشق تھی۔"

دیوی نے منگی سے جچ کر کہا "یہ بکواس کر رہا ہے۔"

"پہلے مجھے بات پوری کر دے دو پھر تم کہتی رہتا ہوں تو یہ چاہتی تھی کہ راون شکست کھا کر مارا نہ جائے۔ یہ میرے پاس آکر طرح طرح کے لالچ دے کر کہنے لگی کہ میں بندوں کی فوج لے کر لنگا سے واپس چلا جاؤں اور بھگوان رام کی مدد نہ کروں لیکن میں بھگوان رام کا سیکو اور بچا رہی ہوں۔ میری مدد سے بھگوان رام نے راون کو ہلاک کر دیا۔ تب سے یہ عورت میری دشمن بن گئی ہے۔ یہ مجھے اور میری نسل کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ یہ میرا چچا کرتے ہوئے خلائی ذون میں گئی تھی۔ یہ جو اب دے وہاں گئی تھی یا نہیں؟"

"ہاں گئی تھی۔ مگر ہزاروں سال پہلے نہیں گئی تھی۔"

"تم ہزاروں سال پہلے خلائی ذون میں نہیں آئیں۔ ہماری سائنسی ترقی کا انتظار کرتی رہیں۔ جب ہم نے طبی اور سائنسی تجربات کے نتیجے میں غائب کرنے والی گولیاں اور پرواز کرنے والے سپر سونکریل تیار کیے تو تم خلا میں پہنچ گئیں۔ ہماری گولیاں اور سپر سونکریل

چرانے کے بعد کہا کہ ہمیں بھگوان رام کے دیس میں آنے نہیں تھی۔ اس دیس کی جتنا کے سامنے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس کیپول منہ میں رکھ کر پرواز کرنے کا تمنا دکھاؤ گی اور پھر بھگوان سے کوئی کہ میں جنومان نہیں ایک فراڈ ہوں۔ اب تم کہنا چاہتی ہو کہو۔"

منگی نے منگی برادر سے کہا "میں صرف ایک حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ تم خلائی مخلوق ہو۔ اپنی فوج کے ساتھ یہاں آباد ہونے آئے ہو۔"

منگی برادر نے کہا "میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔ ہزاروں سال پہلے میں بھی اس دھرتی پر رہتا تھا۔ اس لیے اس دھرتی پر ہمارا بھی حق ہے لیکن میں کسی لالچ سے نہیں آیا ہوں۔ یہاں میرے لاکھوں کروڑوں بھگت ہیں۔ میں ان کی غریبی اور محتاجی دور کرنے آیا ہوں۔ میں اس فی دی کے ذریعے بھارت کی جتنا سے کہ رہا ہوں۔ میں دہلی کے شاہراہ اور ایک نئی بستی آباد کروں گا۔ وہاں میری بندر فوج کے علاوہ لاکھوں غریب رہیں گے اور چند دنوں میں اتنے امیر ہو جائیں گے کہ ان کی خوشحالی دیکھ کر تمام بھارتی بھگت میرے جنومان ہونے کا یقین ہو جائے گا۔"

دیوی نے کہا "ہرگز نہیں۔ یہ بستی آباد کرنے کے بجائے اپنی منگی فوج کا اڈا بنائے گا۔ اسے ہمارے دیس کی ایک اچھ زین بھی نہ دی جائے۔"

"اس دیس کی بھوک جتنا عین وقت پیٹ بھر کر کھانا چاہتی ہے۔ ایسے کپڑے پہننا چاہتی ہے۔ کچے مکانوں میں رہنا چاہتی ہے۔ اپنی بیٹیوں کی شادیوں کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے بھگتوں کو تمام دنیا کے سامنے سراٹھا کر بیٹے کے قابل بنائوں گا۔ تم راوون کی مشق تھی، سری لنگا چلی جاؤ۔"

فی دی اسٹیشن کے تمام ٹیلی فون بجتے لگے۔ ان کے ذریعے جنومان کے بھگت کہنے لگے "ہم جنومان مگر بائیں گے۔ اس عورت کو فی دی اسٹیشن سے بھاگ دو۔ وہ راوون کی رکھیل تھی۔ اسے بھی راوون کی طرح جلا ڈالو۔"

پھر فی دی اسٹیشن کے باہر مظاہرے ہونے لگے کسی بھی ملک کے غریب لوگ یہاں نہیں آتے ہیں کہ ان کی محتاجی دور ہو جائے اور ان کی زندگی کی تمام ضرورتیں اس طرح پوری ہو جائیں، جس طرح جنومان ہی پورا کرنے والے تھے اور وہ منگی برادر غریبوں کی بستی میں کتنے ہی غریبوں اور بیماروں کو ہزاروں روپے اور دوائیں دے چکا تھا۔

وہاں کے لوگ ایک نئی بستی "جنومان مگر" بنانے کے لیے فخر سے لگا رہے تھے پولیس اور جتنا کے درمیان مجوز ہیں ہونے لگیں۔ ہر طرف انفرادی کا عالم ہو گیا۔ دھرم کو ماننے والے اور جنومان سے عقیدت رکھنے والے بھگت کروڑوں کی تعداد میں تھے۔ وہ سب ہندوستان کے مختلف حصوں سے جنومان کے درشن کے لیے چلے آ رہے تھے پورے ملک میں بسوں اور ٹریلوں میں بیٹھے اور

وہاں کے لوگ ایک نئی بستی "جنومان مگر" بنانے کے لیے فخر سے لگا رہے تھے پولیس اور جتنا کے درمیان مجوز ہیں ہونے لگیں۔ ہر طرف انفرادی کا عالم ہو گیا۔ دھرم کو ماننے والے اور جنومان سے عقیدت رکھنے والے بھگت کروڑوں کی تعداد میں تھے۔ وہ سب ہندوستان کے مختلف حصوں سے جنومان کے درشن کے لیے چلے آ رہے تھے پورے ملک میں بسوں اور ٹریلوں میں بیٹھے اور

فوج کے سربراہ نے پوچھا "دیوی جی! تم کون ہو۔ اچانک یہ اکرانے کے دوران کہاں سے آئی ہو؟ پلیز ہمیں کام کی باتیں کرنے دو۔"

پھر اس نے منگی برادر سے کہا "میں صرف ایک حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ تم خلائی مخلوق ہو۔ اپنی فوج کے ساتھ یہاں آباد ہونے آئے ہو۔"

منگی برادر نے کہا "میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔ ہزاروں سال پہلے میں بھی اس دھرتی پر رہتا تھا۔ اس لیے اس دھرتی پر ہمارا بھی حق ہے لیکن میں کسی لالچ سے نہیں آیا ہوں۔ یہاں میرے لاکھوں کروڑوں بھگت ہیں۔ میں ان کی غریبی اور محتاجی دور کرنے آیا ہوں۔ میں اس فی دی کے ذریعے بھارت کی جتنا سے کہ رہا ہوں۔ میں دہلی کے شاہراہ اور ایک نئی بستی آباد کروں گا۔ وہاں میری بندر فوج کے علاوہ لاکھوں غریب رہیں گے اور چند دنوں میں اتنے امیر ہو جائیں گے کہ ان کی خوشحالی دیکھ کر تمام بھارتی بھگت میرے جنومان ہونے کا یقین ہو جائے گا۔"

دیوی نے کہا "ہرگز نہیں۔ یہ بستی آباد کرنے کے بجائے اپنی منگی فوج کا اڈا بنائے گا۔ اسے ہمارے دیس کی ایک اچھ زین بھی نہ دی جائے۔"

"اس دیس کی بھوک جتنا عین وقت پیٹ بھر کر کھانا چاہتی ہے۔ ایسے کپڑے پہننا چاہتی ہے۔ کچے مکانوں میں رہنا چاہتی ہے۔ اپنی بیٹیوں کی شادیوں کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے بھگتوں کو تمام دنیا کے سامنے سراٹھا کر بیٹے کے قابل بنائوں گا۔ تم راوون کی مشق تھی، سری لنگا چلی جاؤ۔"

فی دی اسٹیشن کے تمام ٹیلی فون بجتے لگے۔ ان کے ذریعے جنومان کے بھگت کہنے لگے "ہم جنومان مگر بائیں گے۔ اس عورت کو فی دی اسٹیشن سے بھاگ دو۔ وہ راوون کی رکھیل تھی۔ اسے بھی راوون کی طرح جلا ڈالو۔"

پھر فی دی اسٹیشن کے باہر مظاہرے ہونے لگے کسی بھی ملک کے غریب لوگ یہاں نہیں آتے ہیں کہ ان کی محتاجی دور ہو جائے اور ان کی زندگی کی تمام ضرورتیں اس طرح پوری ہو جائیں، جس طرح جنومان ہی پورا کرنے والے تھے اور وہ منگی برادر غریبوں کی بستی میں کتنے ہی غریبوں اور بیماروں کو ہزاروں روپے اور دوائیں دے چکا تھا۔

وہاں کے لوگ ایک نئی بستی "جنومان مگر" بنانے کے لیے فخر سے لگا رہے تھے پولیس اور جتنا کے درمیان مجوز ہیں ہونے لگیں۔ ہر طرف انفرادی کا عالم ہو گیا۔ دھرم کو ماننے والے اور جنومان سے عقیدت رکھنے والے بھگت کروڑوں کی تعداد میں تھے۔ وہ سب ہندوستان کے مختلف حصوں سے جنومان کے درشن کے لیے چلے آ رہے تھے پورے ملک میں بسوں اور ٹریلوں میں بیٹھے اور

کڑے ہونے کی جگہ نہیں دی تھی۔ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر سفر کر رہے تھے۔ دہلی کی انتظامیہ کے ہوش اڑ رہے تھے۔ کوڑوں افراد کو روکنا اور ان پر بلاغی چارج کرنا ممکن نہیں تھا۔

انہوں نے منگی برادر سے کہا "اس طوفان کو روکو ورنہ دیوی بدلتی چلی گی۔ ایک ہی شہر میں کروڑوں لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ اس طرح زندگی اور بیماریاں پھیلیں گی۔ اب سب کے لیے اناج اور دوائیں کم پڑ جائیں گے۔ لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ درشن کے لیے یہاں نہ آئیں۔ فی دی کے ذریعے انہیں درشن کرائے جائیں گے۔"

منگی برادر نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے کروڑوں سامعین اور ناظرین سے کہا "میں سب اپنے اپنے دستانوں اور شہروں میں جاؤ۔ میں کل سے پورے بھارت کا دورہ کروں گا۔ ایک ایک گاؤں اور ایک ایک شہر میں آؤں گا۔ سب کو درشن دوں گا اور سب کی پریشانیوں دور کروں گا۔"

اس کے سمجھانے سے لوگ واپس جانے لگے۔ ایک حاکم نے منگی مین سے کہا "تم جو بستی بنانا چاہتے ہو، وہاں بھارت کے لاکھوں کروڑوں بھگت بھوکے لوگ چلے آئیں گے۔ اس بستی کی آبادی اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ بستی جلدی دنیا کی سب سے بڑی آبادی والا شہر بن جائے گا۔ ایسا شہر آباد کرنے کے لیے اربوں روپے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ہم اتنی بڑی رقم کہاں سے لائیں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ اربوں روپے سے زیادہ اربوں ڈالر آئیں گے اور یہ رقم امریکا اور اسرائیل دیں گے۔"

پارس جاتا تھا کہ امریکا اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گا کہ ان کے سروں سے یہ بلا ٹل رہی ہے اور وہ تمام بندر انڈیا میں آباد ہو رہے ہیں تو وہ بڑی فراخ دلی سے اربوں ڈالر خرچ کر کے وہ شہر آباد کریں گے۔

دیوی پریشان ہو کر برادر کبیر کے پاس آئی پھر وہی "تم کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے کئی بار تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی لیکن میری سوچ کی لہروں کو تمہارا دماغ نہیں مل رہا تھا۔"

"میں شکار کھیلنے میں مصروف تھا۔ اب تک دس منگی مین کو ہلاک کر چکا ہوں۔ اب ہلاک ہونے والوں کے لباس سے ہزاروں گولیاں سپر سونکریل اور لیزر گنیں حاصل کر چکا ہوں۔"

"ان بیڑوں سے ابھی کیا فائدہ پہنچے گا؟ وہ منگی برادر ہماری زمین پر قبضہ تھا رہا ہے۔ اسے روکنے کی تدبیر کرو۔"

"کیسے کروں؟ تم نے میری شرٹ پوری نہیں کی۔ مجھ سے کہا تھا، دو دن میں جو قتل دویا سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرو گی پھر میری تھانیوں میں آ جاؤ گی۔ ایک مگر گر چکا ہے۔ آج دو سرا دن ختم ہونے والا ہے۔"

"ابھی دو سرا دن ختم نہیں ہوا ہے۔ جب یہ ختم ہو گا تو کل تیسرے دن شرٹ پوری کروں گی۔ لیکن کل سے پہلے تمام بندروں کو میرے دیس سے بھاگ دو۔"

”بھگوا گا لیکن تم شرط پوری نہیں کرو گی تو میں تمہارا دشمن بن جاؤں گا۔“

”تم بڑے خود غرض ہو۔ اپنے ہی مطلب کی بات کیے جا رہے ہو۔“

”اس میں خود غرضی کی کیا بات ہے۔ ہر مزدور اپنی محنت کا معاوضہ مانگتا ہے۔“

”اچھا بھائی نہ بناؤ۔ کام کرو۔ اس منگی برادر نے پورے بھارت میں منگی لگلی مگر گھر جاکر لوگوں کو درشن دینے اور انہیں بیوقوف بنانے کا پروگرام بنایا ہے۔ وہ بڑی چالاکی سے یہاں حکومت کرنے کا منصوبہ بن چکا ہے اور اس پر کامیابی سے عمل کر رہا ہے۔“

”اس کی کامیابی پر نہ جھنجھلاؤ۔ تمہارے دیس کے کروڑوں لوگ خود اس کے آگے سر جھکا رہے ہیں اور اس کی پوجا کر رہے ہیں۔ اپنے میں منگی برادر کو نقصان پہنچایا جائے گا تو بھارت کی پوری جنت اپنے حکمرانوں کے خلاف ہو جائے گی۔ پورے دیس میں بغاوت پھیل جائے گی اور وہ منگی برادر مرکز بھی ان کے دلوں میں امر ہو جائے گا۔ جنت کے دماغوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔“

”اسے دماغوں میں زندہ رہنے دو لیکن اسے مار ڈالو۔ تمام بندوں کو بھگوا دو۔“

”ذرا غور کرو۔ تمام بندر ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ عام لوگ ان کے درمیان فرق محسوس نہیں کر سکتے۔ اگر منگی برادر کے قتل ہونے کے بعد کوئی دوسرا بندر جنہاں بن کر لوگوں کے سامنے آئے گا تو ان کی یہ عقیدت اور بڑھ جانے کی کہ جنہاں کو کوئی نہیں مار سکتا۔ وہ ہزاروں سال سے زندہ ہے اور قتل ہونے کے بعد بھی زندہ ہو کر آجیا کرے گا۔“

”ہاں دوسرے بندر ایسا کر سکتے ہیں۔ امریکا اور اسرائیل کی بھی یہی کوشش ہوگی کہ تمام بندر ہمارے ہی دیس میں آباد رہیں۔“

”فکر نہ کرو، میں انہیں یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کروں گا لیکن مجھے ایڈوانس تو دے دو۔“

”کیسا ایڈوانس؟“

”مجھے جو معاوضہ ملے والا ہے اس کا ایڈوانس!“

”فضول باتیں نہ کرو۔“

”یہ فضول بات ہے تو شرط کیسے پوری کرو گی۔ تم کل بھی اسے فضول بات کہو گی۔“

”میرا مطلب ہے وقت سے پہلے ایسا کوئی مطالبہ نہ کرو۔“

”وقت سے پہلے پیشگی حاصل کرنا میرا حق ہے۔ میں اصول کی بات کر رہا ہوں۔“

”تم جانتے ہو، میں بھی کسی کے سامنے نہیں آتی۔ آج تک کسی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔ تم شرط پوری کرنے سے پہلے مجھے ہاتھ لگانے کی بات نہ کرو۔“

اس نے دونوں تعالیوں پر ہاتھ مار کر نونوں اور زیورات کو پھینک دیا پھر بولی ”لے جاؤ یہ سب۔ میں بکا ڈال نہیں ہوں۔ ایک ہندوستانی ناری ہوں۔ میں اپنے دیس کی جنت کو تمہارا اصلی سوپ دکھاؤں گی۔“

”کل تم میرے نام ہو جاؤ گی۔ نام ہونے سے پہلے دھچکا کر لینے دو۔“

”ابھی منگی برادر جس مضبوط پوزیشن میں ہے اس پوزیشن میں اسے شکست دینا یا اسے بھگانا ناممکن ہے۔ نہیں شاید اپنی ناکامی کا یقین ہو رہا ہے۔ اس لیے تم ایڈوانس مانگنے کے بہانے مجھے بلا رہے ہو۔ میں آؤں گی تو پھر مجھے نہیں چھوڑو گے، مجھے اپنی معمول اور تابعدار بنا لو گے۔“

”جب بندوں کے فرار ہونے کے بعد شرط پوری کرنے آؤ گی تو اس وقت بھی تمہیں معمول اور تابعدار بنانے کے لیے کاغذیہ رہے گا۔ آج تمہرے برادر سائیں کر رہی ہو تو کل بھی نہیں کرو گی۔“

”غور کروں گی۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“

”بھروسہ تم نہیں کر رہی ہو تو میں کیوں کروں؟“

”تم مطلب پرست ہو۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے ہو۔ مجی محبت کرو اور مجی محبت دوح سے کی جاتی ہے، جسم سے نہیں۔“

”مرنے کے بعد دوحوں سے محبت کی جاتی ہے۔ زندہ ہونے والی...

...کی بات کرو۔“

”میں سمجھ گئی۔ تم میرا کام نہیں کرو گے۔ میں جاری ہوں۔“

”جاؤ۔ آئندہ آنا چاہو تو دماغ میں نہ آنا۔ ایڈوانس کی ادائیگی کے لیے جسائی طور پر میرے میرے پاس چل آنا۔ اب جاؤ۔“

اس نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجھلا گئی۔ منگی برادر بڑی مضبوطی سے بھارت میں قدم جما رہا تھا۔ ایسے وقت برادر کبیر اس کا ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ اس کا تعاون حاصل کرنے کے لیے وہ اس کی شرط پوری نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ان حالات میں وہ تھکا ہوا مگر اب اسے صرف اپنی ذہانت سے اور غیر معمولی صلاحیتوں سے کچھ کرنا تھا۔ جب کہ وہ تمام بندر اسی کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے البتہ ذہانت کے معاملے میں وہ منگی برادر سے برتر تھی۔ پریشانی یہ تھی کہ منگی برادر کی پشت پر پاس کی ذہانت کام کر رہی تھی اور اس حقیقت سے وہ بے خبر تھی۔

آخر اسے منگی برادر کی بہت بڑی کمزوری یاد آئی۔ یہ کمزوری تمام بندوں کی تھی۔ وہ زن پرست تھے۔ عورتوں کے دیوانے رہتے تھے اور یہ یقینی بات تھی کہ وہ جنہاں بن کر بھی حسن پرستی سے باز نہیں آ رہا ہو گا۔

وہی نے ایک نہایت حسین و جمیل عورت کو اپنا آلہ کار بنا کر جنہاں کے درشن کے لیے منگی برادر کے پاس پہنچایا۔ وہ واقعی اتنی پرکشش تھی کہ منگی برادر کا اس پر دل آ گیا۔ وہ اس کے سامنے کھٹے

تھک کر دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ”ہم بہت دولت مند تھے لیکن کاروبار تباہ ہو گیا۔ ماں باپ صدے سے مر گئے۔ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ اگر آپ میری کو بھی میں شریف لائیں گے تو آپ کے قدموں سے برکت ہو گی۔ میں پھر دولت مند بن جاؤں گی۔“

اس نے کہا ”تم جاؤ۔ میں ضرور آؤں گا۔“

جب وہ جانے لگی تو اس کے ایک ناپیدہ منگی مین نے اس کا تعاقب کیا اور اس کی کوٹھی کا پتا معلوم کر لیا۔ منگی برادر رات کے وقت اس کے بندہ میں آئیہ لباس انا کر دو سرائیاس پہنے جاری تھی۔ منگی برادر کو دیکھ کر قسم گئی پھر بولی۔ ”آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟“

”تم نے بلایا اور ہم چلے آئے۔“

”لیکن میں نے بندہ موم میں نہیں بلایا تھا۔ میں آپ کی پیمارن ہوں۔ اس کے ساتھ ایک شرم و حیا والی ہندوستانی عورت بھی ہوں۔“

”تو کیا ہو؟ میں اپنی پیمارن کو درشن دینے آیا ہوں۔ تم بھی مجھے اپنی سندھ آنا اور جو الی دیتی ہو۔“

”پلیز چلے جائیں۔ آپ سمان ہیں۔ ہمارے جنہاں ہیں۔ آج سارا ہندوستان آپ کی پوجا کر رہا ہے۔ آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولا ”میں سارے ہندوستان کے لیے جنہاں ہوں مگر حسین اور جوان عورت میری کمزوری ہے۔ جب تک کوئی میرے پولیس نہ ہو، مجھے نیند نہیں آتی۔“

”کیا تم ہر رات کسی عورت کے ساتھ رہتے ہو؟“

”ہاں جو مجھے خوش کرتی ہے میں اسے لالا مال کر دیتا ہوں۔“

”تم اتنی دولت کہاں سے لاتے ہو؟“

وہ قریب آتے ہوئے بولا ”پولیس کی طرح انکو اڑتی نہ کرو۔ میری آغوش میں آ جاؤ۔“

وہ پیچھے ہٹ کر بولی ”نہیں۔ مجھے تباہ تمہارے پاس دولت۔“

کہاں سے آ جاتی ہے؟“

”میرے دوسرے منگی مین ناپیدہ رہ کر بھی سرکاری خزانے سے لے آتے ہیں۔ بھی بڑے بڑے سرمایہ دانوں کی تجویزوں خالی کرتے ہیں۔“

”کیا تم میری عزت لوٹنے کے لیے بھی دولت لاتے ہو؟“

”ہاں۔ ابھی اپنے ساتھ لایا ہوں۔ میں حسن کا قدروان ہوں۔ پہلے قیمت ادا کرنا ہوں۔“ اس نے ایک چٹکی بھائی دو سرے

ی لٹے دو منگی مین نمودار ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں دو بڑی بڑی تھالیوں میں ایک تھالی پر نونوں کی گڈیاں اور دوسری پر بیرے موتیوں سے جڑے ہوئے سونے کے زیورات تھے۔

اس حسینہ نے کہا ”اچھا تو یہ تمہارا اصل سوپ ہے۔ تم اسی دیس کی دولت لوٹ کر جتنا کوئی قوف بنانے کے لیے کچھ غریبوں کو دیتے ہو یا تو اس طرح عیاشی میں لاتے ہو۔“

منگی برادر نے آکر اسے پکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس کے حسن کا نشہ منگی برادر کے سرچہ کر بول رہا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ چھت پر اور کمرے کے چاروں گوشوں میں دو ڈیو کیمرے بڑی رازداری سے نصب کیے گئے تھے جو اس کے جنہاں نہ ہونے اور وہ عیاں ہونے کا ناقابل تردید ثبوت دیکھاؤ کر رہے تھے۔ وہ منظر دور سے بھارت کی جنت دیکھنے والی تھی۔ بندوں کا آب و دان وہاں سے اٹھنے والا تھا۔

○●○

منگی ماسٹر کے ساتھ ہمیشہ دو ناپیدہ بازی گاڑ رہا کرتے تھے لیکن اس نے روشا کے ساتھ رہنے کے دوران بازی گاڑنے سے کما تھا کہ وہ موجود نہ رہا کریں۔ چلے جائیں۔ ان کی ضرورت ہوگی تو انہیں بلایا جائے گا۔

ان بازی گاڑنے کے جانے کے بعد ہی منگی ماسٹر کی شامت آگئی تھی۔ روشا نے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلائی تھی۔ دوا کی مقدار اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ الپا اسی وقت اس پر عمل نہ کر سکی۔ برین آؤم نے اپنے ہاتھوں کے ذریعے بڑی رازداری سے منگی ماسٹر کو ایک خفیہ مارچر سیل میں پہنچا دیا۔

بعد میں دونوں گاڑنے آکر اپنے ماسٹر کو تلاش کیا پھر روشا کی گردن دبوچ کر پوچھا ”تباہ تمہارا ماسٹر کہاں ہے؟“

وہ دھونے ہوئے بولی ”مجھ پر ظلم نہ کرو۔ وہ اچھا ہی کیس گیا ہے۔ کہ رہا تھا اسے اس کے برادر کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے۔ وہ جا رہا ہے۔ جلدی دوا پس آنے کی کوشش کرے گا۔“

روشا نے اس کے بھائی کے حوالے سے کہا تو انہیں یقین آ گیا۔ وہ دونوں منگی فوج کے کمانڈر کے پاس آئے۔ اسے بتایا کہ ماسٹر کی گھنٹوں سے لاپتا ہے۔ روشا کہتی ہے، وہ منگی برادر کے بارے میں کوئی اطلاع سن کر گیا ہے اور واپس آنے کی بات کہہ کر بھی اب تک نہیں آیا ہے۔

کمانڈر نے کہا ”کوئی گڑبڑ ہے۔ پہلے برادر اچھا کھانا چلا گیا پھر ماسٹر بھی کیس چلا گیا۔ یہ یقین سے کہیں کما جاسکتا کہ برادر اغوا کیا گیا ہو گا۔ ماسٹر کو تلاش کرنا ہو گا۔ مجھے شبہ ہے، دونوں بھائیوں پر مشتبہ ہیں۔“

کمانڈر نے منگی مین کو حکم دیا کہ وہ ناپیدہ رہ کر اس شہر کے گھر گھر میں ماسٹر کو تلاش کریں۔ اس نے مخصوص سیکٹر دینے والے فون کے ذریعے تمام منگی مین سے کہا کہ وہ اس میدان میں پہنچیں۔ جہاں ہزاروں مجھے نصب کیے گئے ہیں۔ منگی مین بھی اس سیکٹر فون کے ذریعے شہر میں پھیلے ہوئے جان ٹائڈوں کو خیمے کی طرف بلائے گئے۔

اس خیمے کے پاس ہزاروں ناپیدہ منگی مین جمع ہو گئے تھے اور وہ سیکٹر فون کے ذریعے کمانڈر کو اپنی حاضری کی اطلاع دے رہے تھے تقریباً چار ہزار جان ٹائڈ جمع ہو گئے۔ کمانڈر نے انہیں اپنی

خلائی زبان میں مخاطب کیا کیونکہ انگریزی یا عبرانی زبان وہاں کے جاسوس سن کر ان کے ارادوں کو سمجھ سکتے تھے۔

کمانڈر نے کہا "ہم اس دنیا پر حکومت کرنے کے لیے بڑی طویل جدوجہد کر رہے ہیں۔ اگرچہ ہمیں کامیابی نہیں ہوئی ہے لیکن امریکا اور اسرائیل پر ہماری دہشت گردی ہے۔ یہاں ہمارے لیے بستی بسائی جا رہی ہے۔ اس سے کامیابی کا یقین ہو رہا لیکن دہرہ ہمارے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برادرانہ کیا ہوا ہے۔ ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ اس کے جانے کی خبر ہمیں نہیں ہوئی۔ اسی طرح ماسٹر بھی اچانک کہیں چلا گیا ہے۔"

کمانڈر کے قریب ایک گاڑی آ کر رکی۔ اس میں سے پولیس افسر پیال کے ساتھ باہر آیا پھر کمانڈر سے معاملہ کرتے ہوئے بولا "ہم اس میدان میں ختم کھڑے ہو لیکن یوں چیخ کر بول رہے ہو جیسے تمہارے سامنے ہزاروں کا جمع ہو۔"

"بے شک۔ میرے سامنے ہزاروں جان تار ہیں۔ میں تقریر کر رہا ہوں۔"

"تو پھر انگریزی یا عبرانی زبان میں کہو تاکہ ہم بھی سن سکیں۔"

"تقریر کا حلق ہمارے ذاتی معاملات سے ہے۔ ہم نہیں نہیں سنا جا چاہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ شاید تم ہزاروں مسلح فوجیوں کو دیکھ کر ہی جاؤ گے۔"

کمانڈر نے حاضری کا حکم دیا۔ کیا ہر ایک ہزاروں مسلح جان تار نمودار ہو گئے۔ انہیں دیکھتے ہی افسر فوراً گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ سیاہی بھی بیٹھ گئے۔ پھر وہ گاڑی محوم کو وہاں جانے لگی۔ تمام جان تار قہقہے لگا رہے تھے۔

پھر کمانڈر نے کہا "یہ دنیا والے بڑے مکار ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہ جلد ہی ہم پر قہقہے لگائیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم احتیاطی تدابیر عمل کریں۔ میں تمہارا کمانڈر ہوں اور ماسٹر کی فرموجی میں قائم مقام ماسٹر بھی ہوں۔ میرا حکم ہے کہ یہاں میرے پاس صرف پانچ سو جان تار رہیں۔ باقی ابھی پرواز کر کے امریکا چلے جائیں اور باقی سو میں قیام کریں۔ جب ماسٹر اور برادر صبح سلامت یہاں آئیں گے تو میں ان سے مشورہ کر کے ہمیں یہاں بلاؤں گا۔"

وہ کمانڈر کے حکم کی قیام کرنے لگے۔

مکلی ماسٹر ہوش میں آیا۔ اس نے گردن سے کراچے ہوئے تار چر سل کی پھت کو دیکھا پھر چٹ چلا کہ وہ نہ بچوں سے بڑھا ہوا فرش پر جا رہا تھا۔

وہ اٹھنا چاہتا تھا۔ اپنے اٹھنے نہیں دیا۔ اسے تھک تھک کر سلاوا۔ پہلے وہ بیٹھ تھا۔ اب اسے خند کی آغوش میں پھنسا دیا۔ پھر اس پر توبیخی عمل کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ خلائی مخلوق کے داغوں میں توبیخی عمل کا اثر چار یا چھ گھنٹے تک رہتا ہے۔ اس نے منصوبہ بنایا تھا کہ چار گھنٹوں میں بہت کچھ کر کر رہے گی۔ مزید کچھ

کرنا ہو گا تو دوبارہ اس پر توبیخی عمل کرے گی۔

وہ ایک گھنٹے بعد توبیخی نیند سے بیدار ہوا۔ اپنے اس کے سامنے آنے پر چپا "کیا مجھے پہچانتے ہو؟"

وہ چاروں طرف دیکھنے کے بعد بولا "میں پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں لیکن یہ کوئی تار چر سل لگتا ہے۔ میں یہاں کیسے آیا؟"

"مگر میں حکم دوں کہ اسی سل میں زندگی گزارو تو کیا کرو گے؟"

"میں کیا کر سکتا ہوں؟ تم کہتی ہو... تو میںیں زندگی گزاروں گا۔"

"میں حکم دیتی ہوں۔ اپنا جو تار کر اپنے سر پرادو۔"

اس نے حکم کی قیام کی۔ اپنا ایک جو تار اپنا پھر اسے اپنے سر پر مار کر دوبارہ پن لیا۔ اپنے ایک شکل فون اس کی طرف بڑھا کر کہا "اپنے جان تاروں کو حکم دو کہ وہ یہاں والے میدان میں آکر جمع ہو جائیں۔"

اس نے فون لے کر پہلے کمانڈر سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "میں تمام جان تاروں سے کہہ دو یہاں والے میدان میں آجائیں۔ ماسٹران سے ضروری باتیں کرے گا۔"

کمانڈر نے شکل کے ذریعے پوچھا "آپ کہاں ہیں؟"

اپنا اس کے داغ میں تھی۔ اس نے کہنے نہیں دیا کہ وہ تار چر سل میں ہے۔ وہ اپنا کی مرضی کے مطابق بولا "میں یہاں کے اکابرین کے سامنے ہوں۔"

"کیا آپ ابھی میدان میں آئیں؟"

"میں یہاں سے ضروری پیغام دوں گا۔"

"آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آئیں گے؟"

"مجھے یہ بحث نہ کرو۔ میرے حکم کی قیام کرو۔"

"ماسٹر! میرا احمہ آپ کے برابر ہے۔ پہلے آپ نے اس انداز سے گفتگو نہیں کی۔ مجھے کوئی شبہ ہو گا تو میں پوری طرح انکار کر دوں گا۔ اگر آپ کسی بندش میں نہیں ہیں تو ابھی ہمارے باز آجائیں۔ اگر نہیں آئیں گے تو ہمارا یہ یقین میں بدل جائے گا۔"

"میں پہلے یہاں کے اکابرین کو یقین دلاتا چاہتا ہوں کہ آج بھی یہاں ہمارے جان تار چار ہزار کی تعداد میں موجود ہیں۔ انہیں اپنی تعداد سے مرعوب کرنے کے بعد میں تم لوگوں کے پاس آ جاؤں گا۔"

"یعنی اس میدان میں ہمارے چار ہزار جان تار نمودار ہو کر ہمارے کمانڈر کو ایک جگہ ایک ساتھ نظر آئیں گے۔ ان دشمنوں کے پاس تو ہوشیاری تعداد میں کسی کیڑوں نہیں ہیں۔ وہ ناویہ بن کر چاروں طرف سے گھیر کر ہمارے کم از کم ڈیڑھ دو ہزار جان تاروں کو کیڑوں کی طرح ایک ہی برست سے ہلاک کر دیں گے۔"

"تم ان پر شبہ نہ کرو۔ یہ دوست ہیں۔"

"انہوں نے جس طرح برادر پر عمل کیا تھا اس طرح آپ

بھی عمل کر چکے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ ابھی ہمارے پاس آجائیں۔ ہم چار گھنٹے تک آپ کو اپنی گھرائی میں رکھیں گے اور آپ کے سر سے برین گاڑ آ لے گا جس کے تب یقین آئے گا کہ آپ توبیخی عمل کے ذریعہ نہیں ہیں۔"

اپنا نے صبر سے کہا "تم بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو مگر اپنی نادانی سے ماسٹر کی جان کے دشمن بن رہے ہو۔"

کمانڈر نے کہا "تم توبیخی عمل کرنے والی آخروں پر ہیں۔ یہ ثابت ہو گیا کہ ماسٹر تمہارے عمل کے ذریعہ ہے۔"

"ہاں یہ ہماری قید میں ہے۔ ابھی زندہ ہے۔ میری جگہ ہے۔"

"اگر وہ مرے گا تو تمہارا پورا ملک کھنڈر بن جائے گا۔"

"ہمارے ملک کی فکر نہ کرو۔ ماسٹر کی زندگی کا سودا کرو۔"

اپنے ہی وقت کوئی پہلے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ کمانڈر کی کراہ سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔ اپنا کے موبائل کا بیزر بولنے لگا۔ اس نے موبائل کو آن کر کے پوچھا "میلو؟"

"دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میلو؟" آپ کا اندازہ درست تھا۔ کمانڈر میدان میں کھڑا شکل فون پر چمک رہا تھا۔ میں نے اسے گولی مار دی ہے۔ وہ ختم ہو چکا ہے۔"

اپنا نے فون بند کر کے ماسٹر سے کہا "خود میدان کی طرف جاؤ۔ تمہارے فوجی بندر مشعل ہو رہے ہوں گے۔ میں تمہارے داغ میں جو کچھ رہوں اس پر عمل کرتے رہوں۔"

اس نے ماسٹر کو ایک گولی اور ایک کیپول دیا پھر ایک ریو اور دے کر کہا "مکلی جب میں رکھوں وہاں آتے وقت ناویہ بنو گے تاکہ کوئی تمہارے خائبہ میں یہاں تک نہ آئے۔ اس کیپول کے ذریعے میدان کی فضا میں پرواز کرتے رہو گے۔ کسی بندر کے قریب نہیں جاؤ گے کوئی زبردستی آنا چاہے تو اسے گولی مار دو گے۔ چلوں ناویہ بن کر تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

اپنا ایک گولی کے ذریعے سایہ بن کر ماسٹر کے جسم میں سا گئی۔ ماسٹر کیپول کے ذریعے پرواز کرنا ہوا میدان میں پہنچا۔ وہ میدان خالی نظر آیا تھا لیکن اسے پرواز کرتے دیکھ کر ایک منگلی میں میدان میں نمودار ہوا پھر بولا "ماسٹر آپ کو دیکھ کر خوش ہو رہی ہے مگر افسوس دشمنوں نے ہمارے کمانڈر کو ہلاک کر دیا ہے۔ بہرہ دشمنوں کو تباہ کر دیں گے۔"

ماسٹر نے کہا "میرا کراہ یہ بتاؤ کیا میرے تمام جان تار یہاں موجود ہیں؟"

"مکلی ہاں موجود ہیں۔"

"میں انہیں حکم دیتا ہوں سب کے سب نمودار ہو جائیں۔"

"میں ماسٹر! ہم منتقل کمانڈر کی باتیں سن چکے تھے۔ اس نے درست کہا تھا۔ ہمیں ایک ساتھ مار ڈالنے کے لیے یہاں بلایا گیا ہے اور آپ توبیخی عمل کے ذریعہ نہیں ہیں۔"

"کیا تم چاہو گے کہ میرا حال مجھے مار ڈالے۔"

"ہم یہ کبھی نہیں چاہے۔ آپ کو زندہ سلامت رکھنا ہمارا فرض ہے۔"

"تو میری سلامتی کی خاطر یہ ملک اور یہ دنیا چھوڑ کر خلائی زون میں واپس چلے جاؤ۔"

"آپ فضا میں پرواز کیوں کر رہے ہیں؟ ہمارے پاس آجائیں۔"

"میں مجبور ہوں۔ تم لوگوں کے قریب نہیں آسکتا اور نہ ہی ہمیں قریب آنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ اگر کوئی جبراً قریب آئے گا تو اسے گولی مار دوں گا۔ کوئی ناویہ بن کر بھی نہ آئے۔ میرے آس پاس تمہارے ناویہ دشمن ہیں۔"

"آپ بتائیں ہم آپ کی سلامتی کے لیے اور کیا کر سکتے ہیں۔ کیا ہم خلائی زون واپس جائیں گے تو یہ آپ کو قید سے ہلا کر دیں گے؟"

"میں میں یہاں قید رہوں گا لیکن زندہ رہوں گا اور یہ زندگی تم لوگوں کے جانے کے بعد مجھے ملتی رہے گی۔"

"ہم کبھی یقین کریں کہ یہ آپ کو زندہ رہنے دیں گے؟"

"یقین کرنا ہو گا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ یہاں کے ذریعے خلائی زون سے رابطہ رہے گا۔ میں ہر چند دن کے بعد فون کے ذریعے اپنے آپ پر خیمت سے آگاہ کرنا رہوں گا۔"

"ہم صرف آپ کی آواز سن کر مطمئن نہیں ہوں گے۔ یہاں سے کوئی آپ کی آواز کی نقل بھی کر سکتا ہے۔"

"تم لوگ اپنے اطمینان کے لیے کسی ایک منگلی میں کو بیٹھیں ایک بار یہاں بھیج سکتے ہو۔ وہ زون سے آئے گا مجھ سے ملاقات کرے گا پھر واپس چلا جایا کرے گا۔"

"یہ نہیں منظور ہے۔ ہم آپ کی سلامتی کی خاطر یہ دنیا چھوڑ کر اپنے زون میں واپس جا رہے ہیں۔"

"دو دن ہوتے وقت سب نمودار ہو کر پرواز کرنا تاکہ دشمنوں کو تمہارے جانے کا یقین ہو جائے۔"

"سواری ماسٹر! ہم دشمنوں پر بمبارا نہیں کریں گے۔ ہم ناویہ ہو کر جا رہے ہیں۔ دس منٹ کے بعد یہاں ایک منگلی میں نظر نہیں آئے گا۔"

ماسٹر نے کہا "مگر کوئی ایک بھی نظر آئے گا تو یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"آپ زندہ ہیں گے ہم جا رہے ہیں۔ دس ہر گز نہ۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔ ایک منٹ بعد ماسٹر نے انہیں مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ چند منٹ تک اس میدان پر پرواز کرتا رہا پھر ناویہ بن کر تار چر سل میں آیا۔ وہاں اپنا بھی اس کے ساتھ نمودار ہو کر کوئی "کیا تمہیں یقین ہے کہ ہزاروں منگلی میں جا چکے ہیں؟"

"مجھے پورا یقین ہے۔ میرے تمام جان تار کبھی حکم عدلی

لیکن مجھے یقین نہیں ہے۔ وہ جانتے ہیں، تم تو یہی عمل کے زیر اثر ہو اور ایک ہوشیار ماسٹر کی طرح حکم نہیں دے رہے ہو۔ یہاں سے کچھ جانتے ہیں اور کچھ ناپیدہ ہیں کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے بھی ناپیدہ جاسوس فل ایب، جانا اور جینز کے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر ایک بھی منگی میں کیس نظر آئے گا تو ہم جیسے خارجہ کریں گے۔

وہ چلی گئی۔ منگی ماسٹر سر کا کارڈر سے مل کی گئی زمین پر بیٹھ گیا۔ اس میدان میں تقریباً پانچ سو منگی میں تھے وہ سب واقعی وہاں سے پرواز کر گئے۔ لیکن زون کی طرف نہیں گئے۔ وہ اپنے ہزاروں ساتھیوں کے پاس امریکا کے ساحلی شہر بانی مور آگئے انہوں نے ساتھیوں کو بتایا کہ کمانڈر کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور ماسٹر کو قیدی بنا لیا گیا ہے۔ دشمنوں نے جتنی سے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ دنیا چھوڑے گا غلطی زون میں نہیں جائیں گے تو کمانڈر کی طرح ماسٹر کو بھی قتل کر دیں گے۔

ایک۔ ما۔ ہم ماسٹر کی سلامتی کے لیے وہاں سے چلے آئے ہیں لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے یہ دنیا نہیں چھوڑی ہے۔ یہاں بانی مور میں موجود ہیں۔ تب وہ ماسٹر پر ظلم کریں گے۔

دوسرے نے کہا، ہمیں ماسٹر کو صرف زندہ ہی نہیں رکھنا ہے بلکہ انہیں دشمنوں کے مظالم سے بھی محفوظ رکھنا ہے۔

”تو کیا ہمیں یہ دنیا چھوڑ کر اپنے زون میں واپس جانا ہوگا؟“

”یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ یہاں کے قدرتی نظاموں میں حسن ہے۔ یہاں کی عورتوں میں دلکشی ہے اور یہاں کے کمانوں میں ایسی لذت ہے جس کے بغیر ہمیں زون کا کھانا بے مزہ لگے گا اور رقص و موسیقی تو ہم نے زون میں بھی دیکھی سنی نہیں تھی۔ یہ سب تو ہمیں عجز و ہرجا کر دیتے ہیں۔“

دوسرے منگی میں نے کہا ”واقعی اس دنیا میں جاؤ بھرا ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔“

”پھر ماسٹر کا کیا ہوگا؟“

”ہم ہر حال میں ماسٹر کو زندہ سلامت رکھیں گے اور یہ دنیا بھی نہیں چھوڑیں گے۔ میرا مشورہ ہے اس دنیا کا نقشہ دیکھا جائے اور معلوم کیا جائے کہ ہم ہزاروں منگی کہاں دوپوش رہ سکتے ہیں۔ اس دنیا میں ایسی جگہ ضرور ہوگی جہاں ہم رہائش اختیار کر کے اطمینان سے ماسٹر کی رہائی کے منصوبہ بنا سکتے ہیں۔“

اس مشورے کی سب نے تائید کی۔ دنیا کا ایک بہت بڑا نقشہ کھول کر انہوں نے دیوار لگا دیا پھر اس نقشے کا جائزہ لینے لگے۔ سونیا بانی مور میں رہ کر امریکا سے اسرائیل اور بھارت تک پھیلے ہوئے ہندوؤں کے بارے میں رپورٹ حاصل کرتی رہتی تھی۔

اس سلسلے میں پارس اس سے مشورے لیتا رہتا تھا۔ سونیا نے سہم تھا کہ امریکا میں اب اس کا کوئی اہم کام نہیں رہا ہے۔ وہ اسلامی ممالک کی طرف بڑھنے والے ہندوؤں کا رخ موڑ چکی تھی۔ آئندہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر پارس نے ماسٹر سے اور منگی برادر سے رابطہ رکھ سکتی تھی۔

اس نے امریکا چھوڑنے سے پہلے وہاں کے ہندوؤں کے حالات معلوم کرنے چاہے تو قریباً تین سال سامنے آگئے۔ اسرائیل سے تمام منگی میں واپس آگئے تھے۔ سونیا نے ناپیدہ رہ کر ان کی باتیں سنیں پھر یہ پتا چلا کہ منگی ماسٹر اسرائیل میں قیدی بن چکا ہے اور اس شرط پر اس کی زندگی اور سلامتی کی ضمانت ہو سکتی ہے کہ تمام منگی میں اس دنیا کو چھوڑ کر چلے جائیں۔

سونیا یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اتنی خوبصورت دنیا کو ان میں سے کوئی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ انہیں ایک جگہ سے بھگایا جائے گا تو وہ دوسری جگہ پہنچ جائیں گے۔ وہ شاید اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب ہو جائیں۔ ورنہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خانہ بدوشوں کی طرح بھٹکتے رہیں گے لیکن اس زمین کا جو چکا پڑ چکا ہے، اسے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

وہ چاہتی تو اسرائیل پہنچ کر اپنی مکارانہ حکمت عملی سے منگی ماسٹر کو رہائی دلا سکتی تھی لیکن وہ چاہتی تھی کہ ماسٹر فائنل بننے کے لیے آیا ہے تو اپنے حصے کی قیمتیں بھی برداشت کرے اور جب ان ہندوؤں کو اس دنیا سے جانا ہی نہیں ہے تو پھر انہیں اس طرح ہینڈل کیا جائے کہ یہ بھی اسلامی ممالک کا رخ نہ کریں۔

ان میں سے بے شمار منگی میں دنیا کے جغرافیائی اور سیاسی حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ وہ بڑی حد تک تمام ممالک کی سیاسی پوزیشن کو بھی سمجھتے تھے۔ دنیا کا نقشہ دیکھنے والے جینز ہندوؤں کی نظریں دوس پر جا کر اٹک گئیں۔ ایک نے کہا ”یہ ملک امریکا کی طرح بہادر تھا پھر یہ زوال کی طرف چل پڑا مگر اب دوبارہ بہرہ یار بننے کی جدوجہد... کر رہا ہے۔ ہم اس سے سوتے بازی کر سکتے ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”بے شک، ہم انہیں غیر معمولی قوت فراہم کریں، ان کی اسلحہ فیکٹری میں لیزر گھنٹیں اور دوسرے جدید ہتھیار تیار کریں تو وہ ہمیں سر آگھوں پر بٹھا دیں گے۔“

ایک اور منگی میں نے کہا ”جب ہم ان کے کام آئیں گے تو وہ بھی ہمارے کام آئیں گے۔ جب ان کے ملک کی کئی ریاستیں اپنی اپنی الگ حکومتیں بناریں ہیں تو وہ ہمیں بھی اپنی ریاست بنانے کے لیے زمین کا ٹکڑا دے سکتے ہیں۔“

”صرف اتنی ہی نہیں، دوسری تمام اپنے طور پر ہمارے منگی ماسٹر کی واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور ہماری دی ہوئی کوئیوں کیسے ہوں اور لیزر گنوں کے ذریعے اسرائیلی حکومت کو ماسٹر کی رہائی پر مجبور کر سکتے ہیں۔“

دوس رقبے میں سب سے بڑا ہے۔ اس کے کسی بھی گوشے میں ان ہندوؤں کو پناہ مل سکتی تھی۔ بلکہ ان کی ایک ریاست قائم ہو سکتی تھی۔ وہ تمام منگی میں... سر جوڈر تمام پہلوؤں سے دوس کے موجودہ حالات کا تجزیہ کر رہے تھے اور وہاں جانے کا فیصلہ کرنے والے تھے۔

ان سے پہلے ہی سونیا نے منگی مختصری تیاری کی پھر دوس کی طرف روانہ ہو گئی۔



اندر سے یہودی ”اور سے مسلمان“ ایسے بھی ہوتے ہیں انسان اور افضال احمد کی بیوی طہا بہو بھی ایسی ہی تھی۔ ایسے مردوں کی تعداد زیادہ ہے، جو عورتوں کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ افضال احمد بھی آدھا تیز آدھا تیرا تھا۔ جب ماں باپ ایسے ہوں تو بچے بول کا پودا ہوتے ہیں۔ ان کے دبیئے لندن میں یہودی تھیل کے سامنے میں تعلیم و تربیت حاصل کر رہے تھے۔ تربیت حاصل کرنے کے بعد پاکستان آکر پاکستانی کلائے۔ بڑی بیٹی سائہ تربیت مکمل کر کے آچکی تھی۔ اس برائے نام پاکستانی خاندان کی ہنسری بچپن باب میں بیان ہو چکی، اس ہنسری کے تسلسل سے ظاہر اور افضال احمد کو ایک ناپیدہ شخص (ملی) کا علم ہوا تھا اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ناپیدہ ان کے تمام راز چرا کر لے جائے گا۔

راز بڑے اہم تھے۔ کسی سائبرائٹوں کے کہن کے ثبوت بھی تھے اور پاکستان کے داخلی امور اور خارجہ پالیسی سے تعلق رکھنے والے بھی راز تھے۔ وہ سب تحریری، تصویری اور محرک و ڈیو فلموں کی صورت میں محفوظ تھے۔

وہ تمام راز ایک نام نہاد سیانی کی کوشی میں محفوظ تھے اور وہ سیانی دہریہ یہودی تھا۔ ظاہر اور افضال احمد نے سوچا وہ ناپیدہ شخص وہاں تک نہیں پہنچے گا۔ وہ دوسرے دن تمام دستاویزات اسرائیل منتقل کر دیں گے۔

لیکن ان میان یہودی کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ رات کے ایک بجے ظاہر نے جان شیفرڈ کو مخاطب کیا۔ وہ نلے میں تھا۔ اس نے پوچھا ”تم نے اسی وقت فون کیوں نہیں کیا جب اپنا سامان لے گئی تھیں؟“

ظاہر نے تعجب سے پوچھا ”کس سامان کی بات کر رہے ہو؟“

”مجھے یہاں تمہارے لیے ایک کرا ریزو ہے۔ تم اسے مقفل رکھتی ہو۔ اس کے اندر جو سامان رہتا ہے، اس کا ڈکرو فون پر مناب نہیں ہے۔“

”تم یہ کتنا چاہے ہو کہ میں اپنے کمرے سے تینوں الماریوں کی تمام چیزیں لے گئی ہوں؟“

”تو اور کیا کہوں؟ تمہارے کمرے کا دروازہ کھلا ہے۔ تینوں الماریوں کے پت بھی کھلے ہوئے ہیں اور الماریاں بالکل خالی ہیں۔“

وہ چچ کر بولی ”نہیں“ یہ نہیں ہو سکتا۔ جان! تم نلے میں ہو۔“

”تم بھی آجائے۔ دونوں نشہ کریں گے۔“

وہ رہیو رنکر افضال سے بولی ”جلدی چلو۔ وہ جان کہہ رہا ہے، میرا کرا تینوں الماریاں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں خالی ہیں۔“

وہ شب خوابی کے لباس میں تھے۔ اسی لباس میں بیڈ روم سے باہر آئے۔ افضال کیراج سے کار کٹائے گیا۔ ظاہر نے بیٹی کے دروازے پر دستک دی۔ سائہ نے دروازہ کھول کر پوچھا ”آج آپ دونوں کو بھی میری طرح نیند نہیں آ رہی ہے؟“

”بیٹی! نیند اڑانے والی بات ہو گئی ہے۔ ہمارے اربوں ڈالر کے تمام راز چوری ہو گئے ہیں اور یہ وراثت اسی ناپیدہ نے کی ہے، جس نے ہمیں ”را“ والوں کی قید سے رہائی دلائی تھی۔“

”وہ می! اس نے تو ہم پر ہموالی کی تھی پھر وہ نامیران کیسے ہو سکتے ہے؟“

”بھی بحث کرنے کا وقت نہیں ہے۔ میں تمہارے بہنچا کے ساتھ باہر جاری ہوں۔ ہم جلدی آنے کی کوشش کریں گے۔ تم باہر کا دروازہ ابھی طرح سے بند کرلو۔“

وہ ماں کے ساتھ بیٹنی دروازے تک آئی پھر اس کے باہر جاتی ہی اسے اندر سے بند کر لیا۔ ظاہر اور افضال اپنی کار میں بیٹھ کر جان شیفرڈ کی کوشی میں پہنچے۔ وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھا تھا۔ ان کے لیے بیٹنی دروازہ کھول کر لایا ”میں ایک گھنٹا پہلے ہوئی سے آیا۔ وہاں ہوئی میں ہی بہت لمبی تھی مگر میں نلے میں نہیں ہوں۔ خود جا کر دیکھ لو۔ تمہارا کرا کھلا ہوا ہے۔“

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے آئے پھر کھلے ہوئے دروازے کو دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔ کمرے کے اندر الماریاں کھلی ہوئی تھیں اور خالی تھیں۔ ظاہر ہچکا کر ڈوگ لگائے۔ افضال اسے سنبھال کر ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ جان نے اس کی پسندیدہ دھنکی کا ایک پیکیج بنا کر اسے دیا۔ وہ ایک ہی سانس میں لپی لپی پھر کمری کمری سانس لے کر بولی ”مجھے یقین نہیں آتا ہے کیا یہ خواب نہیں ہو سکتا؟“

افضال نے اپنے لیے پیکیج بناتے ہوئے کہا ”حوصلہ کرو۔ جو نقصان ہوا ہے اسے برداشت کرو۔ اس ناپیدہ سے مننے کے لیے، اس سے کسی طرح کا کامیاب سمجھو تاکہ کرنے کے لیے، ہمیں ہوش و خواس میں رہنا ہوگا۔“

”سمجھو کیا ہوگا افضال! اس نے تو کچھ نہیں چھوڑا۔ سارے راز سمیٹ کر لے گیا ہے۔ اگر وہ ناپیدہ وطن اور قوم پرست ہو گا تو ہمیں اور ہماری تنظیم کو تباہ و برباد کر دے گا۔ ہمیں سزا دلانے کا۔ ہمارے بچوں کا کیا ہوگا افضال؟“

افضال نے اسے ٹھک کر ایک اور پیکیج دیا پھر کہا ”ان دستاویزات میں ہمارے متعلق بھی اہم کاغذات تھے۔ ایسی تصویریں بھی تھیں، جن کے ذریعے ”موساد“ سے ہمارا تعلق ثابت

ہوتا ہے مجھے یقین ہے وہ نادیہ ہم سے رابطہ کرے گا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اس صدمے کو برداشت کر کے اپنے اندر استحکام پیدا کرو۔ اس نادیہ سے معاملات طے کرنے کے لیے حاضر مداف رہو۔“

جان انہیں پیگ بنا کر دینے لگا۔ وہ دونوں غم غلط کرنے اور معاملات درست کرنے کے لیے بیٹے لگے۔

ادھر ساتھ کوٹھی کے اندر تاحی۔ وہ رات کو کیا نہ بچے تک سو جایا کرتی تھی لیکن اس رات نیند نہیں آ رہی تھی۔ بار بار اس نادیہ کا خیال آ رہا تھا۔ وہ اس سے خوفزدہ نہیں تھی۔ کیونکہ اس نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

اسے نادیہ کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی کہ اس نے کبھی اسے کار میں بٹھایا تھا اور کبھی گولڈے پر سوار کرایا تھا۔ اس طرح یہ مطمئن ہوا تھا کہ وہ ٹیلی فنی جانا ہے اور بڑا مغرور ہے۔ کچھ بولنا نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کوٹھو ہو۔

یہ انسانی فطرت ہے، کوئی پردے کے پیچھے چھپا ہوا تو اسے دیکھنے کی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بارے میں تجسس پیدا ہوتا ہے اور اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات قائم کیے جاتے ہیں۔ ساتھ بھی مختلف پلوؤں سے اسے سوچ رہی تھی۔

وہ می اور پچا کے جانے کے بعد اپنے بیٹے دوم میں نہیں مگنی۔ ڈرانگ دوم میں لی وی کو آن کیا۔ ایک تو نیند نہیں آ رہی تھی دوسری بات یہ کہ کبھی اور پچا کی واپسی پر دوبارہ کھولنے کے لیے جانا تھا۔ وہ لی وی کے چمیل بدل بدل کر اپنی پسند کا پروگرام تلاش کرنے لگی۔ ایک چمیل پر پاپ میوزک پر لڑکیاں تھرک رہی تھیں۔ ان سب نے مختصر سانس پرتا ہوا تھا اور بڑی سستی میں رقص کرتے ہوئے کبھی تھکتے کبھی نہیں اور کبھی گلابی تھیں۔

ساتھ نے فریج کے پاس آکر اسے کھولا۔ ایک بڑے پالے میں آکس کرم نکالی پھر ایک جھپٹے کر ڈرانگ دوم میں آئی تو تعجب سے دیکھا۔ چمیل بدل گیا تھا۔ رات کے ڈیڑھ بجے پاکستانی پرائیویٹ چمیل سے ادو گانے شکرے جا رہے تھے۔

وہ آکس کرم کے پالے کو سینئر ٹیکل پر رکھ کر لی وی کے پاس آئی اور چمیل بدل دیا پھر پاپ میوزک کے ساتھ رقص کرتی ہوئی لڑکیاں نظر آنے لگیں۔ وہ اپنے پالے کے پاس جانے کے لیے پلٹ گئی۔ پلٹتے ہی چمیل بدل گیا۔ اس نے گوم کر دیکھا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ اس چمیل کا ٹیشن ڈھچکا ہے پھر یہ خیال امتحان لگا۔ اگر وہ ٹیشن ڈھچکا ہے تو دوسرے چمیل کا ٹیشن خود بخود جیسے دب جاتا ہے اور اسکرین پر پروگرام کبھی کیسے آ جاتا ہے؟

وہ پھر پاپ میوزک والا چمیل لگا کے پالے کے پاس آئی۔ چمیل پھر بدل گیا تھا۔ اس بار ساتھ نے ایک بار لی وی کی طرف دیکھا۔ دوسری بار پالے کی طرف وہ پالہ خالی ہو گیا تھا۔ ایک جھپٹے آکس کرم بھی نہیں رہی تھی۔

وہ سم کر پیچھے ہٹے گی۔ ایک صوفے سے کھرا کر اس پر بیٹھ گئی۔ اسکرین پر سی این این کا LIVE پروگرام نشر ہو رہا تھا۔ ایک مختصر خبریں پڑھ رہا تھا۔ علی اس کی آواز سن کر ہڑاں کھو بیڑ دور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ نیند پڑتے پڑتے اچانک ہاتھ اٹھا کر بولا ”ہائے سائرا“

ساتھ نے چمک کر لی وی کی طرف دیکھ لہو بولا ”فریج سے دوسری آکس کرم لے لو۔“

اتنا کہ کچھ روز خبریں پڑھنے لگے۔ شدید حیرانی سے ساتھ کا منہ کھل گیا تھا۔ دوسری سی این این کے نیوز کیمین میں کھل پڑا ہو گئی تھی۔ نیوز پڑھنے والا چند ساعتوں کے لیے بولکھلا کر چپ ہوا پھر خبریں پڑھنے لگا۔

ساتھ صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ لی وی اسکرین پر اس مختصر کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی ”کیا تمہی نادیہ ہو؟ اگر وہی ہو تو کیسے ہو؟ آکس کرم یہاں کھائی ہے اور ہڑاں کھو بیڑ پر پہنچ کر خبریں پڑھ رہے ہو اور مجھے مخاطب کر رہے ہو۔“

وہ پھر نیوز پڑھنے کے دوران بولا۔ ”خاموش رہو۔ خبریں پڑھنے دو۔“

وہ بچکا ہر پڑھنے لگا اور پریشان نظر آنے لگا۔ ساتھ نے کہا۔ ”پریشان کیوں ہوتے ہو۔ اب نہیں بولیں گی۔ پہلے خبریں پڑھ لو۔“ وہ صوفے پر گر بیٹھ گئی۔ اسکرین پر اسے ٹھوڑی دیر تک دیکھتی رہی پھر زرب لب بڑھانے لگی۔ کوئی خاص نہیں ہے۔ عام انگریزوں جیسا ہے۔ میں اس کے جھوٹے پالے میں آکس کرم نہیں کھاؤں گی۔“

وہ کچھ سوچ کر بولی ”تعجب ہے۔ وہ ادھر نونہا بنا رہے تو پھر ادھر آکس کرم کیسے کھائی؟ میرے خیال میں اسے بہت پر اسرار بہت دولت مند ہونا چاہیے تھا لیکن ایک عام نیوز کاسٹریک طرح خبریں پڑھ رہا ہے۔ کوئی معمولی آدمی ہے۔ ہمارے لیول کا ہمارے اسٹیشن کا نہیں ہے۔“

اچانک لی وی بند ہو گیا۔ اس کے قریب رکھا ہوا ریڈیو آن ہو گیا۔ کسی اسٹیشن سے کوئی انگریزی زبان میں تقریر کر رہا تھا۔ وہ اچانک اردو زبان میں بولنے لگا۔ ”یہ نادیہ ریڈیو اسٹیشن ہے۔ ساتھ کے لیے مضمون ہے کہ وہ نادیہ کے بارے میں زیادہ نہ سوچے ورنہ بتا دیا جائے گی۔“

ساتھ حیرانی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ریڈیو کے قریب آکر سننا چاہا تو وہ بولنے والا چپ ہو گیا تھا۔ علی جس تقریر کرنے والے کے دماغ میں گیا تھا وہ دونوں باتوں سے سرعام کر چند سیکنڈ تک چپ رہا تھا پھر انگریزی میں کہنے لگا ”معذرت چاہتا ہوں۔ بتا نہیں میں ابھی کون سی زبان بولنے لگا تھا۔ بہر حال میں اپنے عوام سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔“

اس کی تقریر جاری ہو گئی۔ ساتھ کبھی لی وی کو اور کبھی ریڈیو کو

دیکھنے لگی۔ اچانک ریڈیو بند ہو گیا اور لی وی آن ہو گیا۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر بولی ”اب کبھی تمہیں موجود ہو۔ یہاں آکس کرم کھاتے ہو اور ٹیلی فنی کے ذریعے خبریں پڑھنے والوں کے اندر جا کر مجھے مخاطب کرتے ہو۔ یہ تمہا کیوں کر ہے؟ دیکھو میں صاف صاف کہتی ہوں۔ پہلے تم سے ڈر لگا رہا تھا پھر میں نے سچا میں کوئی بھی نہیں ہوں۔ میں جوان ہو گئی ہوں۔ اب مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔“

کیوں ٹھیک ہے نا؟ چلو اب سامنے آ جاؤ۔“ اس کی بات فہم ہوتے ہی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ ایک کار اچالے میں آکر رکی۔ دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آئیں پھر کار تیل کی آواز سنائی دی۔ ساتھ نے کہا ”امی اور پیپا آ گئے۔“

وہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس مگنی پھر اسے کھول دیا۔ طاہرہ اور افضل اندر آئے۔ طاہرہ کچھ پیار اور غم محال سی تھی۔ افضل نے ساتھ سے پوچھا ”تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟“

”ہاں پیپا۔ رات بھر آ رہا ہے۔ وہ کبھی لی وی سے بول رہا ہے اور کبھی ریڈیو سے۔“

اس نے پوچھا ”کون بول رہا ہے؟“

”وی نادیہ۔“ طاہرہ اپنے بیٹے دوم کی طرف جاری تھی۔ ایک دم سے رک کر بولی ”نادیہ ہو گیا۔ کیا وہ یہاں موجود ہے؟“

”ہاں می ابھی میں اس سے کہہ رہی تھی کہ مجھ سے نہ شراہے۔ کچھ بولے۔“

”کیا وہ تم سے شراہ رہا ہے؟“

”جی نہیں، کیا بات ہے۔ کچھ بول رہی نہیں ہے۔“

”میں بولنے کا مطلب ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔“

”ہے۔ یہ پالہ دیکھیں۔ اس میں جتنی آکس کرم تھی وہ میں نے نہیں اس نے کھائی ہے۔ بڑا نڈیہ ہے۔“

”کیا واقعی اس پالے کی آکس کرم تم نے نہیں کھائی ہے؟“

”میں جی کہہ رہی ہوں اس نے کھائی ہے۔“

طاہرہ نے آکس کرم دیکھ کر کہا ”پلیز ہم سے باتیں کرو۔ ہمارے سامنے آؤ۔ ہم سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

ساتھ نے کہا ”ہاں قاعدہ پیچھے گا۔ فریج میں بہت آکس کرم ہے۔“

ان کی ہر کہہ مگنی ہوں۔ تم بھی ہر کہہ جاؤ۔“

”پلیز سائرا! ہمیں کچھ کہنے دو۔“

”پاپا! میرے کہنے سے بولے گا۔ وہ میرا دوست ہے۔“

طاہرہ نے کہا ”یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ تمہارا دوست ہے۔ کیا تمہارا دوست تمہاری قدر کرتا ہے؟ کیا وہ تمہاری بات مان کر ہماری تمام چیزیں واپس کر سکتا ہے؟“

”ہماری کون سی چیزیں اس کے پاس ہیں؟“

”تم تمہیں جانتیں۔ بہت اہم چیزیں، بہت اہم راز ہماری الماریوں سے نکال کر لے گیا ہے۔ میں اس سے اچھا کرتی ہوں کہ تمہیں یاد نہ کہے۔ تم بھی کو کہہ دیا کہ ہماری چیزیں واپس کر لے۔“

”می! آپ اچھا نہ کریں۔ وہ میرا دوست ہے۔ اے دوست! کیا تم سن رہے ہو؟ بزرگوں کو پریشان کرنا بری بات ہے۔ اگر تم تمام چیزیں واپس نہیں کر لے تو میں تم سے بات نہیں کروں گی۔“

لی وی اور ریڈیو کے نیلے تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی۔“

وہ علی کو بہت اچھی لگی۔ کیونکہ وہ لہجے کے انداز میں نہیں بول رہی تھی بلکہ اس کے انداز میں فطری معصومیت تھی۔ وہ بچپن سے یہودی خیالات کی حامل تھی ادبلی سے جو مطالبہ کر رہی تھی اسے یہودیوں کا جائز حق سمجھ رہی تھی۔

علی سمجھتا تھا، اس گمراہ معصوم کو کس طرح بار آور زنی سے ہینڈل کرنا چاہیے۔ اس نے کان کے قریب سرگرمی کی ”تم بہت اچھی ہو۔ میں تمہیں ناراض نہیں ہونے دوں گا۔“

”تو پھر ہماری چیزیں واپس کر۔“

”میں واپس کر چکا ہوں۔ وہ تمام چیزیں تمہاری می کے بیٹے دوم میں ہیں۔“

وہ خوشی سے چیخ مار کر بولی ”میرا دوست میرے کان میں بول رہا ہے۔ اس نے آپ کی چیزیں واپس کر دی ہیں۔ آپ بیٹے دوم میں جا کر دیکھیں۔“

طاہرہ نے خوش ہو کر پوچھا۔ ”کیا جی؟“

افضل نے کہا ”اسے ہم جب سے آئے ہیں، یہ بیکواس کیے جا رہے ہیں کہ وہ لی وی سے بول رہا ہے، ریڈیو سے بول رہا ہے۔ وہ دوست ہے یہاں آکس کرم کھا رہا ہے۔ سب بیکواس ہے۔ وہ نادیہ اس لڑکی کو ایب نائل بنا رہا ہے۔“

”پاپا آپ میرے دوست کی انسٹلٹ کر رہے ہیں۔ میرے ساتھ آکر اپنے بیٹے دوم میں دیکھیں۔“

وہ اپنے والدین کے بیٹے دوم کی طرف جانے لگی۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے جانے لگے۔ ساتھ نے بیٹے دوم کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا ”آئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔“

طاہرہ آگے آئی پھر بیٹے دوم میں قدم رکھتے ہی حیرانی سے چیخ پڑی۔ وہاں بڑے سے بستر پر ڈوڈو قمیص، فاطمیں اور بڑی بڑی تصویروں کے لفافے رکھے ہوئے تھے۔ افضل بھی شدید حیرانی سے

طاہرہ کے ساتھ دوڑتا ہوا بستر تک آیا پھر دونوں ایک ایک چیز اٹھا کر کھینچنے لگے۔
ہر چیز دی تھی، جو جان شیفرڈ کے بچکے کی تین الماریوں سے چرائی گئی تھی۔ حتیٰ کہ وہ دستاویزات اور تصاویر بھی تھیں جن سے طاہرہ اور افضل کی کمری وابستگی "موسما" انجینیسی سے ثابت ہوتی تھی۔

ان کے خلاف جتنے ثبوت تھے، وہ بھی واپس مل گئے تھے۔ طاہرہ خوش ہو کر انہیں سینے سے لگا رہی تھی۔ ساتھ دونوں ہاتھ کر رہے انہیں دیکھ رہی تھی مگر بولی "یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

دونوں نے پوچھا کیا؟
"آپ میرے دوست کا شکاریہ ادا نہیں کر رہے ہیں۔"
طاہرہ نے کہا "وہ گاؤں ہم تو خوشی میں بھول ہی گئے تھے۔ تم کہاں ہو؟ ہم اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم صرف شکاریہ ادا نہیں کریں گے، تمہاری بڑی سے بڑی خواہش بھی پوری کریں گے ساری زندگی تمہارے دوست بن کر رہیں گے۔"

"تو می! یہ صرف میرا دوست ہے۔ آپ اسے کچھ اور بتائیں۔"

"تمہارا دوست جو کہ گاہم ہی کریں گے مگر اس سے کوئی ہم سے باتیں کرے۔ پائیلا!"

وہ بولی "دوست! میری بات مان لو۔ میرے می پپا سے باتیں کرو۔ گھر آؤ، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

آواز سنا لی دی "ساتھ!"

اپنے قریب اچانک اپنا نام سن کر وہ چہرہ مار کر دوڑ ہو گئی۔
علی کی آواز سنا لی دی "تم نے کہا..." پتلی نہیں ہو، جوان ہو گئی ہو!" اب ڈرتی نہیں ہو۔"

وہ تن کر بولی "میں نہیں ڈرتی۔ میرے می پپا سے باتیں کرو۔"

وہ بولا "میں بولنا نہیں چاہتا تھا لیکن ساتھ کی دوستی سے مجبور ہو کر بول رہا ہوں۔ افضل! تم صرف ملک کے ہی نہیں اپنی اولاد کے بھی دشمن ہو۔ تم نے اپنا ایمان خراب کیا۔ ساتھ ہی اپنی آئندہ نسل کو بھی یہودی بنادیا۔ تمہیں بار بار زندگی دے کر کتے کی موت مارا جائے، تب بھی یہ سزا کم ہوگی۔ کیا تم دونوں سمجھتے ہو یہ تمام راز واپس حاصل کرنے کے بعد زندہ نہ سکو گے؟"

طاہرہ سہمی ہوئی تھی۔ افضل نے کہا "تم کون ہو؟ تم نے پہلے دوست بن کر ساتھ کو دشمنوں سے بچایا۔ پھر دشمن بن کر تمہارے یہ تمام راز چلائے۔ اس کے بعد دوست بن کر چرائی ہوئی تمام چیزیں واپس پہنچاؤں۔ اب پھر تمہارے دشمن بن رہے ہو۔"

طاہرہ نے پوچھا "کیا یہودی انسان نہیں ہوتے؟ اگر ہماری فیملی یہودی ہے تو تمہارے دین کو کیا خلوہ پید ا ہوا کیا ہے؟"

"تم یہاں یہودی برسوں سے پاکستان کے لیے خلوہ بنے ہوئے

ہو۔ اس ملک کو آئے دن جو نقصانات پہنچ رہے ہیں، ان میں جیسے دو غلوں کا ہاتھ ہے۔ میرے دین کو کوئی خلوہ نہیں ہے لوگوں کے یہودی ہونے پر بھی بھلے اعتراض نہیں ہے لیکن تمہارا کہو کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو، یہودی ہو۔ اگر اپنے یہودی ہو کا اقرار نہیں کرو گے تو میں تمہارے خلاف تمام دستاویزاتی وزارت داخلہ کے دفتر میں داخل کروں گا۔"

طاہرہ نے اپنے اور افضل کے خلاف تمام کاغذات کو اٹھا اپنے سینے سے لگایا۔ انہیں اپنے بازوؤں میں چھپاتے ہوئے بولی ایک کاغذ، ایک تصویر بھی کسی کو نہیں دوں گی۔ تمہیں بھی پڑ نہیں دوں گی۔"

"جو چیز خود بخود مل جاتی ہے، میں اسے نہیں چھینتا۔ کہا میں سنبھال کر رکھ سکوں گی؟"

اس کے پچھتے ہی وہ تمام ثبوت اس کے ہاتھوں سے مجبور بستر پر گر پڑے۔ اس نے جلدی سے انہیں اٹھایا۔ وہ پھر ہاتھوں چھوٹ گئے۔ وہ چیخنے لگی "نہیں دوں گی۔ کسی کو نہیں دوں گی۔" خود ار! اس سے کہو "چھیننے کے لیے میرے پاس نہ آئے۔"

وہ بار بار اپنی چیزیں اٹھا رہی تھی اور بار بار وہ چیزیں اس ہاتھوں سے چھوٹ رہی تھیں۔ افضل نے اس کے ہاتھوں چیزیں لے کر کہا "لاؤ۔ تم سے اتنی سی چیزیں سنبھال نہیں جاؤ۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر انہیں دوسری طرف پھینک دیا۔ طاہرہ غصے سے بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ کاغذات تصاویر ہماری زندگی ہیں۔"

افضل نے پتلی کی ہوئی چیزوں کو سمیٹ کر کہا "اب تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہم سے دور ہے مگر تمہیں پتلی ذریعے ثابت کر رہا ہے کہ یہ تمام چیزیں تمہارے پاس نہ کر بھی نہیں رہیں گی۔ یہ تمہو! یہ چیزیں میں نے مضبوطی سے پکڑ ہیں۔ میں انہیں پھینکا نہیں چاہتا مگر اپنی مرضی کے خلاف پھینک رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے انہیں پھینک دیا۔ ساتھ نے کہا "یہ بات نہ ہوئی۔ آپ دونوں خودی بھیجتے جا رہے ہیں اور یہ دوست کو الزام دے رہے ہیں۔"

اس نے آگے بڑھ کر ان پھینکے ہوئے کاغذات اور تصاویر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا پھر کہا "خود سے دیکھیں۔ نہ یہ یہ ہاتھوں سے کریں گی اور نہ میں انہیں پھینکوں گی۔"

وہ دونوں آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر بچی کے ہاتھوں میں اپنے غلط ثبوت دیکھنے لگے۔ جب وہ بڑی دیر تک اس کے ہاتھوں میں طاہرہ نے کہا "پتلی! اس اسی طرح پکڑے رہو۔ وہ گرا کر چلا کر آئے نہ دیتا۔"

"می! اسے گرا ہوا تو میرے ہاتھوں سے بھی گرا دیتا۔"

اسے کیوں الزام دے رہی ہیں۔ وہ میرا دوست ہے۔"

"وہ جن سے کیا ابھی تم نے نہیں سنا۔ وہ یہودی کہہ کر عزت کا اظہار کر رہا تھا۔ ابھی اس نے کہا تھا کہ ہم یہ راز واپس حاصل کرنے کے بعد بھی زندہ نہیں رہیں گے۔"

اس نے ہاں۔ اس نے کہا تھا۔ میں نے سنا تھا مگر بھول گئی تھی۔ کیوں دوست؟ تم ایسا باتیں کیوں کرتے ہو؟

"ساتھ! تمہارا باپ یہودیت پر عمل کر رہا ہے لیکن مسلمان اس لیے ہے کہ اب تک اس نے اپنا دین چھوڑ کر یہودی مذہب قبول نہیں کیا۔ اس اعتبار سے تم اور تمہارے دونوں بھائی مسلمان ہیں لیکن یہودی تعلیم و تربیت کے ذریعے تم تینوں کے دماغوں میں اپنے دین اسلام سے بے زاری پیدا کر دی گئی ہے اور یہ تمہارے باپ کا ناقابل معافی جرم ہے۔"

ساتھ نے کہا "تم کیا اسلام کی بات لے بیٹھے ہو۔ مجھے اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"جب تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں گیا ہے تو دلچسپی کیسے ہوگی؟ اس معاملے میں تم تینوں بھائی بے قصور اور معصوم ہو۔ میں تمہارے ماں باپ سے قاطب ہوں۔ اگر وہ ذلیل و خوار نہیں ہونا چاہتے اور حرام موت نہیں مرنا چاہتے تو میری ایک شرط پوری کریں اور زندہ رہیں۔"

افضل نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی لندن فون کرو۔ اپنے دونوں بیٹوں کو پاکستان بلاؤ۔ میں ایسے علاقے دین کے سامنے میں ان تینوں کو رکھوں گا جو انہیں اسلام کی روح سے آگاہ کریں گے۔ جتنی معلومات انہیں یہودیت کے بارے میں ہے، اتنی ہی معلومات اسلام کے بارے میں فراہم کی جائیں گی۔ پھر یہ تینوں تمام علوم اور شعور سے اسلام یا یہودیت کسی ایک پر قائم رہنے کا فیصلہ خود کریں گے۔"

"مگر انہوں نے اس وقت بھی اپنی ماں کی طرح یہودی رہنا چاہا تو؟"

"تو یہ اپنی ماں کے ساتھ پاکستان سے چلے جائیں گے۔ صرف ایک مسلمان کو سزا موت ملے گی جس نے اپنی آئندہ نسل کو یہودی بنایا ہے۔ ایک ماں نے اپنے بچوں کو اپنے رنگ میں کامیابی سے رنگ لیا۔ اب ایک باپ اپنے بچوں کو اپنے رنگ میں نہ رنگ سکا تو سزا کا مستحق ہو گا۔"

ساتھ نے کہا "تم جو چاہتے ہو وہ نہیں ہو گا۔ میں اپنے بھائیوں کو یہاں نہیں آئے دوں گی۔ خود لندن چلی جاؤں گی۔"

علی نے کہا "تم پر کوئی پابندی نہیں ہے اور نہ ہی تم تینوں بھائیوں کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ لندن چلی جاؤ۔ یہ تمہارے ماں باپ پاکستان کے اور دین اسلام کے دشمن ہیں۔ انہیں پاکستان میں ہی سزا ملے گی۔"

"گیوں میری می اور پپا پر ظلم کرو گے۔ اتنے طاقت والے

ہو تو مجھے مسلمان بنا کر دکھاؤ۔"

"کسی کو مسلمان بنانے کے لیے اسلام میں طاقت کا استعمال ممنوع ہے اور مجھے تو طاقت کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں پتلی جیسی کے ذریعے تمہارا برین واش کر سکتا ہوں۔ تمہارے دماغ سے یہودیت مٹا کر دین اسلام کو نقش کر سکتا ہوں لیکن نہیں کروں گا۔ جو پورے شعور کے ساتھ اپنے دل سے مدح کی گمراہیوں میں سفر کر رہا ہے وہی ایک خدا اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو کر اسلام قبول کرتا ہے۔ آج میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، آئندہ کبھی ضرور سمجھ لو گی۔"

وہ چپ ہوا تو خاموشی چھا گئی۔ پھر افضل نے کہا "ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ تمہارے خلاف جتنے ثبوت ہیں، وہ تمہارے پاس محفوظ رہنے دو گے تو میں ابھی لندن فون کروں گا۔ میرے دونوں بیٹے پرسوں تک یہاں آجائیں گے۔"

"یہ تمام ثبوت اپنے پاس رکھو لیکن انہیں ضائع کر کے تو جانے ہو گیا ہو گا؟ میں منصف بن جاؤں گا اور پتلی جیسی کی عدالت میں تم دونوں کو تین بائبل کا کرشمہ پرینٹ کر کے گھروں اور شاہراہوں میں بٹھاؤں گا۔ تمہیں ہر لمحہ بار بار انہوں کا گھبراہٹ میں دہکنا ہو گا۔"

وہ ساتھ کے آس پاس یوں تک رہے تھے جیسے نادیدہ کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اس نے کہا "میں جا رہا ہوں۔ تمہارے دونوں بیٹوں کو جلد سے جلد یہاں پہنچنا چاہیے۔"

ساتھ نے کہا "ابھی نہ جاؤ۔ میں تم سے بھگڑا کروں گی۔"

"میں جا رہا ہوں۔ بھگڑا کرنے کی فرمت ملے گی تو آؤں گا۔"

افضل ڈانٹ کر دم میں آکر لندن میں اپنے یہودی رشتے والوں سے رابطہ کرنے لگا۔ طاہرہ نے بیڈ روم سے باہر آکر اس کے دووازے کو لاٹک لکڑیا تاکہ اندر نہ گئے ہونے اہم رازوں تک کوئی نہ جائے۔ ساتھ سوچ میں ڈوبی ہوئی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔ اسے علی پر غصہ آ رہا تھا لیکن جب وہ چلا گیا تو اس کا چلا جانا اچھا نہیں لگا۔ وہ جیسا بھی تھا مگر بار بار دلچسپ تھا۔ بڑے مزے کے قماشے کرتا تھا اور حیران کر دیتا تھا۔

اسے اس بات پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ وہ بھگڑا کرنا چاہتی تھی مگر اس نے بھگڑا نہیں لیا۔ اسے ٹال کر چلا گیا۔

علی اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے اسی کی سوچ میں کہا "وہ بھگڑا کرنے والا نہیں ہے۔ وہ مجھ سے ٹھیک رہتا ہے مگر می پپا سے دشمنی کرتا ہے پھر وہ مجھ سے دوستی کیوں کرتا ہے؟"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "میں اتنی اچھی ہوں کہ مجھ سے سب ہی دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

علی نے پھر اس کی سوچ میں کہا "وہ بھی اچھا ہے۔ وہ چاہتا تو طاقت سے یا پتلی جیسی کے ذریعے مجھے مسلمان بناتا لیکن اس نے زبردستی نہیں کی۔ می اور پپا بے بس ہو گئے تھے۔ وہ اپنی چیزیں

پکڑ نہیں سکتے تھے۔ وہ چیزیں ٹیلی فنی کے ذریعے گر جاتی تھیں لیکن میرے ہاتھوں سے اس نے نہیں گرائی۔
وہ خود سوچنے لگی "ہاں میں نے ٹیلی فنی کے متعلق پڑھا بھی ہے اور سنا بھی ہے۔ ٹیلی فنی جاننے والے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ وہ داغ میں زلزلہ پیدا کر کے دماغی مریض بنادیتے ہیں۔
پھر وہ بے چین ہو کر سوچنے لگی "وہ مدعا شامت اچھا ہے مگر دشمن بھی ہے اور دوست بھی۔ اب وہ آئے گا تو میں اس سے بات نہیں کروں گی۔"

وہ اچھے ہوئے ذہن سے سوچ رہی تھی اس لیے علی بھی اپنا لگ رہا تھا اور بھی بے گانہ۔ جو اس کے ماں باپ کو سزاے موت دے سکتا تھا وہ لا شعوری طور پر اپنا کیوں لگ رہا تھا؟ اس پہلو سے وہ نہیں سوچ رہی تھی وہ جو ان کی ذہنی تھی لیکن اس کے پاس اپنی نفسیاتی تجربہ کرنے والی ذہانت نہیں تھی۔
وہ اپنے بستر پر تھک رہی تھی کہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ علی کو اس پر بڑا پیار تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا یہ اس کی زندگی میں اگر جانے والی لڑکی نہیں ہوئی اور اب اس کے سوا کوئی دوسری اس کے دل و دماغ پر حکومت نہیں کرے گی۔

علی دراصل پارس کی طرح دل پیچک عاشق نہیں تھا۔ اس نے ایک عرصے تک پارسہ کو اپنے جذبات کو بچل کر زندگی گزار دی۔ جب سونا ثانی کی طرف سے نامور دہا تو آتش نشان کی طرح پھٹ پڑا۔ پہلے اس کی زندگی میں کلپنا آئی پھر روزی اور پھر انجنا۔ اس کے بعد وہ اپنی پارسا فطرت کے مطابق شانت ہو گیا تھا۔ اب وہ ہوس نہیں رہی تھی اس لیے سنانہ کے سلسلے میں وہ بہت سنجیدہ تھا۔ اس کے ساتھ اپنی زندگی کا سفر تمام کرنا چاہتا تھا۔
وہ اس کی بیوری ماں کی آئندہ چال بازیوں کو سمجھ گیا تھا۔ طاہرہ کے چور خیالات نے بتایا تھا کہ وہ برسوں کی کامیابی پر پانی نہیں پھیرنے دے گی۔ اپنے ساتھ موساد انجینی کو بھی پاکستان سے اکھڑنے نہیں دے گی۔ یہاں جو نادیہ دشمن عذاب بنا ہوا ہے اس کا منہ تو جواب دینے کے لیے اسرائیل سے کسی ٹیلی فنی جاننے والے کی خدمات حاصل کرے گی۔

علی نے یہ خیالات بڑھنے کے بعد سنانہ کو ٹیلی فنی کے ذریعے تھپک کر سلاوا پھر اس پر عمل کرنے لگا۔ وہ مختصر سا عمل ہے تھپک کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے کبھی سانس نہ روکے۔ اپنے کسی بھی عامل کو یہی یقین دلاتی رہے کہ وہ اس کی معمول ہے اور رہے گی۔

پھر اس نے حکم دیا کہ وہ چھپنے تک خرمی نیند پوری کرے گی اور اپنے قریب کسی کو محسوس نہیں کرے گی۔ اسے سنانہ کے بعد وہ اس کے پاس آکر ٹیک گیا۔ اس نے اپنے دماغ کو دیانت دیں کہ سنانہ اس کی محبت اور امانت ہے۔ اس کے لیے کوئی سستا جذبہ نہ اچھے اور وہ پانچ گھنٹے سونے کے بعد بیدار ہو جائے۔

پھر وہ بھی سو گیا۔ جب سونا ثانی اس کی زندگی میں تھی تب بھی وہ ثانی کے ساتھ اسی طرح سوتا تھا۔ وہ دونوں اپنے دماغوں کو ایسی ہی ہدایات دیتے تھے اور سستے جذبات کی یلغار سے محفوظ رہتے تھے۔
پانچ گھنٹے کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ سنانہ اس کے پاس گہری نیند سو رہی تھی۔ ایک گھنٹے بعد بیدار ہونے والی تھی۔ وہ یوں بھی پرکشش تھی لیکن نیند کی حالت میں اور غضب کی کشش پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے خوابیہ دماغ میں پتھج کر اس کی سوچ میں اسے آنکھیں کھولنے کو کہا۔

اس نے آنکھیں کھول کر اسے نیند کی حالت میں دیکھا۔ اسے ایک خوب رو باڑی بلڈر جو ان اپنے ساتھ لیٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں ہوئی "تم کوں ہو؟"
"میں وہی نادیہ ہوں جسے تم دوست کہتی ہو۔"

"ہائے پتھج بول رہے ہو؟"
"مجھے چھو کر دیکھو اور یقین کرو لیکن پہلے میں نادیہ بن کر تمہارا شبہ دور کرتا ہوں۔"
علی نے کوئی ٹھنکی لی۔ نظروں سے اوچھل ہو گیا۔ وہ بولی "واقعی تم وہی نادیہ ہو۔ پلیر مجھے پھر نظر آؤ۔"

وہ پھر اس کے پہلو میں نمودار ہو گیا۔ وہ بولی "کیا میں تمہیں چھو لوں؟"
علی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑا "تو میں نے تمہیں چھو لیا ہے۔"

سنانہ اپنا دو سرا ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو چھونے لگی۔ علی نے کہا "تم نے بائیں ہاتھ کی انگلی میں یہ انگوٹھی پہنی ہے۔ لاؤ اسے میں دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنا دوں۔ اس طرح ہماری یہ ملاقات یادگار بن جائے گی۔"

علی نے اس انگوٹھی کو اتار کر اسے دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنا دیا پھر اس کے دماغ کو تھپک کر سلاوا۔ وہ دوبارہ سو گئی۔ اپنے وقت کے مطابق وہ تھپک چھپنے بعد بیدار ہونے والی تھی۔

پچھلی رات جب طاہرہ اور افضل فون کے ذریعے لندن کے رشتے داروں سے گفتگو کر رہے تھے تو علی نے ان رشتے داروں کی آوازیں سنی تھیں۔ اب وہ اپنی نیند پوری کرنے کے بعد ان کے دماغوں میں پتھجے گا اور ان کے چور خیالات بڑھنے لگا۔

وہ لوگ موساد کے ہیڈ کوارٹر سے کہہ چکے تھے کہ پاکستان میں موساد کی سرگرمیوں کو قائم رکھنا ہے تو طاہرہ اور افضل کو ایک دشمن ٹیلی فنی جاننے والے سے چھپایا جائے۔ اس سلسلے میں اسرائیل کے ٹیلی فنی جاننے والوں سے رابطہ کیا تھا۔ انہوں نے یقین دلایا تھا کہ چند گھنٹوں کے بعد وہ طاہرہ، افضل اور ان کے بیٹوں پچوں پر خرمی عمل کر کے ان کے دماغوں کو لاک کر دیں گے جس کے بعد طاہرہ اور افضل تمام اہم رازوں کے ساتھ پاکستان

چھوڑ دیں گے۔ علی ان کے دماغوں میں نہیں جاسکے گا اور اسے ان کے قتل ہونے کا علم نہیں ہو سکے گا۔
علی فوراً ہی طاہرہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پچھلی رات جاگتی رہی تھی اس لیے سو رہی تھی۔ علی نے اسے نہایت اطمینان سے اپنی معمول اور تباہی دہرایا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ آئندہ کسی دوسرے عامل کے عمل کو بظاہر قبول کرے گی اور معمول بن جائے گی لیکن دیرپہ اپنی لاعلمی میں صرف علی کی معمول اور تباہی دہرا رہے گی۔

اس پر عمل کرنے کے بعد اس نے اہم فائلوں سے اہم کاغذات بڑھ کر الگ کئے اور ان کی جگہ دوسرے کاغذات رکھ دیے۔ انہیں سرسری طور پر دیکھنے سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بدل دیے گئے ہیں۔ اس کمرے میں انگریزی فائلوں کے کیٹ تھے اس نے اہم رازوں کے دستاویزی کیٹوں کے اندر سے پکچر ٹیپ نکال کر انگریزی فائلوں کے کیٹ میں رکھے اور انگریزی فائلوں کے پکچر ٹیپ اہم دستاویزی کیٹوں میں رکھ دیے۔ اسی طرح اس نے بڑے فائلوں کی تمام تصویریں نکال لیں پھر ان کے اہم سے تصویریں نکال کر ان فائلوں میں رکھ دیں۔

کوئی بار بار فائلیں کھول کر تحریریں نہیں پڑھا اور بار بار فائلوں کے کھول کر تصویریں نہیں دیکھا۔ طاہرہ اور افضل سے بھی یہی توقع تھی اور اگر وہ اندر کی چیزیں دیکھنا بھی چاہتے تو علی یہی کوشش کرنا کہ وہ نہ دیکھ پائیں۔

سنانہ مقررہ وقت پر بیدار ہو گئی۔ ایک کروٹ سے پڑی ہوئی تھی۔ چاروں شانے دت ہو کر چھت کو کھٹکے گئی پھر اس نے اٹھنے سے پہلے ایک بھر پورا گھڑائی لی۔ ایسے وقت اس کی نظر اپنے بائیں ہاتھ پر پڑی۔ اس ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی نہیں تھی۔ وہ دائیں ہاتھ کی انگلی میں تھی۔ وہ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

وہ ہیرے کی انگوٹھی پیش بائیں ہاتھ کی انگلی میں رہی تھی۔ سونے سے پہلے بھی اسی انگلی میں تھی۔ پھر دائیں ہاتھ کی انگلی میں کیسے آگئی؟

وہ سوچنے لگی تو اسے خواب یاد آئے۔ نگاہ اس نے دیکھا تھا، ایک خوب رو جو ان اس کے ساتھ بستر پر تھا۔ جو ان کا ہاتھ پکڑا تھا اور کہا تھا "اس انگوٹھی کو دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنا دوں اس طرح ہماری یہ ملاقات یادگار بن جائے گی۔"

اس نے اپنے دماغ سے ہونے پینے پر ہاتھ رکھ کر کہا "وہ تو خواب تھا۔ خواب میں انگوٹھی اس ہاتھ سے اٹھ رہی تھی۔ لیکن میں تو پتھج انگوٹھی اس انگلی میں ہے، جس میں اس انجینی نے پستائی تھی۔"

اس نے بستر کو دیکھا۔ جہاں وہ خواب میں نظر آیا تھا وہاں بستر پر ٹھیکس پڑی ہوئی تھی۔ یہ ثبوت تھا کہ اس کے ساتھ کوئی لیٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہی نادیہ ہے، جسے وہ اپنا دوست کہتی ہے۔

"وہ گاڑا کیا وہ خوب رو جو ان ہی نادیہ بن جاتا ہے؟ وہ میرے بستر پر کیوں آیا تھا؟ اور آکر کیا کرنا ہوا تھا؟ مجھے تو کچھ بتا دینا چاہیے۔"

وہ اپنے بدن کو ادھر ادھر سے چھو کر اور سلا کر دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی "یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ وہ میرے پاس یہاں تھا اور میں نے قصہ نہیں دکھایا۔ اس کے ہاتھ پکڑنے پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ کیا اس نے صرف ہاتھ پکڑا تھا؟ اس کے کچھ یاد نہیں ہے۔ ہوں۔ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دوست بہت مذہب ہے۔"

وہ بستر سے اتر کر آئینے کے سامنے آئی۔ اپنے چہرے کو چھو کر دیکھنے لگی۔ اس کی کچھ بھی کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اپنے اندر کوئی تبدیلی آئے تو کس طرح اس کا سراغ لگانا چاہیے۔

وہ الماری سے ایک لباس نکال کر ہاتھ دوم میں چلی گئی۔ وہاں بڑی درجہ رک رہی۔ جب کہ غسل کرنے میں اتنی دیر نہیں لگتی۔ اسے اپنے دوست کی آمد کی ایک ہی نشانی۔ لی اور وہ تھی انگوٹھی جو بائیں ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی میں چلی گئی تھی۔

دن کے ایک بجے اس کے می اور پیا بیدار ہو گئے اس نے ماں سے کہا "مئی! میں سخت الجھن میں ہوں۔ آپ ذرا ادھر آئیں۔"

وہ طاہرہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بیڈ دوم میں لے آئی۔ طاہرہ نے پوچھا "آخربا کیا ہے؟ یہاں کیوں لائی ہو؟"

وہ دو رازے کو اندر سے بند کر کے بولی "میری کوئی سسلی نہیں ہے۔ آپ ہی میری سب کچھ ہیں۔ کوئی ایسا ویسا معاملہ ہو گا تو میں آپ سے ہی پوچھوں گی اور کہاں جاؤں گی؟"

"ہاں تو مجھ سے ہی پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"ایک بار میں نے آپ کی انجینی سے ایک تصویر چرائی تھی۔ اس تصویر میں آپ کسی دوسرے شخص کے ساتھ تھیں اور اس میں بالکل لڑکی نظر آ رہی تھی۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "تمہیں شرم آتی چاہیے۔ میری انجینی سے تصویر کیوں چرائی تھی؟ کہاں ہے وہ تصویر؟"

"یہ انجینی یاد نہیں ہے۔ ذرا سوچ کر دے دوں گی۔ کیا وہ شادی سے پہلے کی تصویر ہے؟"

"ہاں مگر کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"یہ بہت ضروری ہے۔ پلیز بتائیں، جب زندگی میں پہلی بار کوئی آتا ہے تو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیا تھا یا پھر کسی نیند سلا کر چلا گیا؟"

"کیا یاد آتی ہو مئی؟؟ تمہارے اس سوال کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ کسی کے آنے اور کسی نیند سلانے والی بات کیا ہے؟"

وہ جھنجھلا کر بولی "مئی تو میری کچھ بھی نہیں آ رہا ہے۔ وہ آیا

تھا۔ میرے بستر تھا۔ میری انگوٹھی اس انگلی سے نکال کر اس انگلی میں پستانی۔ پلڑے بتائیں کہ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا؟
 ”کیا میں یہاں بچائے آئی تھی؟ مجھے کیا معلوم کیا ہوا ہوگا؟
 جج جج بتایا ہوا ہے؟ یہاں کون آیا تھا؟“
 ”وہی ناویہ۔ میرا دوست۔“

”کیا؟ وہ تمہارے بیٹے مدم میں آیا تھا؟“
 ”صرف بیٹے مدم میں نہیں، بیٹے پر بھی آیا تھا۔ آپ مجھے یہ کیوں نہیں بتائیں کہ جب وہ تصویر والا آپ کے پاس آکر آپ کو انگوٹھی پستا کر واپس چلا گیا تھا تو آپ سوچتی تھیں یا جانتی رہی تھیں۔ اگر جانتی رہی تھیں تو میں کیوں نہیں جانتی رہی۔ میں آپ کی بیٹی ہوں۔ میں کیوں سوچتی؟“

طاہرہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر قہقہہ کر کے غور سے دیکھنے لگی۔ وہ پیش کی طرح معصوم نظر آتی تھی۔ وہ سوچتی ہوئی بیٹے کے سر پر بیٹھنا چاہتی تھی۔ ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔

اس نے جیڑی سے پوچھا ”کیا ہوا؟“

”میں! وہ تمام رات جاگتا رہا ہے۔ یہاں سو رہا ہوگا۔“
 ”ہیں؟“ طاہرہ انہیں پھاڑ پھاڑ کر بستر دیکھنے لگی پھر وہ بیٹی کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی ”میری بیٹی! تو بہت معصوم ہے۔ مریم کی طرح کنواری ہے۔ وہ آنے والا کوئی فرشتہ ہوگا۔ وہ ناویہ دشمن نہیں ہوگا۔“

”وہ دشمن نہیں تھا۔ اس نے اپنی زبان سے کہا تھا کہ وہ میرا ناویہ دوست ہے۔“

افضال نے آواز دی ”طاہرہ! کیا کر رہی ہو؟ ہمیں پاسپورٹ اور ویزا کے لیے جانا ہے۔ دیر ہوگئی تو وہ افسر چلا جائے گا۔“
 ”کال بیل کی آواز سنائی دی۔“ افضال نے دروازہ کھولا۔ پاسپورٹ آفس کا ایک افسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا ”مجھے حکم ملا ہے کہ آپ کا اور سزا کا پاسپورٹ ری کنڈکشن اور شام سے پہلے تمام ضروری کاغذات مکمل کرادوں۔“

افضال کو اپنے داغ میں کسی کی آواز سنائی دی ”تم نے کل لندن فون کیا تھا۔ اسی سلسلے میں یہ کارروائی ہو رہی ہے۔ اپنے اور طاہرہ کے تمام کاغذات اس افسر کو دے دو اور بیٹے مدم میں چلے جاؤ۔ تم دونوں پر توجہ عمل کیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی دشمن تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔“

افضال نے طاہرہ کو یہ باتیں بتائیں۔ اس افسر کو پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دے دیے گئے۔ پھر انہوں نے ساتھ سے کہا کہ وہ سونے جا رہے ہیں اس لیے شام تک دروازے پر دستک نہ دے۔

اسے تاکید کر کے انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔ وہ اکیلی نہ مٹی۔ ڈراٹنگ روم میں ٹی وی آن کر کے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں ٹی وی دیکھ رہی تھیں لیکن داغ میں ناویہ دوست سٹایا ہوا

تھا۔ وہ بے اختیار اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ شعوری طور پر نہیں جانتی تھی کہ کیا سوچ رہی ہے؟ غیر شعوری طور پر ایسی طرف ہستی جاری تھی۔

طاہرہ اور افضال چار گھنٹے کے بعد بیٹے مدم سے باہر آئے۔ وہ غسل کر کے فرش ہو کر بستر میں لباس پہنے ہوئے تھے۔ افضال دو بڑی انچیاں لے جا کر کار میں رکھ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ پوچھا ”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“

”تمہارے اکل جان شیفرڈ کی کٹھی میں وہ سامان رکھنے جا رہے ہیں، جسے تمہارے ناویہ دوست نے چرانے کے بعد واپس کیا تھا۔ ہم ایک گھنٹے بعد واپس آجائیں گے۔“

وہ بیٹی کو اس کٹھی میں تھا چھوڑ کر کار میں بیٹھ گئے۔ پھر وہ انپورٹ کی طرف جانے لگے۔ ان کے داغوں پر توجہ عمل ہو چکا تھا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ کوئی ٹیلی بیٹھی جانے والا ان کے داغوں میں نہیں آسکے گا اور نہ ہی یہ معلوم کر سکے گا کہ وہ دونوں بے شمار اہم رازوں کے ساتھ پاکستان سے فرار ہو رہے ہیں۔

ساتھ کے سلسلے میں کہا گیا تھا کہ اسے اسلام آباد کی ایسی کٹھی میں رہنے دیا جائے۔ وہ کوئی مجرم نہیں ہے۔ موساد والے ساتھ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

انپورٹ پر اس افسر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دونوں کو جواز کے ٹکٹ، پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دیے۔ ابھی پورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کا وقت نہیں ہوا تھا۔ وہ انتظار کرنے لگے۔ طاہرہ ٹاکٹ کی طرف جانے لگی۔ اس وقت دو اسرائیلی ٹیلی بیٹھی جانے والے موجود تھے وہ دونوں اہلپا کے ماتحت تھے۔ رات ہوئے اس وقت افضال کے اندر تھا اور اپنی ڈیسوزا طاہرہ کے اندر تھی۔ وہ ٹاکٹ کے دروازے پر آکر اپنی سے بولی ”پلیز میرے داغ سے جاؤ۔ میں ٹاکٹ سے باہر آؤں گی۔ تب چلی آؤ۔“

اپنے ان دونوں کو حکم دیا تھا کہ جب تک موساد کے وہ دونوں اہم ایجنٹ طاہرہ اور افضال پاکستان کی سرحد پار نہ کر لیں تب تک ان کے داغوں میں رہا جائے۔ ان کے داغوں کو لاک کرنے کے بعد وہ دشمن کوئی چال چل سکتے ہیں۔

رات ہوئے اور اپنی ڈیسوزا بہت محتاط تھے لیکن ٹاکٹ ایسی جگہ ہے، جہاں اپنی کو طاہرہ کا ساتھ چھوڑنا پڑا لیکن علی نے نہیں چھوڑا۔ اس نے جیسے ہی ٹاکٹ کے دروازے کو اندر سے بند کیا، علی نے اس کے داغ پر قبضہ جما کر اسے غائب داغ کر دیا۔ اس کے پس سے پاسپورٹ نکال کر اس کے پہلے تین صفحات مجاز کرانگ کئے۔ الگ ہونے والے ایک صفحے پر طاہرہ کی تصویر بھی تھی۔ تصویر سمیت وہ صفحات مجاز کرانے کو ڈیڑھ ڈال کر فرش کر دیا۔ پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ کاغذ اور تصویر کے ٹکڑے گزریں بہ گئے۔

علی طاہرہ کو پھر ایسی پوزیشن میں لایا جیسے وہ دروازہ بند کر رہی

ہو پھر اس نے داغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ طاہرہ کو عجیب سا لگا۔ اس نے سر قہقہہ کر سوجھنے کیا ہوا تھا؟ شاید سر پکڑا گیا تھا۔ وہ لاکھ سوچتی اس وقت اس کی سمجھ میں نہ آتا۔ علی اس کے داغ سے چلا آیا۔

تھوڑی دیر بعد طاہرہ ٹاکٹ سے واپس آگئی۔ جب پورڈنگ کارڈ حاصل کرنے کا وقت آیا تو وہ افضال کے ساتھ پاسپورٹ اور ویزا چیک کرانے کے کاؤنٹر پر آئی۔ اپنا پاسپورٹ، ویزا اور ٹکٹ کاؤنٹر میں کو دیا۔ اس نے پاسپورٹ کھولا تو نہ طاہرہ کا نام تھا اور نہ تصویر تھی۔ ابتدائی صفحات نہیں تھے۔ کاؤنٹر میں نے پوچھا ”یہ کیا ہے؟“

طاہرہ اور افضال کے علاوہ ان کے داغ میں رہنے والے رائٹ ہوائے اور اپنی ڈیسوزا بھی حیران نہ گئے۔ وہ پریشان ہو کر بولی ”مجھے یہ پاسپورٹ کھل تھا۔ اس کے تین اوراق کہاں چلے گئے؟“

اپنی نے کہا ”تمہارے ساتھ ٹاکٹ کے اندر کوئی گز ہوئی ہے۔“

وہ کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ گئے۔ افضال نے پوچھا ”مسٹر رائٹ ہوائے! ہمارے داغوں کو لاک کیا گیا ہے۔ دشمن طاہرہ کے داغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر یہ کیا ہو گیا ہے؟ کیا اس اپنی کے توجہ عمل میں خالی نہ کی ہے؟“

طاہرہ خوف زدہ ہو کر بولی ”ایسا ضرور پکڑ ہوا ہے۔ وہ میرے داغ میں گھسا ہوا ہے۔ مجھے یہاں سے فرار ہونے نہیں دے گا۔“
 افضال نے کہا ”میرا پاسپورٹ کھل ہے۔ کیا مجھے جانا چاہیے؟“

اپنی نے کہا ”تم دونوں اہم ایجنٹ ہو۔ ہم طاہرہ کا نیا پاسپورٹ بنا کر کل کسی فلائٹ سے اسے بھیج دیں گے۔ مسٹر افضال، تم چلے جاؤ۔“

طاہرہ نے کہا ”ہرگز نہیں۔ کیا تم مجھے چھوڑ کر جاؤ گے افضال؟“
 ”رائٹ مندی یہی ہے۔ تم کل تک چلی آؤ گی۔“

”جو کس امت کرو۔ وہ میرے اندر گھسا ہوا ہے۔ اپنی اور رائٹ ہوائے اسے باہر نہیں نکال سکیں گے۔ وہ دشمن مجھے غداپ میں جلا کر تارے گا اور تم مجھے چھوڑ کر پیش کرتے رہو گے۔“
 اسی وقت ساتھ تھری سے چلتی ہوئی آئی۔ سامنے پہنچ کر بولی ”مجھے سے جھوٹ بول کر آپ دونوں کہاں جا رہے ہیں؟“

طاہرہ نے پوچھا ”تم یہاں کیسے آگئیں؟“
 ”مجھے میرے ناویہ دوست نے بتایا ہے کہ ماں باپ کا خون سفید ہو گیا ہے۔ آج اس نے اپنا نام بتایا ہے۔ اس کا نام علی تیمور ہے۔“

اپنی ڈیسوزا اور رائٹ ہوائے چوک گئے۔ اپنی نے کہا ”ہمیں

کیا معلوم تھا کہ تم دونوں فریاد علی تیمور کے بیٹے کے گھٹنے میں ہو۔ ہمیں میڈم (الیا) کو نئی صورت حال سے آگاہ کرنا ہوگا۔ ہم جا رہے ہیں۔ اگر میڈم مناسب سمجھیں گی تو ہمیں دوبارہ آنے دیں گی۔“
 ”کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ واپس نہ آؤ؟“

”ہو سکتا ہے۔ فریاد اور اس کے بیٹوں کے مقابلے پر جو بھی آتا ہے، وہ ان کے گھٹنے میں پھنس جاتا ہے۔ ہم میڈم کے حکم کے مطابق عمل کریں گے۔“

وہ چلے گئے۔ طاہرہ اور افضال نے باہر دو دو گھر گئے۔ ساتھ ساتھ افضال سے پوچھا ”ابھی آپ کس سے باتیں کر رہے تھے؟“
 ”تمہارے بیوی ٹیلی بیٹھی جانے والے تھے لیکن وہ علی کا نام سن کر بھاگ گئے ہیں۔“

”کیوں بھاگ گئے؟ آپ ان پر بھروسہ کر کے بنی کو کس کے سارے چھوڑ کر جا رہے تھے؟“

”بیٹی! تم موساد والوں کی ہجرانی میں رہیں۔ وہ تمہاری حفاظت کرتے رہیں۔“

وہ بولی ”پھر وہ موساد والے بھی علی کا نام سن کر بھاگ جاتے۔“

مجھے ایسے ہی چھوڑ دیتے جیسے وہ آپ دونوں کو چھوڑ کر گئے ہیں۔“
 ”ہمیں طعنہ نہ دو۔ ہم پہلے ہی پریشان ہیں۔ تمہارے دوست علی نے کہا تھا کہ ہم اسے دھوکا دیں گے اور پاکستان سے بھاگنا چاہیں گے تو وہ ہمیں دماغی آزاریں پہنچا کر ہمیں ہلاک بنا دے گا۔ ہمیں گلیوں میں شہر میں اور ہماری سوسائٹی میں بے عزت کرنا رہے گا اور ہمیں تباہ کرنا کرنا رہے گا۔“

ساتھ نے کہا ”کوئی فکر کرے تو قہانے میں جا کر فریاد کرنا چاہیے۔ آپ دونوں پولیس اسٹیشن جائیں۔“

”کیسی باتیں کی ہو گی۔ علی ہماری اہمیت بتائے گا تو ہمیں قانون کی گرفت میں لے لیا جائے گا۔ بڑی سخت سزائیں ملیں گی۔“
 وہ باتیں کر رہے تھے۔ ان کا سامان دور اور ایک ڈرائی پر رکھا ہوا تھا۔ دو افراد ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان کی انچیاں دوسری ڈرائی میں رکھ کر لے جا رہے تھے۔ علی بھی وہاں موجود تھا لیکن اس کی پشت سامان کی طرف تھی۔ وہ لے جانے والوں کو نہ دیکھ سکا۔

اپنے اپنے دونوں ماتحتوں کو سمجھایا تھا کہ طاہرہ اور افضل کو علی کی گرفت سے نہیں نکال سکو گے۔ اس لیے تمام اہم راز غائب کرنے کی کوشش کرو اور وہ آواز کار کے ڈیرے پر پہنچ کر رہے تھے۔ دونوں انچیاں میں قلمیں، ڈیو کیٹس اور تصاویر سے بھرے لفافے تھے۔ وہ ان انچیاں کو دہاں سے لے گئے۔

ساتھ نے کہا ”آپ لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تاہم میں نہیں چھوڑ سکتی کیوں کہ ابھی بیٹی ہوں۔“

علی نے کان میں سرگوشی کی ”جوان ہو چکی ہو۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ میں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ جب

بہت ہی حسین اور اسٹارٹ نظر آ رہی ہے۔
وہ مسکرائے گی۔ ماں نے اس کی پیشانی پر چوم کر کہا ”جی! اورو
تسہارا دیوانہ ہے۔ تم اس سے جو بات منوانا چاہو گی، وہ مان لے
گا۔ اسے جس سانچے میں ڈھالنا چاہو گی، وہ ڈھل جائے گا۔“
”جی! میں بہت جلدی میں ہوں۔ اس موضوع پر پھر کسی وقت
باتیں کروں گی۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہے، ہم شاپنگ کے لیے
جاریہ ہیں۔“
وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ طاہرہ
نے افضال سے کہا ”وہ اسی کے ساتھ شاپنگ کے لیے جا رہی ہے۔
اسے ٹرینگ کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر میری بیٹی ہے۔“
کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ ان دونوں نے
ڈرائنگ روم سے باہر آئے میں آکر دیکھا۔ ساتھ کار ڈرائیو
کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر کوئی مرد بیٹھا ہوا تھا۔ اس
کی پشت نظر آئی، چہرہ نظر نہیں آیا۔ کار اٹھنے سے باہر جا کر
نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

علی نے وہ تمام سامان بدل دیا تھا۔
 اپنی ڈیسوائے کہا ”یہ خوش فہمی ختم ہو گئی کہ تمہارا
 موساد انجمنی کے راز محفوظ ہیں۔ وہ سب علی کی فلولادی تجور کی
 ہیں۔“

آمنہ فراہد مراقبے میں تھی۔ یکبارگی اس کے دماغ میں دھماکا سا ہوا۔ علی اسے پکار رہا تھا۔ ”مئی! کم آن۔ مئی۔ ای۔ ای۔ ای۔“

ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آپریشن شروع ہو گیا۔ اسپتال کے اندارج نے فون کر کے پولیس کو بلا دیا۔ پولیس افسر نے آتے ہی دھمکی دی کہ یہ پولیس گیس ہے۔ پولیس کی اجازت کے بغیر ڈاکروں کو یہ کس ہاتھ میں نہیں لے جانا ہے۔

افسرانہ سے نظرس چرا کر دوسری طرف چلا گیا۔ اپنے ماتحت سے بولا "میں اس لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ اسے پکڑ کر تھانے لے چلو۔"

تین سپاہی ایک طرف گئے۔ اس ماتحت نے ایک نرس کو پکڑ کر کہا "تھانے چلو۔"

نرس اپنا ہاتھ چمڑے اور شور مچانے لگی۔ ڈاکٹر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟ سسٹر کا ہاتھ چمڑو؟"

"ہرگز نہیں۔" انسپکٹر صاحب کا حکم ہے، ہم اسے لے جائیں گے۔"

انسپکٹر نے آکر کہا "میں نے سسٹر کو پکڑنے کے لیے نہیں، اُس لڑکی کو پکڑنے کے لیے کہا ہے، جو زخمی کو یہاں لائی ہے۔"

سپاہی نے نرس کو چمڑو دیا اور کہا "جب عالی! ہم اسے پکڑ نہیں سکتے۔ آپ پکڑ لیں تو لے چلیں۔"

"کیا یہ لڑکی کوئی دہشت گرد ہے؟ جسے میں پکڑ نہیں سکوں گا؟"

بھڑاس لے کر نرس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تھانے چلو۔"

وہ ہاتھ چمڑا کر رہی تھی، مجھے نہیں! اسے پکڑو۔ کیا داغ خراب ہو گیا ہے۔"

وہ سانہ کی طرف بڑھا۔ پھر اس کے پاس کھڑے ہوئے سپاہی کا ہاتھ پکڑ کر کہا "اسے لڑکی! چل تھانے۔"

وہ سپاہی کو پکڑ کر کھینچتا ہوا وہاں سے لے جانے لگا۔ سب لوگ ہنسنے لگے۔ سانہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے ہوئے بولی "میرا علی بڑے مزے کی حرکتیں کرتا ہے۔ اسے آپریشن کے وقت آرام سے رہنا چاہیے۔ دوسروں کے دماغوں میں جا کر تھانے نہیں کرنا چاہیے۔"

ایک ڈاکٹر نے آپریشن میجر سے باہر آکر سانہ کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا "مبارک ہو۔ مریض خطرے سے باہر ہے۔"

"ڈاکٹر! اسے میخ کرو، وہ آپریشن کے وقت باہر نہ آئے۔ وہ ابھی پولیس والوں کو الٹنا رہا تھا۔"

"تم کس کی بات کر رہی ہو؟ وہ تو آپریشن میجر میں بے ہوش پڑا ہے۔ کیا تم نے اس کے لیے کوئی کرا لیا ہے؟"

ایک شخص نے آکر کہا "میں ڈاکٹر! ایک انجیل کرا بک ہو چکا ہے۔ ہم نے تمام ادائیگی کر دی ہے۔"

ڈاکٹر چلا گیا۔ سانہ نے اس شخص سے پوچھا "سسٹر! تم کون ہو؟ اور تم نے میرے علی کے لیے کیا کیا ہے؟"

وہ بابا صاحب کے ادارے کا ایک جاسوس تھا، اس نے کہا۔

"میں آپ کا اور علی صاحب کا خادم ہوں۔ ہم نے سیکورٹی کا انتظام کیا ہے۔ علی صاحب کے کمرے میں آپ کے سوا کوئی نہیں جائے گا۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ کھانے پینے کی چیزیں اور پھول وغیرہ ان کے کمرے میں نہیں لے جائیں گے۔"

"میں علی کی پسند کی کوئی چیز لے جاؤں گی تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟"

"زخمی ٹیلی ہسپتال کے ذریعے آپ کے داغ پر قبضہ جاسکتا ہے۔ آپ کی کسی چیز میں کوئی کیپول بم دھماکا چھپا سکتا ہے۔ کھانے میں زہر ملا سکتا ہے۔"

"ہاں، تم بہت سمجھ دار ہو۔ تم اب تک کہاں تھے؟"

"ہم کئی باڈی گارڈ ہیں۔ علی صاحب سے دور دور رہتے ہیں۔ ضرورت کے وقت قریب چلے آتے ہیں۔"

"تم نے ان کو کوئی مارنے والے دشمنوں کو گولی کیوں نہیں ماری؟"

"ہم ایسے وقت نہیں چوسکتے، ہم نے دو قاتلوں کو شاہک سینئر کے باہر ہلاک کر دیا تھا۔ تیسرے زخمی دشمن کے خیالات بڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ یہودی تھا اور موساد انجیلی سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ کے ماں باپ نے انہیں بتایا تھا کہ علی صاحب نفوس ہم کے ساتھ ہیں اور آپ کے ساتھ شاہک کے لیے گئے ہیں۔"

"ہاں، میں نے بھی اور ہیا کو بتایا تھا کہ اپنے علی کے ساتھ شاہک کے لیے جاری ہوں۔ اوگاڈا بھی اور پیمانے دشمنی کی انتہا کر دی۔ ہمارے پیچھے قاتلوں کو بھیج دیا۔ آئی بیٹ دم، مجھے ان پر غصہ آ رہا ہے۔"

"ہم ان قاتلوں کی طرح آپ کے بھی اور ہیا کو بھی زندہ نہ چھوڑنے لیکن ہم نے ان کا آخری فیصلہ علی صاحب پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ صحت یاب ہو کر انہیں سزا میں دیں گے۔"

علی تیمور پر قاتلانہ حملہ کرنے کی جرات کرتا مگر موت کو دعوت دینا تھا اور موت صرف قاتلانہ حملہ کرنے والوں کی نہیں بلکہ ان کی پشت پناہی کرنے والوں کی بھی لازمی ہو گئی تھی۔

آمنہ نے مجھے مخاطب کیا "فراہم علی کے پاس آؤ اور دیکھو کہ دشمنوں کے اعتقاد حوصلے کتنے بڑھ گئے ہیں۔"

میں علی کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ بے ہوش تھا۔ میری غیور جوگی میں آمنہ نے سیکورٹی کے انتظامات بڑی سختی سے کیے تھے۔ میں نے سانہ کے خیالات پڑھ کر علی اور اس کے مختصر حالات معلوم کیے۔ میری معلومات کے لیے اتنا کافی تھا کہ اسرائیل سے دو ٹیلی ہسپتال جانے والے آئے تھے۔ ان کے ہی تعاون سے علی پر حملہ کیا گیا تھا۔

میں اپنے جوان بیٹوں کی غیر معمولی صلاحیتوں سے اور ان کے کارناموں سے مطمئن ہو کر آرام سے زندگی گزار رہا تھا۔ خیال تھا کہ دشمنوں سے بے غنا زہرہ کر خوش نصیب لوگوں کی طرح وقت پر کھانا پیتا اور وقت پر سونا رموں گا۔ جوانی میں بھی صحیح وقت پر کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوا تھا۔

شاید پھر وہی وقت لوٹ آیا تھا۔ میں سو رہا تھا، دشمنوں نے جگا دیا۔ اچھا نہیں کیا۔

○●○

موساد والے خوش تھے۔ علی کو کوئی ماری گئی تھی اور اس کے

بچے کی امید کم تھی۔ الپا اور برین آدم پریشان ہو گئے تھے۔ وہ موساد والوں سے جھگڑا کر رہے تھے کہ علی پر قاتلانہ حملہ کیوں کیا۔ یہ حملہ فراہم اور اس کی پوری ٹیلی کو مجبور ہو گا۔ پھر وہ اسرائیل کا رخ کریں گے۔

"موساد، یہودیوں کی ایک ایسی تنظیم ہے، جو یوٹی ممالک میں اسرائیل کے مفادات کے لیے کام کرتی ہے لیکن اسرائیل حکام کے تابع نہیں ہے۔ چلو آخر عمل اختیار کرتی ہے، اس میں اسرائیل حکام کی مداخلت پسند نہیں کرتی۔"

اس کے برعکس برین آدم کی غنیمت تنظیم اسرائیلی حکومت کا تعاون حاصل کرتی تھی اور حکومت سے خود تعاون کرتی تھی۔ آدم براورز کی یہ تنظیم موساد کے مقابلے میں اس لحاظ سے مضبوط تھی کہ اس تنظیم میں ٹیلی ہسپتال جانے والے تھے۔ ان کی سربراہ الپا تھی۔ موساد والوں کو کسی بھی ایام اور چھپوہ مسئلے میں تعاون کی ضرورت ہوتی تو وہ برین آدم سے ایک آدھ ٹیلی ہسپتال جانے والوں کی خدمات حاصل کر لیتے تھے۔ اسلام آباد میں علی کے سلسلے میں بھی انہوں نے اسرائیلی ٹیلی ہسپتال جانے والے رات ہوائے اور ایٹمی دھماکے کی خدمات حاصل کی تھیں۔

اہم اور ناقابل حل مسئلہ یہ تھا کہ پاکستان میں موساد کی سرگرمیوں کے تمام ثبوت علی کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ ان ثبوتوں کو اس سے چھین لینا دشمن کے منہ سے زوال پھینچنے کے مترادف تھا۔ صرف ٹیلی ہسپتال جانے والے ہی کسی حکمت عملی سے وہ تمام ثبوت حاصل کر سکتے تھے۔

الپا نے دو ٹیلی ہسپتال جانے والوں کو اس مقصد کے لیے بھیجا لیکن وہ ناکام رہے۔ موساد والے یہودی ٹیلی ہسپتال جانے والوں کے پیچھے چمکے کہ وہ ثبوت اگر حاصل نہیں ہو سکتے تو علی کو ختم کر دو۔ اس طرح کسی اور کو نہیں معلوم ہو گا کہ اس نے وہ ثبوت کہاں چھپائے تھے اور اس طرح پاکستان میں موساد والوں کی موجودگی کا علم کسی کو نہیں ہو گا اور ان کی سرگرمیوں کا راز انہیں کھلے گا۔

الپا اور برین آدم اس بات پر موساد والوں سے ناراض ہو گئے کہ انہوں نے ان کے ٹیلی ہسپتال جانے والوں کو علی پر قاتلانہ حملے کے لیے استعمال کیا تھا۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق علی بچ گیا تھا۔ اس کے جسم سے کوئی نکال دی گئی تھی اور اب وہ خطرے سے باہر تھا۔

موساد کے سربراہ نے کہا "اب بھی ہمارا پلڑا ہماری ہدایت ہے۔ علی بچ گیا لیکن میں بچنے لگا۔ اس کا داغ نکروہ۔ میڈم الپا! تم اس کے کمزور داغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے ہلاک کر سکتی ہو۔"

الپا نے کہا "موساد والے محفوظ رہیں اور سارا الزام ہم پر آئے کہ علی کو ٹیلی ہسپتال کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے۔ تمہاری

اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علی کی ماں روحانی ٹیلی ہسپتال کے ذریعے اس کے کمزور داغ کو ہلاک کر سکتی ہوگی۔ اب ہم سے یہ توقع نہ رکھو کہ ہمارا کوئی بھی ٹیلی ہسپتال جانے والا موساد کے کام آئے گا۔"

"میں نے ایسا نہ کہو، علی زندہ ہوا اور تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو ہمارے قدم یہاں سے اکھڑ جائیں گے۔"

میں سمجھو اکھڑے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو، علی وہاں اپنا خیال میں تنہا اور بے یار و مددگار بڑا ہو گا؟ نہیں، فراہم ٹیلی ہسپتال جانے والی پوری فوج علی کے داغ کے اندر اور باہر موجود ہوگی۔"

"میں اندازہ ہے کہ علی کے لیے کیسے سخت اختیارات کیے گئے ہوں گے لیکن بڑے بڑے فولادی قلعوں میں بھی سرنگ بنائی جاتی ہے۔"

"تمہیں سرنگ بنانے کا کوئی راستہ دکھائی دے تو ضرور بتانا۔"

فی الحال اس قیامت کا انتظار کرو جو ہمارے ملک میں آنے والی ہے۔"

الپا اور برین آدم ان دونوں اس لحاظ سے سکون کا سانس لے رہے تھے کہ انہیں ہزاروں ہندوؤں سے نجات مل گئی تھی۔ انہوں نے منگلی ماسٹر کو قیدی بنا کر اس شرط پر زندہ رکھا تھا کہ آئندہ کوئی منگلی مین اسرائیل کی زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ وہاں ہزاروں کی تعداد میں جو منگلی فوج تھی، وہ جا چکی تھی۔

میں نے خیال خوانی کے ذریعے بیرو سے پوچھا "یہ یہودی حکمران اور ٹیلی ہسپتال جانے والے آرام اور سکون سے کیوں ہیں؟"

بیرو نے کہا "میں نے اور جیل نے جب سے علی کے بارے میں سنا ہے، تب سے ہمارے اندر لاوا پک رہا ہے۔ ہم یہاں زلزلے پیدا کر سکتے ہیں لیکن بابا صاحب کے ادارے سے علم کے منتظر ہیں۔"

"میں ہدایت دے رہا ہوں۔ تم اور جیلے تاویذہ کہ تمام تاراج کیل اور خفیہ قیدی خانوں میں جا کر دیکھو کہ منگلی ماسٹر کہاں چھپا کر قید میں رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں باربرا ٹیلی ہسپتال کے ذریعے تمہاری راہنمائی کرے گی۔"

"ہمارا ہندوستانی گئی ہوئی ہے۔ وہ پارس کے ساتھ رہتا جانتی ہے۔"

"وہ دونوں تمہارے پاس آئیں گے۔"

میں نے باربرا کو مخاطب کیا "وہ بولی 'میں پاپا!'"

"تم اسرائیل سے کیوں چلی آئیں؟"

"وہاں میری کوئی خاص مصروفیت نہیں رہی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے سے منگلی ماسٹر کے سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں مل رہی تھی کیا میں واپس جاؤں؟"

"ہاں۔ کیا تم علی کے معاملے میں جوابی کارروائی نہیں کر سکتی؟"

”ضرور کہیں گی یا ابیں دشمنوں کا سکون برباد کر دوں گی۔“
”میں کیا چاہتا ہوں۔ میں نے ہیرو کو کام بنانا ہے۔ تم ابھی اسرائیل جاذبہ پارس ایک دو دہائیوں میں تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔“

میں نے پارس سے کہا کہ وہ جلد سے جلد بھارت کے معاملات متاثر کر اسرائیل چلا جائے۔ پارس نے وعدہ کیا۔ بارہا خوش ہو کر پلٹی گئی۔

ہندوستان کے گاؤں گاؤں، شہر شہر بندر مسلط ہو رہے تھے۔ اصل حکمرانی طاقت اور اختیار سے نہیں کی جاتی بلکہ محبت اور عقیدت کے سارے کی جاتی ہے۔ ہندو اپنے دھرم کے معاملے میں اور دیوی دیوتاؤں کے معاملے میں بڑے عقیدت مند ہوتے ہیں۔ منگی برادر ان کی عقیدت مندی سے قانع تھا کہ ان کے دلوں پر حکومت کرنا تھا اور جو عوام کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں، ان کی حکمرانی پورے ملک میں ہوتی ہے۔

دیوی اپنے دیس سے ان کے قدم اکھاڑنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ پارس کو برادر کبیر سمجھ کر اس کا تعاون حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن برادر کبیر اس کے ساتھ وقت گزارنا اور اسے اپنا لائف پارٹنر بنانا چاہتا تھا۔

یہ شرط ناقابل عمل تھی۔ دیوی نے کبھی کسی مرد کو چھوئے کی اجازت نہیں دی تھی۔ چھوٹا تو دور کی بات ہے، وہ دیوی کی حیثیت سے کسی کے سامنے نہیں آتی تھی۔ اس لیے برادر کبیر کی شرط پوری کرنے اس کے پاس نہیں جاسکتی تھی۔

اس شرط کی وجہ سے دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ دیوی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ تمام وجود کر کے تمام بندوں کو اپنے دیس سے بھگا دے گی۔

برادر کبیر کی اہمیت اس لیے بھی تھی کہ وہ غیر معمولی ذہانت سے کام لیا کرتا تھا۔ دیوی نے بھی ذہانت سے سوجا تو اسے بندوں کی کمزوری یاد آتی۔ وہ ہندو رن پرست تھے۔ ان کا سربراہ منگی برادر بھی حسن پرست تھا۔ دیوی نے چال چلی۔ ایک نہایت حسین و جمیل عورت کو اس کی پوجا کرنے کے لیے بھیجا۔ منگی برادر اسے دیکھتے ہی دیوانہ ہو گیا۔ اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر کے اس حینہ کے بیٹہ دم میں پہنچ گیا۔

وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس بیٹہ دم میں وڈو کبیر سے کئی جگہ خفیہ طور پر رخصت کیے گئے ہیں اور وہ منگی برادر جو ہنومان بن کر بھولی جتنا سے اپنی پوجا کر رہا ہے، اس کی عیاشی اور گناہوں کا ثبوت ریکارڈ ہو رہا ہے۔

ریڈیو ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے اعلان کیا گیا کہ ٹی وی کے ذریعے پورے دیس کے لوگوں کے سامنے ایک فحش ثبوت پیش کیا جائے گا۔ جس سے ثابت ہو جائے گا کہ ہنومان اور اس کے مددگار فرائڈ ہے۔ وہ عیاش ہیں اور اس دیس کی عورتوں کی

عزتیں لوٹ رہے ہیں۔
پارس، منگی برادر کے دماغ میں رہتا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ایک حسین عورت کے پاس گیا تھا اور اس کے حسن و شباب کا دیوانہ ہو کر ایسی حرکتیں کر چکا ہے، جو ایک ہنومان بھی نہیں کرنا۔

یہ معلوم ہوتے ہی پارس اس کا توڑ کرنے لگا۔ دیوی نے اور بھارتی حکام نے منگی برادر کے خلاف وہ وہ ڈیڑھ لکھانے کے لیے ہر طرح کے چارہاں پر پڑے پڑے بیڑے کی دی نصب کیے تھے۔ رسالتوں میں موبائل دین، بیجی جی تاکہ غریب گاؤں والے بھی منگی برادر کے گناہوں کو دیکھیں جو ہنومان بن کر پوری جتنا کہو بے وقوف بنایا ہے۔

وقت مقررہ ریڈیو اسٹیشن کے ذریعے شہر شہر گاؤں گاؤں اور مگر مکہ پر پروگرام پیش کیا گیا۔ جہاں سے پیش کیا جا رہا تھا، وہاں کے پروڈیوسر دم میں پارس ایک اور وڈو کیسٹ کے ساتھ موجود تھا۔

جب وہ پروگرام شروع ہوا تو اس دیس کے کوڑوں لوگ ٹی وی اسکرین پر وہ منظر دیکھنے لگے۔

منظر یہ تھا کہ ایک حسین عورت اپنے بیٹہ دم میں لباس بدل رہی تھی۔ ایسے وقت منگی برادر وہاں آیا۔ وہ سہم کر بولی ”آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟“
وہ بولا ”تم نے بلایا تھا۔“

عورت نے کہا ”میں نے بیٹہ دم میں نہیں بلایا تھا۔“
”میں حمیس درشن دے رہا ہوں، تم اپنی سندھرا نا اور جوانی مجھے دو۔“

اس حینہ نے پوچھا کیا تم ہر رات کسی عورت کے ساتھ رہتے ہو؟“

”ہاں جو مجھے خوش کرتی ہے، میں اسے مال مال کر دیتا ہوں۔“
”تم جتنا کہ اور حسین عورتوں کو دینے کے لیے اتنی دولت کمائے سے لاتے ہو؟“

”حمیرے تمام منگی مین، ناہیدہ وہ کر بھی سرکاری خزانے سے لے آتے ہیں، کبھی بڑے بڑے سرمایہ دانوں کی تجویزیاں خالی کرتے ہیں۔“

اس عورت نے کہا کہ وہ لالچی نہیں ہے۔ دولت کے عوض عزت نہیں دے گی۔ اس کے انکار پر منگی برادر نے آکر اسے پکڑ لیا اور جبراً اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ ایسا منظر دیکھنے کی دی اسکرین پر دیکھ کر لوگوں مشتعل ہو رہے تھے اور بندوں کے خلاف بولنے لگے تھے۔ ایسے وقت پارس پروڈیوسر دم میں تھا۔ اس نے پروڈیوسر کیسٹ بدل دیا۔ اس پروڈیوسر کو پینٹل کرنے والے کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ اس نے بڑی پمپنی سے دیوی کا تیار کردہ کیسٹ نکال کر پارس کا لایا

ہوا کیسٹ رکھ دیا۔
اب پورے دیس کے ٹی وی اسکرین پر وڈو کبیر اور شوٹنگ کرنے والے نظر آ رہے تھے۔ ایک ڈائریکٹر کمرہ بنا تھا ٹھٹھ کو یہ سین کر کہ ”یہ غلط ہو گیا ہے۔ تم ہنومان کا بدلہ منج نہیں کر رہے ہو۔ حمیس عزت لوٹنے سے پہلے اس عورت کے کپڑے پھاڑنے چاہئیں۔ جب اس دیس کی ناری کا لباس پھاڑو گے تو جتنا غصے میں آئے گی اور اس دیس سے ہنومان کب بھگا دے گی۔“

اسکرین پر جو ہنومان نظر آ رہا تھا، اس نے اپنے چہرے سے ہنومان کا ماسک اتارتے ہوئے کہا ”ہمارے دیس میں جو بزرگ ملی آئے ہیں، وہ بڑے کیانی ہیں۔ وہ ہماری اس چال کو ناکام بنادیں گے۔ مجھے معاف کرو۔ میں ٹیلی ہنومان نہیں بنوں گا۔“

دیوی خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے درمیان بھی۔ پروگرام میں ایسی غیر متوقع تبدیلی دیکھ کر چیخ پڑی۔ کئے گئی ”یہ فراڈ ہے۔ کیسٹ تبدیل کیا گیا ہے۔“
وہ فوراً خیال خوانی کے ذریعے پروڈیوسر کیسٹ میں پہنچی۔ اس وقت تک پارس وہ کیسٹ لے کر ناہیدہ ہو گیا تھا جسے دیوی نے تیار کیا تھا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پوچھا ”میرا کیسٹ کہاں ہے؟“

آہ بڑھنے لگا ”یہ ابھی اسکرین پر دکھایا جا رہا ہے۔“
”یہ میرا نہیں ہے، دوسرا ہے۔ کس نے تبدیل کیا ہے؟“
”میں یہ پروگرام دکھایا ہوں۔ میں نے کیسٹ تبدیل نہیں کیا ہے۔ یہ وہی کیسٹ ہے۔“

دیوی سمجھ گئی، ”آہ بڑھ کر غائب دماغ کر کے تبدیلی کی گئی ہے۔ اس بے چارے سے اچھا فضل ہے۔“
مختلف شہروں اور دہائیوں سے اطلاعات ملنے لگیں کہ لوگ مشتعل ہو گئے ہیں۔ غریب جتنا کی بھلائی کے لیے ہنومان ہندوستان آئے تھے۔ لیکن بھارتی حکام نے ہنومان کی ایک بھولی اور غلط وڈو فلم بنا کر مہاشی مان ہنومان جی کو عیاش ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی تھی۔ بزرگ ملی کے خلاف ایسی سازش کر کے مذہبی جذبات کو گھس پھنچائی گئی تھی۔ اس کے نتیجے میں حکومت کے خلاف نعرے لگائے جا رہے تھے۔

دیوی جہاں تھی، وہاں سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ کوئی طاقتور کھلانے کے بعد خود کو دوسروں سے کتر نہیں سمجھتا۔ اسی معاملات میں ٹھٹھ کھانے کے بعد خود کو ناقابل شکست سمجھتا ہے۔ دیوی بھی بابا ناگامیں کا منہ دیکھ چکی تھی لیکن کامیوں کے درمیان ہونے والی چند کامیابیوں پر فخر کرتی تھی اور مٹی ناگامیوں کی وجہات پر غور نہیں کرتی تھی۔

اس وقت وہ سر قہام گر خمیدگی سے غور کرنے لگی۔ یہ سمجھ میں لیا کہ وہ ذہن سے لیکن اس کے پاس ایسی غیر معمولی ذہانت نہیں ہے، جس سے ناکامی کو کامیابی میں بدل سکے۔ وہ منگی برادر کے

خلاف ٹی وی کے ذریعے ثبوت پیش کر کے کامیاب ہونے والی تھی اور متوقع کامیابی کے ذمہ میں بھول گئی تھی کہ کوئی اس کی کامیابی کو ناکامی میں بھی بدل سکتا ہے۔

جب بھی وہ خوش فہمی میں مبتلا ہوتی تھی، ات کھا جاتی تھی۔ غور کرنے پر یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ تنہا وہ کر مختلف محاذ پر نہیں لڑ سکتی۔ ایک وقت میں ایک ہی محاذ پر لڑا جاسکتا ہے، کئی محاذوں پر لڑنے والا نہیں رہ جاتا۔ اور وہ ہمیشہ یہی غلطی کرتی آ رہی تھی۔

وہ کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنانا چاہتی تھی، ایک طویل عرصے کے بعد برادر کبیر کو ساتھی بنانا چاہا۔ لیکن وہ خدائی کا بھی راز دار ساتھی بننا چاہتا تھا اور ایسا تو سب ہی چاہتے ہیں۔ کوئی یونہی کسی حسین اور جوان عورت کے کام نہیں آتا۔ کچھ دتا ہے تو کچھ لیتا بھی ہے۔ اور وہ کچھ دینے پر راضی نہیں ہوتی تھی۔

اس نے پارس سے دوستی کی گمراہ سے دشمنی بھی کرتی رہی۔ شادی کرنے سے اس لیے ڈرتی رہی کہ وہ شادی کے بعد اسے مسلمان بنائے گا۔ اب تو اس کی جان کی دشمن ہو کر برادر کبیر کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ لیکن وہ دوستی کے پہلے ہی سر ملے پر اس کے حسن و شباب کا مطالعہ کر رہا تھا۔

وہ اسے اپنی بد قسمتی سمجھ رہی تھی کہ دوسری بار بھی ایک مسلمان سے متاثر ہوئی تھی۔ اب اس کے سامنے فیصلے کی اہم گھڑی تھی۔ فیصلہ یہ کرنا تھا کہ وہ اپنے دوسرے عاشق کی شرط مان لے۔ اس کی خدائی کی رشتہ بن جائے یا پھر بندوں کو شکست دینے میں ناکام ہوئی رہے۔ آج کی ناکامی نے عوام کے دلوں میں ان بندوں کے لیے اور زیادہ کمری عقیدت پیدا کر دی تھی اور اس کی یہ ناکامی آئندہ ناکامیوں کی راہیں ہموار کر رہی تھی۔

کامیابیوں کا صرف ایک راستہ رہ گیا تھا جس پر چل کر وہ تمام منگی فوج کو اپنے دیس سے بھگا سکتی تھی۔ دماغ نے سمجھایا ”تم اپنے ایک ذہن سے اتنی سوچ سکتی ہو، جتنا کہ آج تک سوچتی رہی ہو۔ تمہارا کوئی دشمن تمہا نہیں ہے۔ سب کے سامنے ہیں، تنہائیں ہیں، ممالک ہیں اور فوجیں ہیں۔ وہ سب ایک دوسرے کی ذہانت اور تجربات سے قانع اٹھاتے ہیں لیکن تمہارے پاس ایسا کوئی نہیں ہے، جس کی ذہانت اور تجربوں سے تم قانع اٹھا سکو۔“

وہ بڑی دیر تک پس و پیش میں رہی۔ پھر وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے برادر کبیر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے کہا ”میں جانتا تھا، اپنی حماقت سے منگی برادر کے قدم اور مضبوطی سے۔ جانے کے بعد میرے پاس آؤ گی۔ میں تم سے کہہ چکا تھا کہ جب بھی ہمارے پچھتا کر آؤ تو آئندہ خیال خوانی کے ذریعے نہیں بلکہ جسمانی طور پر خود آنا ورنہ میں سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گا۔“

”کیا تم مجھے بھگا دو گے؟“
”افسوس، دل سے مجبور ہوں۔ تم سمجھتی ہو، مجھے تمہارے

حسن و شباہ کی ہوس ہے۔ ذرا عقل سے سوچو۔ نہ میں نے تمہارا حسن دیکھا ہے نہ شباہ۔ پھر اس کا لالچ کیا کروں گا؟ میں بیان نہیں کر سکتا کہ کس طرح تمہیں دل کی گراہیوں سے چاہتا ہوں۔ مجھے اندازہ ہے کہ تم مجھ سے سچا عشق کرتے ہو۔ کیا تم میری ناکامی اور تین ہزار شت کرو گے؟

”کیسی نہیں تمہاری توہین میرے پیار کی توہین ہے۔ لیکن تم میری ایک بات نہیں مانتی ہو اور مجھے ناقابل اعتبار سمجھتی ہو۔“

”میں بات میں تم سے کہہ سکتی ہوں، تم مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے ہو۔ میں وعدہ کر چکی ہوں جس دن تم ان ہندوؤں کو میرے دہلیس سے بھاگ دو گے۔ اسی رات تمہارے پاس چلی آؤں گی۔ آخر تمہیں مجھ پر اعتماد کیوں نہیں ہے؟“

”برا نہ مانا۔ تمہارا پچھلا ریکارڈ خراب ہے۔ تم پاس سے دوستی کرتے رہنے کے دوران میں اسے کی بار فریب دے چکی ہو۔ اس سے بھی تمہاری مٹنے لگے کا وعدہ کیا۔ پھر اپنی جگہ اپنی ڈی بیج کر اسے اُلٹا بیاتی رہیں۔ اس نے بھی اس ڈی بیجی تمہارے شادی کئی تھی۔ بہر حال میں انہیں نہیں بننا چاہتا۔“

”میں تمہارے پاس آؤں گی تو کیسے سمجھو گے کہ میں ہوں میری ڈی نہیں ہے۔“

”تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں کسی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔ میں بڑی رازداری سے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتا ہوں۔ جب تمہاری جگہ کوئی ڈی میرے پاس آئے گی تو میں اسے دور سے ہی بھاگ دوں گا۔“

”میں تمہیں آنا دلاؤں گی۔“

”ایک بار نہیں، بار بار آزماؤ۔ جب تک تم نہیں آؤ گی تمہاری ہر ڈی کو بھگا تا ہوں گا۔ اب بتاؤ کہ کب آری ہو؟“

اس کی باتوں کے دوران دہلی کو کسی کی آواز سنائی دی۔ وہ برادر کبیر سے کہہ رہا تھا ”کیر کی! آئیے۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟“ وہ بولا ”آئیے۔ بیٹھے۔“

پھر اس نے دہلی سے کہا ”تم کچھ خیال نہ کرنا۔ میرے کچھ ضروری معاملات ہیں۔ تم آدھے گھنٹے بعد آؤ۔ پھر تمہارے مسئلے پر گفتگو ہوگی۔“

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ وہ دفاعی طور پر حاضر ہو گئی۔ یہ تجسس پیدا ہوا کہ اس کے ضروری معاملات کیا ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے کبیر کے دماغ میں جاتی تو وہ محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا۔ لہذا وہ خیال خرابی کی پروا کر کے اس شخص کے دماغ میں پہنچ گئی، جس نے نیستے کیا تھا اور اندر آنے کی اجازت مانگی تھی۔

اس شخص کے اندر جگہ مل گئی۔ برادر کبیر اس سے کہہ رہا تھا۔ ”پنڈت جی! آپ نے کہا تھا میری جنم کنڈلی دیکھیں گے ستاروں کی چال معلوم کریں گے اور پتا نہیں کیا کریں گے اس کے لیے

ایک ہفتہ لگ جائے گا۔ لیکن آپ دہلی دن کے بعد آگئے ہیں۔“

”کیر جی! میں سمجھ رہا تھا پریشانی کی حالت میں جنم کنڈلی دیکھوں گا، آپ کی پچھلی اور آئندہ زندگی کے حالات معلوم کروں گا تو کئی دن لگ جائیں گے۔ لیکن آپ بڑے دباؤ میں ہیں۔ کم سے کم ایک لاکھ روپے دیے۔ میری بیٹی کی شادی کرادی۔ میرے بوجھ آنا دیا۔ پھر پریشانی نہیں رہی تو میں نے دہلی دن میں جو شخص دہلی سے آپ کے بارے میں بت کچھ معلوم کیا ہے۔“

دہلی اس کی باتیں سننے کے دوران میں اس کے چہرہ پر خیالدار بھی پڑھ رہی تھی۔ وہ مایا کی پنڈت تھا۔ پنڈت امرتا تھ تھوڑا کھلا تھا۔ بنارس سے آیا تھا۔ بیٹی کی شادی کر کے اب واپس جانے والا تھا۔ برادر کبیر نے اس کا بہت نام نہا تھا۔ اس کے بارے میں آکر اپنی پچھلی ہسٹری اور مستقبل کے حالات معلوم کرنے چاہیے تھے۔ کبیر کو پنڈت کی پریشانیوں کا علم ہوا تو اس نے ایک لاکھ روپے اسے دے کر اس کی پریشانیوں کو دور کر دیا۔

پنڈت کا دماغ دہلی کو دہلی باتیں بتا رہا تھا جو پاس نے تھی عمل کے ذریعے اس کے اندر ٹھوس دی تھیں۔ دہلی وہ واقعی کیا تھا۔ جو تعلق دہلی میں اسے سمارت حاصل تھی لیکن اس وقت پاس کی ٹھوس ہوئی باتیں کر رہا تھا۔

اس نے کہا ”آپ اپنی پیدائش کے بارے میں اور ماں باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟“

”پنڈت جی! اب میں نہیں جانتا ہوں۔“

”جان لیجئے۔ میں نے آپ کے نام کے اعداد سے آپ کی تاریخ پیدائش معلوم کی پھر کوڑیاں پیسہ کچھ معلوم کیا تو وہی تاریخ پیدائش نکلی۔ آپ کی اور بیگموان شری کرشن چندر کی پیدائش دن ایک ہی ہے۔ آپ ایک اونچی ذات کے برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔“

برادر کبیر نے پوچھا ”یعنی کہ میں برہمن! یعنی کہ میں ہندو ہوں؟“

”جی ہاں۔ آپ کی جنم کنڈلی یہی بتاتی ہے۔“

دہلی سن کر خوش ہو رہی تھی اور زیادہ توجہ سے سن رہی تھی وہ کہہ رہا تھا ”پنڈت جی! مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں تو اب تک مسلمان رہا ہوں۔“

”آپ نے بتایا تھا کہ کسی مسلمان بزرگ نے آپ کی پروردہ کی ہے۔ آپ ان بزرگ کی تعلیم اور تربیت سے متاثر ہیں۔“

”نہیں! اب میں مسلمان نہیں رہوں گا؟“

”آپ دل اور دماغ سے مسلمان ہی رہیں گے۔ لیکن پیدائش کے طور پر ہندو ہونے سے انکار نہیں کر سکیں گے۔ پھر آپ کی زندگی میں کسی ایسی ہستی کا سامنا ہے جو آپ کو ہندو دھرم کی طرف راغب کر رہا ہے۔“

”پنڈت جی! میں ہستی کون ہے؟“

میں اپنے علم سے اس کا سامنا دیکھ رہا ہوں لیکن اس ہستی کو نہ پہچان سکتا ہوں اور نہ اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔“

”میں ایک عورت کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ وہ ہندو ہے۔ کیا وہی عورت مجھے ہندو دھرم کی طرف لے آئے گی؟“

”ہو سکتا ہے۔ وہی عورت آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا کرے۔ میں نے وہ دن میں آپ کے بارے میں جو اہم اور مختصر سی باتیں معلوم کیں وہ بتاؤں۔ میں اگلے دو چار دن میں اور جو کچھ معلوم کروں گا وہ آپ کو بتا دوں گا۔ اب اجازت دیں۔ مجھے اپنی کی سرسرا جانا ہے۔“

وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ کبیر نے دہلی کو آدھے گھنٹے بعد آنے کے لیے کہا تھا۔ وہ آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ دہلی نے اس کے دماغ میں آکر پوچھا ”کیا میں آسکتی ہوں؟“

”تم آچکی ہو اور میں نے سانس نہیں روکی ہے۔“

”میں تم سے اپنے اہم مسئلے پر باتیں کر رہی تھی۔ تمہارا کون سا اہم مسئلہ تھا کہ تم مجھے آدھے گھنٹے تک نظر انداز کرتے رہے؟“

”میرا اپنا مسئلہ ہے۔ تمہیں کیا بتاؤں اور کیوں بتاؤں؟ تم میری کیا لگتی ہو؟“

”میں تمہاری کچھ لگتی ہوں اسی لیے تو بار بار تمہارے پاس آتی ہوں۔ اب تو میرے دل میں تمہارے لیے اتنی جی محبت پیدا ہو گئی ہے جس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے۔“

”میں کیا بات ہو گئی ہے کہ تم جی محبت کرنے لگی ہو؟“

”کیر! او اصل میں اس لیے اب تک تم سے کتناڑی رہی کہ تم مسلمان ہو۔ اسی لیے پاس کی طرف بھی دل مائل نہیں ہوا۔ میں اب جتنی دہلی کے میرے نصیب میں مسلمان ہی کیوں لکھے ہوئے ہیں لیکن آج میں بہت خوش ہوں۔ میں نے جیون ساتھی کے لیے تمہیں پسند کر کے غلطی نہیں کی ہے۔“

”تمہاری باتوں سے یوں لگتا ہے جیسے تم نے میری اور پنڈت جی کی گفتگو سن لی ہے۔ او گاڈ! میں نے احمد دھیان ہی نہیں دیا تھا کہ تم پنڈت جی کے دماغ میں جگہ بنا کر ہماری باتیں سن سکتی ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم نے ایسا نہیں کیا ہے؟“

وہ کھکھلا کر ہنسنے لگی۔ کبیر نے کہا ”یہ خلاف تہذیب ہے۔ تمہیں چھپ کر نہیں سننا چاہیے تھا۔“

”سن کیا تو قیامت نہیں آگئی ہے۔ میں تو خوشیوں سے الما مال ہو رہی ہوں۔ کیا تمہیں یہ سن کر خوشی نہیں ہو رہی ہے کہ تم پیدائش ہندو ہو؟“

”مجھے نہ خوشی ہو رہی ہے نہ افسوس ہو رہا ہے۔ میں دیوار کیر مکنڈی کے چند لمحوں کی طرح دائیں بائیں مل رہا ہوں۔ اور مسلمان بھی ہوں اور ہندو بھی ہوں۔“

”تم مسلمان نہیں ہو۔ پچھلی زندگی بھول جاؤ۔ آئندہ زندگی

ہندو دھرم کے مطابق میرے ساتھ گزارا کرو گے۔ انکار کرو گے تو میں تمہاری تمنا میں نہیں آؤں گی۔“

”آؤ! پنڈت جی نے درست کہا تھا۔ ایک ہستی مجھے ہندو دھرم کی طرف مائل کرے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تم ہی ہو۔ ایک عرصے سے تمہیں تمنا میں بلا رہا تھا اور تم انکار کر رہی رہیں۔ آج راضی ہو رہی ہو۔ پھر کیا بارہو گیا واقعی میری تمنا میں آؤ گی؟“

”ہاں! اب مجھے انکار نہیں ہے۔ ساری زندگی کے لیے تمہارے پاس آ جاؤں گی۔“

”آؤ! میں گیا کام ہے۔ حسن و شباہ کی سوغات پیش کر رہی ہو۔ ایسی کارفرمات کے لئے کارفرمائی بڑے کب کا ہے آری ہو؟“

”آپ ہمیں سنجیدگی سے سوچنا اور سمجھنا چاہیے کہ ہمارا جو کام ہو دھرم کے مطابق ہو۔ پہلے، میں شادی کر لیتی چاہیے۔“

”بات منقول ہے۔ پہلے شادی ہونی چاہیے مگر کب؟“

”جب دلی اور دفاعی سکون حاصل ہو۔ جتنی جلدی ہو سکے، مجھے ہندوؤں کے عذاب سے نجات دلاؤ پھر بیاہ کا منڈپ تیار کرو۔“

”بات پھر وہیں پہنچ گئی۔ یعنی پہلے میں تمہارا مسئلہ حل کروں۔ پہلے ہندوؤں کو یہاں سے بھاگ دوں پھر تم میرے پاس آؤ گی۔“

”آپ تم ہندو ہو۔ یہ دہلی تمہارا ہے۔ یہاں کے مسائل تمہارے ہیں۔ ہندوؤں کو یہاں سے بھاگنا تمہارا بھی فرض ہے۔ کیا تم اپنے دھرم سے اور اپنے دہلیس سے محبت نہیں کرو گے؟“

”تمہارا ہاتھ تمام کر دھرم کے راستے پر چلوں گا اور دہلیس کے لیے کچھ کروں گا۔ آؤ اور مجھے اپنا ہاتھ تھامنے دو۔“

”تم بہت خدی ہو۔ مجھے تمہاری خند سے بھی پیار ہے۔ آج میں پہلی بار تمہاری بات مان کر تمہارے پاس آؤں گی۔ مجھے چھوٹے والے، مجھے پکڑنے والے تم پہلے مڑاؤں لے ہو گے کہ تم میرے من حراج کے مطابق ہندو ہو۔“

”دہلی شہر! آؤ! تم نے مجھے خوش کر دیا۔ واقعی آری ہو نا؟“

”ہاں۔ مگر ابھی دن ہے۔ نو گھنٹے بعد رات ہوگی۔ چاندنی رات ہو تو ایسے میں ملاقات بڑی دیرمان پرور ہوتی ہے۔“

”درست کہتی ہو۔ میں چاندنی رات تک انتظار کرتا رہوں گا۔ جو چیز انتظار کے بعد ملتی ہے اس کی قدر اور بڑھ جاتی ہے۔“

”میں تو گھنٹوں میں ہندوؤں کو ٹھگت دینا شاید نامکن ہے لیکن تم کو شش تو کر سکتے ہو۔ اگر تمہیں کامیابی ہوگی اور ہمارے دہلیس سے دشمنوں کے قدم اکٹرا جائیں گے تو ہمارے سرداروں سے بوجھ اتر جائے گا۔ ہم آرام اور سکون سے محبت کر سکیں گے۔ ہمیں دشمنوں پر غالب آنے کی اور ایک دوسرے سے پہلی بار ملنے کی دہری خوشیاں حاصل ہوتی رہیں گی۔“

”ہاں۔ جیت کا نشہ ہو تو وطن کی گھڑیاں اور زیادہ شرابی شرابی سی ہو جاتی ہیں۔ بہتی جیت نکلیں۔ پہلے اپنا ہی کام کرنا چاہتی ہو اور اب میں بھی اس لیے کروں گا کہ تم اپنے دھرم والے کو دھوکا

نہیں دوگی۔ اب تم جاؤ اور تمہیں گھنٹے بعد آؤ۔ شاید اس وقت تک تمام بندر سب سے کوچ کر جائیں۔
وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی! تم اتنی جلدی انہیں کیسے بھاگ دے گے؟"

"میں مدداری ہوں۔ بندر بچتا ہوں، جنہیں بچاتا ہوں، انہیں بھاگ بھی سکتا ہوں۔ اب جاؤ۔"
اس نے سانس روک لی۔ دیوی کے جاتے ہی وہ منگی برادر کے دماغ میں آیا۔ منگی برادر اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ پارس کا معمول اور تابعدار ہے۔ اس نے اب تک پارس کے ہی تعاون سے بھارت میں ہتھیار بن کر کامیابیاں حاصل کی تھیں۔

منگی برادر پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ اس وقت نیند پوری کر رہا تھا۔ پارس نے ٹیلی فنی کے ذریعے خواب کا ایک منظر اسے دکھایا۔ اس منظر میں اس کا بھائی منگی ماسٹر زنجیوں سے بندھا ہوا نظر آیا۔ وہ قید خانے میں تڑپ کر کہہ رہا تھا "میرے برادر! تم کہاں ہو؟ مجھ سے بے خبر کیوں ہو؟"

"میں اغیار میں ہوں۔ یہ تمہاری کیا حالت ہو گئی ہے؟ تم تو ایک خطرناک طوفان ہو۔ تمہیں زنجیوں میں کس نے بٹھا ہے؟"

"میرے برادر! مجھے الپا نے قید کیا ہے۔"

"میں اس مکار عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"جوش میں نہ آؤ۔ اس نے تو یہی عمل کے ذریعے مجھے اپنا تابعدار بنایا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اسے اور اس کی بیوی قوم کو نقصان پہنچانے کا تو وہ میرے دماغ میں ڈرلے پیداکر کے مجھے مار ڈالے گی۔ پھر میں تمہیں زندہ نہیں ملوں گا۔"

"میرے ماسٹر بھائی! تم اس عورت کے فریب میں کیسے آ گئے؟"

"جیسے تم آئے تھے۔ بہر حال الپا نے دھمکی دی ہے کہ اسرائیل کی زمین پر ایک بھی بندر نظر آئے گا تو وہ مجھے آنتیں پہنچانے کی اور اگر مجھے قید سے رہائی دلانے کے لیے منگی فوج حملہ کرے گی تو مجھے ہلاک کر دیا جائے گا۔ میرے تمام جان نثار فوجی مجھے اس قید میں زندہ سلامت رکھنے کے لیے اسرائیل سے چلے گئے ہیں۔ اب یہاں ایک بھی منگی نہیں ہے۔ اگر تم جوش اور جذبات میں آکر یہاں آؤ گے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"یہ بات میں سمجھ رہا ہوں، مجھے جوش میں نہیں آنا چاہیے لیکن اس ملک میں نہ آکر، تم سے دور رہ کر ہمیں کسی طرح رہائی دلائی جائے گی؟"

سوچنے لگا "میں کہاں ہوں؟ ہاں یاد آیا، مندر کے پیچھے ایک آرام دہ کمرے میں ہوں! ابھی میں نے جو کچھ دیکھا، وہ محض ایک خواب تھا، میرا ماسٹر بھائی خیریت سے ہے۔"

پارس نے اس کی سوچ میں کہا "ہو سکتا ہے۔ خواب سچا ہو۔ مجھے ماسٹر بھائی کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔"

"لیکن کیسے معلوم کروں؟ وہ قید میں ہے۔ فون کے ذریعے بھی اس سے رابطہ نہیں ہو سکے گا۔"

منگی برادر کے پاس ایک موبائل فون تھا، جسے وہ اپنے سامان میں چھپا کر رکھتا تھا۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے دیوی کے دماغ پر دستک دی۔ پھر کہا "میں ہوں کبیر۔"

دیوی نے سانس روک لی۔ پھر خود اس کے دماغ میں آکر پوچھا۔

"کیا ابھی تم آتے ہو؟"

"ہاں۔ کیا بات ہے؟"

"میں منگی برادر کا نمبر بتا رہا ہوں۔ تم الپا بن کر اس سے باتیں کرو۔ یہ تو جانتی ہو کہ الپا نے ایک بار منگی برادر کو ٹپ کیا تھا۔"

"اں میں جانتی ہوں۔"

"لیکن یہ نہیں جانتی ہو کہ الپا نے اب منگی ماسٹر کو قیدی بنالیا ہے۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"سچ یاں نہ۔ الپا نے منگی کاغذ کو دھمکی دی ہے کہ اگر منگی فوج اسرائیل سے واپس نہیں جائے گی تو ان کے منگی ماسٹر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اگر پوری فوج چلی جائے گی اور اسرائیل کی زمین پر ایک بھی منگی نہیں رہے گا تو منگی ماسٹر کو قید میں زندہ رکھا جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے، الپا نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"بے شک اب اسرائیل میں کوئی منگی نہیں ہے۔ یہی کامیابی ہمیں حاصل ہونے والی ہے لیکن جتنا کہ رہا ہوں اتنا ہی کروں گی۔ اس کا موبائل فون نمبر معلوم کر کے اپنی طرف سے کوئی قدم اٹھاؤ گی اور ناکام رہو گی پھر میں تمہارے کام نہیں آؤں گی۔"

"میں اب کوئی غلطی نہیں کروں گی۔ جو کوئے وہی کروں گی۔"

اس نے اسے منگی برادر کا موبائل نمبر بتایا اور اسے سمجھایا کہ اس سے کیا کہنا چاہیے۔ وہ چلی گئی۔ پارس منگی برادر کے اندر پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد منگی برادر نے اپنے موبائل پر بزرگی آواز سنی پھر اسے آن کر کے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں الپا۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ تمہارا ماسٹر اس حال میں ہے؟"

"میں نہیں جانتا مگر میں نے بہت برا خواب دیکھا ہے۔"

"چاہے تم نے کیا دیکھا ہے مگر وہ میرا قیدی ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"جھوٹ سمجھو گے تو تمہارا ماسٹر بھائی قید میں مارا جائے گا۔ تمہارے بھائی کی سلامتی کے لیے تمام منگی فوج میرے ملک سے جا چکی ہے۔ اگر تم بھی ماسٹر بھائی کی سلامتی چاہتے ہو تو اسرائیل کا رخ نہ کرنا۔"

"میں اپنی فوج کے ساتھ تمہارے ملک میں قدم نہیں رکھوں گا۔ تم میرے بھائی کو رہا کرو۔"

"میں ایسی باتاں نہیں ہوں۔ وہ اپنی طبیعت موت تک میری قید میں زندہ رہے گا۔ تم حقائق نہیں کو گھڑتے تو اسے زندگی ملتی رہے گی۔ میں نے تمہاری فوج کے کاغذ کو دھمکی دی، وہ چلا گیا۔ میں تمہیں بھی وارننگ دے رہی ہوں۔ اگر اپنے بھائی کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو اپنی منگی فوج کے ساتھ بھارت چھوڑ دو۔ آج ہی دو گھنٹے کے اندر وہاں سے چلے جاؤ۔ وہاں ایک منگی میں بھی نظر نہ آئے۔"

"میں تمہارے ملک میں نہیں ہوں۔ تمہیں بھارت سے کیا دلچسپی ہے؟"

"اسرائیل اور بھارت آپس میں کمرے دوست ہیں۔ میں دوست ملک کا نقصان نہیں چاہتی۔ تمہارے دوسرے تمام بندر جہاں گئے ہیں تم بھی وہاں جاؤ۔"

"میں ماسٹر بھائی کی رہائی کی شرط یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"مجبور دشمن کی کوئی شرط نہیں مانی جاتی۔ تمہیں اپنی فوج کے ساتھ دو گھنٹے کے اندر وہاں سے جانا ہو گا۔ ورنہ چار گھنٹے کے بعد میٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کوئی دی اسکرین پر منگی ماسٹر کی لاش دکھائی جائے گی۔"

"یہ کیا کوئی تو ہم قیامت بن کر اسرائیل پر ٹوٹ پڑیں گے۔ بہر حال ہم اپنے ماسٹر کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

منگی برادر نے رابطہ ختم کر دیا۔ دیوی پارس کے پاس آکر خوش سے ہلکی "میرا یہ تو کامل ہو گیا۔ وہ منگی برادر اپنی منگی فوج کے ساتھ یہاں سے جا رہا ہے۔ دو گھنٹے کے بعد یہاں ایک بھی بندر نہیں رہے گا۔"

"میری جان شی نارا! اسے کہتے ہیں قیامت کی چال چلنا۔ نہ جنگ ہوئی نہ کوئی زخمی ہوا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ وہ دودھ کی پٹی بڑی کھچی کی طرح نکل رہے ہیں۔"

"میرا تمہارا خواب نہیں ہے۔ تم پر جتنا غم کروں، وہ کم ہے۔ میں اپنے وعدے کے مطابق آج رات آؤں گی۔ پھر ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم اپنی باتیں گھڑنا چھوڑنا۔"

"میں تمہیں تمہاری آندے کے وقت اپنا پتا بتاؤں گا۔ اب جاؤ اور مجھ سے ملو۔ سنا کر کرو۔"

وہ چلی گئی۔ پارس نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا کو مخاطب کیا "مما! کیا آپ ساکھ میں ہیں؟"

"ہاں بیٹے! تم ہندوستان میں کیا کر رہے ہو؟"

"یہاں سے منگی برادر اور اس کی فوج کو کسی دوسرے ملک بھیجتا چاہتا ہوں۔ یہ بہتر ہو گا کہ منگی برادر اپنے لوگوں کے پاس دوسرے جگہ جائے۔"

"میں اس کا انتظام کر چکی ہوں۔ جس طرح منگی ماسٹر مجھ پر حملہ کر رہا تھا، اسی طرح منگی فوج کا کاغذ بھی مجھ پر بھروسہ کر رہا ہے۔ اس نے میرے مشورے کے مطابق ایک منگی میں کو ہندوستان روانہ کیا ہے۔ وہ منگی برادر وغیرہ کو وہاں سے دوسرے آئے گا۔"

پارس مدافعی طور پر واپس آیا۔ پراگلی لی لی ثانی کے پاس پہنچ کر بولا "میری بھاری بیٹی کیا کر رہی ہے؟"

وہ شاپک کے لیے جانے والی تھی۔ آہینے کے سامنے خود کو دیکھ رہی تھی۔ اس وقت وہ کسی سہوے میں نہیں تھی۔ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ تھی۔ باہر جانے کے بعد وہ اصلی چہرہ کے محل کھلانے والا تھا۔



دوس اپنی تاریخ کے دریا میں بہتا ہوا ایسے موڑ پر پہنچ گیا تھا، جہاں وہ ڈوب رہا تھا اور مسلسل ہاتھ پاؤں مار کر ابھرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس پہرہ اور ملک کے گھوڑے ہو رہے تھے۔ وہاں کی کئی اسلامی رہائش غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گئی تھیں۔ وہ ملک ٹوٹ کر اپنا ج اور کزور ہو رہا تھا اور کسی طرح پھر سے متحد اور منظم ہو کر پہرہ اور بٹنا چاہتا تھا۔

تمام شہروں اور قصبوں میں یہی سیاسی بحث جاری رہتی تھی کہ ملک دوبارہ سپرادرین کے گایا نہیں؟ ایک بات متفقہ طور پر یہ جاری تھی کہ کسی نے باہر سے حملہ نہیں کیا تھا۔ یہ ملک اندر سے ٹوٹ کر بکھرا رہا ہے۔ باہر سے کبھی کوئی حملہ آور نہیں آیا اور نہ ہی آئندہ بھی آئے گا۔

ایسی ہی باتوں کے دوران ماسکو کے چند افراد نے اجنبی حقوق دیکھی۔ وہ منگی میں تھے، جو نظر آکر کہیں کم ہو گئے تھے۔ کئی کھروں کے بچے نے ہوا کھانا غائب ہو گیا۔ لوگوں نے پولیس اسٹیشنوں میں رپورٹ کی کہ رات کا بچا ہوا کھانا جو اچھی خاصی مقدار میں ہوتا ہے، وہ کب تک ختم ہو جاتا ہے۔ ایک منگی کئی چور آتے ہوں گے جن کے ہاں کھانا چوری ہوتا تھا، وہ دوسری رات جاگ کر چوروں کا انتظار کرتے رہے۔ چور تو نظر نہیں آئے لیکن کھانا پھر بھی غائب ہو گیا۔

وہاں کے چھوٹے بڑے ہوٹلوں سے بھی یہی رپورٹ ملتی رہی کہ کھانا چوری ہو رہا ہے مگر وہ نظر نہیں آ رہے ہیں۔

کمانڈر نے تمام منگی مین کو سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی عورت کی ہوس نہ کریں کیونکہ عورت کی ہی وجہ سے پہلے منگی برادر ہنسنا تھا پھر منگی ہنسنا پڑا تھا۔ ان سب نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک وہ دوس کے کسی غلطی میں قدم نہیں جمائیں گے تب تک کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔

اس امر میں دنیا میں سونیا واحد عورت تھی جس کا احترام تمام منگی مین کرتے تھے۔ پہلے منگی ہنسنا امریکا میں سونیا سے متاثر ہوا تھا۔ پھر انہیں پتا چلا کہ منگی برادر کو سونیا کے ذریعے رہائی ملی ہے۔ اب اس نے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی منگی ہنسنا کو بھی الپا کی قید سے نکال لائے گی۔

کمانڈر نے وعدہ کیا تھا کہ وہ دوس میں سونیا کی ہدایات کے مطابق عمل کرتا رہے گا اور سونیا کی پہلی ہدایت یہی تھی کہ کوئی منگی مین کسی عورت میں دلچسپی نہ لے اور نہ فرد کو نقصان نہ پہنچائے۔ صرف کھانوں اور کپڑوں کے معاملے میں مجبور ہو کر انہیں نقصان پہنچا رہے تھے۔ سونیا چاہتی تھی وہ تمام منگی مین اچانک ظاہر نہ ہوں۔ اس طرح دہشت پھیلتی، پولیس اور فوج سے ان کا تصادم ہو سکتا تھا۔

سونیا نے وہاں کے باشندوں کو خوف زدہ نہیں ہونے دیا۔ انہیں تجسس میں مبتلا کیا۔ اگر انہیں جانی اور مالی نقصان پہنچتا تو وہ خوف زدہ ہوتے۔ وہ جتنی بھی تھے کہ کھانا اور لباس چرانے والے کون ہیں؟ پھر ابتدا میں وہ منگی مین کیس نظر آکر نظروں سے اوجھل ہونے لگے پھر تو سیکڑوں ہزاروں لوگ ہاتھوں میں کیرے لے کر نکھونے لگے۔ اس طرح وہ جہاں نظر آتے تھے ان کی تصاویر اٹائی جاتی تھیں۔

اس طرح یہ بات عام ہو گئی کہ ان کے شر میں بندر نما انسان موجود ہیں جو کبھی نظر آتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح چھپنے والے پر اسرار اور خطرناک ہوتے ہیں لیکن انہوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ کبھی رات کو تنہائی میں اچانک سامنے آکر کسی کو نہیں ڈرایا تھا۔

چونکہ خوف نہیں تھا اس لیے لوگ اب انہیں اپنے سامنے دیکھنا چاہتے تھے۔ ان سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔ جب وہ خود ہی ان سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہو گئے تو کمانڈر نے فون کے ذریعے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے کہا "میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس ملاقات کے دوران شر کے میز بھی موجود ہوں گے تو ہمیں خوشی ہوگی۔"

شام کو میز کے دفتر میں ملاقات کا وقت مقرر ہوا۔ کمانڈر نے اپنے ایک بخت کو چند جان ثاروں کے ساتھ ساڑھ اڑکرات کے لیے بھیجا۔ وہ سب میز کے ایک میزنگ ہال میں آئے وہاں شر کے اکابرین کے علاوہ فوجی افسران بھی تھے۔ وہ سب ان بندر نما انسانوں کو دیکھ رہے تھے۔ میز نے کہا "ہم یہ جانتے ہیں کہ تم لوگ

خلائی زون سے آئے ہو۔ امریکا اور اسرائیل میں ہمارے جو جاسوس ہیں وہ تمہاری تصاویر کے ساتھ تمہارے بارے میں تفصیلی رپورٹ بھیجتے رہے ہیں۔ بحریہ ثلاث کے ذریعے تمہیں دی گئی رہی دیکھا ہے۔"

ایک فوجی افسر نے کہا "عوام میں سے بھی بعض لوگوں نے دیکھا ہوگا لیکن اکثریت کے لیے تمہارے جیسے منگی مین عجیب ہیں۔"

ایک اور افسر نے کہا "یہ دانش مندی کا ثبوت دے رہے ہو کہ عوام کے سامنے اچانک ظاہر نہیں ہو رہے ہو۔ اور کسی کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہو۔"

کمانڈر کے ماتحت کلکٹرن نے کہا "ہمیں تم سے اور تمہاری قوم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہماری ذات سے صرف اتنا نقصان ہوا ہے کہ ہم یہاں کا اناج کھا رہے ہیں اور لباس پہن رہے ہیں۔"

"کیا تم لوگ اناج اور کپڑوں تک محدود رہو گے؟ جو عزائم لے کر امریکا اور اسرائیل گئے تھے کیا وہ عزائم لے کر یہاں نہیں آئے ہو؟"

"ہمارے عزائم جارحانہ نہیں ہیں۔ لیکن جب ہمیں رہنے کے لیے زمین نہیں دی جاتی تو ہم جارحیت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

دوسرے منگی مین نے کہا "ہم بھی تمہاری طرح خدا کی بنائی ہوئی مخلوق ہیں، ہمیں بھی اس دنیا میں رہنے کا حق ہے۔"

"امریکا اور اسرائیل میں تمہارے حقوق تسلیم نہیں کیے گئے۔ تم وہاں سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔ کیسے توقع کرتے ہو کہ ہم اپنے ملک میں تمہاری پوری قوم کا بوجھ برداشت کریں گے۔"

"سب سے پہلے یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دو کہ ہم امریکا اور اسرائیل سے بھاگ کر آئے ہیں۔ ہم کسی بھی مجبوری سے وہاں کمانچہ چھوڑ کر نہیں آئے ہیں۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ تم مجبور ہو کر آئے ہو، ہم سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہمارے سراغ رسالوں نے بتایا ہے کہ اسرائیل میں تمہارے منگی ماسٹر کو یہ غمال بنا کر رکھا گیا ہے کیا یہ غلط ہے؟"

"یہ درست ہے کہ منگی ماسٹر وہاں ایک قیدی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کہ ہم منگی ماسٹر کی سلاحتی کی خاطر آئے ہیں۔ ہمارا ماسٹر چند روز میں پہنچ جائے گا۔"

دوسرے منگی مین نے کہا "پھر یہ کہ امریکا میں ہمارا کوئی ماسٹر قید نہیں ہے۔ وہاں ہماری کوئی مجبوری نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہم نے امریکا چھوڑ دیا ہے۔"

"تم یہاں کے لیے ہمارے ملک کو ترجیح کیوں دے رہے ہو؟"

"یہ دنیا کا سب سے وسیع مریض ملک ہے۔ اس کے شمالی حصے میں اتنی شدید سردی اور برف باری ہوتی ہے کہ وہاں آبادی براہ

نام ہے۔ ہم اس غیر آباد برقی علاقے میں اپنی بستی بنائیں گے۔ اس بستی کو رہائے کے سلسلے میں ہم سے تعاون کرو گے تو ہمیشہ فائدے میں رہو گے۔"

"تم ہمیں کیا فائدے پہنچاؤ گے؟"

"ہمارے پاس لیزر گھنٹیں ہیں جن کے مقابلے میں بڑی سے بڑی فوج ٹھہر نہیں سکتی۔ تمہارے سراغ رسالوں نے بتایا ہوگا کہ ہمارے پاس جدید ہتھیاروں والی گولیاں اور فلائنگ کیپول ہیں۔ ہم اس ملک میں تمہاری فوج کا ہر اہل دستہ بن کر رہیں گے۔"

"میں اس کوئی شہ نہیں کہ تمہارے پاس جو غیر معمولی چیزیں ہیں ان کے ذریعے ہم امریکا پر غالب آکر سپر پاور کما سکتے ہیں لیکن ایسا کرنے کے لیے ہم ہندوؤں کے سامنے مغرور ہوا رہ جائیں گے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے پوچھا "کیا تم ہمیں لیزر گھنٹیں گولیاں اور کیپول دو گے؟"

"یہ چیزیں لے کر کیا کرو گے؟ تمہارے لیے غیر ضروری ہیں کیونکہ ہم تمہارے فوجی بن کر رہا کریں گے۔"

"ہمیں تمہاری نہیں تمہاری چیزوں کی اور ان کے فارمولوں کی ضرورت ہے۔"

"ہم یہاں پوری طرح آباد ہونے کے ایک برس بعد مطلوبہ فارمولے دیں گے۔"

"ہم ایک برس کے بعد اسے میں نہیں آئیں گے۔ اب وہ گولیاں اور کیپول صرف تمہاری جاگیر نہیں ہیں۔ یہ بابا صاحب کے ادارے میں پہنچ چکے ہیں۔ ہندوستان کی دہلی کے پاس ہیں۔"

اسرائیلی فوجیوں کے پاس بھی ہیں اور یقیناً امریکیوں کے پاس بھی ہوں گے اور وہ لوگ اپنی اپنی لیبارٹری میں ان کا علمی اور سائنسی تجربہ کر رہے ہوں گے۔"

دوسرے فوجی افسر نے کہا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم اس نعمت سے محروم نہیں ہیں۔ ہمارے ایک ذہن اور بجائے سراغ رسالے اسرائیل میں ایک یہودی فوجی کو اور ایک منگی مین کو ہلاک کیا تھا۔ ان کے لباس سے ہمیں درجنوں گولیوں اور کیپولوں کے علاوہ وائزر گھنٹیں بھی حاصل ہوئی تھیں۔"

وہ سب ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر سائنس دان اور اسٹے کے ماہرین دلن بات مصروف ہیں۔ ہم بہت جلد تمہاری طرح ان غیر معمولی چیزوں کے حامل ہو جائیں گے۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ ہم تمہارے فوجی نہ سہی! ایچے دوست بن کر رہیں گے۔ دوست بن کر ہم سے سمجھنا کر دو، ہمیں رہنے کے لیے شمالی علاقے کا کچھ حصہ دو۔"

"مگر ہم دینے سے انکار کریں تو؟"

"تو پھر ہم یہاں رہیں گے۔ ہم اب ایک ملک سے دوسرے ملک بھگنا نہیں چاہیں گے۔ ہم یہاں رہنے کا نسل اور آخری فیصلہ

کر کے آئے ہیں۔"

"ہم دار تک دیتے ہیں۔ ہمارے ملک کی زمین پر قبضہ نہ کرو۔ کام کرو گے۔"

"میں دنیا میں ملک اسی کا ہوتا ہے جس کا قبضہ ہو جائے اور ہم پورے ملک پر نہیں صرف ایک چھوٹے سے ویران علاقے پر قبضہ چاہیں گے۔ اگر تم رکاوٹیں پیدا کرو گے تو ہم اسٹے کے ذریعے تمہارا مقابلہ نہیں کریں گے۔"

"کیا صرف گولیوں اور کیپولوں کے ذریعے ہمیں پریشان کرو گے؟"

"جس پریشان کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم سے آزادی حاصل کرنے والی مسلم ریاستوں ترکمانستان، ازبکستان وغیرہ کو ہم لیزر گن جیسا جدید اسلحہ سلائی کریں۔۔۔۔۔ ان کی مالی مدد کریں اور تمہارے مقابلے میں تمام ریاستوں کو مضحکہ بنائیں۔۔۔۔۔ ابھی جیتھینا کے عذاب سے نہیں نکلے ہو۔ ہم ایسے کئی جیتھینا تمہارے مقابلے میں پیدا کریں گے۔"

"انہیں چپ سی لگ گئی۔ وہ ایک دوسرے سے کچھ بولے لگے۔ پھر ایک فوجی افسر نے پوچھا "تمہارا لیڈر کون ہے؟ کوئی جنہیں سرگرمی میں مشورے دیتا ہے کیونکہ بولے کے دوران تم چپ ہو جاتے ہو کچھ سنتے ہو پھر بولتے ہو۔"

"درست سمجھ رہے ہو۔ ہم مختلف ممالک کی سیاست کو بہرہ ملو سے نہیں سمجھ سکتے اس لیے تمہاری دنیا کی ایک میڈیم مہرمان ہماری رہنمائی کر رہی ہیں۔"

"یہ میڈیم مہرمان کون ہیں؟ ہم پہلے بار یہ نام سن رہے ہیں۔"

"ہم کو چھوڑو۔ کام کی باتیں کرو اور بتاؤ ہمارے میڈیم کیسی ذہانت سے چال چلتی ہیں۔ تم سے دشمنی ہو گئی تو ہمارا ایک بھی منگی مین مارا نہیں جائے گا۔ تمہارے آس پاس کی ریاستیں ہی تمہارے لیے مصیبت بن جائیں گی۔"

انہوں نے فوراً جواب نہیں دیا۔ پھر ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ اس کے بعد ایک فوجی افسر نے کہا "ہم اس اہم معاملے پر تمہاری میڈیم مہرمان سے گفتگو کرنا چاہیں گے۔ ہمیں پتا ہے وہ یہاں موجود ہے۔ ہمیں بابا بار مشورے دے رہی ہے۔ وہ یہاں نمودار ہو جائے تو دوبارہ گفتگو ہو سکے گی۔"

سونیا نے کہا "آؤ کمانڈر! ہم ان کے دہرو ہو جائیں۔"

وہ دونوں اس میزنگ ہال میں نمودار ہو گئے۔ وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران سونیا کو دیکھتے ہی چوک گئے۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب ہی نے بیک وقت حیرانی سے کہا "میڈیم! آپ؟"

"ہاں میں ہوں، ان کی میڈیم مہرمان۔"

وہ اونچے پلیٹ فارم کی طرف بڑھنے لگی۔ اجلاس کی صدارت کرنے والے فوج کے اعلیٰ افسر نے اٹھ کر اپنی کرسی پر بیٹھ کی۔ وہ

کری پر اگر بھیجی۔ تالیاں بجانے کی توازیں آئے گئیں۔ تالیاں بجانے والے سنگی مین ایک ایک کر کے اس ہال میں نمودار ہونے لگے۔ دوسری اکابرین انہیں جراتی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سنگی مین اتنے تھے کہ ان کی تالیوں سے ہال کو گونجنے لگا تھا۔ سونائے نے ایک ہاتھ اٹھایا تو تالیاں بند ہو گئیں۔ وہ بولی "آپ حضرات نے میری آمد پر میری تصدیق کی۔ میرے لیے صدارت کی کرسی چھوڑ دی۔ یہ دیکھ کر تمام سنگی تالیاں شان خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے نمودار ہو گئے ہیں۔ میں انہیں حکم دیتی ہوں، یہ فی الحال تاویذ رہیں۔"

یہ حکم سننے ہی سے سب تاویذ بین گئے۔ ایک فنی افسر نے پوچھا۔ "میزم کیا امریکی اور اسرائیلی حکام جانتے ہیں کہ آپ ان کی لیڈر ہیں؟"

"مجھے نہیں جانتے ہیں۔ دراصل میں یہاں آکر سنگی ماسٹر کی عدم موجودگی میں ان کی رہنمائی کر رہی ہوں۔"

"تکب خفا کی حقوق کو یہاں قدم بجانے کا موقع کیوں دے رہی ہیں؟"

"پہلے میں نے موقع نہیں دیا تھا۔ پہلی بار امریکانے انہیں مشورہ دیا کہ وہ کسی اسلامی ملک پر قبضہ نہ کریں۔ یہ اسرائیل گئے تو وہاں کے حکام نے بھی انہیں اسلامی ممالک پر قبضہ نہ کرنے اور مسلمانوں پر حکومت کرنے کا راستہ دکھایا۔ دیوبند کی بھی یہی کوئی کوشش تھی۔ بہر حال جنہوں نے بھی ہمارے خلاف کوششیں کیں، وہ سنگی فوج کو اپنے اپنے ملک میں بھگت چکے ہیں اور آئندہ بھی بھگتتے والے ہیں۔"

"آپ انہیں ہمارے ملک میں کیوں لاتی ہیں؟"

"میں اس دنیا میں کہیں تو رہتا ہی ہے۔ اس ملک کا شمالی علاقہ غیر آباد ہے۔ یہ وہاں دست بن کر رہیں گے۔ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"اس دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جن کے کئی علاقے غیر آباد ہیں۔ آپ انہیں وہاں لے جاسکتی تھیں۔"

"وہ بولی "مگر یہ میری راہنمائی میں نہ آئے تو تم بھی انہیں اسلامی ممالک کا راستہ دکھاتے۔ تمہاری اسلام دشمنی ہم سے چھپی نہیں ہے۔ زیادہ بحث کرنے سے بہتر ہے فراخ دلی سے انہیں رہنے دو۔"

"میزم! آپ ہم سے کھلی دشمنی کر رہی ہیں۔"

"ماضی کی کوئی ایسی مثال دو، جب ہم نے اور تم نے ایک دوسرے سے کھلی دشمنی نہ کی ہو؟ میری اس امن پسندی کا شکر یہ ادا کر کہ سنگی فوج نے تمہارے کسی شہر کی علاقے میں دہشت نہیں پھیلائی ہے۔ کسی ایک فرد کو بھی نقصان نہیں پہنچایا ہے مگر ایسا کل سے ہو سکتا ہے اگر آج ان کے حق میں فیصلہ نہ ہوتا۔"

"جب یہ جارحانہ عزائم لے کر آئے ہیں اور ہمارے جڑا رہیں گے

تو ہم کیا فیصلہ کریں گے۔"

"فیصلہ یہ کہ سنگی حلقوں سے تعاون کرو۔ کل صبح ہی سے مکانوں کا جملہ قیدی سامان پہنچانا شروع کرو۔ ایک شہر آباد کرنے کے لیے اپنے ماہرین اور کارکنوں کو بھیجو۔ وہاں ان کی ضروریات زندگی کا تمام سامان ہونا چاہیے۔"

"کمانڈر نے پوچھا "میزم! ہائی اگال ہمارے رہائش کا کیا ہوگا؟"

"مجھے جس طرح چاہے چھپ کر رہے ہو اسی طرح اور ایک ہفتہ رہو۔ اگر ایک ہفتے تک وہاں تمہاری ضروریات کا تمام سامان نہیں پہنچے گا اور عارضی رہائش کا انتظام نہیں ہوگا تو پھر اس شہر کے ہر گھر میں کھانا اور دوا شروع کرو۔"

"فوج کے اعلیٰ افسر نے گھور کر بے بسی سے سونا کو دیکھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دوسری صبح شہر میں دہشت اور بد امنی پھیلے۔ اس نے وعدہ کیا کہ کل صبح ہی سے نئی بستی بنانے کا کام شروع ہو جائے گا اور وہاں اس حد تک سولیات فراہم کر دی جائیں گی کہ سنگی فوج آرام سے رہ سکے۔"

"سونا، کمانڈر دنیو کے ساتھ وہاں سے چلی آئی۔ اس نے کئی تاویذ سنگی جاسوس وہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے پیچھے لگا دیے تاکہ ان کی توقع اور غیر متوقع سازشوں کا علم ہوتا رہے۔"

"دوسری صبح سے تمام قیدی سامان مطلوبہ علاقہ میں جانے لگا۔ رہائشی سولیات جلد سے جلد فراہم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ اس ملک میں وہ ایسی پہلی ریاست قائم ہو رہی تھی جس کے قیام کے لیے خود دوسری حکومت دن رات مصروف ہو گئی تھی۔"

"سنگی حلقوں کی وہ ریاست تیار ہو رہی تھی۔ وہاں سازشیں کرنے اور ان کے اندرونی راز معلوم کرنے کے لیے جاسوسی لازمی تھی۔"

"اس بستی کو بنانے کے لیے جو ماہرین گئے تھے ان میں جاسوس بھی تھے۔ شہر آباد ہونے کے بعد وہ جاسوس ماہرین کی حیثیت سے وہیں رہنے والے تھے۔ جاسوسی کے معاملات میں عورتیں زیادہ کامیاب رہتی ہیں۔ یہ موٹی خنائی میں نہ کر اس کے پیٹ کے اندر سے راز

اگلا لیتی ہیں لہذا یہ طے پایا کہ اس سے شہر میں حسین اور جوان عورتوں کو بھیجا جائے گا۔"

"اس دوران سنگی برادر اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ وہاں چلا آیا۔ اس نے سونا سے کہا "مجھے اس کامیابی کی خوشی ہے کہ ہمیں اپنی ریاست قائم کرنے کے لیے زمین مل گئی ہے لیکن میڈم! میرے ماسٹر بھائی کے بغیر یہ کامیابی اور میری ہے۔"

"سونا نے اسے تسلی دی "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

"سنگی ماسٹر کو جلدی رہائی ملے گی اور وہ یہاں آجائے گا۔"

"میرہ کمانڈر سے پہلی "برادر کو ماسکو سے لے کر ہمارے شہر تک اہم بائیں تاؤ۔ ان علاقوں کی سرکراؤ تاکہ یہ تمام علاقوں کو اچھی طرح جان لے۔"

"سنگی برادر نے کہا "پہلے میں ماسکو شہر دیکھوں گا۔"

"کمانڈر اس کے ساتھ سیر کے لیے نکلا۔ کنگے "برادر! ہم سب عورتوں کے رہا ہیں۔ لیکن تم کچھ زیادہ ہی ہو۔ میں نہیں سمجھتا ہوں، صرف چاروں ایک اور ممبر کو، بہرہم اپنے شہر میں اپنی پسند کی عورتیں لے آئیں گے۔"

"اس نے کہا "عورتوں کے ذکر پر اعتراض نہ کرنا۔ وہاں کی عورتیں بڑی حسین اور تمکین ہوتی ہیں۔"

"سنگی بائیں نے کڑوا جذبات بھرتے ہیں۔ اپنے ماسٹر بھائی کے ارے میں سوچے۔ پتا نہیں وہ قیدی کی حیثیت سے کس حال میں رہے گا۔"

"میں ماسٹر بھائی کی قید اور بے بسی کے بارے میں سوچتا ہوں تو ناچتا ہوں۔" الیا کو جرح پناہ دے کر کہہ دوں۔ میں اپنے بھائی کی خیریت نہ رہانی کے بعد الیا کو زخمہ نہیں چھوڑ دوں گا۔"

"جوڑش میں نہ آؤ۔ تم اسے قتل کرنے جاؤ گے تو دوبارہ اس پر دھوکہ دے عورت بہت مکار ہے۔ اس کا بیٹکا ہوا جال نظر نہیں آتا۔ چننے کے بعد جال کی گرفت کا پتا چلتا ہے۔"

"وہ دونوں تاویذ تھے۔ شہر کے راستوں اور بازاروں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ کمانڈر نے تمام سنگی جگہ عورتوں سے پرہیز کرنے کی تاکید کی تھی۔ ابھی سنگی برادر کو مایوسی تھی کہ کئی لیکن وہ خود ہی اپنی ماسٹر بھائی کے بعد ایک حینہ کو بے بسی ٹھک گیا۔"

"جو خود کو قابو میں رکھے تو ہر عورت ایک عام سی عورت لگتی ہے۔ لیکن کئی کوئی ایسا ملک ایسی نظر آتا ہے جس کے لیے دل بے قابو ہو جاتا ہے۔ سنگی برادر نے پوچھا "یہ چلتے چلتے کیوں رکے ہو؟ آگے بڑھو۔"

"آگے کیا بڑھوں۔ اسے دیکھو، جو اسکارف خرید رہی ہے۔" سنگی فوجی خوب صورت اور بھرپور ہے۔"

"سنگی برادر نے اوپر دیکھا۔ واقعی اس عورت میں بڑی دلکشی تھی۔ وہ بھی اندری اندر قربان ہونے لگا۔ سنگی فوجی میں یہ دستور تھا کہ عورت کو ایک سنگی پسند کرے تو دوسرے کا فرض ہوتا تھا۔ اس عورت کا خیال دل سے نکال دے۔ جو ایسا نہیں کرتا تھا۔ دوسرے کی عورت کو بے بسی سے دیکھتا تھا۔ اسے قتل کر دیتا تھا۔"

"سنگی برادر نے غصے سے کہا "کمانڈر! اس عورت کا خیال دل سے لانا۔ میں نے تم سے پہلے اسے دیکھا ہے اور تم سے پہلے اسے لیا ہے۔"

"تم مجھ کو کہہ رہے ہو۔ پہلے میں نے پسند کا اظہار کیا ہے۔" "پہلے میں نے اس لیے اظہار نہیں کیا کہ تم نے عورت سے رہنے کی نصیحت کی تھی۔ تم نے چالاکی دکھائی ہے۔ نصیحت کے لیے میری زبان بند کی اور خود بول پڑے اپنا مجھوت اور قریب

"اپنے پاس رکھو۔ اسے میں حاصل کر دوں گا۔"

"برادر! میں تمہاری طرح ہر عورت سے عشق نہیں کرتا ہوں۔ بہت عرصے کے بعد مجھے یہ پسند آئی ہے۔ اسے میرے لیے رہنے دو۔ ہمیں بہت مل جائیں گی۔"

"مجھے بہت نہیں چاہئیں۔ سنگی ایک چاہیے۔ تم اسے بری نصیحت دے دیکھو گے تو میں دواج کے مطابق تمہیں قتل کر دوں گا۔"

"کمانڈر کا سایہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس حینہ کے اندر لگا۔ سنگی برادر نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا، وہ بھی اس حینہ کے اندر آکر بولا "کمانڈر! اس حینہ کے اندر سے نکل جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔ میں یہاں رہوں گا۔ تم جب بھی اس حینہ کو حاصل کرنے کے لیے غصے میں نمودار ہو گے، میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"وہ حینہ اسکارف خریدنے کے بعد ایک بس میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف جاری تھی۔ جب وہ گھر پہنچے کے بعد اپنے مکان میں تنہا ہو کر تکیا ہوگا؟"

"وہاں صرف سنگی برادر کے پاس ہی نہیں، کمانڈر کے پاس بھی ایک ہسپتال تھا۔ گولیاں دونوں طرف سے طے والی تھیں اور درمیان میں حینہ تھی۔ یعنی وہ صرف دو نہیں، تیسری بھی گولی کی زد میں آسکتی تھی۔"

"پتا نہیں کس کی شامت آئی تھی۔ ایک کی شامت؟ یا دو کی؟ یا پھر تینوں کی۔"



"سنگی ماسٹر کو ایسے یہ خانے میں چھپا کر رکھا گیا تھا، جہاں کوئی تلاش کرنے والا پہنچ نہیں سکتا تھا۔ کوئی زمین پر نہ کر چھپنا چاہے تو اسے ذمہ دار کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوتا لیکن زمین کی یہ چھپے ہوئے شخص کو تلاش کرنا ممکن نہیں ہوتا۔"

"تاویذ جانے والی غیر معمولی گولیاں نے یہ مسئلہ آسان کر دیا تھا۔ جیلہ اور ہیرو تاویذ میں کنگی ماسٹر کو تلاش کر رہے تھے۔ پھر بار بار بھی آگئی تھی۔ وہ ایسے قید خانے اور محنت خانے میں گئے، جہاں سیاسی قیدیوں اور مسلمان مجاہدوں کو انڈین دی جاتی تھیں۔"

"ان دونوں اتفاق سے کوئی مسلمان قیدی نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اسے وہاں سے نکال لاتے۔ ہیرو صبح سے شام تک اس قید خانے میں رہا۔ شام کے وقت ایک شخص ایک ٹرے میں کھانا لے کر آیا جبکہ اس کوغری میں کوئی قیدی نہیں تھا۔ وہ ٹرے کے ساتھ کوغری میں آیا۔ اس کے دروازے کو بند کرنے کے بعد ایک گوشے میں کھڑا ہو کر بولا "دروازہ کھولو۔"

"اس کی گردن سے ایک چھوٹا سا بنگا لٹکا ہوا تھا۔ اس کے ذریعے کسی نے اس کی آواز سنی۔ وہ خانے کا چور دروازہ ایک میکانزم کے تحت کھل گیا۔ وہ ٹرے لے کر بیڑھیاں اترتا ہوا نیچے جانے لگا۔ اس سے پہلے ہی ہیرو نے نیچے پہنچ کر دیکھا، سنگی ماسٹر

اور کیا ہے

میں نے اعلیٰ انسر سے کہا "اپا کو اطلاع دو کہ تمہارا

تھے۔ کسی دن بھی آسکتے تھے۔

من میں موجود رہتے تھے۔ میں نے پرانے ٹیلی ویژن جاننے والے
 بچہ پانچ کی ٹولی بنا کر وہاں خیال خوانی کے ذریعے موجود ہوتے تھے

ان میں سے ایک ٹیلی جمعی جانے والا مستقل سائنہ کے دماغ میں رہتا تھا۔ دشمن اس کے دماغ میں جگہ بنا کر علی تک رسائی حاصل کر سکتے تھے اس لیے سائنہ کی سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ اگرچہ خوبی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا تھا اس کے باوجود ہم ایک لمحے کے لیے بھی اس سے متعلق نہیں رہے تھے سرنگ بنانے والے منتقل دماغوں تک بھی کسی طرح راستہ بنا لیتے ہیں۔

”مسز فراڈ! یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہاری موجودگی میں ہمارا کوئی شہ زور اسپتال میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن یہ باز نہیں آئیں گے۔ بڑے بڑے لوگوں سے بھول چک ہو جایا کرتی ہے۔ تم بھی وہاں کوئی غلطی کر سکتے ہو اور وہ ہو سکتا ہے وہ غلطی ہمیں علی کے کمرے تک پہنچا دے۔“

”مخطرات ہماری خوراک ہیں۔ ہم ہر خطرے کو لقمے کی طرح چباتے ہیں۔ مگر کبھی طرح منڈلاتے رہو۔“

”ہمارا خیال ہے، اس اسپتال کے لیے دورا نکت کافی ہو رہے۔“

”یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ مجھ سے پوچھ کر حملہ کرنا چاہو۔ کیا کرکٹ کھیل رہے ہو؟ میں نے اپنے کا ایشیہ کرکٹ کا تو لوٹ کر لوگے گلوگے کے بیچ اس نے تجھے موساد کا حامدے دار ہے، کہنے انور کی اولاد ہے۔“

ایسی گندی اور شرمناک باتیں سنانے لگا کہ وہ بالکل آپے سے باہر ہو گیا۔ جب ذہن غصے سے تپ رہا ہو تو آدمی اپنی توانائی اور تحفظ کی باتیں بھول جاتا ہے۔

دوڑتے ہوئے آئے۔ فرش پر جھک کر اس سے پوچھنے لگے "کیا ہوا؟ تم کیوں خج رہے ہو؟ کیا تکلیف ہے تمہیں؟ چلا آؤ۔" ادھر صوفے پر لیٹ جاؤ۔"

اس کے خیالات بتانے لگے کہ اس کا نام مذہبی راہب ہے۔ وہ اس وقت لندن میں تھا اور موساد تنظیم کا فرسٹ آفیسر تھا۔ اسرائیلی حکام اس سے شکایت کر چکے تھے کہ موساد والوں نے علی تیمور پر گولی چلا کر سودی اکابرین کے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

فرسٹ آفیسر ایڈمی رابنسن نے الپا اور اسرائیلی حکام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ علی کے لیے اتنا ذمہ دہ بن جائیں گے کہ اس کا باپ فرما دے اس کی جان بچانے کے لیے اسلام آباد میں مصروف رہا کرے گا۔ اسے اسرائیلی کی طرف آنے کی فرصت ہی نہیں ملے گی۔

میں نے اسے صوفے پر ہی گری نیند سلا کر اس پر خوشی
 کیا۔ اس سے ایڑی کی تمام موماسو ایجنسیوں کے بارے میں
 تفصیلات حاصل کیں۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش
 کر دی کہ خوشی نیند پوری کرنے کے بعد یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ وہ
 معمول بن چکا ہے لیکن حقیقتاً میرا معمول اور تابعدار بن کر رہے

[illegible]

ان تمام دستاویزات کی چوری نے موساد کو مجبوز کر رکھا تھا۔ یہ راز کھلنے والا تھا کہ طاہرہ اور انضال احمد موساد کے نمبروں ایجنٹ ہیں اور ان کا رابطہ موساد کی بھارتی شاخ سے رہتا ہے۔

حکم نامک ہوا تھا۔ علی زندہ تھا اور زیرِ علاج تھا۔ فرسٹ آفیسر ایڈی راہن کو ان دونوں کو جانچنے کے بارے میں معلوم تھا، جو دہلی سے اسلام آباد آئے تھے۔ ان دونوں کا قیام پہلے جان شیفر کو کی گئی تھی۔ جب علی زندہ پہنچ گیا تو اس کو کھسی سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے کیونکہ علی کو جان شیفر کی رکنس گاہ کا علم تھا۔

ہوں۔“

اس کے ساتھی افسر نے پوچھا ”یہی! جہیں کیا ہوا تھا“

حصارے ماتحت کہہ رہے تھے کہ تم جہیں ادا کر رہے تھے۔

”دل میں اچانک درد پیدا ہوا تھا۔ درد اتنا شدید تھا کہ میں اپنی چنچیں نہ روک سکا اور جب جسم گیا تو اتنا سکون ملا کہ میں گہری نیند سو گیا۔“

توقع کے خلاف کوئی عورت بیل دی تھی۔ میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک کونجی کے ذرا انک دوم میں تھی۔ ایک شخص نے اس سے پوچھا ”کس کا فون ہے؟“ وہ فون بند کرتے ہوئے ہولی ”چتا نہیں کتا۔ میری آواز سن کر فون بند کر دیا۔“

جس عورت نے فون ایڈ کیا تھا اس کا نام بارگھا تھا۔ اس کے ساتھ جو دو افراد تھے انہی دونوں کی مجھے تلاش تھی۔ میں ان کے داغوں میں پہنچی گیا۔ ایک نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ ہمیں زوئل آفسر سے پوچھنا چاہیے کہ ہم اپنا موبائل استعمال کر رہے ہیں؟

”کوئی غلط کال ہوگی۔ تمہارا فون نمبر صرف میں جانتا ہوں۔ کسی دشمن نے غلطی سے جانتے والے کو یہ نمبر معلوم نہیں ہو سکے گا۔“

”کوئی غلطی سے جانتے والا آپ تک پہنچ سکتا ہے۔“

”کیسے پہنچے گا۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں یہاں ذوق آفس میں آ رہا ہوں۔“

میں نے بابا صاحب کے ادارے کے ایک نوجوان جاسوس
مقرر کو ان دو ایجنٹوں کی طرف روانہ کیا۔ ان میں سے ایک

ڈرائنگ روم میں بیٹھا دیکھ لی رہا تھا۔ دوسرا ایجنٹ مار تھا کے ساتھ بیڈ روم میں تھا۔ میں نے اپنے والے کے منہ سے بول کر لگادی۔ وہ غصہ غصہ گھونٹ بھرتا اور چٹا چلا گیا۔

وہ اتنی بول پینے کے بعد گھبرائے لگا۔ سر ہکرائے لگا۔ وہ کبھی اس طرح نہیں بیٹھا تھا۔ اس نے بول کو منہ سے الگ کر کے سوچا اب نہیں ہے گا۔ ایک گھونٹ بھی نہیں پئے گا۔ میں نے کہا "کیسے نہیں پئے گا۔ چل اٹھا بول۔"

وہ دونوں باتوں سے سر تھا م کر پولا "کون ہے؟ یہ ہے تو میرے دماغ میں بول رہا ہے۔"

"ہاں۔ میں ہوں علی تیمور۔ ان گولیاں چلانے والوں میں سے ایک تم ہو۔"

"ہاں۔ ہاں مگر میری گولی تمہیں نہیں لگی تھی۔ آئندہ میں کبھی تم پر گولی نہیں چلاؤں گا۔"

"گولی تب چلاؤ گے جب زندہ رہو گے۔"

وہ چٹا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے جبراً اس کے منہ سے بول لگادی۔ مناسب مقدار میں شراب جتنا سرور دیتی ہے، اس کی زیادتی اتنی ہی عذاب بھی دیتی ہے۔ دماغ کو الٹا کر زندگی کی باطلات کر رکھ دیتی ہے۔ بول خالی ہوتے ہوتے اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ صوفے پر سے بھٹکا ہوا سر کے بل فرش پر آکر الٹ گیا۔ اس میں اتنی سخت نہیں رہی کہ اٹھنے کی کوشش کر سکتا۔ وہ وہیں پڑا رہ گیا۔

مفتور نے بیڈ روم کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے دوسرے شخص کی آواز آئی "میں آئے ہو" میں نے ٹاس جیتا ہے، آج مار تھا میرے ساتھ رہے گی۔"

مفتور نے کہا "موت نے تمہاری زندگی سے ٹاس جیت لیا ہے، باہر آؤ۔"

وہ دونوں بیڈ روم کے اندر ڈرا دیر چپ رہے پھر اس شخص نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں ہوں علی تیمور۔"

"کیوں اس مت کرنا، ہسپتال میں ہے۔"

"دروازہ کھولو۔ تمہیں ہسپتال بھی نصیب نہیں ہوگا۔"

میں انہیں دروازہ کھولنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن وہ لباس پہن رہے تھے۔ اس نے لباس پہننے کے بعد مار تھا سے کہا "چتا نہیں دروازے پر کون ہے؟"

"خود کو علی تیمور کہہ رہا ہے۔ ہمارا ساتھی جوزف ڈرائنگ روم میں تھا، اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

اس شخص نے آواز دی "جوزف" تم کون ہو؟"

مار تھا نے کہا "تمہارا موبائل فون یہاں کسے میں ہوتا تو ہم ذوق آفیسر سے رابطہ کرتے تمہارے پاس ریوالتور ہے؟"

اس نے تکیے کے نیچے سے ریوالتور نکالا پھر مار تھا کو نشانے پر

رکھ کر پولا "پہلے تم مر گے۔"

وہ بولی "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق نہیں ہے۔ وہ جو دروازے کے باہر ہے، وہ اندر ہے۔ اس کمرے کے اندر بھی اور میری گولی کے اندر بھی۔"

"لیکن وہ آئے والا مجھے نہیں مارے گا کیونکہ تم لوگوں معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"جو پھر دروازہ کھولو۔ وہ آئے والا تمہیں ہلاک کرے گا۔"

مفتور نے کہا "میں یہاں اس کا نشانہ لے رہا ہوں۔"

مار تھا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ کھلے ہوئے دروازے پر مفتور کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ریوالتور سے مفتور کا نشانہ لے کر "مار تھا! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں دشمن کو گولی مار رہا ہوں۔"

مار تھا ایک طرف ہٹ گئی۔ مفتور ریوالتور کی طرف بڑے بڑے گولی چلانے کے لیے ٹیکہ پر اٹھ کر رکنا چاہتا تھا لیکن اٹھنے نہیں جاسکتی تھی۔ مفتور نے قریب آکر اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔ پھر اس نے کہا "تم نے علی پر گولی چلائی تھی، اب تم چلے گی۔"

اس نے مار تھا کے پاس آکر اسے ریوالتور پر رکھا "اس چھ گولیاں ہیں۔ اسے آخری گولی سے مرنا چاہیے۔ پہلے پانچ اس طرح مارو کہ وہ زخمی ہوتا اور تڑپا رہے۔"

مار تھا نے ریوالتور سے لے کر اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلائی ایک بازو میں لگی "وہ چچ کر پولا" کیا کرتی ہو؟ ریوالتور سے اٹھاؤ۔ دشمن کو گولی مارو۔"

اس نے دوسری گولی دوسرے بازو میں ماری۔ وہ قریب دونوں بازوؤں کو تھا م کر کمرے سے باہر بھاگنے لگا۔ میں مارے دماغ میں تھا۔ اس بار اس نے اس کی ایک ٹانگ میں گولی مارا بھاگنے کے دوران چچ مار کر فرش پر گرا۔ تین گولیاں کھائے، تکلیف میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ اٹھ نہیں سکتا تھا بھی جاتا تو ایک پیر سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔

مار تھا نے قریب آکر اس کے دوسرے پیر کا نشانہ لے کر گزرائے لگا۔ "نہیں۔ مجھے صاف کر دو۔ فوراً مار دو۔ میں ایک گولی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے فوراً مار دو۔"

"تمہاری ایک گولی سے علی کو کبھی تکلیف پہنچی تھی۔"

ایک گولی ماری، اب چھ وصول کر کے چارے کام دکھلا اب وہ مرنے لگی ہیں۔"

مار تھا نے پانچویں گولی مانی چاہی لیکن وہ جسمانی طور ہی کمزور تھا۔ زخموں کی تاب نہ لا کر ایک دم سے غصہ پڑنے لے مار تھا کو گولی چلانے سے روک دیا۔ اسے دوسرے ایک پاس لے گیا۔ شراب کی زیادتی اسے مار بھی گئی۔

مفتور نے مار تھا سے کہا "یہ دونوں اپنے انجام کو ہیں۔ تم زخمی رہو گی کیونکہ ہمارے معاملات سے تمہارا

نہیں ہے۔"

مار تھا کو ریوالتور سمیت وہاں چھوڑ کر کوٹھی سے باہر آیا۔ قریب ہی وہ کوٹھی تھی، جہاں موساد کا ذوق آفیسر رہتا تھا۔ مفتور نے کٹ پر پہنچ کر سیکورٹی افسر سے کہا "سیکیورٹی صاحب سے میری ملاقات ہے۔ ان سے کو فرماتے کیا ہے۔"

سیکیورٹی افسر نے وائی ٹاکی کے ذریعے اطلاع دی۔ ذوق آفیسر نے پہلے ایک کامیابی پر مار تھا۔ جب اس نے سنا کہ فرماتے آئے تو اس نے گھبرا کر پوچھا۔ "کون فرماد؟"

سیکیورٹی افسر نے میری مرضی کے مطابق کہا "وہی جس کے خوف سے آپ نے اپنی اصلیت چھپائی ہوئی ہے۔"

یہی کیوں کر ہے ہو؟"

"ہمت اچھا جناب! میں فرماد صاحب کو اندر بھیج رہا ہوں۔"

وہ چچ کر پولا "نہیں ہرگز نہیں۔ اسے اندر نہ آنے دو۔ باہر گولی مار دو۔"

سیکیورٹی افسر نے ادھر سے ادھر دیکھ کر کہا "جناب! وہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ شاید چھپ کر اندر گیا ہے۔"

"تمام گاؤز کو لے کر اندر آؤ۔ میرے چاروں طرف ہو، جو بھی اجنبی نظر آئے، اسے فوراً گولی مار دو۔"

مفتور وہاں سے جا چکا تھا۔ سیکورٹی افسر تمام مسلح گاؤز کو بلا کر کوٹھی کے اندر آیا۔ وہ سب کوٹھی کے مختلف حصوں میں جا کر مجھے تلاش کرنے لگے۔ پھر سب ڈرائنگ روم میں آگئے۔ ذوق آفیسر نے کہا "مجھے چاروں طرف سے گھیر لو۔ وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

وہ سب اپنے اپنے باتوں میں مگن لیے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں نے سیکورٹی افسر کی زبان سے کہا "علی کے چاروں طرف بھی ایسا ہی پرا ہے۔ جب تم جیسوں کو کچرے کی طرح صاف کر دوں گا تو پھر ہسپتال سے پرا ہٹا دوں گا۔"

وہ گھبرا کر پولا "تم میرے سیکورٹی گاؤز ہو کر ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"تمہارے ہتھیار ہماری گولیاں تمہاری حفاظت کے لیے ہیں۔ مگر ہمارا دماغ فریاد کا تابعدار ہے۔ اب تاؤ دماغ کے بغیر ہم گولیاں چلائیں گے تو کیا وہ تمہاری طرف نہیں آئیں گی؟"

وہ خوف زدہ ہو کر اپنے اطراف تمام گاؤز کو دیکھنے لگا۔ سیکورٹی افسر نے کہا "تمہارے دو ایجنٹ جو ہمارے آئے تھے اور جنہوں نے علی پر گولی چلائی تھی، انہیں جہنم میں پہنچا دیا گیا ہے۔ جہاں انہوں نے پناہ لی تھی، وہاں ان کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں، تمہاری لاش بھی یہاں پڑی رہے گی۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سیکورٹی افسر نے کہا "کھڑے ہوئے سے بھی موت آتی ہے۔ تمہارے پاس ریوالتور

ہے۔ اسے نکالو اور خود کشی کرو۔ تم تمہارے قاتل بن کر چھائی پر نہیں چڑھیں گے۔"

پھر اس نے تمام گاؤز سے کہا "باہر چلو۔ ہماری ڈیوٹی باہر رہتی ہے۔ اندر کوئی خود کشی کرے تو ہمیں دسے وار نہیں گھمرا جائے گا۔"

وہ سب باہر جانے لگے۔ ذوق آفیسر کو اطمینان ہوا۔ گولی مارنے والے جارہے ہیں۔ اب میں ایسا احمق نہیں ہوں کہ... خود کشی کر دوں گا۔ مجھے زندگی سے محبت ہے۔ میں زخمی ہوں گا اور ہاں مجھے دلی فون کرنا چاہیے۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ موساد کے دونوں ایجنٹ مارے گئے ہیں۔ جان شیفرز جیسے پرائے ایجنٹ یہاں سے جا چکے ہیں لہذا ان لوگوں کو یہاں بھیجا جائے۔"

وہ دلی فون کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ لباس کے اندر سے ریوالتور نکال کر دیکھنے لگا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ اس نے سوچا "مجھے ریسور اٹھا کر دلی فون کرنا تھا۔ پھر میں نے یہ ریوالتور کیوں نکال لیا؟"

اس نے ریوالتور کو دلی فون کے رابطہ کرنا تھا۔ لیکن اس نے اس سے دلی فون کیا؟ جس کا سیکورٹی بن کر یہاں آیا تھا۔ رابطہ ہونے پر اس نے کہا "مرا مجھے افسوس ہے۔ میں سیکورٹی کی حیثیت سے آپ کی خدمت نہ کر سکا۔ میں جا رہا ہوں۔"

شیفرز نے پوچھا "چاک کماں جارہے ہو؟"

"ہمت اوپر جا رہا ہوں اور ہمت اوپر جانے کے لیے خود کشی کرنا ہمت ضروری ہے۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں نے یہ فون اس لیے کیا ہے کہ آپ میری خود کشی کے گواہ رہیں۔ یہ بیان دے سکیں کہ میں نے جان دینے سے پہلے اطلاع دی تھی اور اطلاع دیتے ہی خود کو گولی ماری تھی۔ آپ نے فون پر گولی چلنے کی آواز سنی تھی، کیا آپ نے سنی تھی؟"

"نہیں میں نے نہیں سنی۔"

"تو اب سن لیں۔"

شیفرز کچھ کہا چاہتا تھا۔ پھر ایک دم سے فائز کی آواز سن کر چونک گیا۔ گولی چلنے کی آواز فون کے ذریعے کان تک پہنچی تھی۔ پھر گھبراہٹا چھا گیا تھا۔

میں وہاں سے واپس آیا۔ اب اسلام آباد میں موساد کا کوئی ایسا قابل توجہ شخص نہیں رہا تھا، جو میرے بیٹے کو نقصان پہنچانے کا حوصلہ کرے گا۔ میں نے یورپ میں موساد کے ہیڈ کوارٹر سے لے کر دلی کی موساد ایجنسی تک تمام اہم عہدے والوں تک پہنچ کر اطمینان کر لیا۔ یہی احوال کوئی میرے علی کے خلاف کردہ عوام نہیں رکھتا تھا۔

یوں تو شیطانی سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ کسی نہ کسی صورت سے شیطانی عمل جاری رہتا ہے۔ وہ موساد والے بھی نئے منصوبے

کے ساتھ آگے تھے لیکن وہ جب تک آئے اس وقت تک کل کا زخم مندمل ہونے لگا۔ وہ خودی ان سے نئے کے قابل ہو جاتا۔ میں اپنے بیٹے کے پاس آیا۔ وہ اسپتال کے آرام و ستر لینا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: ”ہیلو! پاپا کی جان کیسے ہو؟“ وہ بولا: ”پاپا! آپ کی اور مٹی کی موجودگی میں بھلا مجھے کیا ہوگا۔ مجھے یقین ہے آپ نے تمام کانٹے صاف کر دیے ہوں گے اور اوجھڑی مجھ پر روحانی عمل کر رہی ہیں“ اس عمل کے نتیجے میں مجھے اپنے جسم میں کسی زخم کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حیران ہیں کہ انٹراڈائمنٹیم تیزی سے کیسے بھر رہا ہے۔“

”میرے بیٹے! تمہارے باپ سے زیادہ تمہاری ماں کمال دکھائی ہے۔“

آمنہ بھی علی کے اندر موجود تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: ”آپ دوا کر رہے ہیں ہمیں دعا کر رہی ہوں لیکن مریض کے لیے سب سے ضروری چیز تیار دوا ہے۔ ہماری ہونے والی ہونے والی تیار دوا کی حد کر دی ہے۔ دن رات علی کے بستر سے گھر جاتی تھی۔ نہ سوئی تھی نہ اچھی طرح کھاتی تھی۔ میں نے مجبور ہو کر اسے ٹیلی ہسپتال کے ذریعے کھلایا پایا ہے اور آرام سے اسی کمرے کے دوسرے بیڈ پر اسے سلا رہا ہے۔ دوسری ہے۔“

علی نے کہا: ”پاپا! آپ ساتھ کے ماں باپ سے بھی منٹ لیں۔ ساتھ کے دو بھائی لندن سے یہاں آنے والے تھے۔ میں چاہتا تھا انہیں اسلامی تعلیمات دی جائیں۔ آپ ان کے لیے کچھ کریں۔“

آمنہ نے کہا: ”ساتھ کی طرح اس کے دونوں بھائی بھی مسلمان ہیں۔ انہوں نے اب تک بیویوں کے ماحول میں تعلیم حاصل کی ہے۔ میں انہیں اسلامی تعلیمات سے آشنا کروں گی۔ تمہارے پاپا ان بچوں کے والدین سے منٹ لیں گے۔“

ساتھ کے وہ دونوں بھائی لندن سے آگئے تھے لیکن ان کے ماں باپ یعنی طاہرہ اور افضل احمد انہیں پھر لندن واپس لے جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے پہلے ایک بار فرار ہونے کا منصوبہ بنایا تھا جسے علی نے ناکام بنایا تھا۔ اس بار دونوں بیٹے ان کے ساتھ تھے۔ ان میں سے ایک پندرہ برس کا تھا اور دوسرا بارہ برس کا۔ دونوں معصوم تھے۔ والدین انہیں جدھر جھکتے تھے وہ جھک جاتے تھے اور طاہرہ اب تک انہیں بیویوت کی طرف جھکاؤ آ رہی تھی۔

اس وقت وہ سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ روحانی گھنٹے بعد ایک فلائٹ سے لندن جانے والے تھے۔ پروڈیا بکال احمد تھا اسے کامی کہتے تھے اور چھوٹے بیٹے جمال احمد کو بھی کے مختصر نام سے پکارتے تھے۔ کامی نے کہا: ”جب لندن واپس جانا تھا تو ہمیں یہاں کیوں بلایا تھا؟“

طاہرہ نے کہا: ”ہم بہت مجبور ہو کر بلایا تھا۔ ایک دشمن تم دونوں بھائیوں کو مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ وہ ابھی اسپتال میں ہے۔ ہمارے لیے اچھا موقع ہے ہم یہاں سے لندن چلے جائیں گے تو وہ

ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

جی نے کہا: ”مٹی! آپ ہمیں سسٹر سے کیوں نہیں ملا رہی ہیں؟ کیا وہ ہمارے ساتھ لندن نہیں جائیں گی؟“

”نہیں“ وہ مسلمان جو اسپتال میں ہے اس نے تمہاری سسر کو رُپ کیا ہے۔ وہ مسلمان ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ اسپتال میں رہتی ہے۔ تم دونوں اس سے ملنے جاؤ گے تو وہ تمہیں بھی پھانسی لیں گے۔“

”پاپا! ہماری سسر بہت اچھی ہیں۔ آپ کو پتا ہے ہم انہیں کتنا چاہتے ہیں۔ آپ کم سے کم فون پر ان سے گفتگو تو کرا سکتے ہیں۔“

”بیٹے! یہاں ٹیلی ہسپتال جانے والے ہمارے بہت سے دشمن ہیں۔ وہ ٹیلیفون پر تمہاری آواز سن کر تمہارے دماغوں میں ہتھی جا سکیں گے۔ یہ معلوم کر لیں گے کہ ہم پاکستان سے فوراً فرار ہو رہے ہیں۔“

طاہرہ نے کہا: ”معدن ہتھی کر وہاں سے فون پر سسر سے بات کر لیتا۔ اب خواہ مخواہ خند نہ کرو۔ چلو تیار ہو جاؤ۔ لباس تبدیل کر دو۔“

کامی اور جی اپنے بیڈروم میں آکر لباس تبدیل کرنے لگے۔ جی نے کہا: ”مٹی! کیا ہم اپنی باری سسر سے نہیں مل سکیں گے؟“

”مٹی میں سوچ رہا ہوں۔ ہم ان کے ساتھ چھٹیاں ابجوائے کرنے آئے تھے۔ ہمیں ان سے ضرور ملنا چاہیے۔ اگر ہم مٹی اور پیانو نہ بتائیں اور چپ چاپ ان سے ملنے جائیں تو یہ ایڈونچر کیسا رہے گا؟“

”فنانسنگ! ایڈوانٹس آئے گا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہماری سسر کس اسپتال میں ہیں؟“

”معلوم نہیں ہے مگر ہم معلوم کر لیں گے۔ پہلے یہاں سے نکل چلو۔“

وہ دونوں تیار ہو کر کوٹھی کے پچھلے دروازے سے باہر آگئے۔ تیزی سے چلتے ہوئے اس کوٹھی سے دور جانے لگے۔ وہ اپنی سسر ساتھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس سے ملنا چاہتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کس اسپتال میں ہے۔

میں نے ان دونوں کے اندر بسن سے ملنے کا شدید جذبہ اور حوصلہ پیدا کیا۔ انہیں نہ اسپتال کا پتا معلوم تھا اور نہ وہ اسلام آباد کی گلیاں اور راستے جانتے تھے لیکن حوصلہ کر کے نکل گئے تھے۔ میں انہیں سیدھا اسی اسپتال میں پہنچا سکتا تھا لیکن ان کے والدین کو ان کے پیچھے دوڑانا چاہتا تھا۔

دونوں بھائی ایک ہی سی او میں آئے۔ کامی نے فون کے ذریعے افضل احمد کو مخاطب کیا۔ ”ہیلو پاپا!“

باپ نے حیران ہو کر پوچھا: ”تم دونوں کہاں ہو؟ ہم یہاں گھر میں تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ فوراً واپس آؤ۔“

”تو پاپا! آپ ہمیں اسپتال کا پتا بتائیں، ہم سسر سے ضرور

ملیں گے۔“

”کیا داغ خراب ہو گیا ہے۔ اس شر کے راستے نہیں بچانے ہو۔ بھگ جاؤ گے۔ واپس آ جاؤ۔“

”واپس کیسے آئیں۔ ہم تو بھگ گئے ہیں۔“

”کیسی ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی کا ایڈریس بتاؤ۔ ذرا دور پہنچاؤ گے۔“

”ہم ٹیکسی ذرا دور اور کسٹال کا ایڈریس بتائیں گے۔ پہلے اپنی سسر کے پاس جائیں گے، پھر ہمیں اسپتال کا پتا بتائیں۔“

طاہرہ نے ریسپورٹ کر کے کہا: ”یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ ہمیں ایک گھنٹہ پہلے ازپورٹ پہنچنا چاہیے۔ اب ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ فوراً واپس آؤ۔“

”ہم آگے گھٹنے میں سسر سے مل کر آ سکتے ہیں۔“

جب افضل احمد فون پر کامی سے بات کر رہا تھا تب طاہرہ نے میرے ذریعہ سے کہانی گھڑی آدھا گھنٹہ پیچھے کھینچی گئی اور اب طاہرہ فون پر بولنے لگی تو میں نے افضل احمد کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ اس نے بھی گھڑی تیس منٹ پیچھے کھینچی دے فلائٹ میں ... اب صرف ایک گھنٹہ رہ گیا تھا۔ انہیں ازپورٹ پہنچ جانا چاہیے تھا۔

طاہرہ نے ریسپورٹ کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر افضل احمد سے کہا: ”میں انہیں اپنی کالونی کے اسپتال کا پتا بتا رہی ہوں۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچیں گے ہم انہیں پکڑ کر ازپورٹ لے جائیں گے۔“

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر انہیں ایک قریبی اسپتال کا پتا بتایا پھر ریسپورٹ کر کے کہی: ”چلو جلدی سامان گاڑی میں رکھو ان بچوں نے پریشان کر دیا ہے۔“

وہ دونوں بیڑیاں ہوتے سامان سزا غما کر کار میں رکھتے رہے۔ ابھی انہیں اسپتال جانا تھا۔ پھر وہاں سے کامی اور جی کو تلاش کر کے ازپورٹ پہنچا تھا۔ انہوں نے تمام سامان کار میں رکھا۔ کوٹھی کو لاگ کیا پھر وہاں سے چل پڑے۔

وہ اسپتال زیادہ دور نہیں تھا لیکن کوئی جتناہ گزر رہا تھا اس لیے وہ راستہ بند تھا۔ گاڑی کو روکنا پڑا۔ افضل احمد نے جھنجھاکر اسٹیرنگ پر ہاتھ مار کر کہا: ”تم نے اس اسپتال کا پتا کیوں بتایا؟ پتا نہیں یہ جتناہ کتنی دور میں گزرے گا۔“

”تم مسلمان ہو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے جتناہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اب جھنجھالنے سے کیا حاصل ہوگا۔ راستہ بدل کر چلو۔“

دوسری گاڑیاں راستہ بدلنے کے لیے مڑی تھیں۔ وہ بھی اپنی کار موڑ کر ایک لمبے راستے سے گزر کر اس اسپتال میں پہنچے۔ ان کی گھڑیوں کے مطابق اوقات گزر چکا تھا کہ اب فلائٹ کی پروازیں صرف چالیس منٹ بچے تھے۔

انہوں نے اسپتال کے اندر اور باہر دیکھا۔ دونوں بیٹے نظر

نہیں آئے۔ طاہرہ نے غصے سے کہا: ”میں تو آج ہی یہاں سے جاؤں گی تم بچوں کو لے کر کل فلائٹ سے آؤ۔“

وہ ازپورٹ کی طرف جانے لگے۔ افضل احمد نے کہا: ”تمہیں بچوں کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے، کل ہم سب ایک ساتھ چلیں گے۔“

”کل تک علی اسپتال سے اٹھ کر آ سکتا ہے۔ میں کوئی رسک نہیں لوں گی۔ یہاں موساد کے بڑے بڑے ایجنٹ مارے جا چکے ہیں۔ علی کے ماں باپ ضرور یہاں ہیں۔ وہ موساد والوں کو چن چن کر قتل کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں ابھی جاؤں گی۔“

وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا: ”فلائٹ کی پروازیں صرف دس منٹ بچے ہیں اور ازپورٹ تک پہنچنے کے لیے دس منٹ لگیں گے۔“

”گاڑی کی رفتار بڑھاؤ، کبھی کبھی فلائٹ لیٹ ہو جاتی ہے۔ اوگاڑا آج بھی لیٹ ہو جائے گا۔ میں کسی طرح یہاں سے چلی جاؤں۔ لندن پہنچ کر اپنی عادت گاہ میں باج سونا پڑ چنہ دوں گی۔“

وہ دھماکے سے جاتی جاری تھی۔ ازپورٹ پہنچتی ہی وہ پورٹرز ٹرائی لے کر آئے۔ اس نے کار کا دروازہ کھول کر پورے پوچھا: ”معدن کی فلائٹ میں کتنا وقت رہ گیا ہے؟“

پورٹرز نے کہا: ”وہ تو آدھا گھنٹہ پہلے جا چکی ہے۔“

وہ اپنی گھڑی دیکھ کر کہی: ”پروڈیا وقت تو اب سوا بجے۔ جہاز وقت سے پہلے کیسے جا سکتا ہے۔“

”مڈیم! آپ کی گھڑی آدھا گھنٹہ پیچھے ہے۔ فلاٹ صبح وقت پر جا چکی ہے۔“

افضل احمد نے ایک شخص سے وقت پوچھا تو تھوہرتی ہوئی کہ ان دونوں کی گھڑیاں غلط وقت دکھائی ہیں۔ طاہرہ کو پھر بھی یقین نہیں آیا۔ اس نے وزیر لالی میں آکر دیکھا۔ دو گائی کے بوڑ پر سے لندن جانے والی فلائٹ کا نام اور نمبر ختم کر دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ فلائٹ جا چکی ہے۔

طاہرہ کا سر پکڑنے لگا۔ افضل احمد نے اسے ساراوے کر کہا: ”کار میں چل کر بیٹھو۔“

وہ دونوں کار میں آگئے۔ افضل احمد نے کہا: ”کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کل صبح ہم سے ازپورٹ آ جائیں گے۔ اب ہمیں یہ کو شش کرنا چاہیے کہ کامی اور جی اسپتال جا کر ساتھ سے نہیں ورنہ ساتھ ان کے ساتھ ہم سے ملنے آئے گی تو علی کو ہمارا پتا معلوم ہو جائے گا۔“

”تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا ساتھ اپنی کوٹھی کا پتا نہیں جانتی ہے؟“

”ہم کل تک اپنی کوٹھی میں نہیں رہیں گے۔ درنوراکے کالج میں آج کا دن اور رات گزار کر کل صبح چلے جائیں گے۔ کسی دشمن کو پتا نہیں چلے گا کہ ہم لندن جا چکے ہیں یا نہیں چھپے ہوئے

ہیں۔

وہ دونوں کار سے نکل کر گاؤں پر آئے اور دوسرے دن کی فلاح میں اپنی سیتیں بیک کرانے لگے۔

میں نے کافی اور جی کو اسپتال پہنچا دیا۔ وہاں صلح کارڈ سے کہہ دیا کہ انہیں اسپتال کے اندر علی اور ساتھ کے پاس جانے دیا جائے۔ ساتھ سوری تھی۔ میری خیال خوانی کے ذریعے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے فوراً بستر سے اٹھ کر علی کے پاس تیزی سے آکر کہا "مائی گاڈ! پتا نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی؟ تم نے وقت پر دوائی ہے؟"

علی نے محبت سے اس کا ہاتھ قلم کر کہا "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دوا بھی کھا چکا ہوں۔ تم میرے لیے اتنی پریشان رہو گی تو میں تمہارے لیے پریشان ہو تا رہوں گا۔"

وہ بولی "میں بیمار تو نہیں ہوں کہ میرے لیے پریشان ہو گے۔" "دن رات میری تمارداری کرو گی تو بیمار ہو جاؤ گی۔ پھر مجھے اٹھ کر تمہاری تمارداری کرنی ہو گی۔"

"ایسا نہ کہو۔ میرا دل چاہتا ہے، میں ہمیشہ تمہاری تمارداری کرتی رہوں۔"

وہ ہنس کر بولا "یعنی تم چاہتی ہو، میں ہمیشہ اسپتال میں پڑا رہوں۔"

"کیا اس کا بھی مطلب ہوتا ہے؟ میں اصل میں یہ کہنا چاہتی ہوں، تم بیمار نہ رہو پھر میں میں تمہاری تمارداری کرتی رہوں۔"

"تم تمارداری نہیں، خدمت گزار کرتے ہیں۔ یعنی میں تندرست رہوں، چتا پھرتا رہوں اور تم ضرورت کے وقت میری خدمت کرتی رہو۔"

وہ انکار میں سہلا کر بولی "اس طرح مزہ نہیں آئے گا۔ میں جب بھی خدمت کرتا چاہوں، تم بستر پر لیٹ جایا کرو۔" "میری جان! بستر پر لیٹ کر محبت ہوتی ہے" اسے خدمت نہیں کہتے۔

ساتھ کو آواز میں سنائی دیں "سسر! سسر!"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ دواؤں پر کامی اور جی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ دوڑ کر ان سے پلٹ گئی، انہیں چومنے کے بعد کہنے لگی "کب آئے؟ مجھے فون کیوں نہیں کیا؟ کیا آج ہی لندن سے آئے ہو؟"

کالی نے کہا "سسر! آج تیرا دن ہے۔"

جی نے کہا "جب سے آئے ہیں، می بیچا سے خد کرتے رہے کہ آپ سے ملا دیں، مگر وہ ہمیں زبردستی لندن واپس لے جا رہے ہیں۔"

"سسر! آپ ہم سے ملنے کیوں نہیں آئیں؟"

"جی! میں نہیں آسکتی تھی، یہ بیمار ہیں۔ یہ۔۔۔ ارے میں تو تعارف کرانا بھول گئی۔ آؤ! اندر آؤ۔"

وہ دونوں اس کے ساتھ بیڈ کے پاس آئے، وہ بولی۔ "یہ سسر علی تیر ہیں اور علی! یہ ہے مکمل احمد عرف کالی اور یہ بہ جمال احمد عرف جی۔"

علی نے مسکرا کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ دونوں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ جی نے پوچھا "کیا تم وی ہو، جو ہم جیسے بچوں کو مسلمان بناتا ہے۔"

علی نے مسکرا کر کہا "تم دونوں بھائی اور تمہاری یہ بہن پیدا انکی مسلمان ہو۔ انسان کو کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے اور تمہارے والدین تمہیں یہودی کہہ کر سفید جھوٹ بول رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنی سسر سے پوچھ لو۔"

ساتھ نے دونوں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا "کالی! جی! یہ درست کہہ رہے ہیں۔ دنیا کا ہر بچہ اپنے باپ کے خوالے سے مذہبی اور سماجی شناخت رکھتا ہے۔ ہمارے یہاں مسلمان تھے اور مسلمان ہیں۔ وہ ہماری می کے لیے صرف یہودی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ میں تمہیں اطمینان سے سمجھاؤ گی۔ تم دونوں مجھ پر بھروسہ کرتے ہو نا؟ کیا میں بھی تم سے جھوٹ بولتی ہوں یا کبھی غصہ دکھائی ہوں؟"

"نہیں، می غصہ کرتی ہیں۔ آپ تو بہت اچھی ہیں اسی لیے تو ہم ان سے چپ کر آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"کیا واقعی! می اور یہ بیچا سے چپ کر آئے ہو؟ وہ تو بہت پریشان ہوں گے۔"

علی نے کہا "ساتھ! میری می ابھی میرے داغ میں ہیں۔ یہ کہہ رہی ہیں کہ جس طرح پہلے ایک بار تمہاری می تمہیں دھوکے سے چھوڑ کر جاری تھیں اسی طرح آج بھی کالی اور جی کو چھوڑ کر جانے والی تھیں لیکن پاپا نے ان سے فلاح مس کرا دی۔"

ساتھ نے کہا "کالی! میں می کا موبائل نمبر ڈائل کر رہی ہوں۔ تم ان سے پوچھو، وہ تم دونوں کو یہاں کیوں چھوڑ کر جاری تھیں۔"

وہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔ آمنہ، طاہرہ کے پاس پہنچ گئی۔ طاہرہ نے اپنے موبائل پر برز کی آواز سنی۔ پھر اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کالی نے کہا "می! ہم بہت خوش ہیں۔ سسر میں مل گئی ہیں۔ ہم ابھی سسر کے پاس ہیں۔"

طاہرہ یہ سن کر گھبرا گئی کہ بیٹی علی کے پاس ہے۔ علی اس فون کے ذریعے اس کے داغ میں پہنچ جائے گا۔ اس نے فون کو بند کرنا چاہا مگر آمنہ نے اسے بند نہیں کرنے دیا۔ وہ فون پر بولی "سسر کے بیٹے! تم دونوں نے پریشان کر دیا ہے۔ تم دونوں نافرمان ہو۔ تم اپنی می اور بیچا کو دھوکا دے کر سسر سے ملنے گئے ہو۔"

"کیا اسی لیے آپ ہمیں دھوکا دے کر، ہمیں چھوڑ کر ابھی لندن جانے والی تھیں؟"

طاہرہ انکار کرنے والی تھی۔ آمنہ نے اسے سچ بولنے پر مجبور

ہیں۔ ”کیا وہ بولی ہاں چھوڑ کر جاری تھی۔ تمہارے جیسی نافرمان اولاد وہ دوزخ کے ساتھ ہی سلوک کرنا چاہیے۔“

”آپ نے پہلے سسر کو چھوڑا۔ آج ہمیں چھوڑی نہیں۔“

”ہمیں کس کے سارے چھوڑی نہیں؟“

”سانہ نے ریسور کی طرف جھک کر کہا ”مئی“ جس مسلمان کو برا کہتی ہیں ”اسی کے سارے چھوڑ کر جاری ہیں۔ میرے عزیز بھائی! بہتر کون ہے جو مصیبت میں چھوڑ کر جائے یا جو مصیبت میں کام آئے؟“

”طاہر نے کہا ”مجھے بہتر نہیں بنتا ہے۔ ان دونوں کو اپنے ہی پاس رکھو۔ وہ اب میرے پاس آئیں گے تو تیرے یار کی ٹہنی چھٹی بھی اور حریج مل آئے گی۔“

”وہ اس کرولی ”کیا آپ ابھی ٹہنی چھٹی سے محفوظ ہیں؟“

”پورے یقین کے ساتھ محفوظ ہیں۔ اس بار موساد والوں نے اچھی طرح غور کی عمل کے ذریعے ہمارے داغوں کو لاک کیا ہے۔“

”چلنے والی تھی ہوں لیکن مجھے اور علی کو آپ کی کوٹھی کا چا تو معلوم ہے۔“

”میں اور تمہارے پیپا اتنے نادان نہیں ہیں کہ اسی کوٹھی میں رہیں۔ ہم ایسی جگہ ہیں جہاں تم اس مسلمان کے ساتھ کبھی نہیں بیٹھ سکتے۔“

”ہم آپ کے پیچھے نہیں آئیں گے لیکن آپ کو اور پیپا کو ان تمام اعمال کا حساب دینا ہو گا جو پاکستان کے خلاف برسوں سے جاری رہے۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ یہاں سے فرار ہونا آسان ہے۔ یہاں سے کوئی ایسا طریقہ پروا نہیں کرے گا جس کے مسافر آپ اور پیپا ہوں گے۔“

”تم جی ہوا دشمن؟“

”جی ہوں۔ اسی لیے آپ دونوں زندہ ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ علی میری وجہ سے کب تک آپ دونوں کو ڈھیل دیتے رہیں گے۔“

”کای نے بلوچا ”مئی! کیا آپ اور پیپا جی جچ چھپ گئے ہیں؟“

”ہمیں اپنے پاس بھی نہیں بلائیں گے؟“

”تم سب کے ساتھ ایک جگہ ہے ”ایک مصیبت ہے۔ ہم اسے اپنے قریب نہیں آئے دیں گے۔ ہماری سلامتی اسی میں ہے کہ اپنے تئیں بچوں سے دور رہیں۔“

”طاہر نے فون بند کر دیا۔ کای نے ٹکارا ”مئی! امی! بیٹی!۔“

”سانہ نے اس سے ریسور لے کر کہنے ہوئے کہا ”ہم سے ملنا تو دور کی بات ہے، وہ بات بھی نہیں کریں گی۔“

”جی نے دلتے ہوئے کہا ”مئی نے کای سے بات کی مجھ سے نہیں کی۔“

”کای کی بھی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ سانہ نے جھک کر دونوں کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا ”رونا نہیں چاہیے۔ ابھی ہمیں بہت

سے اینٹوں اور پگائوں سے دکھائیں گے۔ سب کو حوصلے سے بڑھا کرنا ہے۔ میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔“

علی نے سوچ کے ذریعے آنسو سے... ”مئی! یہ سہرا اپنے ماں باپ کی اسلام دشمنی کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔ ان سے قدرتی لگاؤ ہے۔ اگر ہم ان سے انتقام لیں گے اور ان کو لکھ دشمنی کی سزا دیں گے تو ان بچوں کو صدمہ پہنچے گا۔“

”بیٹے! ہر جرم کو سزا ملتی ہے۔ یہاں نہ ملے تو عاقبت میں ہوتی ہے۔ ہماری تمہاری یہ پوش ہوتی چاہیے کہ ان کے باپ زندہ رہیں مگر ایک دن بھی سکون سے نہ گزار سکیں۔“

”زہرا موت سے بدتر ہوئی۔ وہ خوف زدہ نہ کر اور میرے بھانجے پھر گئے۔ جبکہ جیسے وہیں گے لیکن ان کی ہر ہر عارضی ہوا کرے گی۔“

علی نے آنکھیں بند کر لیں۔ سانہ اپنے بھائیوں کو تر دینے اور پیار کرنے میں مصروف تھی۔

○☆☆○

”مکی فوج بھارت سے جا چکی تھی۔ دیوی حیران تھی کہ کس طرح ذہانت اور حکمت عملی سے صرف دو گھنٹے کے اندر ہندوؤں کو اس کے دیس سے نکال دیا ہے۔“

اس نے غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ ان ہندوؤں کو بھگتے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف مصلحت ضرورت تھی۔ اس نے کیر کے داغ میں آکر کہا ”تم نے مکی کو یہاں سے جانے پر مجبور کر دیا۔ وہ سب چلے گئے۔ لیکن اگر نہ تمہاری کوئی ممت ہے اور نہ ہی ذہانت۔“

”یعنی میں نے کوئی کمال ہی نہیں کیا؟“

”کمال کیا؟ اگر یہ معلومات مجھے حاصل ہوتیں کہ مکی الپا کی قید میں ہے اور مکی فوج دبدر ہو گئی ہے تو ایسی جہاں اشتعال انگیز خبریں مکی برادر کو سنا کہ اسے مکی ماسٹر کی رہائی پر اور اپنی مکی قوم کو ایک جگہ سمیٹ کر رکھنے کا احساس دلائی طرح یہاں سے چلا جاتا۔“

”ذہانت یہ ہوتی ہے کہ دشمن کی ہر کمزوری کی خبر ہوگی تم مکی ماسٹر کے حالات سے بے خبر نہیں یہ تمہاری بہت بڑا تھی۔ اگر میں اپنی معلومات سے فائدہ نہ اٹھاتا تو تم ابھی ہندوؤں کے خلاف اپنی سیدھی کارروائیاں کرتی رہتیں اور دیس کے لوگوں کو ان ہندوؤں کا اور زیادہ حقیقت مند بناتے۔ تم میری کامیابی کی اہمیت کم کر رہی ہو۔ ارادے کیا ہیں؟ کیا سے پھرنا چاہتی ہو؟“

”مجھے دوسرے کی نہیں جو کام تم نے دکھایا ہے اس کو۔ یہ جو تم نے کامیابی حاصل کی ہے یہ تو عارضی ہے۔ برادر یہاں سے جا کر اپنے بھائی مکی ماسٹر کو قید سے رہائی اور اپنی قوم کو کسی ملک میں کھجکا کر لے گا تو پھر پھلت کر

گا۔ وہ ایسے دیس کو کیوں چھوڑے گا جہاں اس کی پوجا کی جاری ہے۔“

”دوست کتنی ہو۔ وہ کسی دن ضرور واپس آئے گا۔“

”تو پھر یہ کوئی کامیابی تو نہیں ہوئی۔“

”ہاں کامیابی یہ ہوئی کہ وہ واپس کبھی نہ آئے۔ میں کیا کام نہیں کرتا۔ میرے پاس ایک ایسا منصوبہ تیار ہے جس پر عمل کرنے سے ہندوؤں کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔“

”وہ منصوبہ کیا ہے؟“

”میں بتاؤں گا تو کوئی ”ایسی پلاننگ تو تم بھی کر سکتی ہو۔“

”پلاننگ بتاؤں گا تو کوئی دعویٰ نہیں کروں گی۔“

”ابھی ایک دعویٰ کر چکی ہو کہ تمہیں معلومات حاصل ہوتیں تو تم بھی مکی فوج کو یہاں سے بھاگتے ہو۔“

”میں قسم کھاتی ہوں ”ایسا کوئی دعویٰ نہیں کروں گی۔“

”تم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ آج رات میرے پاس آؤ گی تو میں تمام پلاننگ تمہیں سمجھا دوں گا۔“

”تم بڑے چال باز ہو۔ مجھے اپنے پاس بلانے کے لیے ایک شوش چھوڑ رہے ہو۔ تمہارے داغ میں آئندہ کے لیے کوئی پلاننگ نہیں ہے۔“

”میں تمہیں بلانے کے لیے کوئی نئی بات کیوں کروں گا؟“

”جیسے تو وعدے کے مطابق آج رات آنا ہی ہے۔ میں وعدے کے مطابق مکی فوج کو یہاں سے رخصت کر چکا ہوں۔“

”ہاں مگر ان کی رخصتی عارضی ہے۔“

”تم وعدہ پورا کرو گی تو ان کی رخصتی دائمی ہو جائے گی۔“

”وہ ذرا چپ رہی پھر بولی ”میکو کیر! اب تو تم ایک ہی دھرم کے ہیں۔ اب تم کیر احمد نہیں کیر داس ہو۔ اپنی دھرم والی پر مجھو سا کو اور بیٹھ کے لیے ان کی واپسی کا راستہ سوچ دو۔“

”تم آج رات آؤ گی تو ہم دونوں مل کر ان کا راستہ سوچ دیں گے۔ اگر نہیں آؤ گی تو میرے پاس ایسا مقناطیس بھی ہے جس کی کشش سے کل بھیجی مکی برادر یہاں چلا آئے گا۔ آؤ کر دیکھ لو“

میرا مقناطیس کیسا کام کرے گا۔“

”مجھے آنے میں کوئی اعراض نہیں ہے۔ مجھے ایک جیون ساتھی کی ضرورت ہے۔ میری نظروں میں تم سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ اور تم سے زیادہ خطرناک بھی کوئی نہیں ہے۔ ابھی تم اپنی چال بازیوں سے اس طرح جکڑ رہے ہو کہ مجھے مجبور ہو کر آج رات تمہارے پاس آنا ہی ہو گا۔“

”تو پھر آ رہی ہو؟“

”آؤں گی ضرور آؤں گی۔“

”میں تمہیں راز رکھ دے چکا ہوں۔ کسی ڈی ٹی ٹارگا نہ بھیجا۔“

”ورنہ فراز تو جس بہت مرگ پڑے گا۔“

”میں تمہیں جیون ساتھی بنا رہی ہوں۔ کسی کو اپنی سوکن

بنانے کے لیے اسے تمہارے پاس نہیں بھیجوں گی اور نہ آئندہ تمہارے قریب کسی عورت کو برداشت کروں گی۔ تم اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے معلوم کر سکو گے کہ میں ہی اصلی دیوی ٹی ٹارگا ہوں۔“

”تم یقین دلا رہی ہو۔ نہ بھی دلاؤ تو میں اصلی اور فکلی کو بچان لوں گا۔ اگر تم جانتی ہو کہ میں تم سے ملاقات کے لیے اپنی ڈی ٹی ٹیجیوں اور خود تم سے ملاقات کروں۔ تو پھر اس بھگوان کی قسم کھاؤ جس کی تم پوجا کرتی ہو۔“

”میں بھگوان شوشکر کی بچان ہوں۔ اپنے ہر ہر مادی کی قسم کھا کر کہتی ہوں میں خود آؤں گی ”میں زندگی میں پہلی بار اتنی ہی قسم کھا رہی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ اس وقت شام کے چھ بجے ہیں۔ اندر جا ہونے والا ہے۔ تم دو گھنٹے بعد ٹھیک آؤ۔ جیسے ہو ٹی ٹارگا مل کے سوٹ نمبر سات میں آجاؤ۔ دو داؤزے روٹک نہ دنا۔ دو داؤہ لاک نہیں ہو گا۔ تم اندر جا کر اسے لاک کر سکتی ہو۔“

”کیا وہ سوٹ خالی ہو گا؟ تم وہاں نہیں ہو گے؟“

”جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم آچکی ہو تو پھر میں بھی اسی سوٹ میں آجاؤں گا۔ تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔“

”پھر بھی یہ مناسب نہیں ہے۔ میں آج تک کسی کی ختانی میں نہیں گئی۔ پہلی بار تمہارے پاس آنے والی ہوں۔ تمہیں میرے استقبال کے لیے وہاں پہلے سے موجود رہنا چاہیے۔ میں دیوی کھلائی ہوں۔ میری اہمیت کا اندازہ کرو۔“

”تم اپنے حسن و شباب کا سرمایہ مجھے دو گی تو اہمیت میری ہوگی۔ تمہارے دھرم اور شاستر میں بھی کسی ہے۔ پتی جتنی سے بلوان ہوتا ہے۔ بھگوان ہوتا ہے۔ بھگوان کے سامنے اپنی اہمیت نہ جتاؤ۔“

”تم کیا جتن ہو؟ اپنی ہی بات منواتے ہو۔ میں ہاری تم جیتے۔ ٹھیک آؤ۔ جیسے اس سوٹ میں پہنچ جاؤں گی اب جاری ہوں۔“

وہ دھانی طور پر حاضر ہوئی۔ اتفاق سے اس کا قیام بھی اسی ہوٹل تاج محل میں تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے دو بڑے سائز کے کانڈھیلے ہوئے تھے۔ ایک کانڈھیلے پر اس کی اپنی جہم کٹائی لکھی ہوئی تھی۔ دوسرے کانڈھیلے پر عمل کر کے اعداد و افعال کر اور جو کش دیا کہ دوسرے طریقوں پر عمل کر کے اس کی تاریخ پیدائش معلوم کر رہی تھی۔ جب تاریخ نکل آئی تو اس کی بھی جہم کٹائی تیار ہو جاتی۔

وہ داؤہ اپنے اٹھ گئی۔ اس نے سوچا ”جب اسی ہوٹل میں کیر کار پڑا ہو گا تو اس سوٹ سے تو جا کر دیکھنا چاہیے کہ وہ ابھی خالی ہے یا نہیں؟ اس کا داؤہ اندہ منتقل ہے یا نہیں؟“

وہ جس بھگوان کی بچان تھی ”اس کی قسم کھا چکی تھی اور ضرور آؤ۔ جیسے کیر کے پاس جانے والی تھی لیکن جانے سے پہلے

اپنی اور اس کی چشم کنڈیاں ملادی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ ملاقات کی جگہ اسی ہوئی تھی۔ یہ تو وہ کوئی نکل کر نادیہ بن گئی۔ اپنے کمرے سے نکل کر کادیو میں آئی۔ پھر لفٹ کے ذریعے اس منزل پر پہنچی، جہاں سوئٹ نمبر تھی۔

اس نے سوئٹ کے پاس آکر دروازے سے کان لگا کر سنا۔ اندر سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے بی بی آں ہو "اندر کوئی موجود ہو گا بی بی وی آن تھا۔"

اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ کادیو در میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی محسوس جسم میں آکر دروازے کے پینل کو پکڑ کر کھینچا۔ پھر دروازہ کھلتے ہی وہ نادیہ بن کر اندر آئی۔ صوفے پر ایک خیرود نوجوان بیٹھا بی بی دیکھ رہا تھا۔

اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ کھولنے والا نظر نہیں آیا۔ وہ سیدھا چوڑے گھبرا گیا۔ اسی طرف دیکھا۔ پھر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے بی بی وی آن آف کرتے ہوئے بولا "مکون ہے یہاں کون ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ غلط محسوس کرتے ہی کوئی نکل کر نادیہ بن گیا۔ بی بی وی آن کے قریب آکر نمودار ہو گئی پھر بی بی میں نے تمہیں آواز اور مجھے سے پہچان لیا ہے "سائے آجاذ۔"

وہ اپنے صوفے کے پاس نمودار ہو گیا "اسے دیکھ کر بولا۔ "تمہارے حسن کی تعریف کروں یا اس انداز کی تعریف کروں؟ جس انداز میں تم اچانک آئی ہو۔"

"میں نے بہت بڑی قسم کھائی تھی کہ خود آؤں گی۔ میں بہت محتاط رہ کر آتا چاہتی تھی۔ اس کمرے سے ہماری بی بی زندگی کی ابتدا ہونے والی ہے۔ اس لیے میں آٹھ بجے سے پہلے ہی یہ کمرہ دیکھنے چلی آئی۔"

وہ دیوار گھڑی کی طرف دیکھ کر بولا "سات بجتے والے ہیں۔ تم ایک گھنٹا پہلے آئی ہو۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

"میں چاہتی ہوں، ہم دونوں کی خوش قسمتی رات کیا نہ بجے سے ہو۔"

"کیا یہ انتظار کرائے، تمہارے اور تپانے کی ادا ہے؟"

"انتظار کیا؟ میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ چلو ڈانٹنگ ہال میں چلیں۔ وہاں رات کا کھانا کھائیں گے۔ میں چاہتی ہوں اس طرح ہم ایک دوسرے سے دنوں ہو جائیں۔"

"بڑی مناسب بات کہہ رہی ہو۔"

"میں ڈنر کے بعد فوجی تم سے جدا ہو جاؤں گی۔ پھر دو گھنٹے کے بعد ٹھیک کیا نہ بجے اس کمرے میں چلی آؤں گی۔"

"تم دو گھنٹے کے لیے کیوں جدا ہونا چاہتی ہو؟"

"کیا میرے دل میں دلہن بننے کے ارمان نہیں ہیں؟ میں پوری طرح دلہن بن کر آؤں گی اور تم بھی بازار جاؤ گے اور نیا جوڑا خرید کر پہنو گے۔"

"تم جو کوئی" وہ منظر ہے۔ آؤ ڈانٹنگ ہال میں چلیں۔"

"تو ایک منٹ مجھے دیکھتے رہو۔"

وہ اس کے سامنے بائیں سے دائیں جانے لگی۔ اس کی چال میں بڑی دلکشی تھی۔ چاندی جیسے بدن اور گلاب جیسی رنگت پر گہرے رنگ کا لباس غصہ ڈھابا تھا۔ ساری اساتے لپٹے سے پہنی ہوئی تھی کہ جسم کا خاموش خنوازیہ اور خوبول رہا تھا۔

پھر وہ دائیں سے بائیں جاتے ہوئی "تم نے دو دن پہلے کہا تھا کہ برسوں سے میرے حسن و شباب کے متعلق سنا جا رہا ہے۔ کسی نے مجھے دیکھا نہیں ہے لیکن اتنے مہرے میں اندازہ لگایا جا رہا ہے کہ میری عمر و زحل چلی ہے اور میرا حسن مرجھایا ہو گا۔ تم نے مثال دی تھی، ایک بی بی کار خرید کر اسے گیارہ میں بند کر دیا جائے اور اسے برسوں استعمال نہ کیا جائے تو وہ کار رنگ آلود ہو جائے گی۔"

وہ ایک ادائے ناز سے اس کی طرف محسوس کر بیوی کیا مجھے رنگ لگ گیا ہے؟"

"بائی گاڈ! اسے جیڑ کر تمہارا بدن شفاف ہے۔"

"کیا میرا حسن مرجھایا ہے؟"

"یہاں تو نازہ ہے جیسے گلاب کی بی بی پر خیم کا قندو اپنی آب و تاب دکھا رہا ہو۔"

"کیا میری عمر و زحل گئی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ تمہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے، ابھی ابھی ہمارے پہلی انکوائری ہے۔ تم دوسری انکوائری نہ لیتا۔ میں جھڑکا ہوا جاؤں گا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

وہ دونوں نیچے ڈانٹنگ ہال میں آ گئے۔ ایک چھوٹی سی بیڑ کے اطراف بیٹھ کر سافٹ ڈنک کا آڈیو دیا۔ وہ بولا "تم نے درست کہا تھا کہ یوں وقت گزاریں گے تو ایک دوسرے سے مانوس ہو جائیں گے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہماری اجنبیت ختم ہو رہی ہے۔ خیال خرابی کے دوران جو دوری رہا تھا، اب اس کی تین تین میں بدل گئی ہے، جس میں ہوس نہیں ہے، ایک میٹھا دماغ ہے۔"

"ہم دونوں غلطی پر تھے۔ ایک دوسرے سے شرائط منازعہ تھے۔ تمہارے اندر ہوس تھی اور میرے اندر چال بازی تھی۔ اب میں تمہاری آنکھوں میں ہوس نہیں، محبت دیکھ رہی ہوں اور اپنے اندر چال بازی نہیں، تمہارے لیے وقاداری محسوس کر رہی ہوں اور وفا کیوں نہیں کروں گی؟ تم میری چلی اور آخری محبت ہو۔"

انہوں نے کھانے کا آڈیو دیا۔ جب کھانا آ گیا اور وہ کھانا کھاتے تو ایسے وقت اعلیٰ بی بی نظر آئی۔ اس کے ساتھ ایک ادب نے کادیو تھا۔ بی بی نے اسے دیکھا پھر مسکرا کر بیوی "ادھر دیکھو۔"

لڑکی ایک بندر کے ساتھ آئی ہے۔"

پارس نے پلٹ کر دیکھا پھر دل میں کہا "یہ چڑیل کیوں آئی ہے؟ کہیں یہ میرا کام نہ بگاڑ دے۔"

وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا "میری ماں! میں نے تجھے سمجھا تھا، رات کو بیٹھے سے نہ لکنا، یہاں کیوں آئی؟"

"بھائی جان! آپ کو کیا پریشانی ہے؟"

تجھے دیکھ کر بیٹھ میں درد ہوا ہے۔ تو ضرور کوئی گزیر کرے گی۔"

"آپ کے رنگ میں بیگ نہیں ڈالوں گی۔ بس وہی کیوں گی؟ جس کی ہدایت حمزہ کی دادا جان نے کی ہے۔"

پارس اس کے دماغ سے چلا آیا۔ اسے کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ وہ جناب حمزہ کی ہدایات پر عمل کرنے آئی تھی۔ ضرور کوئی خاص معاملہ ہو گا۔ وہ اندازہ نہ کر سکا کہ معاملہ کیا ہو سکتا ہے؟ بس اچانک اچانک تھا کہ وہ کہہ چکی تھی کہ اس کے رنگ میں بیگ نہیں ڈالے گی۔

ہوئی کاغذ حمزہ سے چلا ہوا ایک ملازم کے ساتھ اعلیٰ بی بی کے پاس آیا پھر بولا "بے بی بی تم کون ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ ڈانٹنگ ہال میں کسی بھی جانور کا داخلہ منع ہے۔"

وہ غصے سے بولی "جانور؟ تم کسے جانور کہہ رہے ہو؟"

"میں اس بندر کو کہہ رہا ہوں۔"

"ماہی پور لیٹ گونج۔ تم بزرگ بی بی جنوں کی کو جانور کہہ رہے ہو؟"

جنوں کی بات پر بی بی نے چونک کر بندر کو دیکھا۔ اسے یوں لگا جیسے منگنی برادر وہاں آیا ہو۔ اس نے پارس سے کہا "میرا کیا اس بندر کے پیچھے منگنی برادر چھپا ہوا ہو گا؟"

"کیسی بات کہتی ہو۔ لوگ منگنی برادر کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ یہاں اس بندر کے پیچھے چھپ کر کیوں آئے گا؟ وہ اس دیس سے باہر ہے۔"

"ہو سکتا ہے وہ اپنے پیچھے چند منگنی میں چھوڑ گیا ہو اور حکم دیا ہو کہ وہ منگنی برادر کی واپسی تک ہمارے دیس میں چھپے رہیں۔"

اعلیٰ بی بی کی زبان سے جنوں کی بات سن کر دوسرے لوگ اٹھا اپنی بیڑوں سے اٹھ کر قریب آ رہے تھے۔ ان میں سے کئی نے اپنے دونوں ہاتھ بندر کے سامنے جوڑ دیے تھے۔ فیجی نے کہا "ہم نے اپنے شرمیں بزرگ بی بی کو چھڑا کر دیکھا ہے لیکن کیا ثبوت ہے کہ یہ بندر نہیں ہے بلکہ جنوں ہی ہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بندر کے سامنے سر جھکا کر کہا "سے بزرگ بی بی! ان کے سامنے ثبوت پیش کرو، مجھے جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔"

بندر نے سر اٹھایا پھر آواز سنائی دی "میں بول سکتا ہوں مگر یوں ہوا نظر نہیں آتا ہوں۔ میرا منہ اوپر سے اوپر ہوتا رہتا ہے۔ ایک بی بی کھانا والی عورت نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ میں سری

رام جی کا سیوک ہوں۔ وہ جلدی اس جادو کا توڑ کریں گے پھر میں جنوں کے صبح سوپ میں آ جاؤں گا۔"

پارس نے بولنے والے کی آواز پہچان لی۔ بابا صاحب کے ادارے سے عاقل آیا تھا۔ وہ نادیہ بن کر بندر کے قریب بول رہا تھا۔ بی بی نے اعلیٰ بی بی کو گھور کر دیکھا پھر اسے محسوس ہوا کہ وہ اسے پہلے ہی کیوں دیکھ چکا ہے۔

وہ اسے توجہ سے دیکھنے لگی۔ بندر کے قریب عاقل کہہ رہا تھا۔ اسے میرے بجٹو! تم پاؤں نہ ہونا۔ میں اپنی سینا (فوج) کے ساتھ کچھ دوزخ نظر نہیں آؤں گی۔ میں ان کے پاس جادو سے کئی حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ جلدی واپس آؤں گا۔"

یہ کہتی ہی عاقل نے ایک منگنی سی گولی بندر کے منہ میں ڈالی۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں نادیہ ہو گیا۔ وہاں بیٹھے عقیدت مند تھے وہ بیک آواز بھجن گئے "گے (مکوچی راجا اور راجا رام جی کے پادوں سیتا رام۔"

اعلیٰ بی بی نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا "سے بزرگ بی بی! اکیلے کیوں چلے گئے، مجھے بھی بلاؤ۔ اپنے پاس بلاؤ! اپنا چھٹکار دکھاؤ۔"

وہ ایسا کہتے کہتے گولی نکل کر نادیہ ہو گئی۔ عقیدت مند اور ادنیٰ آواز میں بھجن گئے۔ وہ سایہ بیٹھے بی بی کی اندر آکر ساکتی۔

اچانک بی بی کو یاد آیا کہ اس نے فل ایب کے شاہجی سینٹر میں اسے دیکھا تھا۔ وہاں اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ فریاد اور سونیا کی بی بی اعلیٰ بی بی ہے۔ اعلیٰ بی بی۔

یہ یاد آتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"وہ۔۔۔ جو ابھی سایہ بی بی ہے، وہ اعلیٰ بی بی ہے۔ میں نے اسے فل ایب میں دیکھا تھا۔ وہاں پتا چلا تھا کہ وہ فریاد اور سونیا کی بی بی ہے۔"

"وہ بی بی ان کی بی بی ہے تو کیا ہوا؟ تم پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ آرام سے بیٹھو۔"

"نہیں! میں اب جاؤں گی۔"

"بات کیا ہے؟ تانا تو کسی۔"

"جناب حمزہ نے پیش گوئی کی تھی کہ اعلیٰ بی بی سات برس کی عمر میں مجھے بے نقاب کرے گی، تب پارس سے میری شادی ہوگی۔"

وہ بیٹھے ہوئے بولا "وہ بی بی ابھی شاید چار برس کی ہوگی۔ سات برس کی نہیں ہے۔ تمہیں بے نقاب ہونے کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔ بائی وائے! تم کیا تمہیں بے نقاب نہیں ہو؟ یہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔ آج تک کسی نے میرا اصلی چہرہ نہیں دیکھا ہے۔"

تم بھی نہیں دیکھ رہے ہو۔ میں نے سوچا ہے آج رات تمہارے ساتھ گزارنے کے بعد سرراہ دوں گی۔ تمہیں اپنا اصلی چہرہ دکھانے کی لیکن اس سے پہلے ہی وہ یہاں آئی ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ وہ کچھ گزیر کرکتی ہے۔
 ”وہ چھٹی سی پٹی بھلا کیا گزیر کرے گی؟“

”ہو سکتا ہے وہ ہماری ملاقات نہ ہونے دے۔ یہ موقع ہی نہ دے کہ میں تمہیں اصلی چہرہ دکھا سکوں۔ اسے ایک تمنا ہی نہ سمجھو اس کے پیچھے فریاد علی تھوڑی پوری خطرناک چلی ہے۔ وہ پریشان نظروں سے اُدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر رہی۔
 ”وہ سایہ بننے کے بعد ہمارے قریب موجود ہوگی۔ ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔ یہاں اس کے اچانک آنے کا کوئی مقصد ہوگا۔“

”ہاں یہ سوچنے کی بات ہے۔ وہ یہاں کیوں آئی ہے؟ جبکہ ابھی سات برس کی ہیں۔“

”کوئی ضروری نہیں ہے کہ وہ سات ہی برس کی عمر میں مجھے بے نقاب کرے۔ ستادوں کی چالیں بدلتی راتی ہیں۔ تھوڑی صاحب نے تقریباً ساڑھے تین برس پہلے پیش گوئی کی تھی۔ اس دوران اجرام فضا میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ان حالات میں بعض اوقات جو ہونے والا ہوتا ہے وہ نہیں ہوتا اور جو نہیں ہونے والا ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔“

اس نے پھر ہمیں پاس دیکھا۔ میز پر جھک کر آہستگی سے بولی۔
 ”جو بات ساتویں برس میں ہونے والی تھی وہ چوتھے برس میں بھی ہو سکتی ہے۔ جو قتل دہا جانے والے تمام سیاہوں کی گردش کا حساب رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود سیاہوں کی گردش میں معمولی سی تبدیلی کے باعث پچھلے حساب میں یا پچھلی پیش گوئی میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔“

پارس نے کہا ”پلیز اپنی جو قتل دہا کو رہنے دو۔ تم کہیں نہ جاؤ۔ میرے ساتھ رہو۔ ہم تمام رکاوٹوں سے لڑتے ہوئے آج وصل کی رات گزاریں گے۔“

”میں ابھی تمہارے ساتھ نہیں رہ سکوں گی۔ مجھے جانے دو۔ میں دیکھنے تک دھیان لیکن میں نہ کر معلوم کروں گی کہ وہ اعلیٰ بائی۔۔۔ سایہ بن کر میرے اندر سمائی ہوئی ہے یا کہیں چلی گئی ہے؟ اگر وہ میرے اندر ہوگی تو میں آتما شکن کے ذریعے اسے ہنگاموں کی۔ تونج رہے ہیں میں جاری ہوں۔ ٹھیک کیا ہے بچے آؤں گی۔“

”تم جہاں جاؤ گی وہاں تک تمہیں چھوڑ دوں؟“
 ”شکریہ۔ مگر مجھے تنہا جانے دو۔ تم تھوڑی دیر تک یہاں بیٹھے رہو۔“

وہ وہاں سے جانے لگی۔ پارس اسے دیکھ رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے خیال خرابی کی پرواز کی۔ آندے کے پاس پہنچ کر بولا ”مئی! کیا جناب تھوڑی کی پیش گوئی میں تبدیلی آئی ہے؟“

”کس پیش گوئی کی بات کر رہے ہو؟“
 ”وہ جو دیویشی شہزادہ اعلیٰ بائی کے سلسلے میں کی گئی تھی۔“
 ”وہ پیش گوئی ابھی تک قائم ہے۔ صرف وقت حالات اور طریقہ کار میں تبدیلی آئی ہے۔ اس سے زیادہ نہ پوچھو حالات کا سامنا کرو۔“

آندے نے سانس روک لی۔ پارس دفاعی طور پر حاضر ہو گیا۔
 اب آندہ کیا ہونے والا ہے یہ رات کیا ہے بچے کے بعد معلوم ہونے والا تھا۔



منگی حلقوں نے دوس کے شمال میں جو علاقہ حاصل کیا تھا اس کا نام منگی زون رکھا تھا۔ اس زون میں بڑی تیزی سے قہری کام ہو رہا تھا۔ لکڑی کے مکانات اور دفاتر فیر ہوتے جا رہے تھے۔ طبی اور سائنسی لیبارٹری اور اسلٹ فیکٹری کے لیے پختہ کار دیواری قبر کی جاری تھی۔ عارضی رہائش کے لیے دور تک ہزاروں خیمے نصب کر دیے گئے تھے۔

یہ منگی حلقوں کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ وہ ارضی دنیا میں آنے کے بعد پہلی بار اپنی ایک آزاد ریاست بنا رہے تھے۔ ایسی کامیابی کے وقت کمانڈر اور منگی برادر کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا تھا اور وہ جھگڑا ایک عورت کے لیے تھا۔

ان تمام بندوں نے سونا کے سامنے حمد کیا تھا کہ اپنی ایک مکمل ریاست قائم کرنے تک کسی عورت سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ نہ کسی عورت کے قریب جائیں گے اور نہ اس سے باتیں کریں گے۔ وہ ریاست قائم ہو رہی تھی۔ وہاں ضرورت کی تمام چیزوں سے الگ عورت سب سے زیادہ ضروری تھی۔ اس لیے کمانڈر نے ایک حسین عورت کو اپنے لیے پسند کیا۔ اسی عورت کو منگی برادر بھی پسند کرنے لگا۔

ان بندوں کا دستور تھا کہ اگر ایک بندہ کسی دوسرے بندہ کی عورت پر بری نیت رکھے تو اسے گولی مار دی جاتی تھی۔ اس حسین عورت کے بارے میں کمانڈر کا دعویٰ تھا کہ اس نے عورت کو پہلے پسند کیا ہے اور منگی برادر اس پر نیت خراب کر رہا ہے۔ اسی طرح منگی برادر الزام دے رہا تھا کہ اس کی پسند کی عورت کو کمانڈر جھوٹ بول کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اصولاً وہ عورت اس کی ہوئی جس نے اسے پہلے اپنے لیے پسند کیا ہو۔ اور دونوں کا دعویٰ تھا کہ پہلے اس نے پسند کیا ہے۔ منگی برادر جبراً اسے حاصل کرنے کے لیے سایہ بن کر اس عورت کے اندر سما گیا تھا۔ کمانڈر بھی اسی عورت سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ بھی سایہ بن کر اس عورت کے اندر سما گیا تھا۔

اس طرح وہ دونوں اس کے اندر رہ کر اس کی رہائش کا تک پہنچ گئے تھے۔ وہ اپنے مکان میں تھا مئی۔ اس کی تنہائی سے فائدہ اٹھانے کے لیے جو بھی اس کے اندر سے نکل کر ٹھوس جسم میں

نمودار ہوتا ہے۔ اپنے رقبہ کے ہاتھوں قتل ہو جاتا۔ وہ باہر نکل آئے لیکن سایہ بن کر رہے۔ دوسرے کمرے میں آکر کمانڈر نے کہا ”برادر! تم ایک عورت کی خاطر جھوٹ نہ بولو۔ مجھ سے دشمنی نہ کرو۔ میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔“

منگی برادر نے کہا ”میں بھی تمہیں قتل کر سکتا ہوں۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس حینہ سے دور چلے جاؤ۔“
 اس حینہ نے مکن سے ان کی باتیں کرنے کی آوازیں سنیں۔ چرائی سے چلتی ہوئی اس کمرے میں آئی۔ منگی برادر نے کہا ”یہ آگنی ہے اس سے پوچھو یہ ہم میں سے جسے پسند کرے گی وہی اس کے ساتھ رہے گا اور دوسرا یہاں سے چلا جائے گا۔“

کمانڈر نے کہا ”ٹھیک ہے۔ پہلے تم نمودار ہو کر حینہ کو اپنی صورت دکھاؤ۔ پھر میں نمودار ہو کر اسے اپنی صورت دکھاؤں گا۔“
 ”میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ پہلے نمودار ہو جاؤں اور تم مجھے گولی مار دو۔“

وہ حینہ چرائی سے خالی کمرے کو دیکھ رہی تھی اور ان کی آوازیں سن رہی تھی۔ کمانڈر نے کہا ”تم حیران ہو رہی ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام منگی میں مکن ٹائیڈ ہو جاتے ہیں اور کبھی نظر آتے رہتے ہیں۔“

وہ بولی ”میں حیران ہوں مگر خوف زدہ نہیں ہوں۔ میں نے تم لوگوں کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ مزید بہت کچھ سنا اور سمجھنا چاہتی ہوں۔ تم یہاں تنہا ادھیں کتے ہو؟“

”ہم دو ہیں اور دونوں تمہیں پسند کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ ہم دونوں میں سے کون تمہیں حاصل کرے گا۔“
 ”یہ فیصلہ عورت کرتی ہے کہ اسے کون پسند ہے۔“
 ”تو پھر پسند کرو۔“

”کیسے کروں؟ تم میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔“
 ایک نے کہا ”میں نظر آؤں گا تو یہ مجھے گولی مار دے گا۔“
 دوسرے نے کہا ”یہ بھی مجھے گولی مارے گا۔“

”تم دونوں اپنے ہتھیار پھینک دو یا مجھے دے دو۔ پھر تمہیں ایک دوسرے سے کوئی خلعہ نہیں رہے گا۔“
 ”پہلے یہ اپنا ہتھیار تمہیں دے گا۔“
 ”تمہیں پہلے یہ اپنا ہتھیار تمہیں دے گا۔“

وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولی ”میں ایک دو تین کوں گی۔ تین کتے ہی اپنے ہتھیار میرے ہاتھوں میں رکھ دو۔ اگر کوئی نمودار ہوتے ہی دوسرے کو گولی مارے گا تو میں زندہ رہنے والے منگی کو قتل نہیں کروں گی۔“
 ایک نے کہا ”ہم نمودار ہو رہے ہیں۔ اس خیال میں نہ رہنا کہ تم ہم سے ہتھیار لے کر ہمیں ہلاک کر سکو گی۔ ہم پچھم زون میں پھر ٹائیڈ ہو جائیں گے۔“

اس نے تین تک گنتی گئی۔ تین کتے ہی وہ دونوں نمودار ہو گئے اور اپنا ہاتھ بٹول اس کی ایک ایک ہتھیلی پر رکھ دیا۔ وہ دونوں کو باری باری دیکھنے لگی۔ کمانڈر نے پوچھا ”اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟ فیصلہ سناؤ۔ ہم میں سے کون پسند ہے؟“
 ”ہائے کیسے فیصلہ کروں؟ تم دونوں ہی قتلہ اور ہمارا جیسے ہو۔ میرے لیے فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے کہ کسے گلے لگاؤں اور کسے ٹھکرانوں؟ اب فیصلہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ جو مزید زیادہ۔۔۔ شہزادہ روگا اور مقابلے میں مقابلے کو زیر کرے گا وہی میرا حق دار ہوگا۔“

ہو گئے اور اپنا ہاتھ بٹول اس کی ایک ایک ہتھیلی پر رکھ دیا۔ وہ دونوں کو باری باری دیکھنے لگی۔ کمانڈر نے پوچھا ”اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟ فیصلہ سناؤ۔ ہم میں سے کون پسند ہے؟“

”ہائے کیسے فیصلہ کروں؟ تم دونوں ہی قتلہ اور ہمارا جیسے ہو۔ میرے لیے فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے کہ کسے گلے لگاؤں اور کسے ٹھکرانوں؟ اب فیصلہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ جو مزید زیادہ۔۔۔ شہزادہ روگا اور مقابلے میں مقابلے کو زیر کرے گا وہی میرا حق دار ہوگا۔“

کمانڈر نے کہا ”ہم دونوں پہلے ہی ایک دوسرے کے مقابلے پر تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی کو گولی مار کر تمہیں جیت سکتا تھا۔“
 ”میں نہیں چاہتی تھی کہ تم میں سے کوئی قتل کیا جائے۔ اگر قتل ہو گا تو ہمارا ملک بدنام ہوگا۔“
 ”تم کیسے معلوم کرنا چاہتی ہو کہ ہم میں سے کون شہزادہ ہے؟“

”ہم ابھی شہر کے باہر جائیں گے۔ وہاں تم دونوں فری اسٹائل کشی کرنا گے۔ میں نہیں چاہتی یہ تماشا شہر میں ہو۔ میں لباس بدل کر آئی ہوں“ انتظار کرو۔“

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ کمانڈر نے کہا ”برادر! ہم جب سے اس زمین پر آئے ہیں تب سے عورتوں کی وجہ سے ٹھکرتے دکھاتے اور بدبر ہوتے رہے ہیں۔ اب بھی عقل سے کام لو اور اس عورت کے حصول سے باز آ جاؤ۔“

منگی برادر نے کہا ”میں بھی تمہیں یہی ٹیک مشورہ دے رہا ہوں۔ تم اس عورت کا خیال دماغ سے نکالو اور ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔“

”میں پھر تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ مجھ سے مقابلہ کر کے شہرناک ٹھکرتے دکھاؤ گے۔“

”کیا مجھے نادان پچھتے ہو۔ آؤ ابھی پیچہ لڑاؤ۔ تمہیں میری طاقت کا اندازہ ہو جائے گا۔“

اس نے پیچہ لڑانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس حینہ نے آکر کہا ”نہیں یہاں نہیں شہر کے باہر چلو۔ اور شہر کے باہر پہنچنے تک ٹائیڈ بن جاؤ۔“

وہ ٹائیڈ بن کر اس کے ساتھ مکان سے باہر آئے۔ پھر ایک ٹیسی میں بیٹھ کر شہر سے باہر جانے لگے۔ ان دونوں کو معلوم تھا کہ ایک عورت کی طلب انہیں فساد اور تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ وہ دونوں نہ سہی ان میں سے ایک نامراد رہے گا اور نامراد رہنے والا انتہائی کارروائی کے طور پر کچھ بھی کر سکتا تھا۔

زن پرستی اسی طرح اندھا بناتی ہے۔ وہ دونوں منگی حلقوں کے سربراہ اور کمانڈر تھے۔ ان کی تباہی سے ان کی پوری قوم تباہ ہونے والی تھی۔

وہ حینہ شہر کے باہر جیسی سے اتر کر ڈرامیور سے بولی "انتظار کرو۔ میں واپس آؤں گی۔"

وہ گھٹے جنگل کی طرف جانے لگی۔ ڈرامیور کو وہ تناظر آری تھی۔ بہت دور گئے درختوں کے سامنے میں چھ کچھ نمودار ہو گئے وہ بولی "تم دونوں ایک دوسرے سے دور چلے جاؤ۔"

وہ دونوں ایک دوسرے سے دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ حینہ نے ایک ریوالور نکال کر ان کے درمیان زمین پر پھینک کر کہا "یہ ایک ریوالور جس کے ہاتھ میں آئے گا، وہ دوسرے کو قتل کر کے میرا حق دار بن جائے گا۔ شہر میں یہ خویش ڈراما کھیلنا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ لیکن مقابلہ شروع کرنے سے پہلے تم دونوں منہ سے گولیاں نکال کر جب میں دکھ لوور نہ جس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں آئے گا، وہ کوئی نگل کرنا بدیدہ بن کر اپنا بچاؤ کر لے گا۔"

ان دونوں نے اپنے منہ سے گولیاں نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیں۔ پھر حینہ کے تین کتے ہی دوڑتے ہوئے ریوالور کی طرف بڑھنے لگے۔ منگی برادر پہلے پہنچا، وہ جب کہ اس ریوالور کو اٹھانا چاہتا تھا۔ کمانڈر نے چلائی گاڑا سے لات ماری۔ وہ لات کھا کر دوسری طرف الٹ گیا۔ کمانڈر نے زمین پر گرے گرے ریوالور کو اٹھایا پھر ترازو کی گولیاں چلا دیں۔ ایسی مسلسل فائرنگ سے منگی برادر بچ نہ سکا۔ ایک عورت کی خاطر حرام موت مر گیا۔

کمانڈر ایک فائرنگ کی شان سے اٹھا۔ پھر حینہ کی طرف پلٹے ہی ایک فائر باز اور گولی اس کے سینے میں اتر گئی۔ حینہ نے بھی ترازو فائرنگ کی۔ نہ وہ سنبھل سکا اور نہ ہی اپنا ریوالور استعمال کر سکا۔ ایک عورت نے اس کی بھی زندگی نگل لی۔

اس نے قریب آ کر اپنا ریوالور منگی بلڈر کے مڑوہ ہاتھوں میں پکڑا دیا۔ پھر مہربان فون کے ذریعے بولی "میلو! میں انیکلر نٹا شاپول رہی ہوں۔ میڈم سونیا کو اب بتا سکتے ہو کہ وہ بندوں کی لاشیں یہاں جنگل میں پڑی ہیں۔ ان لاشوں کے قریب عورت کے پٹے ہوئے لباس کی درجیاں ملیں گی۔ پھر یہ کیس بن جائے گا کہ وہ دونوں بندر ایک عورت کی خاطر کر مر گئے۔"

اس نے اپنے لباس کو پھاڑ کر وہاں چند درجیاں نکھیر دیں۔ پھر واپس چل دی۔

○☆☆○

اپا، برین آدم اور تینوں افواج کے بڑے "مچ و شام خیرہ میٹنگ کر رہے تھے۔ سرجو ڈکر یہ سوچ رہے تھے کہ آئندہ منگی فوج کے متوقع حملوں سے کس طرح اپنے ملک کو بچایا جائے گا۔ ایک فوجی افسر نے کہا "منگی فوج کے پاس جو جدید ہتھیار ہیں، وہ اب ہمارے پاس بھی تیار ہو رہے ہیں۔ وہ تیساریں کے ابتدائی مرحلے میں ہیں۔ اگر ایک ماہ تک حملہ نہ ہو تو ہمارے پاس بھی لیڈر گولوں کا ذخیرہ ہو جائے گا۔"

برین آدم نے کہا "معاذہ بنائے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول میسجی عمرانی میں تیار ہوں گے۔ ہمارے ذہن ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ وہ یہ چیزیں تیار کر لیں گے لیکن کچھ وقت لگے گا۔"

"لیکن حملہ آور نہیں وقت نہیں دیں گے۔ ہمارے پاس منگی فوج سے جتنی ہوئی سات سو گولیاں اور تین سو کیپول ہیں اور تقریباً تین سو لیڈر گولیں ہیں۔ ہزاروں بندوں کے مقابلے میں یہ کافی نہیں ہیں۔ پھر مجھے ڈوبنے کے لیے کچھ کا سارا ہیں۔ دیئے جب تک حملہ نہیں ہوا ہے تب تک ہمیں امریکا سے کچھ جوڑ کرنا ہو گا۔"

اپا نے کہا "میں امریکی اکابرین سے معاملات طے کر رہی ہوں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بھی اپنی اپنی ٹیکنیوں میں لیڈر گولیں اور دوسرے جدید ہتھیار تیار کر رہے ہیں لیکن وہ ان کی ضرورت کے مطابق ہیں۔ نقد ادائیگی کے باوجود ہمیں دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔"

"میں بھی اندیشہ ہے کہ منگی فوج ان کے ملک میں واپس آسکتی ہے۔ دوسرے ہم سب کے لیے پہنچ رہا ہے۔ اس نے تمام منگی فوج کو پناہ دی ہے۔ وہ ان سے سمجھنا چکا ہے۔ ان سے غیر معمولی گولیاں، فلائنگ کیپول اور لیڈر گولیں حاصل کر رہا ہو گا اور اس طرح وہ ایک بار پھر سپر پاور بننے کی تیاری کر رہا ہو گا۔"

برین آدم نے کہا "اپا! امریکی اکابرین کو دو کھمکی دو کہ وہ ہمیں جدید ہتھیار نہیں دیں گے تو ہم جنگ کی صورت میں دوس کا ساتھ دیں گے۔ اس طرح دوس منگی ماسٹر سے ہماری صلح کرانے گا۔ پھر بندوں کے ختم کا خفیہ ہمارے سروں سے نکل جائے گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ادریہ ممکن ہے۔ ہم امریکا کے مقابلے میں دوس سے دوستی کریں گے تو دوسری اکابرین کے ذریعے منگی ماسٹر سے بھی صلح ہو جائے گی۔"

اپا نے امریکی فوج کے ایک سربراہ سے رابطہ کیا اور اسے یہی دھمکی دی۔ اس نے کہا "مہارے پاس فاضل لیڈر گولیں نہیں ہیں اور ہم یہ نہیں چاہیں گے کہ تم دوس سے دوستی اور ہم سے دشمنی کرو۔ ہمیں سوچنے اور غور کرنے کا موقع دو۔"

اس نے دوس کی فوج کے ایک سربراہ سے رابطہ کر کے کہا "ہم سب نے منگی حلقوں کو اپنے ملک سے بھاگا دیا۔ تم انہیں پناہ دے رہے ہو۔ کیا غلطی حلقوں کو اپنی دنیا میں پناہ دے کر تمام دنیا والوں کا حق نہیں مار رہے ہو؟ کیا تم انہیں اپنے ملک سے نہیں بھاگ سکتے تھے؟"

اس نے جواب دیا "ہم نے ابھی نہیں بھاگا ہے۔ جب ان کی مدد سے امریکا کے مقابلے میں سپر پاور بن جائیں گے اور بعض دوسرے ملکوں کو اپنے زیر اثر لے آئیں گے تو پھر منگی حلقوں کو دودھ بڑی کھمکی طرح اپنے ملک سے باہر پھینک دیں گے۔"

"کیا ہمارے درمیان دوستی کا معاہدہ ہو سکتا ہے؟"

"ہم سمجھ رہے ہیں۔ اسرائیل اس وقت بارود کے ڈمیرر منگی فوج کسی وقت بھی ایک دھماکے سے اسے اڑا دے گی۔"

ہم نے دوستی کے منگی ماسٹر کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتی ہو۔ اگر ہم منگی کرادیں تو ہمارا ملک بہت بڑی تباہی سے محفوظ رہے گا۔"

"ہاں ہادی پہلی اور آخری کو شش کی رہے گی کہ ہمارے ملک پر منگی حملہ نہ کرے اور کیا تم نہیں چاہو گے کہ ہمارے سپر پاور بننے کی راہ میں ہم رکاوٹ نہ بنیں۔"

"دھمکی نہیں ہے۔ میرے تمام ٹیلی جیسی جاننے والے وہاں پہنچ کر ہمدردی انتہائی مشینری کو الٹ پلٹ کر کہتے ہیں۔ میں اس لحاظ میں امریکی ٹیلی جیسی جاننے والوں کی خدمات حاصل کر سکتی ہوں۔"

دوسری افسر نے کہا "تم کتنے ٹیلی جیسی جاننے والوں کی خدمات حاصل کر سکتی ہو؟ ہزار؟ دو ہزار؟ یا دس ہزار؟ ہمارے پاس ایک ایسی طاقت ہے کہ ہمارے ہزاروں ٹیلی جیسی جاننے والے یہاں ایک نو بھی ٹھہر نہیں سکیں گے۔"

اپا نے حیرانی سے پوچھا "تمہارے پاس ایسی کیا طاقت ہے؟"

"وہ طاقت ابھی ہمارے درمیان بیٹھی ہوئی ہے۔ لو بات کرو۔"

اس نے چند لمبے انتظار کیا۔ پھر ریسیور سے آواز آئی "میلو! اپا! تم میری آواز سے مجھے بچان کتنی ہو۔"

"اپا! کچھ کچھ کایک جھٹکا سا لگا۔ وہ حیرانی سے بولی "میڈم! آپ میڈم سونیا ہیں؟"

"ہاں میں ہوں۔ منگی ماسٹر کی عدم موجودگی میں منگی فوج کی سربراہ کی۔ منگی ماسٹر یہاں پہنچ گیا ہے۔ اس نے اور منگی فوج نے مجھے مستقل سربراہ بنا دیا ہے اور ہمارے کمانڈر کا مہمہ سنبھال لیا ہے۔"

"میں حیران ہوں! آپ تمام دنیا والوں کے خلاف منگی حلقوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔"

"تمام دنیا والوں کے خلاف نہیں، امریکا، اسرائیل اور مارٹ کے خلاف اور آئندہ ہر اس ملک کے خلاف جو منگی فوج کو غلامی ممالک میں پہنچانے کی سازش کرے گا۔ تم لوگوں نے ملتان کو بندوں کا غلام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اب ل کے نتائج تمہارے سامنے ہیں۔"

"میڈم! اپنی زمانہ تمام ممالک اپنی اپنی سلامتی اور بقا کے لیے ناممیت دوسرے ملکوں کے سرزائے تھیں۔ ہم نے بھی یہی کیا۔"

سونیا نے کہا "اور میں بھی یہی کر رہی ہوں۔ تم سب کی طرف سے آنے والے پھر نہیں لوٹا رہے۔"

"فریاد صاحب نے منگی ماسٹر کو قید سے رہائی دلا کر ہماری کر توڑ دی ہے۔ کیا آپ منگی فوج کو ہم پر جوابی حملہ کرنے دیں گی؟"

"تم نے مجھ سے پوچھ کر منگی ماسٹر کو قیدی نہیں بنایا تھا۔ میں بھی تم سے نہیں پوچھوں گی کہ منگی فوج کے حملوں سے اپنا ملک بچانے کے لیے کیا کر رہی ہو؟"

"وہ پوری منگی حلقوں آپ کے زیر اثر ہے۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ منگی ماسٹر سے ہماری صلح کرادیں۔"

"میداد اور صاف جواب سن لو۔ میں امریکا، اسرائیل اور بھارت سے منگی حلقوں کی دوستی بھی نہیں ہونے دوں گی۔"

"آپ منگی ماسٹر سے میری بات کرادیں۔"

"اس سے بات کرنا ضروری نہیں ہے۔ تمہارے اطہیان کے لیے یہ اطلاع کافی ہے کہ وہ کچھ عرصے کے بعد تمہارے ملک کے خلاف جوابی کارروائی کریں گے۔ ابھی وہ اپنی ایک آزاد ریاست قائم کرنے میں مصروف ہیں۔"

سونیا نے اسے یہ نہیں بتایا کہ منگی برادر اور کمانڈر ہلاک ہو گئے ہیں۔ منگی ماسٹر اور پوری منگی فوج ان کا سوگ منا رہی ہے۔

اپا نے برین آدم اور فوج کے اعلیٰ افسران سے کہا "ایک اچھی خبر ہے اور ایک بری خبر"۔ اچھی خبر یہ ہے کہ وہ تمام ہندو اپنی نئی ریاست قائم کرنے میں مصروف ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق وہ ایک ماہ تک ہماری طرف رخ نہیں کریں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "پھر تو ہم اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کر سکیں گے۔ ہمارے پاس لیڈر گولیں اور دوسرے جدید ہتھیاروں کی کمی نہیں رہے گی۔"

برین آدم نے پوچھا "بری خبر کیا ہے؟"

"وہ تمام منگی حلقوں میڈم سونیا کے زیر اثر ہے اور اس کے اشدائوں پر عمل کرتی ہے۔ انہوں نے اسے اپنا سربراہ بنالیا ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "عجب ہے؟ یہ سونیا اچانک کہاں سے چلی آئی ہے؟"

"اس نے اچانک تمام منگی حلقوں کو طعنی میں نہیں لیا ہو گا۔ پتا نہیں کب سے ان بندوں کو دوست بنائی آ رہی ہے۔"

اپا نے کہا "وہ صاف کہتی ہے کہ منگی حلقوں کو کبھی امریکا، اسرائیل اور بھارت سے دوستی نہیں کرنے دے گی۔ اس نے بڑی چال بازی سے بندوں کو اسلامی ممالک سے دور رکھا ہے اور آئندہ بھی انہیں مسلمانوں سے دشمنی نہیں کرنے دے گی۔"

"ہم منگی فوج کی غیر معمولی گولیں، کیپول اور لیڈر گولوں کا توڑ کر رہے ہیں۔ ایسی ہی چیزیں تیار کر رہے ہیں لیکن سونیا کا توڑ نہ پہلے کبھی کر سکتے تھے۔ اب کر سکیں گے۔ یہ ہمارے حق ہیں، بہت ہی برا ہوا ہے کہ پوری منگی حلقوں اس کے زیر اثر آ گئی ہے۔"

برین آدم نے کہا "اپا! دوس میں ہمارے بچنے بارس ہیں ان سے کہو کہ سونیا اور منگی فوج کے بارے میں ایک ایسی خبر

رہیں۔ تم اپنے ٹپلی بیٹی جانے والوں کو ان سراغ رسالوں کے داغوں میں پٹھاؤ۔ ہم دن رات ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہیں گے تو ہمیں ان کی ہستی یا اندوہنی کردواریاں معلوم ہوتی رہیں گی۔ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہم پر کب حملہ کرنے والے ہیں۔

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”میرا ان جنگ میں یہ ہوتا ہے کہ دشمن پر صرف ایک طرف سے نہیں، کئی طرف سے حملے کیے جاتے ہیں۔ اس کی طاقت کو کئی طرف تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ہم ایسا منصوبہ بنائیں کہ سونیا کی توجہ صرف بندوں پر نہ رہے۔ وہ دوسرے محاذوں پر بھی توجہ دینے پر مجبور ہو جائے۔“

”بابا صاحب کے ادارے میں بے شمار غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل افراد ہیں۔ وہ سب کئی محاذوں پر پہنچ جائیں گے۔ ہم سونیا کو بندوں کے پاس سے نہیں ہٹائیں گے۔ ہاں اگر ہم اس کے دونوں بچوں کو مصائب میں جلا کر دیں گے تو اس کی متاثرہ زندگی۔ جب تک وہ خود بچوں کی حفاظت اور سلامتی کے لیے ان کے پاس نہیں جانے کی، تب تک بندوں کے ساتھ سکون سے نہیں رہ سکے گی۔“

”بے شک! اس فولادی عورت کے اندر جواں ہے، اس کی کنزروی سے کھلیا جائے تو وہ بے اختیار بچوں کی طرف دوڑی چلی جائے گی۔“

”اسلام آباد میں علی زخمی اور تیار پڑا ہے۔ اسے ایک گولی ماری گئی تھی اور فراد نے ہم سے انتقام لینے میں دیر نہیں کی۔ اب ہمیں اس کی انتقامی کارروائیوں سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم علی کے چاروں طرف خطرات پیدا کریں گے اور فراد کو بھی اب سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔“

اپنے اپنے خیال خوانی کرنے والوں سے باری باری رابطہ کیا۔ اپنی ڈیسوڈا اور رائٹ ہوائے سے کہا ”تم دونوں کچھلی بار اسلام آباد میں تھے۔ موساد کے ایجنٹوں کو علی سے محفوظ رکھنے کی کوششیں کی تھیں لیکن ناکام رہے تھے۔“

”میں! ہم! کامیاب ہو سکتے تھے لیکن آپ نے ہمیں دایم بلالیا تھا۔“

”اس وقت میں فراد کی چلی سے ٹکرا نہیں چاہتی تھی لیکن اب ٹکراؤ لازمی ہو گیا ہے۔ اپنی! تم! اسلام آباد میں اپنے زیادہ سے زیادہ آئل کار تیار کرو۔ انہیں نہایت دیر اور جاننا ہونا چاہیے۔ ان پر ترغیبی عمل کرو گی تو وہ سب تباہ و برباد کر دیں گے۔“

پھر اس نے رائٹ ہوائے سے کہا ”ہم لاہور میں چند لوگوں کو آئل کار بناؤ اور ان پر ترغیبی عمل کرو۔ وہاں سونیا کا بیٹا کبیرا فراد ہے۔ اس کی پرورش آئندہ فراد کر رہی ہے۔ کبیرا کو وہاں سے اغوا کیا جائے گا۔ لیکن یہ کام آسان نہ سمجھا۔ آئندہ روحانی ٹپلی بیٹی جانتی ہے۔ اس کی نظروں میں نہیں آؤ گے! اپنا نام نشان میں چھوڑو گے

تو محفوظ رہو گے۔“

اس نے اپنی تیسری خیال خوانی کرنے والی سولی پر کر کے ”معلوم کرو کہ سونیا کی بیٹی اعلیٰ بی بی بابا صاحب کے ادارے میں یا نہیں؟ اگر وہ ادارے سے باہر ہے تو پہلے معلوم کرو! پاس کر ہے؟ وہ اکثر اپنے بھائی پاس کے ساتھ رہتی ہے۔“

سولی پر اتر کر نے پوچھا ”اس بیٹی کے ساتھ کیا کرنا ہو گا؟“

”اسے اغوا کرنا ہے کیسے کرنا ہے؟ اس کی پلاننگ وقت حالات کے مطابق ہوگی۔“

پھر اس نے امریکی فوج کے ایک سربراہ سے رابطہ کیا اور ”تم ہمیں لیڈر رکھیں اور دوسرے جدید ہتھیار نہیں دے رہے کوئی بات نہیں، ہم تمہاری مجبوریوں سمجھ رہے ہیں۔ دیئے تم تو اپنے دو چار ٹپلی بیٹی جانے والوں کے ذریعے ہم سے نہ کر سکتے ہو۔“

”کیا تعاون چاہتی ہو؟“

”اسلام آباد میں فراد کے خلاف محاذ بندی ہوں۔ اس لیے تمہارے ٹپلی بیٹی جانے والوں کی خدمات حاصل کرنا ہوں۔“

”موسوی! میں تمہارے اور فراد کے معاملے میں اپنے لوگوں کو قربانی کا کبارا نہیں بناناں گا۔“

”میں نے جب بھی تعاون کے لیے کہا، تم نے سوری کر۔“

جب تم کسی ضرورت کے لیے میرے پاس آؤ گے تو میں سونیا یا دھوکوں گی۔“

وہ دفاعی طور پر حاضر ہو گئی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے سوچ کی لمبوں کو محسوس کیا۔ اس کے سانس روکنے سے پہلے ایک نسوانی آواز نے کہا ”واہشتن فور زیرو ڈبل ون ٹریپل ٹریپل بولنے والی اس کے دماغ سے چلی گئی۔ اس نے ریسپورڈ واہشتن کے کوڈ نمبر کے ساتھ فور زیرو ڈبل ون ٹریپل ٹریپل ٹریپل دوسری طرف کھینچتی جتنے گئی۔ پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی! الپا بول رہی ہو؟“

”ہاں! کیا تمہی ہو جو ابھی میرے دماغ میں آئی تھیں؟“

”ہاں! میں آئی تھی! جب تم کرل سے بات کر رہی تھیں؟“

اس وقت میں اس کرل کے دماغ میں تھی۔“

”وہ ہو گا کا ہر ہے۔ کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ جاتی ہو؟“

”ہاں! کچھ دیر سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔“

”یعنی تم نے اسے معمول اور تباہ کر دیا ہے۔ پھر فراد تیار ہو۔“

”میری خدمات حاصل کرو۔ پھر میری تیزی کا پتا چلے گا۔“

”تم کو ہوں؟ پہلے اپنے حلقے متاؤ۔“

”میں ایک ادارے کی مالک ہوں۔ میرے ادارے کا ایٹم پور سروس (آپ کی خدمت میں) تمہاری خدمات انجام

کے بعد اپنا نام تیار کی۔ فی الحال مجھے اسے ہی کہہ سکتی ہو۔“

”میں تمہارے بارے میں پوری معلومات حاصل کیے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی ہوں؟“

”مجھ کو تم نے مجھے کام سونپ دیا ہے۔ تم نے کرل کے دماغ میں کیا تھا۔ اسلام آباد میں فراد کے خلاف محاذ بندی ہو۔“

”میرے لیے اتنی سی بات کافی ہے۔ میں معلوم کر لوں گی کہ اسلام آباد میں فراد کا معاملہ کیا ہے اور وہاں فراد سے تعلق رکھنے والے کون لوگ ہیں۔“

”تم تو دفاعی بیڑی تیزی دکھا رہی ہو۔ میں تمہاری خدمات حاصل نہ کروں تو کیا کرو گی؟“

”تو میں فراد علی تیمور سے کموں گی کہ وہ تمہارے خلاف میری خدمات حاصل کرے۔“

”تم تو بیڑی کا پازا ہو۔ تم سے کام نہیں لوں گی تو تم دشمن کا کام کرو گی۔“

”پاپی! بیٹل کے لیے کسی نہ کسی کی خدمت کرنی ہی پڑتی ہے اس لیے اپنے ادارے کا نام ایٹم پور سروس رکھا ہے۔“

”اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم میرا کام کرنے کے دوران دشمن سے مل کر کچھ دھوکا نہیں دو گی؟“

”میں اپنے معاملات میں دیانت دار ہوں۔ ایک بار آزاد ہو۔ تمہارا کام کرنے کے بعد ایک لاکھ ڈالروں کی کیونکہ یہ فراد جیسے زبردست شخص کا معاملہ ہے۔“

”میں آزاد ٹی طور پر تم سے کام لوں گی لیکن تم سے رابطہ کیسے ہو کرے گا؟“

”میں اپنے آپ سے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا کریں گے۔ اب تم اسلام آباد میں مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہو؟“

”وہاں ایک اسپتال میں فراد کا بیٹا علی تیمور زخمی حالت میں ہے۔ اس اسپتال کے اندر اور باہر سخت پھرا رہتا ہے۔ جو بھی اسپتال میں جاتا ہے اس کے خیالات پڑے جاتے ہیں پھر مطمئن ہونے کے بعد اسے اسپتال کے اندر جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اب تک موساد کا کوئی فرد اندر نہ جاسکا۔ وہاں جتنے بیرونی شخصے کب کو قتل کر دیا گیا ہے۔“

”یعنی علی کے پاس جانا تو دور کی بات ہے، کوئی اسپتال میں بھی اندر نہیں جاسکا لیکن میں ایک لاکھ ڈالر کے عوض صرف اسپتال کے اندر نہیں جاسکتی ہوں۔“

”پھر جا کر کیا کرو گی؟“

”تم مجھ سے کام لے رہی ہو۔ تم بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ میں اس کرے میں پہنچ کر اسے قتل بھی کر سکتی ہوں اور اس سے خلیق بھی کر سکتی ہوں۔“

”اپنے سچے سچے کے انداز میں کہا ”حق!“

”ہاں! جب تم ہماری معاوضہ دو گی تو میں اس سے خلیق بھی

کروں گی لیکن بند کرے کا خلیق نہیں۔ کوئی مجھے خلیق میں اتار نہیں سکتا۔“

”تمہاری یہ خلیق والی بات میرے دل کو لگ رہی ہے۔ اسے قتل کرنے سے فراد سے دشمنی بڑھ جائے گی۔ اگر تم اسے اپنا دیوانہ عاشق بنا کر تو میرا اسے نہپ کر کے اس کا دماغ کنزروی بنا کر اسے اپنا معمول اور تباہ کر دینا چاہتا ہے۔“

”میں چلی جاکر ہو جائے۔ مگر خلیق میں باڑے بیٹے پڑتے ہیں۔“

تب مرادیں حاصل ہوئی ہے۔ تمہارا یہ کھیل لیا ہو گا تو میرا معاوضہ بھی بڑھتا جائے گا۔“

”معاوضے کی فکر نہ کرو۔ جو مانگو گی ملے گا۔ کیا تم ایسی حسین اور پرکشش ہو کہ وہ تمہارا دیوانہ بن جائے؟“

”دنیا کی کوئی حسین ترین عورت بھی ایسے سو کو دیوانہ نہیں بنا سکتی، جو فولادی قوت ارادی کا مالک ہو۔ میں علی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں۔ اگر وہ فولاد ہو گا تو حسن و شباب کا جادو نہیں چلے گا۔ صرف حکمت عملی کام آئے گی۔ میں ایک مخصوص طریقہ کار کے مطابق اسے نہپ کر لوں گی، اس پر ترغیبی عمل کروں گی پھر وہ تمہاری خواہش کے مطابق میرا تباہ و دیوانہ بنارہے گا۔“

”نہیں! تم اسے صرف نہپ کر لو گی۔ میں اسے ترغیبی عمل کے ذریعے اپنا تباہ و عاشق بنا کر رکھوں گی۔“

”میں! اپنا! میں علی کے کرے تک پہنچنے کے خطرات سے کھینچتی رہوں گی اور جب اسے نہپ کر لوں گی تو کچھ ٹپلی کچھڑی تم کھاؤ گی۔ نوٹیفکیشن نہیں ہو گا۔ ذرا سوچو، علی میرے زیر اثر رہے گا تو میں فراد اور اس کی فیملی کی کنزرویوں تک پہنچتی رہوں گی اور ان سے بے حساب فائدے حاصل کرتی رہوں گی۔ تم مجھے بے حساب فائدوں سے محروم کرنا چاہتی ہو۔“

”معلوم ہوتا ہے، تم میرا کام نہیں کرو گی۔“

”کہوں گی! تم چاہتی ہو، علی کو قتل کیا جائے۔ وہ قتل ہو جائے گا۔ تمہیں اس سے غرض نہیں ہوتی چاہے کہ اس کی لاش میں جائے و ادوات پر چھوڑ دوں گی یا اپنے گھر لے کر لے جاؤں گی اسی طرح میں اسے دیوانہ تباہ و دیوانوں کی تو اس سے غرض نہ رکھو کہ وہ کس کا دیوانہ ہو گا۔ میں نے علی کو نہیں دیکھا ہے۔ اگر دیکھنے کے بعد وہ مجھے پسند نہیں آئے گا تو پھر تم ہی اسے اپنا معمول اور تباہ و دیوانہ بنا لیتا۔“

”تم اپنی مرضی سے کام کرو گی اور منصوبوں کے مطابق عمل نہیں کرو گی تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ تم ضدی اور خسرو ہو۔ میں تم سے کام نہیں کر اؤں گی۔ تم میرے ان معاملات سے الگ رہو۔“

”لکھ! تمہارے معاملات سے الگ ہو رہی ہوں۔ آئندہ فراد علی تیمور کے معاملات میں دلچسپی لوں گی۔“

”تمہاری اس بات کا مطلب کیا ہے؟ کیا تم میرے خلاف فراد کے لیے کام کر رہی؟“

”کسی نہ کسی کی خدمت ضرور کروں گی۔ پاپی پیٹ کا معاملہ ہے۔“

”میرے اطراف مسائل کی کمی نہیں تھی۔ تم ایک نیا مسئلہ“

نیا دوسرے بن رہی ہو۔ آخر تم کون ہو؟ میں تمہیں سمجھا رہی ہوں، ٹیلی ویژن کی دنیا میں بڑی بڑی ہستیاں آئیں، کچھ عرصے تک پراسرار سن کر رہیں پھر مقابلے پر آکر میں ٹیلی ویژن کی دنیا میں لگ گئیں۔ تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہوگا۔“

”میں سب جرائم کی راہوں کے راہی ہیں۔ ان راہوں کے ہر راہی کا انجام برا ہوتا ہے مجھے انجام سے نہ ڈراؤ۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔“

”فہمو۔ فون بند نہ کرو۔ میں تم سے کام کروں گی۔ تم فریاد کے لیے کام نہیں کرو گی۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں تم باتوں سے جتنی زبردست لگ رہی ہو اس طرح کام میں بھی زبردست ہو جائیں؟ تم آج ہی سے کام شروع کرو۔“

”آج ہی سے نہیں“ ابھی سے شروع کر رہی ہوں۔“

دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا موبائل فون نہرتایا پھر رابطہ ختم کر دیا۔

اپنے اپنے ڈیسک کے پاس آکر کما مٹھیں نے موبائل پارک سے کہا تھا کہ وہ اعلیٰ لی لی اور پاس کو تلاش کرے۔ اب ان دونوں کو تم تلاش کرو اور موبائل کو اسلام آباد جانے دو۔“

پھر اس نے موبائل سے کہا ”تم پہلی فلائٹ سے اسلام آباد جاؤ۔ تمہارا انتخاب میں نے اس لیے کیا ہے کہ تم حسین اور پرکشش... ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ علی تم سے متاثر ہو جائے۔ وہاں اپنے اپنے آلا کار باندھو جو تمہارے معمول اور تاجدار رہیں۔ اس اسپتال میں تم ایک عورت پر نظر رکھو گی۔ میں اس عورت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔ وہ ہمارے لیے کام کر رہی ہے۔ مگر ہمو سے کے قابل نہیں ہے۔ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتی ہے۔“

موبائل پارک کرنے پوچھا ”میں اس عورت کو کیسے پہچانوں گی؟“

”اس کی پہچان دو طرح ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ حسین ہوگی، علی کو اپنے حسن سے دوانہ بنا چاہے گی۔ دوسری پہچان یہ کہ نرس یا لینڈ ڈائریکٹر کے علی کے کمرے میں جائے گی۔ کمرہ صاف کرنے والی سوپرنس کن بھی وہاں جا سکتی ہے۔“

”میں میڈم ایم اس پر نظر رکھوں گی۔ میں اسے فراڈ کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔“

اپنے کما مٹھیں بھی تمہارے ذریعے اس پر نظر رکھوں گی۔ اسے بے نقاب کروں گی اور معلوم کروں گی کہ وہ پراسرار بننے والی کون ہے۔“

وہ ایک خوب صورت بلا تھی۔ اس کا نام ملی ڈونا تھا۔ بچپن ہی سے شرارتی طراز، خود غرض اور چالاک تھی۔ ایک ہجرتی بنی تھی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد فنی ٹریننگ سینٹر میں سینئر ٹوینٹ فاٹ کرنا

اور ہر طرح کے ہتھیاروں کو بڑی مہارت سے استعمال کرنا سیکھا تھا۔ ٹریننگ کے تمام ختم مرحلوں سے گزرنے کے بعد اسے ٹرانسفا رمر مشین سے گزارا گیا تھا۔

وہ ایسی مکار تھی کہ ٹیلی ویژن کی دنیا میں فوج کے اعلیٰ افسران کے چور خیالات پڑھنے اور فنی راز معلوم کرنے لگی تھی۔ چند اعلیٰ افسران جو بچے کے ماہر تھے، انہیں دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا۔ پھر ان کے بھی داغوں میں جگہ بنالی تھی۔ اس طرح پچھلا کہ مختلف اوقات میں ٹھوہ بندوں کی جیب سے ٹاڈیہ بنانے والی جو گولیاں اور فلائنگ کیپول حاصل کیے گئے تھے، انہیں ایک خفیہ لیبارٹری میں چمپا کر رکھا گیا تھا۔ اس گولی اور کیپول کا طبی تجزیہ کر کے اس کا فارمولہ معلوم کیا گیا تھا۔

اس لیبارٹری میں ٹیلی ویژن جاننے والے چور افراد پراسرار بنے تھے۔ لیبارٹری کے اندر آنے اور جانے والوں کے چور خیالات پڑھتے تھے۔ اس طرح کوئی وہاں سے غیر معمولی گولی یا کیپول چرا نہیں سکتا تھا لیکن اس پر اپنے والی ملی ڈونا نے چور گولیاں اور دو فلائنگ کیپول چرائے تھے۔ اس لیبارٹری میں ایک سو سے زائد گولیاں اور چالیس فلائنگ کیپول تھے۔ ان کی روانہ نکتی نہیں ہوتی تھی اس لیے کچھ عرصے تک چوری کا پتا نہ چل سکا۔ معلوم ہونے کے بعد انکو انہی ہونے لگی کہ چور گولیاں اور دو کیپول کس نے چرائے ہیں؟

جتنے ٹیلی ویژن جاننے والے وہاں ڈیوٹی پر رہا کرتے تھے وہ سب بچے کے ماہر تھے۔ ان کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن ان کے بھی خیالات پڑھ کر چور تک پہنچا جاسکتا تھا۔ اس مقدمے کے لیے پناہ گزینوں کے والے کی خدمات حاصل کی گئیں۔ وہ باری باری ایک ایک ٹیلی ویژن جاننے والے پر عمل کرنے لگا۔ جب ملی ڈونا پر عمل کرنے کا وقت آیا تو اچانک وہ ایک گولی نگل کر ٹاڈیہ ہو گئی۔

اس حرکت سے ثابت ہو گیا کہ چوری اس نے کی ہے۔ اسے حکم دیا کہ وہ اعلیٰ افسران کے سامنے حاضر ہو جائے اور چوری کا مال واپس کر دے۔ اس کی یہ پہلی غلطی صاف کروی جانے کی اور اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

وہ ٹاڈاں نہیں تھی۔ خود کو چوری کے مال کے ساتھ پیش کرنا تو اسے گرفتار کر لیا جاتا اور اسے ٹرانسفا رمر مشین سے گزار کر اس سے ٹیلی ویژن کی ملامتیں چمچیں لی جاتیں۔

وہ ٹاڈیہ ہو کر اعلیٰ افسران کے درمیان سے نکلتی ہوئی اس خفیہ لیبارٹری میں آگئی۔ وہاں سے مزید چالیس عدد گولیاں اور پانچ عدد کیپول لے کر چلی آئی۔ وہ چاہتی تو وہاں کچھ نہ چھوڑتی۔ ساری گولیاں اور کیپول لے آئی لیکن وہ چاہتی تھی کہ یہ غیر معمولی چیزیں وہاں تیار ہو رہیں اور اس کا ملک دوسرے ممالک سے اور ملکی فوج سے کتر نہ رہے۔ وہ سب سے پہلے اپنا ذاتی فائنا سوچی تھی۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ یہ چیزیں اپنے ملک میں

تیار ہوتی رہیں گی تو چوری کرتے رہیں گے۔ آسانی رہے گی۔

اس نے داغوں میں پہنچنے، ٹاڈیہ ہونے اور پرواز کرنے کی صلاحیتیں اور توہین حاصل کر لی تھیں۔ پھر وہ ٹاڈیہ ہو کر دوسرے ملی ویژن جاننے والوں کے پاس جانے لگی۔ وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس نے پہلے ایک ٹیلی ویژن جاننے والے پال میت کے کمانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی۔ اسے کمزور بنایا پھر ٹوہنی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور تاجدار بنایا۔

اس کا دوسرا کارڈا راجر بروس تیسرا شکار آندے جس اور چوتھی میری وائٹ تھی۔ اس نے ان سب کو اپنا معمول اور تاجدار بنایا تھا اور امریکا چھوڑ کر ایشیا کے ایک ملک میں آباد ہو گئی تھی۔ یہ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ وہ کس ملک کے کس شہر میں رہتی ہے۔ اس نے ایک بوڑھے بزنس مین کو اپنا معمول اور تاجدار بنانے کے بعد اسے اپنا باپ بنالیا تھا اور ایک شاندار محل میں رہنے لگی تھی۔ وہ بزنس مین کو ڈیوٹی تھا۔ وہاں کی پولیس اور اعلیٰ جسی والے اس پر شبہ نہیں کر سکتے تھے کہ ایک حسین دوشیزہ دولت مند کیسے بن گئی ہے؟ سب یہی جانتے تھے کہ وہ کوئی بی بی باپ کی بیٹی ہے جبکہ کوئی نہ جانتی اس کے لیے کچھ نہیں تھی۔ دنیا کی تمام دولت ملی جتنی کی بدولت اس کے قدموں میں رہا کرتی تھی۔ اس کے چاروں ٹیلی ویژن جاننے والے ماتحت مختلف ملکوں میں رہتے تھے۔ وہ دن رات ان سے رابطہ رکھتی تھی اور اس کو پیش میں تھی کہ اور رتنے ٹیلی ویژن جاننے والوں کو ٹرپ کرے، انہیں اپنا معمول اور تاجدار بنانے اس طرح دوسروں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور برتر بنی چلی جائے۔

اس نے اپا سے وعدہ کیا تھا کہ اسلام آباد جا کر علی کو ٹرپ کرے گی لیکن وہ خود وہاں جانے کی ڈانڈی نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا، جو دوسرے کرتے آئے ہیں۔ ملی ڈونا وقت ضرورت کے لیے اپنی دو ڈیڑیاں بنا چکی تھی۔ ان کے داغوں کو غریبی عمل سے اچھی طرح بیکار کر انہیں اپنی طرح ملی ڈونا بنا دیا تھا۔ ان میں سے ایک ڈی ملی ڈونا اسلام آباد پہنچ گئی۔

اس ڈی کے ساتھ تین آلا کار تھے۔ اصلی ملی ڈونا ان آلا کاروں کے اندر رہ کر اس اسپتال کے اندر آتے جانے والوں کی عمرانی کرنے لگی اور ان کے داغوں میں پہنچنے لگی۔ پھر اس نے ایک نرس کے ہی داغ میں رہنا مناسب سمجھا اور یہ طے کیا کہ جب وہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر اپنے کوارٹر میں سونے کے لیے جائے گی تو اس کے خوابیہ داغ پر عمل کرے گی اور اس نرس کو اپنی معمول اور تاجدار بنائے گی۔

پھر جب وہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر کمانے پینے کے بعد بستر پر لیٹ گئی تب ملی ڈونا نے سوچا، پہلے اس کے چور خیالات پڑھے گی۔ اس وقت تک یہ سوچا ہے گی۔ پھر اس پر عمل کرے گی لیکن خیالات پڑھنے کے دوران اس نے محسوس کیا، اس نرس کے اندر کوئی

دوسری ہستی بھی موجود ہے اور اس نرس کی ہی سوچ میں کد رہی ہے۔

”مجھے نیند آ رہی ہے۔ مجھے سو جانا چاہیے اور میں سو رہی ہوں۔ میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں اور میں غافل ہو رہی ہوں۔“

وہ نرس آنکھیں بند کر کے نیند میں ڈوبتی جا رہی تھی۔ جب نیند گہری ہو گئی تو اس پر عمل ہونے لگا۔ وہ البتہ جیو اسے اپنی معمول بناد رہی تھی اور کد رہی تھی ”تم اس نے سے میری معمول اور تاجدار بن کر رہو گی اور میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔“

نرس نے کہا ”میں تمہارے احکامات کی تعمیل کرتی رہوں گی۔“

”جب تم سو کر اٹھو گی تو تمہارے سرہانے ایک کیپول رکھا ہوگا۔ تم اسے چمپا کر اپنی ڈیوٹی کے وقت اسپتال لے جاؤ گی اور علی کد وہاں کے ساتھ وہ کیپول بھی اس کے نئے میں شامل کر دو گی۔ اپنے سامنے اسے وہ کیپول ملا دو گی۔“

نرس خاموش رہی۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ اپا نے پوچھا۔ ”خاموش کیوں ہو؟ کوک وہ کیپول علی کو کھلاؤ گی۔“

وہ بولی ”اسپتال کے اندر قدم رکھنے ہی میں اپنی ہی تمہاری مرضی سے کچھ نہیں کر سکتی۔“ وہاں ہم سب نرسوں، ڈاکٹروں اور اسپتال کے تمام عملے کے افراد پر روحانی عمل کیا گیا ہے۔ وہاں ہم میں سے کوئی باہر کی لائی ہوئی دوا لکھنا یا ہتھیار استعمال نہیں کر سکتا۔ تم جو کیپول دو گی، اسے میں اسپتال کے باہر بھیک دوں گی۔“

”کیا تم میری معمول اور تاجدار نہیں ہو؟“

”میں تمہاری معمول اور تاجدار رہوں گی لیکن اسپتال کے باہر۔“

اپا سوچ میں پڑ گئی۔ ملی ڈونا کو بھی معلوم ہو رہا تھا کہ علی کی حفاظت کے لیے فولادی قلعے سے بھی زیادہ مضبوط روحانی قلعہ بنایا گیا ہے۔ وہاں کسی کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی گی۔

اپا نے پوچھا ”کیا ابھی تم میری معمول اور تاجدار ہو؟“

”جی ہاں، میں اسپتال میں قدم رکھنے تک تمہارے حکم کی بندی ہوں۔“

”اسپتال میں دوسرے مریض اور ان کی عیادت کرنے والے جاتے ہیں کیا وہ بھی روحانی عمل کے زیر اثر ہوتے ہیں؟“

”صرف اسپتال کا قلعہ زیر اثر ہوتا ہے۔ باقی دوسروں کو اس حصے میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔“

”مگر میں کسی طرح اس حصے میں چلی جاؤں اور علی کے کمرے میں پہنچ جاؤں تو کیا مجھ پر روحانی عمل اندر لگے گا؟“

”نہیں کرے گا۔ تم آزاد رہو گی۔ صرف ہم اسپتال والے روحانی عمل کے زیر اثر ہیں اور کل تک رہیں گے۔“

”کل تک کیوں؟“

”کل صبح دس بجے اسپتال سے علی کی چھٹی ہو جائے گی۔“

”تعب ہے“ صرف چار دنوں میں زخم بھر گیا ہے؟“

”سب ہی ڈاکٹروں کو جرات ہے۔ گولی کا زخم گرا تھا۔ اس کے باوجود زخم بھر چکا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسا روحانی عمل کے نتیجے میں ہوا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ اب تم سو جاؤ۔ میں صبح دہائی ہوں کہ تم کل دن کے بارہ بجے تک سوئی رہو گی۔“

”میں کل دن کے بارہ بجے تک سوئی رہوں گی۔“

”تمہاری نیند کے دوران میں کچھ لوگ آئیں گے معصوف رہیں گے باتیں کریں گے لیکن تم کمری نیند سوئی رہو گی۔“

اس نے کہا کہ وہ اپنا کے صبح کے مطابق دوسرے دن بارہ بجے تک بے خبر سوئی رہے گی۔

اپنے اپنی ماتحت مولیٰ پارکر سے کہا ”میں زخم پر بخوبی عمل کر رہی تھی اور تم بھی اس کے دماغ میں نہ کر تمام باتیں سن رہی تھیں۔“

مولیٰ پارکر نے کہا ”میں میڈم! آپ نے کہا ہے کہ اس کے کمرے میں کچھ لوگ جائیں گے کیا ہمیں ابھی وہاں جانا ہے؟“

”ہاں اس کے بیان کے مطابق زخموں، ڈاکٹروں اور اسپتال کے پورے محلے پر روحانی عمل کا اثر رہتا ہے اگر تم زخم کے ہمیں میں، اس کے میک اپ اور گیسٹ اپ میں جاؤ گی تو روحانی عمل کے اثر میں نہیں رہو گی کیونکہ تم حقیقتاً اس اسپتال کی زخم نہیں ہو۔ تم آسانی سے علی کے کمرے میں پہنچ کر اسے وہ کیپول کھا کر اس کا کام تمام کر سکو گی۔“

”میں ابھی میک اپ کا سامان لے کر ایک آلہ کار کے ساتھ اس کے کوارٹر میں جا رہی ہوں۔“

اوپر ملی ڈونٹے زخم کے دماغ میں نہ کر اپنی آواز اور لیے سے کچھ لیا تھا کہ وہ علی کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کرنے کے باوجود اس پر بھروسہ نہیں کر رہی ہے اور خیال خوافی کے ذریعے اپنے طور پر بھی کارروائی کر رہی ہے۔

ملی ڈونٹا کو یہ منظور نہیں تھا کہ اپنا علی کے خلاف جو اقدامات کرے اس میں اسے کامیابی ہو۔ وہ زخم کو کمری نیند سلا کر گئی تھی اور اس زخم کے کمرے میں کچھ لوگ آئے والے تھے وہ کون لوگ ہوں گے؟ میں دیکھنا اور سمجھنا ضروری تھا۔

اس نے اپنے تین آلہ کاروں سے کہا ”میں زخم کے کوارٹر کے آس پاس چھپے رہوں۔ اس کے کمرے میں کچھ لوگ آئے والے ہیں۔ میں تم لوگوں کے ذریعے ان کی آوازیں سنوں گی۔“

کے ساتھ اندر چلی۔ دو آوازے کو اندر سے بند کر لیا۔

اس نے ایک بڑا سائیک میز پر رکھا۔ اس میز کے ساتھ ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ بیگ میں میک اپ کا ضروری سامان تھا۔ آلہ کار اس میز کو اٹھا کر زخم کے سہانے لے آیا تاکہ مولیٰ پارکر اس زخم کو دیکھ دیکھ کر میک اپ کرے اور اس کی ہم شکل بن جائے۔

وہ میک اپ کی چماری کے دوران ضروری باتیں کر رہے تھے ملی ڈونٹا کے دو آلہ کار اس کو وارڈ کے باہر تھے۔ ایک آلہ کار بہت پہلے ہی کمرے کے اندر جا کر زخم کے بیڈ کے نیچے چھپ چکا تھا۔ ملی ڈونٹا اس کے دماغ میں نہ کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے آلہ کار سے کہا ”میں اس عورت کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ اگر وہ مجھے محسوس کرے گی تو میں تمہیں بتاؤں گی۔ تم فوراً اس کے ساتھی کو گولی مار دو گے۔ ریوالتوں میں سائنسر لگاؤ۔“

اس نے ریوالتور نکالا۔ پھر سائنسر لگانے لگا۔ ملی ڈونٹا، مولیٰ پارکر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی۔ اس وقت محسوس نہ کر سکی کیونکہ اس کے اندر اپنا موجود تھی اور کہہ رہی تھی ”طبیعتاً سے میک اپ کرو۔ صبح تک کوئی اس کمرے میں نہیں آئے گا۔ میں جا رہی ہوں۔ دو چار گھنٹے بعد آکر معلوم کرو گی کہ تم نے کس حد تک کامیاب میک اپ کیا ہے۔“

ملی ڈونٹا اس کے دماغ سے نکل آئی۔ اپنے آلہ کار سے بولی۔ ”جب یہ عورت تمہیں ایب ٹارٹل دکھائی دے تو اس کے ساتھی کو گولی مار دینا۔“

یہ کہہ کر اس نے اپنی آواز اور لیے کو اختیار کیا۔ خیال خوافی کی پرواز کے مولیٰ پارکر کے اندر پہنچی۔ اس نے ملی ڈونٹا کو محسوس نہیں کیا۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ اپنی تابعدار ہے اور خود علی جتنی جانتی ہے۔

ملی ڈونٹا ایسے موقع کی تلاش میں رہتی تھی۔ اس کی ہم میں ایک ملی جیتی جانتے والی کا اضافہ ہونے والا تھا۔ اس نے کیا کر کے اس کے دماغ میں ڈرل پیدا کیا۔ تکلف کی شدت سے وہ چیخا مارا جانتی تھی۔ ملی ڈونٹا نے اس کا منہ بند کر دیا۔ وہ فرش پر گر کر زخم پر گئی۔

بیڈ کے نیچے سے اس آلہ کار نے اسے ٹارٹل سے ایب ٹارٹل ہونے لگا تو وہیں سے ہاتھ بھا کر اس کے ساتھی کو گولی مار دی۔

دماغی اذیت ناقابل برداشت ہوا کرتی ہے۔ ملی ڈونٹا نے دوسری بار مولیٰ پارکر کے اندر ڈرل پیدا کیا تو وہ برداشت نہ کر سکی۔ بے ہوش ہو گئی۔

اس آلہ کار نے بیڈ کے نیچے سے نکل کر دو آوازے کو کھولا۔ باہر کھڑے ہوئے دو ساتھی اندر آ گئے۔ اپنی مالک کے حکم کے مطابق مولیٰ پارکر کو اٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔ جانے جانے دو آوازے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ اندر پڑی ہوئی لاش صبح تک کسی کو نظر نہ آئے۔

ڈی ملی ڈونٹا نے کرائے پر جو بگلا ہائٹس کے لیے حاصل کیا تھا، وہ اسپتال سے چند منٹ کی مسافت پر تھا۔ وہاں پہنچنے کے دس منٹ بعد مولیٰ پارکر کو ہوش آئے گا۔ اپنا یہ کہہ کر گئی تھی کہ دو چار منٹ کے بعد اس کے پاس آئے گی۔ اس کے آنے سے پہلے ہی ملی ڈونٹا نے اس پر بخوبی عمل شروع کر دیا۔ اس کے دماغ سے اپنا کے عمل کے اثرات کو مٹانے لگی اور اپنے بخوبی عمل کو اس پر مسلط کرنے لگی۔

اپنا دوسرے معاملات میں معصوف ہو گئی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ اس کی ماتحت مولیٰ پارکر زخم کی ہم شکل بن چکی ہو گی۔ صبح چھ بجے زخم کی ڈیوٹی کے مطابق اسپتال میں جائے گی اور آسانی سے علی کا کام تمام کر کے آجائے گی۔

اپنا نے تقریباً چھ گھنٹے بعد مولیٰ پارکر کی طرف توجہ دی لیکن اس کی خیال خوافی کی لہروں واپس آ گئیں۔ اس کی معمول اور تابعدارین کر رہے والے اس کی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کیا۔ اس نے حیرانی سے سوچا ”یہ کیا ہو گیا؟ کیا میری ماتحت کو کسی نے ٹپ کیا ہے؟“

اس نے مولیٰ پارکر کے ایک آلہ کار کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ مولیٰ پارکر کے ساتھ کووارڈ کی طرف تھی۔ باقی آلہ کاروں کو اپنے پر رہنے کا حکم دیا تھا۔ جب چار بجے مولیٰ پارکر نے ان سے داخلی رابطہ نہیں کیا تو ان میں سے ایک آلہ کار اس کو وارڈ میں لیا پھر کمرے کے اندر اپنے ساتھی کی لاش دیکھ کر وہاں سے بھاگ کر چلا آیا۔

بھاگ کر آنے والے نے مولیٰ پارکر کو دیکھا تھا اور نہ ہی اس کی لاش دکھائی دی تھی۔ اپنا دونوں ہاتھوں سے سرھام کر سوچنے لگی۔ ”کیا میں ایک ملی جیتی جانتے والی کو کھو چکی ہوں؟ کیا فریڈ نے اسے ہم سے چھین لیا ہے؟ ہاں، ہمارا وہاں کوئی دوسرا دشمن نہیں ہے۔ اس اسپتال کے کوارڈر میں اس زخم کے کمرے میں جو کچھ ہوا اس کی خبر فریڈ کو ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے دیدہ اور تادیہ جاسوس اسپتال کے اطراف ہوں گے۔ انہوں نے فریڈ کو مولیٰ پارکر کے مصیبت کے بارے میں بتایا ہو گا۔“

مہا کی فون کے بڑے بڑے خیالات سے چوٹ کھاؤ۔ اس نے فون کو آن کر کے کان سے لگا لیا پھر ”جھپو کون؟“

ملی ڈونٹا نے کہا ”ایٹ یور سروس۔ میں اسلام آباد پہنچ کر اپنا کام شروع کر چکی ہوں اور بڑی اہم معلومات حاصل کر رہی ہوں۔“

”میں کیسی معلومات؟“

”میں لائیں سے اس اسپتال کی زخم کے دماغ میں جگہ بنائی پھر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اس اسپتال کے تمام محلے پر روحانی عمل کا اثر ہے۔ وہاں ہماری کوئی سازش کا سامب نہیں ہو سکے گی۔“

اپنا نے پوچھا ”پھر کیا ہوا؟“

”ہو گیا ہے؟ روحانی قوت کے آگے ہماری کیا جگہ ہے؟ پھر بھی میں نے زخم کے مزید خیالات پڑھے۔ یہ معلوم ہوا کہ دوسرے دن دس بجے علی اسپتال سے گھر چلا جائے گا۔ میں تو مایوس ہو گئی تھی۔ شاید تم بھی مایوس ہو رہی ہو۔ تم فکر نہ کرو۔ میں بڑے مزے کی باتیں بتانے والی ہوں۔“

”تم بولتی ہو تو کام کی بات کرو۔“

”دبی کر رہی ہوں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ میں مایوس ہو گئی تھی جبکہ انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تقریباً آٹھ رات کے بعد خیال آیا کہ زخم پر روحانی عمل کا اثر ہے۔ پھر مجھ پر تو نہیں ہے۔ اگر میں زخم کے اندر نہ کر علی کے کمرے میں جاؤں۔ پھر علی کے قریب پہنچتی ہی زخم کے جسم سے نکل کر نوراد ہو کر اسے قتل کر دوں تو۔“

اپنا نے اس کی بات کاٹ کر تعجب سے پوچھا ”کیا تم تادیہ بن جاتی ہو؟ تمہارے پاس ایسی گولیاں ہیں؟“

”گولیاں ابھی ہیں کیپول بھی ہیں۔ تمہیں ضرورت ہو گی تو دو چار دے دوں گی۔ میری باتوں کے دوران نہ بولو۔ میں بھول جاتی ہوں۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی؟“

”قار کا ڈیسک۔ کچھ نہ کہو۔ کوئی بہت اہم بات ہے تو بتاؤ۔“

”اہم بات یہ ہے کہ میں آٹھ رات کے بعد اس زخم کے دماغ میں گئی تو وہ موت سے شرط لگا کر سو رہی تھی۔ میں نے اسے بگاڑنے کی کوشش کی۔ مگر وہ سوئی ہی رہی تھی۔ سمجھ میں آیا کہ کسی نے اس پر بخوبی عمل کیا ہے۔ ایسے وقت مجھے اس کمرے میں ایک عورت اور محو کی آواز سنائی دی۔“

اپنا نے چونک کر پوچھا ”کیا اس وقت تم اس کوارڈر میں موجود تھیں؟“

”ہاں میں زخم کے دماغ میں تھی۔ میں کیا بتاؤں، کتنا مزہ آیا۔“

وہ جھجھکا کر بولی ”جلدی بتاؤ، پھر کیا ہوا؟“

”غصہ کیوں کرتی ہو؟ جاؤ میں نہیں بولتی۔“

اپنا نے مجبور ہو کر غصہ برداشت کرتے ہوئے کہا ”اب غصہ نہیں کروں گی۔ تمہاری بڑی مہربانی ہو گی، جلدی بتاؤ، پھر کیا ہوا؟“

”ہو گیا تھا؟ وہ ہو گیا؟ جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو ہم نہیں سوچتے وہ ہو جاتا ہے۔“

وہ دانت پیس کر بولی ”میرے مہر کا امتحان نہ لو۔“

”زندگی میں کتنے ہی امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کمرے میں جو عورت تھی، اسے بھی امتحان سے گزرنا پڑا۔ میں اس کے ساتھی کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ سامنے جو عورت تھی میک اپ کر رہی ہے، اپنا چہرہ بدل رہی ہے اور زخم کی ہم شکل بن رہی ہے۔ وہ ملی جیتی جانتی ہے۔“

بلی ڈوتا تھا کہہ کر چپ ہو گئی۔ الپا نے پوچھا "وہ عورت کہاں ہے؟"

"بعد میں پتا چلا" وہ عورت نہیں ہے۔ میری طرح کنواری دو شیزو ہے۔"

"تس اس کی عمر نہیں پوچھ رہی ہوں" وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"اور کہاں ہوگی؟ تم جانتی ہو، ٹیلی بیٹھی جانے والا مرد ہو یا عورت وہ ہمارے لیے بہت بڑی قوت ہوتے ہیں۔ میں بھلا اس ہاتھ آنے والی قوت کو چھوڑ سکتی تھی؟ میں نے اسے پکڑ لیا۔ بجز لیا۔ میرے آواز کا رنے اس کے سامنے کو گولی ماری۔ میں نے اس عورت کے داغ میں ٹیلی بیٹھی کی گولی ماری۔ پھر بخوبی عمل سے اس کا آپریشن کیا۔ بڑی اچھی ہے۔ آرام سے میری معمول اور تابعدار بن گئی ہے۔"

الپا آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑی "ویل! کینی اُٹھی! میرے گھر ڈاکا ڈال کر مجھے دھکی کر رپورٹ سناری ہے۔ وہ میری ٹیلی بیٹھی جانے والی تھی۔ اسے واپس کر دے ورنہ تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"غصہ کیوں کرتی ہو۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تمہاری ماتحت ہے۔"

"اب تو معلوم ہو گیا۔ واپس کرو۔"

"ایک بہن کی چیز دوسری بہن کے پاس آگئی۔ غصہ کیوں کرتی ہو۔ جاؤ میں نہیں ہوتی۔"

بلی ڈوتا نے فون بند کر دیا۔ پھر فون سے بیٹھی الگ کر دی تاکہ الپا پھر فون نہ کرے۔ ایک منٹ کے بعد اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر سانس تو لے لے "وہ الپا تھی۔ اس نے دفاعی رابطہ کرنے کی کئی بار کوششیں کیں۔ پھر تھک بار کر خاموش ہو گئی۔"

صبح کے پانچ بجے والے تھے۔ بلی ڈوتا کار میں بیٹھ کر اسپتال کے قریب آئی۔ وہ چاہتی تھی علی کے اسپتال سے جانے سے پہلے اسے دیکھ لے، ہو سکتا ہے اسے ٹیپ کرنے کا بھی موقع مل جائے۔

وہ سایہ بن کر اسپتال میں داخل ہوئی۔ سہل پہرے دار اسے دیکھ نہ سکے۔ وہ اسپتال کے مختلف حصوں سے گزر کر علی کے کمرے کی طرف جانے لگی۔

علی کمرے میں تھا سوہا تھا۔ صبح پانچ بجے جاگنے کا عادی تھا۔ ابھی بیدار ہونے والا تھا لیکن بیداری سے پہلے غافل تھا۔ اس کے مشورے پر ساتھ دونوں بھائیوں کے ساتھ اپنی کوٹھی میں رات گزارنے غلطی تھی اور صبح اس سے ملنے کے لیے اسے اور اسے اسپتال سے کوٹھی میں لے جانے کے لیے آنے والی تھی۔

اس سے پہلے بلی ڈوتا آگئی۔ پہلے دروازہ... کھول کر دالیز پر سے

اسے دیکھا۔ ایک خیرود جوان مہری نیند میں نظر آیا۔ اس نے دالیز سے آگے بڑھ کر کمرے میں قدم رکھا۔ علی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی چھٹی حس نے اسے جگا دیا۔

○●○

گیارہ بجے میں دس منٹ رہ گئے تھے۔ وصال یا ر کا وقت تھا۔ دیوی نے ٹھیک رات کے گیارہ بجے اس کے سوٹ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

پارس بڑی بے چینی سے سوچ رہا تھا "کیا واقعی وصال گھڑیاں نصیب ہوں گی؟ پیش گوئی کے مطابق ابھی وہ وقت نہیں تھا" جب اعلیٰ لی لی "دیوی کو بے نقاب کرتی اور پارس اسے اچرے کے ساتھ دیکھا۔

دیوے علم نجوم کے مطابق اعلیٰ لی لی کے زائچے نے یہ بتایا کہ وہ سات برس کی عمر میں دونوں کو بے نقاب کرے گی۔ ابھی سات برس کی نہیں تھی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے دوسرے کے زائچے کی قوت سے تبدیلی آجاتی ہے۔ پارس اور لی لی کے درمیان بے انتہا محبت تھی۔ دونوں کی مشین کے دور ایک ساتھ رچے آئے تھے۔ اس طرح پارس کے زائچے کی قوت چھوٹی بہن کے زائچے پر اثر انداز ہوتی رہی تھی اور تبدیلیاں آ رہی تھیں۔

پارس کا دل کہہ رہا تھا کہ دیوی شی تارا سے ملنے کے لیے خوب صورت تبدیلی آچکی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ دیوی دو گھنٹے پہلے خود پارس کے پاس آئی تھی۔ بہت بڑی قسم کا کہ بعد وہ بہت شہیدہ ہو گئی تھی۔ اس کے سوٹ میں آئی تو اس کے ساتھ رات کا کھانا کھایا تھا اور کسی شک و شبہ کے بغیر ملے تھا کہ آج کی رات وصال کی رات ہے۔

شی تارا اپنے کمرے سے گزرتی ہوئی لفٹ میں آئی۔ وہ ایسی تھی جو بچا ملنے کے لیے تھا اپنے دلہانے کے پاس جا رہی تھی۔ وہ لفٹ کے ذریعے اس فلور پر آئی جہاں دلہا کا سوٹ تھا۔ اس نے دروازے کے پاس پہنچ کر اس کے پینڈل کو آہستہ آہستہ کھلیا۔ وہ کھل گیا۔ پارس اندر کھڑا ہوا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی نے مسکرا کر لوں کو دیکھا۔ وہ ایک منٹ تک کھلے ہوئے دروازہ پر شرماتی ہوئی سر جھکا کر کھڑی رہی۔ پارس نے آگے بڑھ کر دروازے کو بند کیا پھر اسے آغوش میں لیتا چاہتا تھا "وہ بیچے ہو گئی۔"

اس نے پوچھا "اب دوسری کیسی؟"

وہ اس سے کھڑک بڑیک کی طرف جاتے ہوئے ہوئی "میں ہوں تارا۔ اصلی شی تارا۔ ایک عرصے سے دیوی کھلا رہی ہوں۔ کب کسی مرد کی تمنائی میں نہیں آئی۔ میرے ستارے کہتے آہ ہیں کہ وہ میں گئے تو پارس کے ستاروں سے ملیں گے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا "ستارے اب تک غلط کہہ رہے تھے۔ آج تم کبیرے دل لے رہی ہو۔"

"میں نے تمہاری تاریخ پیدائش معلوم کی۔ تمہارا زائچہ بتایا۔ اسے زائچے سے ملایا تو پتا چلا" ہماری جیم کٹلی نہیں مل رہی ہے۔ میں دھوکا کھاری ہوں۔ ہم تو نہیں ہو اور تمہارا نام کبیر نہیں ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس کے پیچھے ایک غصص نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک موٹا سا ڈنڈا تھا۔ اس سے پہلے کہ پارس پلٹ کر دیکھتا "اس نے ایک زوردار ضرب اس کی گردن پر لگائی۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی اور کراہ کے ساتھ ڈانڈہ میں دبلی ہوئی کٹلی باہر نکل کر فرش پر گر پڑی۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ ٹپک کر گولی اٹھاتا "کئی مسلح افراد اچانک نمودار ہو گئے۔ ایک نے راتقل کا کٹنا اس کے منہ پر مارا۔ وہ الٹ کر فرش پر گر پڑا۔ دوسرے نے راتقل کی ٹال اس کے منہ میں ٹھونس دی۔

دیوی نے اس کے داغ میں پہنچ کر کہا "میلو فراڈ کیر! تمہاری اصلیت کیا ہے؟"

اس نے سانس روکی۔ دیوی باہر آگئی۔ اس نے اشارہ کیا۔ ڈنڈے والے نے پارس کے گھٹنے پر ضرب لگائی۔ پھر دونوں گھٹنوں

پر ضرب لگائے لگے۔ وہ تکلیف برداشت کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ دیوی نے اس کے اندر پہنچ کر زور لہ پید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ فرش پر گر کر تر پنے لگے۔ یہ ایسی دفاعی تکلیف ہوتی ہے کہ سانس روکی نہیں جاتی۔

وہ دیوی کو اپنے اندر سے نکال نہ سکا۔ اس نے سب سے پہلے اس کے چور خیالات پر بھرے ہر قہقہہ لگائے لگی "چھاسم فرزاؤ کیر! تو تمہارا ہوں؟"

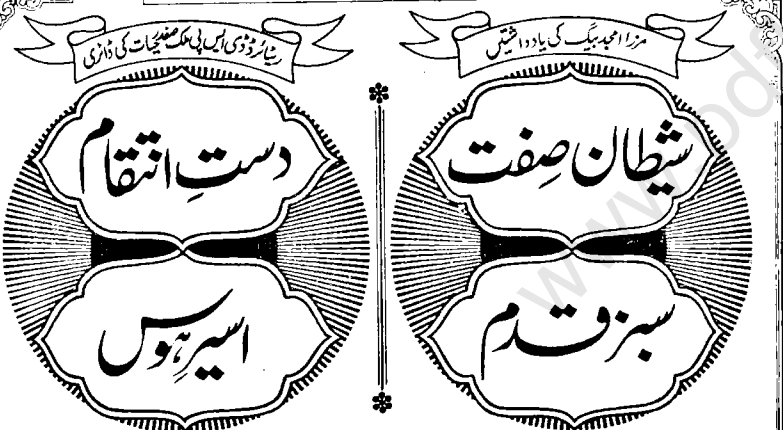
"پارس" جو کبھی کسی کی گرفت میں نہیں آتا۔ واہ! بھولے ہاتھ! ہر ہر مادیو! تیری ماحولیت سے میرے من کی مراد پوری ہو رہی ہے۔ یہ میری پہلی اور آخری خواہش تھی کہ یہ فلاوی مرد میرا معمول اور تابعدار بن کر رہے۔ اور اب یہ میرا غلام اور میں اس کی مالک بن کر رہوں گی۔"

اس نے پھر ایک ڈنڈے کا جھکا پید کیا۔ پارس کے حلق سے ایک کنواری چیخ نکل گئی۔ دیوی شی تارا نے اس کے اندر دھک لگائی۔ اس کا ذہن غفلت کی تاریکی میں ڈوب رہا تھا۔

جب چند گھنٹوں کے بعد وہ تاریکی سے روشنی میں ابھرے گا تو دیوی کا غلام بن چکا ہوگا۔

اس کے انہوں میں سے کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس پر کیا مکر رہی ہے!

سینس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں



قانونی پیسہ دیگیاں عدالتی کارروائی کے اہم ضرورت و نکات

زن، زور اور زمین کے تنازعوں سے جتن لینے والے مقدمات

جیم دسزا کی وہ کمائیاں جو انسانی جرم دہوس کا آئینہ ہیں

قیامت کی کتاب: ہم روپے، ڈاک خرچ، چاروں کتب، ایک ساتھ دیکھنے پر ڈاک خرچ ممانت

کتاب کی کتب خانہ

ہوٹل کے اس سوئٹ میں خاموشی اور خفائی تھی۔ دیوی شی تارا بید کے پاس کھڑی پارس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے بے خبر لیٹا ہوا تھا۔ وہ تو اب ہماری بھرم اور بچان جیسا مردایا لگ رہا تھا جیسے کوئی پاؤں لاکر بستر پر رکھ دیا گیا ہو۔

وہ محرزہ ہی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اب سے پہلے بھی سیکڑوں بار اسے دیکھ چکی تھی لیکن پہلی بار خفائی میں چار دیواری کے اندر دیکھ رہی تھی۔ اسے جی بھر دیکھنے سے روکنے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اب اسے یہ اندیشہ بھی نہیں تھا کہ پارس اٹھ کر اس کی مرضی کے بغیر اسے دیوچ لے گا۔ اب وہ پہاڑ اس کے قدموں کے نیچے چلا تھا۔

اس نے نوٹ کر پارس سے محبت کی تھی اور نوٹ کر اس سے نفرت بھی کی تھی۔ غلامی زون سے واپس آنے کے بعد وہ اس سے شدید نفرت کرنے لگی تھی اور یہ قسم کھا چکی تھی کہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اب وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اسے آسانی سے ہلاک کر سکتی تھی لیکن نہیں کر رہی تھی۔

اس کی یہ انہی خواہش پوری ہونے والی تھی کہ وہ پارس کو اپنا غلام بنا کر اس کے ذہن میں ہندو دھرم کو نقش کرے اور اسے مکمل طور پر ہندو بنا کر اس سے شادی کرے۔ ایک طویل مدت تک انتظار کرنے کے بعد یہ سہری موقع ہاتھ آیا تھا۔

وہ اس پر جھک گئی۔ اسے چھو کر دیکھنے لگی۔ یقین کرنے لگی کہ اس نے ایک ناقابل تفریق جوان کو اپنے قابو میں کیا ہے۔ اب اس کی کوئی عیاری اور مکاری اسے اس چار دیواری سے باہر نہیں لے سکتی گی۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کامیابی کے بعد بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ انسان بہت بڑی کامیابی حاصل کرتے وقت کوئی ایسی بات بھول جاتا ہے جو بعد میں ناگاہی کا سبب بن جاتی ہے۔

وہ اعلیٰ لی لی کو بھول گئی تھی۔ اس نے رات کو ڈانٹنگ ہال میں کھانے کے دوران اعلیٰ لی لی کو ایک بندر کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہاں ہال میں جو لوگ موجود تھے وہ بندر کو ہنوا رہے تھے۔ اس کے لیے بھجن گارہے تھے۔

پھر ہنومان کا چکرار دکھانے کے لیے اس بندر کو غائب کروا گیا۔ اس کے بعد اعلیٰ لی لی سب کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے اوجھل ہونے کے بعد دیوی کو یاد آیا تھا کہ اس بچی کو اس نے قتل ایب کے ایک شاہک سینئر میں دیکھا تھا اور وہ سونیا فرادی بٹی اعلیٰ لی لی ہے۔

دیوی اس کے غائب ہوجانے سے کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ اس پہلو سے نہیں سوچا کہ وہ بی بی سائی بن کر اس کے اندر ساکنی ہے۔ اس نے یہی سوچا کہ جب تک اعلیٰ لی لی بندر کے ساتھ تماشے کر رہی ہے اسے اس ہال سے چلے جانا چاہیے۔ وہ گیا وہ بچے رات کو ملاقات کرنے کا وعدہ کر کے پارس سے

رخصت ہو کر اپنے ہوٹل کے کمرے میں آگئی تھی۔ وہاں اس نے برادر کبیر کا زانوچہ دیکھا اور مختلف پہلوؤں سے معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ کبیر ایک فرائڈ گھنٹ ہے۔

تب اس نے چند اذکار کا دل کا مطلب کیا۔ رست کے ڈرے کے برابر ٹائیڈ بنانے والی کو لیاں ان اذکار کا دل کو دیں اور انہیں سمجھا کیا کہ جب وہ کبیر سے ملے اس کے سوئٹ میں جائے تب فوراً ہی کبیر پر اس طرح حملہ کیا جائے کہ اسے کوئی نکل کر نظروں سے اوجھل ہونے کا موقع نہ ملے۔

بے مورکن جیسے اعلیٰ لی لی کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اعلیٰ لی لی دیوی کے اندر ساتھی ہو گئی تھی اور بے مورکن، اعلیٰ لی لی کے اندر تھا اور دیوی جو چھوڑی بیکاری تھی اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے نیچے مخاطب کیا اور پارس کو پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کیا۔

میں جانتا تھا، جناب علی! اسلام اللہ حمیدی نے پارس کے داغ پر ایسا روحانی عمل کیا تھا جس کے نتیجے میں کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ چشم زدن میں اپنی شخصیت تبدیل کر لیا کرتا تھا۔ اپنے داغ کے اندر بھی پارس اور کبیر برادر کبیر بن جایا کرتا تھا۔ میں نے بے مورکن سے کہا "ہوٹل کے سوئٹ میں پارس پر جو بھی مصیبت آئے، تم مداخلت نہ کرنا۔ جو بھی ہوتا رہے، اسے خاموش تماشائی کی طرح دیکھتے رہنا۔"

میں اس وقت موجود تھا جب سوئٹ کے اندر پارس پر حملے ہو رہے تھے۔ دیوی نے اس کے داغ میں زلزلے پیدا کیے۔ میں خاموش تماشائی بنا ہوا۔ میں جانتا تھا کہ وہ دافنی تکلیف دہا تھی ہے اور دیوی اس پر تخریبی عمل کرے گی تو وہ دلچسپ نہیں ہوگا۔ جس طرح منگی ماسٹر اور دوسرے بندوں پر تخریبی عمل کا اثر چند گھنٹوں تک رہنے کے بعد۔ ذرا کل ہو جاتا تھا اسی طرح پارس کے داغ پر بھی تخریبی عمل چند گھنٹوں تک رہتا تھا پھر اس عمل سے اسے نجات مل جاتی تھی۔

دیوی اس پر تخریبی عمل کر چکی تھی۔ اپنی خواہش کے مطابق اسے مسلمان سے ہندو بنا چکی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا غلام بن جائے والا اب کبھی دھرم سے بے دھرم نہیں ہوگا۔ وہ اسے تخریبی نیند سونے کے لیے چھوڑ کر وہ آدم آئینے کے سامنے آگئی۔ خیال خفائی کے ذریعے پلاننگ سرجری کے ماہر کو مخاطب کیا پھر اس سے کہا "سوئٹ نمبر سیون میں آج آؤ دو واہ کھلا رہے گا۔"

وہ ماہر دیوی کا معمول اور تابعدار تھا۔ دیوی کو جب اس کی ضرورت ہوئی، وہ محرزہ ہو کر اس کے پاس چلا آتا تھا۔ اس کا چہرہ تبدیل کرتے وقت بھی وہ محرزہ رہتا تھا۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد جب وہ دیوی سے دور ہو جاتا، تب بھول جاتا تھا کہ وہ تو تھوڑی دیر پہلے کہاں تھا اور کس کے چہرے کی سرجری کرتا رہا تھا۔ اگر وہ تبدیل کیے ہوئے چہرے کو دوبارہ دیکھتا تو اسے پہچان نہیں پاتا تھا۔

وہ ہوٹل کے دیشنگ دوم میں انتظار کر رہا تھا۔ دیوی کے بلانے

پر سوئٹ نمبر سیون میں چلا آیا۔ اس کے ساتھ پلاننگ سرجری کا تمام ضروری سامان تھا۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ چہرے کے سامنے کی بلب روشن ہو گئی۔ وہ ماہر اس کے چہرے پر جھک کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

دیوی تبدیل ہونے لگی۔ موجودہ چہرہ نقلی تھا۔ سرجری کے ذریعے جلد کی اوہری۔ الگ ہوئی جاری تھی اور پہلی بار اصلی شی ہمارا کا چہرہ نمایاں ہوتا رہا تھا۔ اس چہرے کو پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ماہر بھی بعد میں بھول جانے کے لیے دیکھ رہا تھا۔ شی ہمارا کو اب بھی ناز تھا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا جبکہ ہم دیکھ رہے تھے۔

میں اپنی بچی اعلیٰ لی لی کے ساتھ موجود تھا۔ آندہ بھی تھوڑی دیر کے لیے آگئی تھی۔ سلطان، سلطانہ، باربرا اور بے مورکن بھی اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے بے غائب کرنے کا سہرا اعلیٰ لی لی کے سر تھا۔ اگر وہ سایہ بن کر دیوی کے اندر نہ ساتی تو اس کے منصوبوں سے آگاہ نہ رہتی کہ وہ کبیر کو کیسے ٹرپ کرے گی اور کامیابی حاصل کرے گی اور پارس کو اپنے دھرم میں لانے کے بعد پوری طرح مطمئن ہو کر خفائی میں اپنے محبوب کو اصلی چہرہ دکھائے گی۔

لیکن اس کے محبوب سے پہلے ہم سب نے اسے دیکھ لیا۔ یہ پیش گوئی پوری ہو گئی کہ اعلیٰ لی لی اسے بے غائب کرے گی۔ وہ اب اسے چھینا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "بچی! اپنی اہمال اصلی شی تارا سے انجان بنی رہو۔ تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔ واپس چلی جاؤ۔"

ہم سب وہاں سے چلے آئے۔ تخریبی خفند کا مقررہ وقت ختم ہوتے ہی پارس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ چند لمحوں تک چھت کو دیکھا پھر اس نے سر جھکا کر دیکھا۔ سامنے ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کے اہتائی نقوش بڑے عظیم اور جاذب نظر تھے۔ اس کے ساڑی پنسنے کے انداز میں بڑی دلکشی تھی۔ ساڑی کے پنج و قم سے بدن کا حسن نمایاں ہوتا تھا۔ وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مگر اکروہلی "کیا دیکھ رہے ہو؟"

"بھگوان کی پلٹاؤ دیکھ رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو گئی کہ کبیر پارس نے بھگوان کا تھا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں تمہاری شی تارا ہوں۔ تم پہلے میرا سروپ دیکھتے رہے ہو۔ آج اصلی روپ دیکھ رہے ہو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی "تم؟ تم ہی شی تارا ہو؟ بانی گاڑا میری توقع سے لڑا۔ حسین اور لا جواب ہو۔"

پارس نے اس کا ہاتھ تمام کر پھٹکی کی پشت کو چوم لیا۔ اس نے فرط جذبات سے آنکھیں بند کر لیں پھر ہاتھ جھڑک کر بولی "آؤ چلیں۔"

وہ ہوٹل سے باہر آئے پھر ایک کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ پارس کا زور ڈالنا کہہ رہا تھا۔ شی تارا نے کہا "آج سے میں دیوی نہیں کہلاؤں گی۔ دیوی کہنے والوں کو سمجھاؤں گی کہ مجھے صرف شی تارا کہا کریں۔"

پارس نے پوچھا "تم دیوی کے بلند مرتبے سے انکار کیوں کر رہی ہو؟"

"بے شک مرتبہ بلند ہے لیکن دیوی کہنے سے بڑی ظاہر ہوتی ہے۔ میں زیادہ عمر والی عورت سمجھی جاتی ہوں۔ کیا میری عمر زیادہ ہے؟"

"بالکل نہیں۔ میں کبھی کبھی سوچتا تھا کہ تمہاری عمر زیادہ ہے۔ تم اپنی عمر چھپانے کے لیے جوان حیناؤں کو ڈی شی تارا بنا کر پیش کر رہی ہو۔"

"اب کیا خیال ہے؟"

"جو خیال تھا وہ غلط ہو گیا۔ تم گلاب کی کلی ہو، میرے انتظار میں کھلنے کو رہ گئی ہو۔"

وہ خوش ہو گئی "مگر اکروہلی "آج سے ہماری نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے۔ ہم ابھی مندر میں جا رہے ہیں۔ وہاں تم مجھے اپنی دھرم جتنی بناؤ گے اور میں تمہیں اپنا جتنی سونگیا کر دوں گی۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میرے پیش کے لیے میری زندگی میں آ رہی ہو اور آندہ مجھ سے چھپ کر آگے بھٹی نہیں کیلگی۔"

"کیا اس خوشی میں اپنی کمی، مہما اور پلپا کو شریک نہیں کرو گے؟"

"میں تھوڑی دیر پہلے ہی سوچ رہا تھا۔ انہیں خوشی میں شریک کرنا چاہیے لیکن جب انہیں معلوم ہو گا کہ میں تمہارے دھرم میں آ گیا ہوں تو وہ رنگ میں بھگ ڈال سکتے ہیں۔ وہ تمہارے خلاف کچھ کریں گے تو مجھے تمہاری خاطر ان بزرگوں سے کھانا ہو گا اور ان سے کھانا دانش مندی نہیں ہے۔"

"تم اپنے بیویوں سے گستاخی نہیں کرو گے لیکن وہ آج نہیں تو کل تمہیں مجھ سے جھین لینے کی کوششیں کریں گے اور مجھے نقصان پہنچائیں گے اس وقت تم کہا کرو گے؟"

"میں انہیں سمجھاؤں گا۔ وہ نہیں سمجھیں گے تو میں اپنی جان دینے کی دھمکی دوں گا۔ وہ سب مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں۔ میری ضد کو بھی سمجھتے ہیں۔ اس لیے مجھے جان سے کھینے نہیں دیں گے۔ وہ مجھے تم سے الگ ہونے پر مجبور نہیں کریں گے۔ بابا صاحب کے ادارے میں میرا داخلہ ممنوع ہوگا۔ میرے اور ان کے صرف دہی سے تعلقات رہ جائیں گے۔"

شی تارا نے ایک مندر میں پہنچ کر ایک ہنڈت کو دس ہزار

لوہے دیے۔ پڑتے سندور اور ہارنگوائے کچھ منتر پڑھے۔
دونوں نے ایک دوسرے کو پارہ پٹائے۔ پارس نے شی تارا کی ہانگ
سندور سے بھری۔ اسے سامکن بنایا پھر اس کے ساتھ ہوئی کے
سوٹ میں دایں اگلیا۔

جو کش دوا کے مطابق یہ ابتدا ہی سے پیش گوئی تھی کہ وہ
دونوں ایک دوسرے کے جین ساتھی بنیں گے۔ شی تارے پارس
کو ہندو بنائے۔ اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں کئی برس
گزار دیے۔ ایک پہل گزرے یا ایک صدی گزرے جو ہونا ہوتا
ہے وہ ہو جاتا ہے۔

اس نے پارس کی قوت میں دنیا بھلا دی۔ اس نے پارس کو
نوبی عمل سے محروم کیا تھا۔ پارس اسے پیارے محروم کر رہا
تھا۔ وہ جذبات کے ظلم کدے میں جھکتی رہی۔ یہ سوچنے کی فرصت
نہیں ملی کہ پارس کے ماں باپ اور نکلی تھی جانتے والے دوسرے
عزیز و اقارب اس سے بے خبر کیوں ہیں۔ جبکہ میری جیلی کے تمام
افراد بیش ایک دوسرے سے باخبر رہتے ہیں۔

ایک دن اور ایک رات گزرنی پھر دوسری رات گزرنے
لگی۔ شی تارے کا "تمہارے بزرگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ
ہماری شادی ہو گئی ہے۔"

"ہاں! انہیں معلوم ہو جانا چاہیے۔ کیا میں پیپا سے رابطہ
کروں؟"

"ہاں کرو۔ میں تمہارے اندر کہہ کر ان کی باتیں سنوں گی۔"

پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر مجھے مخاطب کیا "پیلو پیپا!
میں پارس بول رہا ہوں! آپ خیریت سے ہیں؟"

"تم نے پہلے کبھی خیریت نہیں پوچھی۔ آج کوئی خاص بات
ہے؟"

"مئی باپ۔ میں ابھی آپ سے جو کہنے والا ہوں اس کے بعد
میری خیریت نہیں رہے گی۔ آپ ناراض ہو جائیں گے۔"

"جس بات سے ناراض ہوئی ہو، وہ بات نہ کہو دوسری بات
کرو۔"

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے آپ بزرگوں سے اجازت
حاصل کی بغیر ایک بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔"

"جب قدم اٹھا چکے ہو تو پھر کہنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟"

"میری رہ گیا ہے کہ میں کون کا اور آپ باتیں سنائیں گے۔"

"بزرگوں سے باتیں سننے والی باتیں ہی نہ کرو۔"

"آپ اپنی ہی بولے جا رہے ہیں، میری بات نہیں سن رہے
ہیں۔ اس سے پہلے کہ آپ کچھ بولیں، میں جلدی سے کہہ دتا ہوں
کہ میں نے شادی کر لی ہے۔"

"یہ کون سا نیا کام کیا ہے؟ پہلے بھی کئی شادیاں کر چکے ہو۔"

"آپ سمجھا کریں۔ میں نے شی تارے سے شادی کی ہے۔"

"پہلے بھی تم نے ایک شی تارے سے شادی کی تھی۔ یہ کوئی

کارنامہ تو نہیں ہے۔"

"وہ آپ سمجھتے کیوں نہیں؟"

"تم سمجھاتے کیوں نہیں؟"

"اس بات میں نے اصلی شی تارے سے شادی کی ہے۔"

"ہیئے! اگر بازار میں برسوں سے نکلی مال چلا آ رہا ہو تو پھر اصلی
مال کی نہ پہچان رہتی ہے، نہ اس کی کوئی قدر دہ جاتی ہے۔"

"لیکن اس بار بالکل خالص ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ خالص بھی سمجھ کر ڈالنا کھاتے رہو۔"

"چلیز! آپ تسلیم کریں، ابھی میرے پاس بالکل خالص بھی
ہے۔"

"شی تارے ناگوار ہی سے کہا "یہ تم باپ بیٹے مجھے بازار کا بھی
کیوں کہہ رہے ہو؟"

"یہ کون بول رہا ہے؟"

"مئی بول رہی ہے۔ میرا مطلب ہے، وہ شی تارا بول رہی ہے،
جو برسوں سے دیوی کلاری ہے۔"

"وہ تمہارے پاس نہیں ہو سکتی۔ وہ تو میرے داغ میں آکر بول
رہی ہے۔ تمہارے آنے سے پہلے وہ میرے پاس آئی ہے، پیلو
دیوی! اتم ذرا بولو۔"

میرے داغ میں سلطان نے کہا "میں کیا بولوں! حیرانی سے
سوچ رہی ہوں کہ پارس کے پاس کون سی دیوی بول رہی ہے جبکہ
میں آپ کے داغ میں موجود ہوں۔"

میں نے کہا "دیوی شی تارا! اتم برسوں سے اتنی زیادہ تعداد میں
اپنی ڈیماں پیدا کرتی آ رہی ہو کہ کسی ماں نے بھی اتنے بچے پیدا
نہیں کیے ہوں گے۔ کیا تم یاد کر سکتی ہو کہ ابھی پارس کے
پاس کس نمبر کی ڈی ہے اور وہ کس سال، کس ملک میں پیدا کی گئی
تھی؟"

سلطان نے کہا "۳۳ ری او کلوی! بد ذات! جلدی بتا، تیرا شمار نمبر
اور تاریخ پیدائش کیا ہے؟"

شی تارے نے غصے سے کہا "کلوی! بد ذات تو ہو گی۔ پارس! یہ
کوئی فراڈ ہے اور دیوی بن کر تمہارے پیپا کے داغ میں آئی ہے۔"

میں نے کہا "تم اسے فراڈ کہہ رہی ہو۔ تم بھی فراڈ ہو سکتی ہو۔
میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں، اصلی کی پہچان نہیں رہی ہے۔ میرے
پیپا نے اپنے اتم اصلی اور نقلی کی الجھن میں نہ رہو، جو مل جائے
اسے غنیمت سمجھو اور میرے داغ سے جاؤ۔"

میں نے سانس روک لی۔ پارس اور شی تارا اپنی جگہ دماغی
طور پر حاضر ہو گئے۔ وہ جھنجھلا کر بولی "یہ تمہارا باپ کس قسم کا آدمی
ہے؟"

"اے خبردار! میرے پاپا کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرنا۔ وہ
درست کہہ رہے تھے۔ کیا تمہارے پاس حساب ہے کہ تم اپنی کتنی
ڈیماں بنا چکی ہو؟"

"جنم میں جائیں ڈیماں۔ تمہارے خاندان میں اور بابا
مادہ کے ادارے میں معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری شادی ہو چکی
ہے۔"

"رہنے دو۔ کیا ضروری ہے کہ شادی کی خبر دی جائے۔"

"ضروری ہے۔ میں تمہارے خاندان والوں کا ری ایکشن
دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم پاپا کا ری ایکشن دیکھ چکی ہو۔"

"تم اپنی سونیا ماما کو ہماری شادی کی خبر سناؤ۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ بولی "کیا
بات ہے؟ کیوں آئے ہو؟ جو کہنا ہے، جلدی کرو۔ مجھے فرصت نہیں
ہے۔"

"میں آپ کو خوش خبری سناتے آیا ہوں۔ پتا نہیں، یہ آپ
کے لیے خوش خبری ہو گی یا نہیں؟"

"پہلے خود یہ سمجھ لو کہ جو خبر سناتے آئے ہو، وہ منحوس ہے یا
خوش کرنے والی ہے۔ جب تمہیں خوش خبری کا یقین ہو جائے تو
آجانا۔"

سونیا نے سانس روک لی۔ وہ دونوں پھر دماغی طور پر حاضر
ہو گئے۔ شی تارے کا "یہ تمہاری ماں ہے" اسے بیٹے سے بات
کرنے کی فرصت نہیں ہے۔

"میری ماما کے بارے میں تیرے بولو۔ غلطی میری ہے۔ میں
نے ابھی تک خبر نہیں سنائی ہے۔ دراصل وہ مصروف ہیں، مختصر
بات کریں گی۔"

"تم ان کے داغ میں پہنچتی ہو ہماری شادی کی خبر سناؤ۔"

وہ پارس کے داغ میں آئی۔ پارس سونیا کے داغ میں پہنچ کر
بولا "میں نے شادی کر لی ہے اور اس بار دیوی شی تارے سے کی
ہے۔"

"دیوی! تمہیں کہاں سے مل گئی؟ ہزار بار سمجھایا ہے، راتے
میں جھنگی ہوئی چیزیں نہ اٹھایا کرو۔"

"ماما! مجھے راستے میں نہیں، ہوٹل میں ملی ہے اور یہ اصلی
دیوی ہے۔"

"وہ اصلی دیوی شی تارا کہاں سے آ سکتی ہے؟ کیسے آ سکتی
ہے۔ وہ تو مر چکی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

شی تارے کا "میں زندہ ہوں اور آپ مجھے ماری ہیں۔"

سونیا نے کہا "ہاں بالکل یہی آواز تھی اور یہی لہجہ تھا۔ ابھی تم
نے میرے داغ میں مکر کیا تھا کہ تم ڈی شی تارا بول رہی ہو اور یہ
افسوس ناک خبر سن رہی ہو کہ اصلی دیوی شی تارا کو ایک کتے نے
کاٹ لیا تھا۔ چوہہ انجمنش لگانے سے پہلے ہی بے چاری مر گئی۔"

شی تارے کا "یہ کیا بکواس ہے۔ میں زندہ ہوں اور پارس
کے پاس ہوں۔"

"پارس بیٹے! کیا یہ سچ ہے کہ وہ تمہارے پاس موجود ہے؟"

"ہیں ماما! اصلی دیوی شی تارا میرے پاس ہے۔"

"پھر وہ کون تھی، جس نے دیوی شی تارا کی موت کی خبر سنائی
تھی؟"

شی تارے کا "وہ کوئی کرشنند عورت ہے۔ میرے خلاف
الٹی سیدی مہر کر رہی ہے۔ وہ پارس کے پیپا سے کہہ رہی تھی
کہ وہ اصلی دیوی شی تارا ہے۔ وہ کوئی جھوٹی مکار ہے۔"

سونیا نے کہا "پارس! انہیں خطا دینا چاہیے۔ پہلے یہ معلوم
کرنا چاہیے کہ کون اصلی اور کون نقلی ہے۔ کون سچی اور کون
جھوٹی ہے۔ تمہارے پاس جو شی تارا ہے، اس سے بھی ہو شیار
رہو۔"

"ماما! یہ بالکل اصلی ہے۔"

"اسے کہو، وہ اسے اصلی ہونے کا ثبوت پیش کرے۔ ثبوت
پیش نہ کر سکے تو اسے دھکے مار کر دوڑ کر دنا۔ اب جاؤ۔"

اس نے سانس روک لی۔ شی تارا اور پارس پھر دماغی طور پر
حاضر ہو گئے۔ وہ بری طرح جھنجھلا کر بولی "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"دبی، جو تم نے اب تک کیا ہے، اپنی باتیں ہوئی بے شمار
ڈیماں کے جھوم میں ہیں کیسے ثابت کر سکتی کہ تم اصلی ہو؟"

"میں ثابت کرنا ضروری نہیں سمجھتی۔ یہ بتاؤ تم تو مجھے دیوی
شی تارا سمجھ رہے ہو؟"

"سچ تو یہ ہے کہ مجھے بھی شبہ ہونے لگا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"تم خود سوچو، میری زندگی میں جتنی شی تارا آئیں، وہ بعد میں
ڈی ثابت ہوئیں۔ تم بھی کچھ عرصے بعد اصلی ثابت نہ ہو سکتی تو
میں تمہارا کیا لگاؤں گا۔ میرا ہندو بننا بیکار ہو گا۔ میرے بزرگ
مجھے مسلمان تسلیم نہیں کریں گے۔ نہ میں! دھرم کاروں کا نہ! دھرم
کا۔"

"میں کوئی بات نہیں ہوگی۔ فضول باتیں نہ سوچو۔ اپنی
قسمت بڑا کر دو کہ تم نے مجھے پایا ہے۔"

"مجھے جب بھی کوئی شی تارا ملی، میں نے ناز کیا۔ آئندہ بھی ناز
کرنا رہوں گا۔"

"رات گزر رہی ہے۔ صبح ہونے والی ہے۔ میں حکم دیتی ہوں،
سو جاؤ۔"

پارس نے آنکھیں بند کر لیں، وہ بولی "میں نے اتنی جلدی
آنکھیں بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، میری طرف دیکھو۔"

اس نے نہیں دیکھا، آنکھیں نہیں کھولیں۔ شی تارے نے آواز
دی "مذاق نہ کرو، مجھے دیکھو۔"

اب وہ خراٹے لے رہا تھا۔ شی تارے نے اسے حیرانی سے
دیکھا۔ اس کے داغ میں پہنچ کر خیالات پڑنے تو پتا چلا، واقعی
سو رہا ہے۔

وہ حیران نہ ہوئی۔ اس نے غریبی محل کے ذریعے بے شمار معمول اور تابعدار بنائے تھے۔ وہ سب اس کے حکم کی قبول کرتے تھے لیکن ایسا تابعدار زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی کہ ہم سنتے ہی پٹ سے آنکھیں بند کر کے نیند میں ڈوب گیا تھا۔ جیسے جن پر انگلی رکھنے ہی بلب بجھ گیا ہو۔

جانے والے آج رات میں سو نہیں سکا لیکن پاس کے خوابیدہ خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ نیند کی گہرائیوں میں ہے۔

ان لمحات میں وہ بھول گئی تھی کہ برادر کبیر کا داغ عجیب و غریب تھا۔ وہ چشم زدن میں مرہ ہو جاتا تھا۔ کبھی دیوی اس کے داغ میں پہنچ جاتی تھی اور کبھی پہنچ نہیں پاتی تھی۔ وہ اتنا فحشی کے ذریعے بھی برادر کبیر کے داغ پر کبھی مسلمان نہ ہو سکتی۔

وہ پاس پر غریبی محل کے اسے اپنا مقام بنا کر خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ وہ شاید آئندہ کبھی اتنا بداد و ماحول نہ کھائے جیسا اب کھاتی تھی۔



پہلی ڈونا سایہ بن کر اسپتال میں داخل ہوئی۔ صبح ہونے والی تھی۔ سسٹم کارڈز اور اسپتال کے کچھ لوگ جاگ رہے تھے کسی نے اس سائے کو اپنے قریب سے گزرتے نہیں دیکھا۔ وہ علی کے کمرے کے سامنے آئی۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو صاف ستھرے بستر پر ایک خیرہ صحت مند جوان بخیر خواب نظر آیا۔

علی اپنی عادت کے مطابق بیدار ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے وہ کمرے میں داخل ہوئی پھر فحش جسم میں نمودار ہو کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ ایسے ہی وقت علی کی چھٹی جس نے اسے بگاڑا۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ پہلے صحت۔ نظر آئی پھر سرسما کر دیکھا تو وہ نظر آئی۔ قاتلانہ انداز میں مسکرا کر اسے سرے پاؤں تک دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا "تمہارے جیسا کہ وہ جوان کسی سے ذہر نہیں ہو سکتا لیکن عورت سے ہو جاتا ہے۔ تمہارے چاروں طرف ٹیلی بیٹھی جانے والوں کا ہوا لگا رہتا ہے۔ نظر نہ آنے والے پرے دار بھی موجود رہتے ہیں لیکن میں اطمینان کر کے آئی ہوں۔ ابھی ان لمحات میں یہاں تمہارے محافظوں کی تعداد کم نہ ہو گئی ہے۔ شاید اس لیے کہ چارپا پانچ گھنٹے کے بعد اسپتال سے تمہاری چھٹی ہونے والی ہے۔"

وہ دریا چپ ہوئی کہ شاید وہ کچھ بولے گا لیکن وہ چپ تھا۔ مہر مہر سانس لے رہا تھا۔ غارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر کمرے کی دیوار پر پڑی تھی کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

پہلی ڈونا اس کے داغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پر پڑنے لگی۔ پتا چلا کہ وہ سانس لینے میں دشواری محسوس کر رہا ہے۔ سرانے جو زور رنگ کی گولیاں ہیں ان میں سے ایک گولی اس کے منہ میں رکھی جائے تو اس کی سانسیں بحال ہو جائیں گی۔ وہ نازل ہو کر کچھ

بول سکے گا۔

اس نے سرانے آکر گولیوں کا ایک پتہ اٹھایا پھر اس میں سے ایک گولی نکال کر کہنے لگی "پاپا تمہیں ختم کرنا چاہتی ہے۔ میں تمہیں زندہ رہنے دوں گی۔ تم میرے معمول اور تابعدار بن کر رہو گے۔ پورے فائدے پہنچاتے رہو گے۔"

وہ ایک گولی لے کر اس کے پاس آئی۔ گولی اس کی طرف پھوٹائی۔ اس نے اپنا منہ کھولا۔ اشارے سے سمجھا کہ گولی منہ میں ڈالے۔ ایسا کرنے کے لیے اسے جھکا پڑا۔ ایسے ہی وقت علی نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پر پونج لی۔

پہلی ڈونا بہت زبردست فائزر تھی لیکن ایک ہی ہاتھ کی گرفت اتنی سخت تھی جیسے آگنی شمشیر میں آگنی ہو۔ وہ گردن چھڑانے کے بعد ہی مقابلہ کر سکتی تھی۔ ابھی تو سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ منہ کھل گیا تھا اور گولی منہ سے نکل کر ستر پر گڑی تھی۔ وہ سایہ بھی نہیں بن سکتی تھی۔

علی نے اسے جود جود کرنے کا موقع دیا پھر ایک ہی ہاتھ سے اسے پرے دھکیل دیا۔ وہ پیچھے جا کر ایک کرسی سے ٹکرا کر اس کرسی سمیت فرش پر الٹ گئی۔ بڑی ہی پھرتیلی فائزر تھی۔ فرش پر گرے ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے غرا کر علی کو دیکھا پھر جیسے علی شکاری کی طرف چلا گیا لگا ہے اسی طرح اس نے یکبارگی علی پر جھلاٹ لگا دی۔ وہ اس کے منہ پر لات مارے ہی بستر پر پڑی ہوئی گولی اٹھاتا چاہتی تھی۔ اس نے جھلاٹ لگا کر صبح ٹارگٹ پر لات ماری لیکن لات نیچے پر پڑی۔ وہاں منہ نہیں تھا۔ علی بھی نہیں تھا۔ سایہ بن چکا تھا۔ وہ خالی بستر پر آ پڑی تھی۔

اس نے فوراً ہی بستر پر بیٹھ کر اپنے منہ سے نکلی ہوئی گولی تلاش کی۔ وہ نہیں ملی۔ اس نے جینز کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈیٹا نکالنی چاہی تاکہ وہ سری گولی کے ذریعے تادیب بن سکے لیکن جیب خالی تھی۔ علی نے پہلی بار اس کی گردن دوپٹے کے دوران اس کی جیب سے ڈیٹا نکال لی تھی۔

اب اس کی کچھ بھی کیا کہ وہ چھپنے والی ہے۔ وہ اب تادیب بن کر وہاں سے فرار نہیں ہو سکتی تھی۔ نئے ٹیپ کرنے آئی تھی نہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بیڈ سے جھلاٹ لگا کر فرش پر آئی پھر دو ٹوٹی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے اندر سے کھولنا چاہتا تھا چلا وہاں سے بند ہے۔

اس نے دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پٹا۔ علی کی آواز آئی۔ "دروانہ پیٹنی کی شور مچاؤ تو میرے سسٹم کارڈز آجائیں گے۔"

اس نے دروازے کے پاس سے پٹ کر دیکھا۔ علی بستر پر لے کی طرح لیٹا ہوا تھا۔ مسکرا کر کہا تھا "یہ کرا تمہارے لیے بستر پر بن چکا ہے۔ ایسے ہی وقت میں کہتے ہیں۔ قید میں ہے۔ پہلی میاد مسکرائے۔ کچھ کامیابی نہ جائے۔ چپ رہا بھی نہ جائے۔"

وہ بے بسی سے گھور کر دیکھتے ہوئے پوئی "میری جیب میں گولیوں کی ڈیٹا کتنی ہے؟ تم نے نکالی ہے؟"

علی نے اپنی منہی کھولی۔ "پہلی بار وہ ڈیٹا رکھی ہوئی تھی اور وہ گولی بھی جیب میں تھی۔ منہ سے نکل کر ستر پر گڑی تھی۔"

وہ پہلی "ایک لڑکی کو دوپٹے پر اس کی جیب صاف کر دی۔ یہ گولی مرانی ڈنہ ہوئی۔"

علی نے سب کہا تھا "مرا ابھی دکھاؤں گا، تم چلی آؤ۔"

مجھے سے پہلے بار ایک غلطی ہوئی ہے۔ ابھی کسی طرح بیچ نکالوں گی تو آئندہ تمہارے خاندان کے کسی فرد سے ٹکرانے کی اجازت نہیں کروں گی۔"

"تم یہاں سے بیچ نکالو۔ شرط یہ ہے کہ اپنی پوری ہسٹری خاؤ۔"

حیران نام ملی ڈونا ہے۔ میں ٹیلی بیٹھی جاتی ہوں اور ٹیلی بیٹھی جانے والوں کی ایک مضبوط نیم بھاری ہوں۔ تمہیں بھی زہر کر کے اپنی ٹیم میں ایک ٹیلی بیٹھی جانے والے کا اضافہ کرنا چاہتی تھی مگر تم زبردست ہو۔"

"تمہارے پاس کتنے ٹیلی بیٹھی جانے والے ہیں؟"

"پانچ ہیں۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"تمہیں یہاں سے جانے کے لیے کچھ پکوانا چاہیے مگر تم جھوٹ بول رہی ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں، تم پہلی ڈونا نہیں ہو۔"

"مگر میں پہلی ڈونا نہیں ہوں تو کون ہوں؟"

"اس کی ڈی ڈی ہو۔ یہ دیکھو۔ یہ گولی جو تمہارے منہ سے نکلی ہے، اس نے تمہیں تادیب بنایا تھا لیکن اس ڈیٹا میں جو چار گولیاں ہیں وہ اصلی نہیں ہیں۔ میں ٹیسٹ اور ڈرکٹ ہوں۔ مجھے دوا سناؤں میں سمارت حاصل ہے۔ میں ان گولیوں کو دیکھ کر اور سو گتھ کر معلوم کر چکا ہوں۔ یہ زہر ملی ہیں۔"

"تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ یہ زہر ملی نہیں ہیں۔"

علی نے کہا "مگر کسی نئی ٹیلی بیٹھی جانے والی پہلی ڈونا کا کہیں وجود ہے اور اگر وہ باقاعدہ پلاننگ سے ایک تنظیم قائم کر رہی ہے تو پھر اس میں پہلی ڈونا کی ڈی ڈی ہو۔ اس نے تمہیں یہ ایک اصلی گولی دی ہے۔ وہ نہیں جانتی ہو گی کہ تم ایک اصلی گولی سے محروم ہو کر دشمن کے قتلے میں آؤ۔ ایسے وقت تم تادیب بننے کے لیے جیسے ہی دوسری گولی منہ میں رکھو گی تمہاری موت واقع ہو جائے گی۔ یقین نہ ہو تو اس ڈیٹا کی کوئی کپی بھی گولی منہ میں رکھ لو۔"

علی نے وہ ڈیٹا اس کی طرف اچھالی۔ اس نے کچھ کرلی۔ اسے اپنے گردبان کے اندر رکھ کر کہا "علی! واقعی تم لوگ بڑے باکمال ہو۔ یہ واقعی زہر ہے اور یہ تمہارے سامنے ایک ڈی ڈی ہے۔ میں پہلی ڈونا ڈیٹا کی زبان سے کہہ رہی ہوں کہ تم لوگوں کی طرح زبردست اور ناقابل شکست بننے کے تجربات سے گزری ہو۔ لیکن تمہاری زبان میں بہت جلد میرے نام کا بھی ڈنکا بجنے لگے گا۔ میں

نے اب تک بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ پہلی بار میں سے ناکام ہو کر جاری ہوں۔ اس ناکامی نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ آئندہ میری حکمت عملی کچھ اور ہوگی۔ اب میں جاری ہوں۔ یہ ڈی ڈی میرے لیے بیکار ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ جو سلوک چاہو۔ کرو۔ سی یا انکس۔"

ڈی ڈی کے ہونٹ مل رہے تھے پھر وہ چپ ہو گئی اور علی کو سالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ علی نے بلند آواز سے کہا "دروانہ کھول دو۔"

دروانہ کھل گیا۔ علی نے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کمرے سے باہر جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

صبح ہوئے ہی ساتھ دونوں بھائیوں کے ساتھ آگئی۔ علی کی گردن میں بانیں ڈال کر پوئی "کیسے ہو؟ تم تو اتنے ہی ہو گے۔ رات گہری نیند سو رہے ہو؟ میں تو جاگتی رہی۔ کوئی بدلتی رہی۔ کمرے میں جہاں دیکھتی تھی، تم نظر آتے تھے۔ مجھے ایک رات کے لیے دور کیوں کیا تھا؟ کیا مجھے پریشان کرنا اچھا لگتا ہے؟ میں صاف صاف کہتی ہوں، آج رات دور نہیں رہوں گی۔ تم خاموش کیوں ہو؟ بولنے کیوں نہیں ہو؟"

اس کے بھائی کاہی نے کہا "سسز! تم خاموش رہی تو ہمارے برادر علی کو بولنے کا موقع ملے گا۔"

علی نے ہنسنے ہوئے کہا "اپنی سسز کو کہتے دو۔ پچھلی رات کا سارا بخار نکالے دو۔ دیے اب میں الگ نہیں رہوں گا۔ ہم سب ساتھ رہیں گے۔"

وہ سب خوش ہو گئے، ساتھ نے کہا "مہی اور پپا تو بچا نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔ میں نے کوٹھی کی صفائی کرا دی ہے۔ ہم اس کوٹھی میں رہیں گے۔"

"ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ ابھی دس بیچ کی فلائٹ سے ہم بیڑس جارہے ہیں۔"

"بیڑس کیوں؟"

"وہاں بابا صاحب کے ادارے میں تم تینوں بہن بھائی تقسیم اور تربیت حاصل کرو گے۔ میں بھی وہاں ذریعہ علاج رہوں گا۔ کوٹھی سے اپنا ضروری سامان لیتا ہے تو گاؤڑ کے ساتھ جاؤ۔ وہی گاؤڑز تمہیں ایئر پورٹ پہنچائیں گے۔ میں وہیں تم سے ملوں گا۔"

ساتھ بھائیوں کو لے کر گاؤڑز کے ساتھ چلی گئی۔ آئندہ ان کے پاسپورٹ، ضروری کاغذات اور جواز کے ٹکٹ کا انتظام کر دیا تھا۔ انہوں نے مقررہ وقت پر ایئر پورٹ پر علی سے ملاقات کی۔ پھر بیڑس اور لندن جانے والے طیارے میں سوار ہو گئے۔

ظاہرہ اور انضال احمد کی پاکستان سے فرار ہونے کی ناکام کوشش کر چکے تھے۔ اس بار انہوں نے عارضی میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے اور نام تبدیل کیے۔ موساد والوں نے ان کے

نئے ناموں سے نئے پاسپورٹ بنوا کر دیے تھے پھر بھی دسے ہوئے تھے کہ علی اور اس کے ٹیلی بیٹھی جاسنے والے ان کے فرار ہونے کی کوشش کو ناکام بنائیں گے۔

لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ خفیہ سے طیارے کے اندر پہنچ گئے۔ ٹیلی بیٹھی جاسنے والا رائٹ ہوائے ان کے داغوں میں تھا۔ انہیں تسلیاں دے رہا تھا کہ دشمن نے تو انہیں پہچان سکیں گے اور نہ ہی انہیں فرار ہونے سے روک سکیں گے۔

جب طیارے نے پرواز کی تو انہیں اطمینان ہوا۔ افضال نے ظاہر سے کہا "اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تھیکس گاؤں! ہم خفیہ سے لندن پہنچیں گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ظاہر نے اپنے دونوں بیٹوں کا پی اور جی کو دیکھا۔ وہ ٹانگ کی طرف جارہے تھے۔ اس نے سم کر افضال سے کہا "ہمارے بچے اس فلاح میں موجود ہیں۔ یہ دونوں یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

افضال نے کہا "ان کے ساتھ ساتھ ضرور ہوگی۔" ظاہر نے گہرا کر کہا "ساتھ ہوگی تو علی بھی ضرور ہوگا۔"

افضال نے سیٹ بیلٹ کھول کر کہا "میں دیکھ کر آتا ہوں۔ ہم میک اپ میں ہیں۔ وہ ہمیں پہچان نہیں سکیں گے۔"

وہ نماز کے اگلے حصے کی طرف ٹٹنے کے انداز میں گیا پھر واپس آتے ہوئے اس نے ساتھ اور علی کو دیکھا۔ وہ دونوں ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔

افضال اچھوڑی سے واپس آیا پھر اپنی سیٹ پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ اس نے کہا "ساتھ بھی ہے اور اس کا یار بھی۔ یہ ہماری بیٹی ہماری جان کے دشمن کو ساتھ لے کر ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔"

"انہوں نے ہمیں پہچاننا نہیں؟"

"وہ اپنے بار کے ساتھ بیٹنے میں مصروف تھی۔ میری طرف دیکھا ہی نہیں۔ دیکھ لینی تو شاید پائی یا شاید پہچان لیتی۔"

"کوئی ایک بات کہو، وہ ہمیں پہچانے کی یا نہیں؟"

"میں ایک بات کہیے کہہ سکتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔"

"تو پھر وہاں کیوں گئے تھے؟ انہیں اپنی صورت دکھانی چاہیے تھی۔"

"کیا میں ان کے پاس جا کر کہوں کہ یہ لومیری صورت دیکھو اور بتاؤ مجھے پہچان رہے ہو یا نہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا ہم سکون سے سفر کر سکیں گے؟ ہر لمحے یہی اندیشہ رہے گا کہ پہچان لیے جائیں گے۔"

رائٹ ہوائے ان کے داغوں میں آکر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بولا "جب دشمن تم سے بے خبر ہے تو اسے بے خبر رہنے دو۔"

کوشش کرو کہ ان کا سامنا نہ ہو۔

"مسٹر! تم کہیں نہ جاؤ، ہمارے پاس رہو۔ ہمیں اطمینان رہے

گا۔"

"مجھے علم رہا تھا کہ تم دونوں کو جہاز کے اندر پہنچاؤ بعد ہمارے داغوں سے چلا آؤں گیونکہ پرواز کرنے کے

تھمارے دشمن پہچان نہیں کریں گے لیکن یہ بتا چلا کہ ساتھ اور کے بھائی کو بھی میں نہیں ہیں اور اسپتال میں علی بھی نہیں۔ اسی لیے میں تماری خفیہ معلوم کرنے آیا ہوں۔"

"مگر تم نے آتے تو ہم یہاں دہشت سے مر جاتے۔"

"موصول رکھو۔ میں ابھی میڈم سے مشورہ کرنے جا رہا ہوں جلد ہی آؤں گا۔"

"ارے ہم خطرے میں ہیں۔ ہم سے مشورہ کرو۔ تمہارا پس آئے تک ہمارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

رائٹ ہوائے نے اپنا کو مخاطب کیا "میڈم! علی طیارے سفر کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کالی اور جی بھی۔"

ظاہر اور افضال اچھوڑی سے اس طیارے میں لندن جارہے ہیں۔

اپنا نے سوچتے ہوئے کہا "ہوں۔ اس طیارے میں علی محافظ ٹیلی بیٹھی جاسنے والے ہوں گے۔ یہ انتقام لینے کا اہتمام ہے۔"

علی زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ اسے کوئی پناہ نہیں۔ صرف اتنا معلوم کر کہ اس کے آس پاس ناپیدہ ٹیلی

جاسنے والے محافظ ہیں یا نہیں؟"

یہ معلوم کرنے اپنا بھی طیارے میں آگئی۔ وہ اور راہوائے مختلف طریقوں سے ایک ایک مسافر کے اندر پہنچنے لگے۔

مسافروں میں تین ایسے تھے جو بوگے کا مہر تھے۔ اپنا اور راہوائے ان کے داغوں تک پہنچنے تو انہوں نے سانس روک لیا۔

ان کا تعلق ٹیلی بیٹھی اور چٹان سے نہیں تھا۔ سانس روکے

وجہ صرف یہ تھی کہ وہ صحت مند تھے۔ انہوں نے پرانی سوز

لہروں سے بے چینی محسوس کی تھی اور بے اختیار سانس روک

تھی۔

اپنا ان تینوں کے اندر نہیں جاسکتی تھی۔ ان کے ٹیڈا نہیں بڑھ سکتی تھی اس لیے یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ تینوں کے ٹیلی بیٹھی جاسنے والے محافظ ہوں گے۔

انہوں نے ساتھ ساتھ کالی اور جی کے اندر پہنچنا چاہا۔ چاچا کے داغوں کو لاک گیا تھا۔ ایسی معلومات حاصل کرنے کے دوران اپنا اور رائٹ ہوائے کی ٹیلی بیٹھی چھپی نہ رہ

ساتھ اور اس کے بھائیوں نے علی سے کہا کہ کسی نے ان داغوں میں آنے کی کوشش کی تھی مگر سانس روکے ہی وہ چلا

علی نے کہا "میں سمجھ رہا تھا، ہم خفیہ سفر کرتے رہیں گے۔"

دشمن یہاں بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ ہمیں بابا صاحب کے اوارات پہنچنے تک محتاط رہنا ہوگا۔ میں جو ہدایات دے رہا ہوں، تم تینوں پر توجہ سے عمل کرتے رہنا۔ انشاء اللہ ہم محفوظ رہیں گے۔"

وہ تینوں علی کے ساتھ ایک قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

کی طرف جھک کر انہیں سمجھانے لگا کہ ان تینوں کو بنگالی حالات میں کیا کرنا چاہیے۔



وہ تعداد میں چھ تھے۔ اپنی قوم سے چھوڑ گئے۔ جب اپنا نے منگی ماسٹر کو قید کیا تھا اور پوری منگی فوج کو اسرائیل سے نکل جانے کا حکم دیا تھا تب وہ چھ منگی مین پہلے ہی اسرائیل سے نکل کر واپس چلے آئے تھے۔

ان چھ میں سے ایک قد آور اور جسمانی طور پر زیادہ طاقتور تھا۔ وہ بانچوں اسے شاٹا کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور اس کی ماسٹر کے

خلاف اس کی اطاعت کرتے تھے اور اسے اپنا سربراہ مانتے تھے۔

ان بانچوں کے علاوہ دوسرے کئی منگی مین بھی شاٹا کو اپنا سربراہ مانتے تھے۔ لیکن وہ سب امریکا اور اسرائیل میں رہنے کے

دوران مارے گئے تھے۔ شاٹا نے اپنے بیٹی بچنے والے پانچ آخر میں سے کہا "منگی ماسٹر اور اس کا بھائی منگی برادر بہت جالاک ہیں۔ وہ

دونوں میرے وفاداروں کو جنگ میں جھوٹے رہے ہیں جس کے نتیجے میں صرف تم پانچ بچ گئے ہو۔ اب میں تمہاری کوشاں نہیں ہونے

دوں گا۔"

وہ شاٹا کی رہنمائی میں واپس آئے۔ پھر ناپیدہ بن کر اس جزیرے میں پہنچ گئے جہاں ٹرانسفا مر مشین کو سخت عمرانی میں رکھا

گیا تھا۔ ان دنوں چند امریکی جوانوں کو اس مشین سے گزار کر انہیں ٹیلی بیٹھی کا حکم سکھایا جا رہا تھا۔ شاٹا اور اس کے بانچوں

وفادار کے بعد دیگرے امریکی جوانوں کے اندر سامنے لگے اور ان کے ساتھ ایک ایک کر کے ٹرانسفا مر مشین سے گزرتے لگے۔

امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو خبر نہ ہوئی۔ ٹرانسفا مر مشین سے گزرتے والے بندر نظر نہیں آتے اور وہ چھ

منگی مین ٹیلی بیٹھی کے علم کے حامل ہو گئے۔

ان کے پاس ناپیدہ بنانے والی سیکور گولیاں تھیں۔ فلائنگ کیپول تھے۔ لیڈر گمنوں کے علاوہ دوسرے جدید ہتھیار تھے اور

اب وہ خیال خوانی کے ذریعے دوسروں کے داغوں میں پہنچنے لگے تھے۔ وہ اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ اپنی ایک الگ فوج بنانے کی

کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

انہوں نے فوج بنانے کے لیے منگی حلق کا سہارا نہیں لیا۔ منگی ماسٹر کے کسی بھی بندر کو ٹرپ نہیں کیا۔ انہیں نظر انداز کر کے

اس عارضی دنیا کے جوانوں کو ٹرپ کر کے انہیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اپنی قوتوں میں اضافہ کیا جاسکتا تھا لیکن شاٹا نے یہ

بھی نہیں کیا۔

وہ ایک زالی اور انوکھی فوج بنانے لگا۔ حسین عورتوں کو ٹرپ کر کے لیڈر آری بنانے لگا۔ وہ امریکا کے مختلف شہروں میں چلے

گئے۔ ہر منگی مین روزانہ دو عورتوں پر ترقی عمل کر کے انہیں اپنی معمول اور وفادار بنانے لگا۔ اس طرح وہ چھ منگی مین روزانہ باہر

عورتوں کو محروم کرنے لگے۔

ان عورتوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کس نے انہیں ٹرپ کیا ہے اور وہ کس کی جان ٹارگٹریں بن چکی ہیں۔ ان کے اندر

جب ایک مخصوص آواز کو سنی تھی تو ہینڈ سے بھی اٹھ کر کمری ہو جاتی تھیں۔ اس کے بعد وہ آواز جو حکم دیتی تھی، اس حکم کو

بجالاتے کے لیے جان پر بھی کھیل جاتی تھیں۔

عام طور پر وہ تمام عورتیں اپنے اپنے طور پر آزاد زندگی گزارتی تھیں۔ انہیں گھر بیٹھے بڑی بڑی رئیس لے جایا کرتی تھیں۔

وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تفرق اور عوامی کے لیے جاسکتی تھیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ البتہ وہ کام کے وقت فوراً وہاں پہنچ جایا کرتی تھیں جہاں انہیں طلب کیا جاتا

تھا۔

پھر شاٹا اور اس کے پانچ حواریوں نے ایک اور انوکھا کام کیا۔ پلاسٹک سرجری کے ایک ماہر کو اپنا معمول اور خدمت گزار

بنالیا۔ اس ماہر کو حکم دیا کہ ان کے چہرے تبدیل کرے۔ ماہر نے سرجری کی۔ چہروں سے بندوں کے نقش ختم کئے اور

انسانی چہروں کے مطابق تبدیل کیا۔ اس طرح وہ چھ منگی مین ای ارضی دنیا کے انسان نظر آنے لگے۔

انہوں نے پہلی بار میدان عمل میں آنے کے لیے چھ عورتوں کا انتخاب کیا۔ وہ حسین بھی تھیں اور ذہین بھی۔ انہیں بھی

جزیرے میں لے جا کر ٹرانسفا مر مشین سے گزارا۔ وہ چھ حسنا تھیں ان چھ منگی مین کے معمول تھیں۔ ان کے ترقی عمل کے نتیجے سے

نہیں نکل سکتی تھیں۔

ان حسناؤں کو ناپیدہ بنانے والی ایک ایک گولی دی گئی اور انہیں سمجھایا گیا کہ انہیں آئندہ کس قسم کا بدلہ لینے کا ہے۔ ان

میں سے ایک حسنا شاٹا کی شہی تھی۔ وہ میڈم شہی ٹی کھلانے لگی۔

شاٹا یہ جانتا تھا کہ ارضی دنیا کے چند افراد خلائی ذون میں جا چکے ہیں۔ جیسا کہ پارس ذون میں کیا تھا اور یورپی شہی تارا

ذون دن کے علاوہ ذون بھولیں بھی جا چکی تھی۔

ایک شام ٹی وی کے چھ مختلف چینلز میں اچانک تبدیلیاں

ہوئیں۔ کسی چینل سے کوئی خبریں سنا رہا تھا، وہ اچانک عورت کی آواز میں بولنے لگا۔ "ہیلو! ہیلو! جینٹلمین! خبرناے کے وقت

مداخلت کر رہی ہوں۔ اس کے لیے معذرت چاہتی ہوں۔ میں آپ کے لیے ابھی ہوں۔ لہذا اپنا تعارف کر رہی ہوں۔ میرا نام شہی ہے اور میں خلا کے دور دراز ذون... سے آئی ہوں۔ اس عوامی

رابطے کے ذریعے اعلیٰ حکام سے عرض کرتی ہوں کہ مجھ سے ملاقات کریں اور اسی چینل پر جواب دیں کہ مجھ سے کہاں اور کب ملاقات کرنا چاہیں گے۔"

دوسرے چینلز پر دوسرے پروگرام جاری تھے۔ ان

دو گر اموں میں مداخلت کی گئی۔ باقی پانچ حسیناؤں نے بھی میڈم شی کی جانب سے اعلیٰ حکام کو ملاقات یا مذاکرات کی دعوت دی۔ اگر ایک ہی جینٹل پرشی شی بولتی تو شاید زیادہ توجہ نہ دی جاتی۔ سوچا جاتا کہ کوئی ٹیلی ویژن جانے والی ایسی حرکت کر رہی ہے لیکن بیک وقت چھ مختلف چینلز سے اعلیٰ حکام کو مخاطب کیا گیا۔ تب ایک اعلیٰ سرکاری عہدے دار نے براہ راست ٹی وی اسکرین پر آکر کہا "میں خلائی زون سے آنے والی شی شی سے مخاطب ہوں۔ میرے ساتھ ایک خاتون ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ شی شی اس خاتون کی زبان سے ہمارے سوالات کے جواب دے۔"

اس خاتون نے کہا "میں اپنی آواز سناری ہوں۔ اگر شی شی سن رہی ہے تو میرے دماغ میں چلی آئے۔"

دوسرے ہی لمحے شی شی نے کہا "میں موجود ہوں اور اس خاتون کی زبان سے بول رہی ہوں۔ میں سب سے پہلی ٹی وی کے ناظرین اور دنیا کے تمام انسانوں سے کہنا چاہتی ہوں کہ میں اور میری قوم کی تمام عورتیں تمہاری طرح انسان ہیں۔ تم میں سے کسی کو ہماری ذات سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ کوئی ہم سے خوف نہ کھائے۔"

سرکاری عہدے دار نے کہا "تم سے پہلے ایک خلائی زون سے منگی مخلوق آئی ہے۔ ان بندوں نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ تم بھی خلا سے آئی ہو۔ دنیا والے تم سے بھی خوف زدہ رہیں گے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ یہ خوف نہ کھائیں تو وعدہ کرو ہماری دنیا کی سیر کرنے کے بعد واپس چلی جاؤ گی۔"

"میں اور میری قوم کی عورتیں ناریہ بن کر تمہاری دنیا کی سیر کر چکی ہیں۔ یہ دنیا بہت خوب صورت ہے۔ یہاں سے جانے کوئی نہیں چاہتا ہے۔ ہم یہاں رہ کر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"منگی مخلوق سے اسی لیے عداوت جاری ہے کہ وہ ہماری دنیا چھوڑ کر نہیں جارہے ہیں۔"

"عداوت کی بات نہ کرو۔ محبت کرو، ہم سے محبت ملے گی۔ ہم اس عوامی رابطے کے ذریعے کہتے ہیں کہ ہمیں یہاں محبت سے رہنے دیا جائے۔ ہم اس دنیا کو اور زیادہ خوب صورت بنائیں گے۔ ہم یہاں رہائش کے سلسلے میں اعلیٰ حکام سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ناظرین کے سامنے بتایا جائے کہ مذاکرات کب اور کہاں ہوں گے؟"

"آخر کس سلسلے میں مذاکرات ہوں گے۔ ہم ایک ہی بات جانتے ہیں کہ یہ ہماری دنیا ہے، یہاں رہنے کا حق صرف ہمیں ہے۔ تم اپنی دنیا میں جا کر رہو۔"

"اسی تنگ نظری نہ دکھاؤ۔ تم دنیا والے چاند ستاروں پر کند ڈال رہے ہو۔ ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ اس دنیا کو تعمیر کریں۔ محبت سے۔"

"تمہارے یہ عزائم پورے نہیں ہوں گے۔ ہم منگی قوم کو یہاں سے ہٹا دیا ہے۔ وہ دوس میں پناہ لے رہے ہیں۔ تمہیں بھی یہاں سے جانا ہو گا۔"

"تو پھر آج کی گفتگو یہاں ختم کرو کہ تم ہمیں یہاں سے ہٹا دو گے۔ اعلیٰ گفتگو ہمارے نہ بھاگنے پر ہو گی۔"

"یعنی یہ تمہاری ضد ہے کہ یہاں سے نہیں جاؤ گی؟"

دوسری طرف خاموشی رہی پھر اس خاتون نے کہا "وہ میری زبان سے نہیں بول رہی ہے۔ شاید جا چکی ہے۔"

اس سرکاری عہدے دار نے کہا "ناظرین! ہماری دنیا بہت بڑے چیلنج سے دوچار ہو رہی ہے۔ منگی مخلوق کے بعد خلائی زون سے آنے والی یہ نئی مخلوق ہے جس کی گفتگو آپ نے سنی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلائی مخلوقات نے ہماری دنیا کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ آئندہ بھی ایسی مخلوقات آتی رہیں گی۔ ہمیں حوصلہ رکھنا چاہیے۔ ہم پورے حوصلے اور ذہانت سے خلائی حملہ آوروں کا مقابلہ کریں گے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ گڈ بائٹ۔"

ایک اعلیٰ حاکم کے شاندار بیچے میں ڈنبا ہانی جاری تھی۔ بیچے کے وسیع و عریض لان پر دو رنگ میز پر بھی بولی تھیں۔ مرد اور عورتیں کافی تعداد میں تھے۔ تمام سہمان کھانے سے پہلے بی رہے تھے اور ٹی وی اسکرین پر خلائی زون سے آنے والی کی باتیں سن رہے تھے۔ لان کے مختلف حصوں میں بڑے بڑے ٹی وی دی رکھے ہوئے تھے۔ شی شی کی گفتگو ختم ہونے کے بعد تمام ٹی وی آف کر دیے گئے۔ تمام سہمان شی شی پر تبصرے کرنے لگے۔ کچھ پریشان تھے کہ نئی بلا نہیں آئی ہیں۔ کچھ فنی افسران ڈیگیں مار رہے تھے کہ انہیں بھی منگی مخلوق کی طرح ہٹا دیا جائے گا۔

اعلیٰ حاکم چند اعلیٰ فنی افسران کے ساتھ بی رہا تھا اور کہہ رہا تھا "منگی مخلوق کو دوس کی طرف ہٹانے کا سہرا الپا کے سر ہے۔ لیکن یہ نئی مخلوق الپا کے لیے نہیں ہمارے لیے چیلنج بن گئی ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "بتائیں ہم منگی مخلوق کی آمد سے کدور ہو گئے تھے تو کہہ ہمارے پاس ان کی طرح غیر معمولی صلاحیتیں نہیں تھیں۔ اب ہم ناریہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول تیار کر رہے ہیں۔ لیڈر نہیں بھی تیار کی جا رہی ہیں۔ اب منگی فوج ہو یا نئی مخلوق، ان میں سے کوئی ہماری زمین پر قدم نہیں رکھ سکے گا۔ یہاں جو آئے گا وہ منہ کی کھائے گا۔"

ایک نسوانی آواز سنائی دی "ناریہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔"

سب نے آواز کی طرف دیکھا۔ ایک دراز قد حینہ نظر آئی۔ اس نے جینز اور جرسی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شیشے کا نازک سا جام تھا۔ وہ ایک اداسے ناز سے چلتی ہوئی ان کے درمیان آگئی اور بولی "تم کہتے ہو کہ تمہاری زمین پر کوئی قدم نہیں

رکھ سکتے گا۔ یہ دعویٰ تو غلط ہو گیا۔ شی شی اپنے جیسی بلاؤں کے ساتھ اس ملک میں موجود ہے۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "وہ سب دلوپوش ہیں۔ جب سامنے آئیں گی تو انہیں دھکے دیں۔ یہ نہیں لگے گی۔ بالی راوے، ہم کو سن ہو؟"

"میں ہی شی شی ہوں۔"

چند لمحوں کے لیے سب پر سکھ سا طاری ہو گیا۔ وہ ایسے ساکت ہو کر اسے کھنگھنگے جیسے پتھر کے ہو گئے۔

انہیں پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ سب نے ادھر دیکھا۔ کچھ قافلے پرشی شی کی طرح دوسری قد اور حینہ ایک ٹی وی کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بھی جینز اور جرسی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بھی شیشے کا ایک نازک سا جام تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "منگی فوج اس دنیا میں حینہ بندوں سے لڑنے آئی ہے اس لیے ایک ملک سے دوسرے ملک بھاگتی پھر رہی ہے۔ دیکھ لو، ہمارے پاس ہتھیار نہیں، ذہانت ہے اور ذہانت سے زیادہ مضبوط اور قاتل اور ہتھیار کوئی نہیں ہوتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی تیسری سمت سے تیسری نسوانی آواز سنائی دی۔ سب نے سر ہٹا کر ادھر دیکھا۔ وہاں بھی ایک دراز قد حینہ تھی۔ وہ شیشے کے جام کو نقصان بلند کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "اے! میں بھی ہوں۔ اسے لڑی فرام آئیں۔"

اعلیٰ حکام اور فنی افسران کے درمیان کڑی ہوئی شی شی نے کہا "میں کہہ رہی ہوں۔ باقی یہاں جتنی ناریہ ہیں، میں انہیں غم دیتی ہوں، وہ نمودار نہ ہوں۔ تم دونوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یاد۔"

وہ دونوں فوراً ناریہ ہو گئیں۔ اس پارٹی میں چند امریکی ٹیلی ویژن جاننے والے موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے شی شی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی مگر خیال خوانی کی لہرں واپس آگئیں۔ شی شی کے سر کے پچھلے حصے سے برن کا رنگ بڑھ چکا تھا۔ اس آلبے نے ٹیلی ویژن کی لہروں کو روک دیا تھا۔ شی شی نے کہا "میں نے ٹیلی ویژن جاننے والوں سے کہہ دیا میرے دماغ میں آنے کی زحمت نہ کریں ورنہ میں تم لوگوں کی کھوپڑیوں کے اندر گھومنا پھرنا شروع کر دوں گی۔"

ایک فنی افسر نے خلا میں کھتے ہوئے کہا "جی پی ڈس اپنے ٹیلی ویژن جاننے والے ماحقوں سے کہو، وہ یہاں خیال خوانی نہ کریں۔"

دوسرے افسر نے کہا "میڈم! کیا تمہارے ساتھ صرف عورتیں ہیں، کوئی مرد نہیں ہے؟"

دوبلی "ہمارے زون میں مرد پیدا نہیں ہوتے۔ وہاں صرف عورتیں ہوتی ہیں۔"

"جب ہے تمہارے زون میں مردوں کے بغیر عورتیں کیسے پیدا ہو جاتی ہیں؟"

"ہم اپنی ضرورت کے مطابق دوسرے زون سے مرد اسٹورٹ کرتے ہیں۔ جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو انہیں زون کے باہر پھینک دیے جاتے ہیں۔"

"یہ تو مردوں پر ظلم ہے۔"

"کوئی ظلم نہیں ہے۔ منجھلی چوس کر پھینک دی جاتی ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں چند بوڑھا چند بچے سمان بن کر رہ رہا ہیں۔ انہیں چلی جاؤ۔"

"میں تو واپسی کا راستہ بھول گئی ہوں۔ اب تو جینا مرنا نہیں ہو گا۔"

"تو پھر کچھ جینا نہیں مرنا ہی مرنا ہو گا۔"

ایک شخص اس کے سامنے آکر بولا "میں بھی ٹیلی ویژن جاننا ہوں اور جینم زون میں ناریہ ہو جانا ہوں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم پر حملہ کیا جائے گا یا تمہیں ہاتھ لگایا جائے گا تو تم فوراً ناریہ ہو جاؤ گی۔ تم نقصان پہنچانا چاہو گی، ہم بھی ناریہ ہو جایا کریں گے لیکن ایسے تماشے کب تک ہوتے رہیں گے؟"

"جب تک تم ہمیں محبت سے رہنے نہیں دو گے۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میں تمہیں نقصان پہنچانا چاہوں گی۔ تم مجھ پر حملہ کرو میں جواباً تم پر حملہ نہیں کروں گی۔ تمہارے کسی بھی ٹیلی ویژن جاننے والے کو نقصان نہیں پہنچائیں گی، تو نازک کر دیکھ لو۔"

وہ امریکی ٹیلی ویژن جاننے والا جی پی ڈس تھا۔ اس نے اچانک ہی شی شی کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ کر کہا "میں آزاد ہوں۔ تمہیں خود تو نقصان پہنچائیں گا۔ دیکھو کہ تم کیا کر رہی ہو؟"

وہ دوسرے ہی لمحے ناریہ ہو گئی۔ اعلیٰ حاکم کے پاس پہنچ کر اس کی زبان سے بولی "میں اپنی زبان پر قائم ہوں۔ تمہیں اور تمہارے کسی بھی ٹیلی ویژن جاننے والے کو نقصان نہیں پہنچائیں گی کیونکہ میرا ہدف تم لوگ نہیں ہو۔ تم لوگ تو محض مٹ رہے ہو۔ میں تو شہادت دوں گی۔ تمہارے اعلیٰ حکام کو اور فوج کے اعلیٰ افسران کو نقصان پہنچائیں گی۔"

یہ کہتے ہی شی شی نے اعلیٰ حاکم کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ جینیں مارتا ہوا لان کی گھاس پر گر کر ترپنے لگا۔ تمام سہمان دوڑے ہوئے اس کی طرف جانے لگے۔ ایسے ہی وقت فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے چٹاری، لڑکھٹا ہوا اس میز سے کھرا جا کر شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے دماغ میں پھر ایک بار زلزلہ پیدا ہوا تو وہ جینیں مارتا ہوا بوتلیں سے کھراتا ہوا میز کے دوسرے سرے پر جا کر گھاس پر گر پڑا۔

کچھ سمان اسے بھی سنبھالنے لگے لیکن کچھوں کو سنبھالا جاسکا تھا؟ وہاں بڑی بڑی آدمی ہر شخصیات تھیں۔ ان کے حلقے سے بھی جینیں نکلنے لگیں۔ وہ کبھی ایک دوسرے سے اور کبھی کھانے کی میزوں سے کھراتے لگے۔ سمانوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ سب نے سوچا

کہ ان کے ساتھ بھی ہوئے والا ہے۔ وہاں کوئی محفوظ نہیں رہے گا۔ یہ سوچ کر وہاں سے بھاگنے لگے۔ اس باہلی میں شریک ہونے والی عورتیں پہلے ہی پہنچ چلائی اس ہنگامے کے احاطے سے نکل کر دوڑنے لگی تھیں۔

تھوڑی سی دیر میں منظر بدل گیا۔ کتنی ہی اکابرین داغی تکلیف کے باعث بے ہوش پڑے تھے۔ جو ہوش میں تھے وہ تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔ کھانے کی میزیں الٹ گئی تھیں۔ پلیٹیں بکھر گئی تھیں۔ شراب کی بوتلیں ٹوٹ گئی تھیں۔ سب کچھ کس کس ہوا کر رہ گیا تھا۔

جو بھاگنے کے قابل تھے وہ اب وہاں نہیں تھے۔ جبری ہڈن اور اس کے ٹیلی بیٹھی جانے والے تخت، مجبور اور بے بس تماشاخیوں کی طرح کڑے رہ گئے تھے۔ وہ جوابی حملے سے پر کرتے؟ حملے کرنے والیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اگر ایک بھی نظر آتی تو جبری ہڈن فوراً اسے گولی مار دیتا۔

ایک اعلیٰ افسر دونوں باتھوں سے سر قاتے گھاس پر بیٹھا ہوا تھا اور داغی تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ شئی نے اس کی زبان سے کہا "ہائے جبری! دیکھو تم اپنے ٹیلی بیٹھی جانے والوں کے ساتھ بخیریت ہو۔ میں نے وعدے کے مطابق تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ آئندہ بھی تم لوگ محفوظ رہو گے۔ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ ایک چھوٹا سامنہ ہے۔ ہم نے یہاں رہائش کے لیے یہ پہلی ہلکی سی دستک دی ہے۔ اب میں جاری ہوں، کل تمہارے بیویوں سے بات کروں گی۔"

جبری ہڈن غصے سے مٹھیاں سمجھنا پہنچ رہا تھا۔ وہ ہوا سے نہیں لڑ سکتا تھا اور نہ ہوا کو مٹھی میں جکڑ سکتا تھا۔ وہ میز پر ایک گھونسا مار کر رہ گیا۔



طیارہ بہت بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ تمام مسافر بڑے آرام سے سفر کر رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آرام دہ سفر تکلیف دہ ہو گیا ہے۔ صرف علی، سائمن، کامران اور جمال پیش آنے والے خطرے کو سمجھ رہے تھے۔

علی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سائمن سے کہا "تم بچوں کے ساتھ رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

جی نے کہا "براؤن ہاؤس جاؤ۔"

علی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "تم تو بہت بہادر ہو پھر کیوں ڈرتے ہو؟ میں اسی طیارے میں ہوں۔ ابھی آ جاؤں گا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا طیارے کے آخری سرے تک جانے لگا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جنازے کے اندر آیا کون ہے جو ٹیلی بیٹھی جانے والوں کا آلا کار بنا ہوا ہے اور جس کے ذریعے دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والے جنازے کے اندر پہنچے ہوئے ہیں۔

وہ مسافروں کو ٹھونپتی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔ ظاہر ہے اسے دور سے آتے ہوئے دیکھا تو اپنے چہرے کے ساتھ اخبار رکھ لیا۔ انفصال احمد ایک رسالہ کھول کر سر جھکا کر پڑھنے لگا۔ ظاہر ہے لڑائی ہوئی آواز میں آہستگی سے پوچھا "کیا وہ نہیں پہچان لے گا؟"

"ڈیڑی روٹی تو پہچان لے گا۔"

"اوہ گاڈ! اسے گولی لگی تھی۔ تم نے اسے مرنے کیوں نہیں دیا؟ یہ زندہ بچ کر ہمارے لیے مصیبت بن گیا ہے۔"

"اخبار اونچی آواز میں نہیں پڑھا جاتا۔ خاموش رہو۔"

علی ہلنے کے انداز میں چلتا ہوا قریب آیا پھر ان پر سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ظاہرہ "انفصال کی طرف جھک کر بولی" "تھینکس گاڈ! اس ہمیں نہیں پہچانا ہے۔ میں عبادت گاہ کی تعمیر کے لیے دو سواڑے دوں گی۔"

"اپنے گاؤ سے وعدہ نہ کرو۔ وہ ابھی واپس آئے گا اپنی بیوہ پر جانے کے لیے۔"

اس نے پھر سیم کر اخبار کو اپنے چہرے کے سامنے کر لیا۔ انفصال نے کہا۔ "اس طرح مجرم چھو چھپاتے ہیں۔ وہ شہر کمر ہے۔ اخبار سامنے سے ہٹاؤ۔"

وہ اخبار ایک طرف ہٹا کر بولی "سچ بتاؤ" میں پہچانی جا رہی ہوں؟"

"بالکل نہیں۔ میں شوہر ہو کر نہیں پہچان رہا ہوں۔ یوں نہ ہے، بڑھاپے میں غی عورت مل گئی ہے۔"

"یہاں جان پرینی ہے اور ہمیں غی عورت کی سوجھ رہی ہے تم اتنی زندہ دلی کیوں دکھا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہم محفوظ ہیں۔ دشمن ہمیں نہیں پہچانے گا۔"

اس بات کا مجھے یقین ہے "اس لیے میں مطمئن ہوں۔ تم بھی میری طرح زندہ دلی دکھاؤ۔"

علی شکر ہوا جنازے کے آخری سرے تک گیا تھا پھر وہاں۔

پلٹ کر آئے لگا۔ واپسی میں بھی ان کے قریب سے گزرتے وقت اس نے ایک نظر ان پر ڈالی مگر پہچان نہ سکا۔

جب وہ دور جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تو ظاہرہ نے کہا "وہ ہوشیاری سے ٹیلی بیٹھی جانے والا ہمارے داغ میں نہیں آ رہا ہے۔ وہ آئے گا۔"

کون کی، اسی جنازے کے اندر علی کو ہلاک کر دے۔ علی یہاں سے کئی ٹیلی بیٹھی جانے والے یہودی اس کے کھوٹے کھوٹے کر سکتے ہیں۔"

الیا سوچ رہی تھی "اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔"

طیارے کو تباہ کر دیا جانے تو علی کی ہلاکت کا لازماً اس پر نہیں لگا۔ یہی رائے قائم کی جانے لگی کہ طیارے میں کوئی خرابی پیدا ہوئی اسی لیے حادثہ پیش آیا اور علی مارا گیا۔

الیا نے ظاہرہ اور انفصال کے خیالات پڑھے۔ چلا چلا، وہ دونوں علی کو اور اپنے بچوں کو پہچان رہے ہیں لیکن علی اور وہ بچے انہیں نہیں پہچان رہے ہیں۔

وہ رائے بوائے سے بولی "تم ان کے داغوں میں رہو اور انہیں بچوں سے دوری رہنے دو۔ میں پائلٹ کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے انفصال احمد کے ذریعے ازہو ہوش کی آواز سنی پھر ازہو ہوش کے داغ میں آگئی۔ اسے پائلٹ کے کیمین میں لے گیا۔ ازہو ہوش نے پائلٹ سے پوچھا "کوئی مشروب لاکر دو؟"

پائلٹ نے کہا "ابھی چند منٹ پہلے تم نے کافی پلائی ہے۔ پھر اتنی جلدی کچھ پلانا چاہتی ہو۔ اتنی مہمان کیوں ہو؟"

اس بات پر کو پائلٹ ہنگامے لگا۔ الیا پائلٹ کے اندر پہنچ گئی۔ علی کو ہلاک کرنے کے لیے طیارے کو تباہ کرنا لازمی تھا۔ اس طیارے میں کئی ممالک اور کئی مذاہب کے لوگ سفر کر رہے تھے۔ وہ بے قصور مسافر اور معصوم بچے اپنی طبعی عمر تک جینے کا حق رکھتے تھے لیکن الیا ان کا حق چھیننا چاہتی تھی۔ انہیں ہولناک موت کے میں میں جھونکنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

اس نے پائلٹ کے داغ میں پہنچ کر اسے مخاطب کیا "میلو، کیا تم جانتے ہو کہ ٹیلی بیٹھی کی لہرس موت بن کر داغوں میں پہنچتی ہیں؟"

پائلٹ نے پہلی بار خیال خوانی کی لہروں کو سنا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا۔ الیا کو علی کی آواز سنائی دی "میں جانتا تھا، تم مجاز کو تباہ کرنے کے لیے پائلٹ کے داغ میں آؤ گی۔ اس لیے میں یہاں پہلے سے موجود ہوں۔"

الیا نے پوچھا "کیا تم میرا راستہ دو گے؟"

"میں پائلٹ کو تم سے بھانا چاہوں گا تو تم کو پائلٹ کے ذریعے مجاز کو تباہ کر دو گی۔ میرے ٹیلی بیٹھی جانے والے کو پائلٹ اور ازہو ہوش کو تحفظ دیں گے تو تم مسافروں کو پائلٹ کیمین میں لاکر ہنگامہ کر دو گی۔"

"تم اپنی بات کرو۔ کیا تم اس طیارے سے باہر جاسکو گے اپنا پیاز کر سکو گے؟"

"تم کتنی ظالم اور بے رحم ہو۔ صرف مجھے ہلاک کرنے کے لیے اس جنازے کے نوے مسافروں کو بھی بیک وقت ہلاک کر دینا چاہتی ہو؟"

دوبلی "میں مجبور ہوں۔ تم ایک چوہے کی طرح اس جنازے کے چوہے دان میں بچھڑ گئے ہو۔ ہمیں ختم کرنے کا ایسا موقع شاید پھر نہیں ملے گا۔ تم زمین اور آسمان کے بیچ میں ہو۔ یہاں سے بھاگنے کا ہمیں راستہ نہیں ملے گا۔"

"کیا لکھا اس کا تھی؟ یہودی ہلاکت کا یہ سنہری موقع دیکھ رہی ہو اور پھل رہی ہو کہ تمام مسافر مارے جائیں گے صرف میں ساکنہ رہوں؟"

اور اس کے بھائیوں کے ساتھ زندہ سلامت رہوں گا۔ بلندی سے زمین پر گرنے والے طیارے کے کھوٹے کھوٹے ہو جائیں گے لیکن ہمارا کچھ نہیں بچے گا۔ ہم زمین پر گرنے سے پہلے سایہ بن جائیں گے۔ سائے کو نہ چوٹ لگتی ہے اور نہ سایہ آگ میں جلتا ہے۔"

الیا کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ وہ کامیابی کی خوشی میں بھول رہی تھی کہ وہ زندہ بنانے والی گولی کے ذریعے سایہ بن جائے گا۔ ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے والے طیارے کے ساتھ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ صرف وہ زندہ رہے گا جسے وہ مارنا چاہتی ہے۔

علی نے اسے مخاطب کیا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا اب بھی اس طیارے کو تباہ کرنے کی ناپاکی کو گولی اور ایسا کوئی تو یا رکھو؟ میں تباہ شدہ طیارے کے ٹپے سے نکل کر سیدھا تمہارے پاس آؤں گا پھر تمہارا بیٹا حرام کر دوں گا۔"

وہ متوقع کامیابی کے نشے میں بہت اونچی اڑ رہی تھی۔ اب ایک دم سے بچنے گر کر چپ سی لگ گئی تھی۔ وہ بولا "خاموش نہ رہو۔ ورنہ میں انتقام تمہارے خلاف کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

وہ بولی "تمہارے پیالے ہمارے خلاف کارروائی کی تھی۔ منگی باسٹری میں قیدیوں ٹوٹ چکا تھا۔ انہوں نے اسے رہائی دلا کر تمام منگی حلقوں کو کئی زندگی اور غی توانائی دی ہے۔ ابھی میں نے پھر تمہاری جان لیتا چاہا۔ کیا تم انتقام نہیں لو گے؟"

"تمہارے جیسی سنگدل اور بے رحم عورت کو معاف نہیں کرنا چاہیے لیکن اس طیارے کے تمام مسافروں کو کئی زندگی اور سلامتی مل رہی ہے۔ ان کے طفیل ہمیں معاف کر دیا ہوں۔ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

یوں دھکارے پر اسے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ وہ جھنجھلا کر رائے بوائے سے بولی "ان موساد کے ایجنٹوں کے باعث یہودی ہی انسلٹ ہوئی ہے۔ ان کم بختوں کو ختم کر ڈالو مگر یہاں طیارے کو کوئی نقصان نہ پہنچانا ان دونوں سے پوچھا پھڑا کر چلے آؤ۔"

وہ پہلی غی۔ رائے بوائے نے ظاہرہ کے داغ میں آکر کہا "تم میاں یہودی کی وجہ سے ہمیں فرماؤ اور اس کے بیٹے سے دشمنی کرنی پڑی۔ ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ آج بھی بہت نقصان اٹھانے والے تھے۔ بہتر یہی ہے کہ تم دونوں یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔"

"ہم اس طیارے سے کس طرح رخصت ہوں گے؟"

"طیارے سے نہیں، دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ ہمیں تمہارے معاملات سے نجات مل جائے گی۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو مسٹر! ہم موساد کے پرانے ایجنٹ ہیں۔ ہم سے ایسی باتیں نہ کرو۔"

پھر ظاہرہ نے انفصال احمد سے کہا "یہ ہمارا یہودی ٹیلی بیٹھی جانے والا دشمنوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔ ہم لندن پہنچ کر اس کے

خلاف رپورٹ کریں گے۔
رائٹ ہوائے نے کہا "۱۳ مئی لندن دور ہے۔ اس سے پہلے تم جنم میں پہنچ جاؤ گے۔"

اس نے طاہرہ کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر تکلیف برداشت کرنے لگی۔ کئی مسافر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ افضال احمد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ یہ میری بیوی ہے۔ یہ بیٹھ مجھے چیخ کر گالیاں دیتی ہے۔ ابھی اس نے جس طرح چیخ ماری ہے میں اسی طرح چیخ مار کر تکلیف سے ترپے کا تماشہ دکھا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے بہت زور سے چیخ ماری پھر زمین پر گر کر ترپے لگے۔ رائٹ ہوائے نے اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا تھا۔ ایک مسافر نے کہا "یہ تو ایسے تماشہ دکھا رہا ہے جیسے چیخ تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہو۔"

طاہرہ اپنے سر کی تکلیف برداشت کرتے ہوئے کراچے ہوئے بولی "یہ تماشا نہیں دکھا رہا ہے۔ ایک ٹیلی ویژن جیسے جانے والا دشمن ہمیں یہاں مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے دوبارہ چیخ ماری پھر افضال کے پاس فرش پر گر کر ترپے لگی۔ لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف آنے لگے۔ انزبوسٹل اور اسٹیوڈنٹ بلائے آواز سے کہنے لگے "پلیز! اپنی سیٹیں پر جائیں۔ ہمیں راستہ دیں۔ انہیں ابتدائی طبی امداد پہنچانی جائے گی۔"

وہ ایسی تکلیف میں مبتلا ہونے سے پہلے جب بول رہے تھے تب ہی علی ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ طاہرہ اور افضال عارضی میک اپ کے ذریعے چہرے بدل کر اسی طیارے میں ستر کر رہے ہیں۔

افضال تکلیف سے کراچے ہوئے بولا "تم ہمدردی ہو ہمارے بھائی ہو۔ ایسی تکلیف کیوں پہنچا رہے ہو؟ کیا ہمیں مار ڈالو گے؟"

رائٹ ہوائے نے کہا "تم دونوں کو اب ذمہ نہیں رہتا چاہیے۔ جتنی جلدی ہو سکے 'مرحاضہ' ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

"ہم آئندہ تمہیں اپنی مدد کے لیے نہیں بلائیں گے تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔"

اسٹیوڈنٹ پوچھ رہا تھا "انہیں کیا تکلیف ہے۔ علی نے کہا 'ان دونوں کی تکلیف ایس ہیں جو طبی امداد سے دور نہیں ہوں گی۔ مرنے کے بعد جنم میں جو تکلیف ہوتی ہے' وہی تکلیف انہیں دنیا میں مل رہی ہے۔"

طاہرہ نے کہا "معلیٰ ایسا نہ کہو، ہمیں دشمن سے بچالو۔ تم ہمارے داماد ہو۔"

ساتھ دونوں بھائیوں کے ساتھ وہاں اچھی تھی۔ اس نے کہا "تم میری کمی کی طرح بول رہی ہو مگر میری کمی نہیں ہو۔"

علی نے کہا "تم جہاں میری اور بیچا ہیں۔ ہم سے چھپنے چہرے بدل کر ستر کر رہے ہیں۔"

کافی اور جی دوڑتے ہوئے جا کر اپنے ماں باپ سے ملے۔ کافی نے علی سے التجا کی۔ "برادر! فائر گاڑ دیکھ۔ ہمارا اور بیچا کو دشمنوں سے بچالیں۔ دیکھیں ان کی کیا حالت ہے۔"

علی نے خیال غرافی کی پرواز کی۔ بابا صاحب کے ادارہ دو ٹیلی ویژن جیسے جاننے والوں کے پاس پہنچ کر کہا "میرے ساتھ چلو دو افراد کے دماغوں پر قبضہ جتانو۔ ایک دشمن انہیں دماغی نقصان پہنچا رہا ہے۔ دشمن کی سوچ کی لہروں کو حاوی نہ ہونے دو۔ علی کے ساتھ ان دونوں کے دماغوں میں آئے۔ ایک طاہرہ کے اور دوسرے نے افضال کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ رائٹ ہوائے نے کئی بار ان پر حاوی ہونے کی کوششیں کیں مگر کامیاب ہو سکا۔ تاہم ہو کر واپس چلا گیا۔

کافی، جی اور سامنے نے اپنے ماں باپ کو سارا دے کر ان سیٹوں پر بٹھایا۔ جی نے کہا "مٹی! آپ نے ہمیں چھوڑ دیا۔ بیچا کے ساتھ چھپ کر جاری تھیں۔"

دونوں کے سر جھک گئے۔ افضال نے کہا "ہم علی سٹوڈنٹ.... ہو کر بھاگ رہے تھے۔"

سامنے نے کہا "جس سے خوف زدہ تھے اسی علی نے آپ کو دشمنوں سے بچایا ہے۔ یہ کیسی بات ہے کہ جس سے تو بھاگ رہے تھے اس کے پاس اپنے بچوں کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔"

باب نے کہا "ابنہیں! ہمیں اور خرمندہ نہ کرو۔ جب تم میرا بھائی تھے تب سے میں گمراہ ہوں۔ تمہاری ماں کو چھوڑ کر میں کے راستے سے واپس نہیں آسکوں گا۔ علی سے کہو، یہ ہمیں ہمارا حال پر چھوڑ دے۔"

سامنے نے علی کو دیکھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ علی کہا "اچھی بات ہے، تم دونوں اپنے راستے پر چلو مگر تمہارا بابا صاحب کے ادارے میں تعلیم و تربیت حاصل کریں گے۔ دونوں بچوں سے اس وقت تک نہیں مل سکتے جب تک بچے نہ سے ملنا نہیں چاہیں گے۔"

ان دونوں نے سامنے اور دونوں بیٹوں کو دیکھا۔ وہ تپنے بچوں کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔ بچے اب بابا صاحب کے ادارے رہے۔ تب بھی کوئی فرق نہ پڑا۔ انہوں نے علی کے ساتھ سر جھکا لیا۔

○●○

سونیا منگی حلقوں کے معاملات میں ہر پہلو سے ملوث تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ منگی فوج بھی کسی اسلامی ملک کا سربراہ کرے۔ مسلمانوں کو اپنا بھروسہ اور دوست سمجھیں۔ اگر کسی اور شکایات پیدا ہوں تو دوستانہ ماحول میں شکایات دور

"جیسا کہ علی نے بتایا ہے، وہ ملی ڈونا سے ہمارا اور کمزور سمجھ کر ٹرپ کرنے آئی تھی۔ یقیناً اس پر توہمیں عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنانا چاہتی ہوگی اور اپنی قوتوں میں اضافہ کرنا چاہتی ہوگی۔ وہ ناکامی کے بعد پھر کسی وقت ہماری طرف رخ کرے گی۔"

"ان عورتوں کے بارے میں معلوم کرو جو خلائی دنوں سے آنے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔"

میں نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلی رات دن پابلی تھی۔ ٹی ٹی اور اس کی ساتھی عورتوں نے وہاں اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو بہت پریشان کیا تھا۔ ان کے دماغوں میں زلزلے پیدا کیے تھے۔ کھانے پینے کا تمام سامان برباد کیا تھا۔ جتنی عورتیں اور مرد مہمان تھے، وہ سب خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گئے۔

امریکی ٹیلی ویژن جیسے جاننے والے کوئی جوابی کارروائی نہ کر سکے کیونکہ وہ یوگا کی ماہر تھیں۔ ان سے زیر نہیں ہو سکتی تھیں اور نہ ہی انہیں گولی ماری جاسکتی تھی کیونکہ وہ تادیبہ ہو جایا کرتی تھیں۔ ان عورتوں کے پاس ایسی دماغی صلاحیتیں تھیں جن کے ذریعے وہ اپنا بچاؤ کرتی تھیں۔ ان پر حملے کرنے والے ناکام رہے تھے۔ جب ایسی ناکامیاں ہوں تو پھر ذرا کرات کے ذریعے ہی معاملات طے کیے جاتے ہیں۔

جب میں فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک خفیہ اجلاس میں شریک تھا۔ تمام اعلیٰ حکام اور فوجی افسران ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اجلاس دوسروں کے لیے خفیہ ہو سکتا تھا لیکن تادیبہ ہو جانے والیوں کے لیے خفیہ نہیں تھا۔ ٹی ٹی اپنی ماتحتوں کے ساتھ وہاں موجود تھی۔

ایک اعلیٰ افسر ٹی ٹی سے کہہ رہا تھا "تم نے پچھلی رات ہمارے ملک کے اکابرین کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ تم اپنی اہمیت تسلیم کرانے کے لیے ایسی حرکتیں کرو گی تو تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

وہ بولی "ہمیں کیا حاصل ہو گا؟ یہ رنڈہ رنڈہ دیکھیں گے۔ ہم پچھلی رات اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کرتے تو تم ہمیں براہی کا درجہ نہ دیتے اور ابھی مذاکرات کے لیے کبھی تیار نہ ہوتے۔"

ایک افسر نے کہا "یہ دنیا بہت بڑی ہے۔ زمین کے کتنے ہی حصے ابھی غیر آباد ہیں۔ تم اپنی قوم کے ساتھ غیر آباد علاقوں میں جا کر رہو۔"

"ہم جانور نہیں ہیں کہ جنگلوں میں اور غیر آباد علاقوں میں جا کر رہیں۔ ہمیں ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے اس ملک کی شہری آبادیوں کے آس پاس رہنا ہے اور ہم یہیں رہیں گے۔"

"اگر تم کسی غیر آباد علاقے میں جا کر رہو گی اور ہمارے ملک سے دور رہو گی تو تم تمہاری پوری قوم کے لیے ضروریات زندگی کا سامان فراہم کرتے رہیں گے۔"

جائیداد منگی حلقوں کی قید سے رہائی پا کر دوس کے شمالی حصے کی نئی بہتی ہوئی جہاں تھا۔ اس بہتی کا نام خلائی دنوں اور کھانا تھا۔ ارضی دنیا میں آنے کے بعد یہ منگی حلقوں کی پہلی بہت بڑی کامیابی تھی۔ انہوں نے اس دنیا کے ایک چھوٹے حصے میں اپنے لیے جگہ بنالی تھی۔

یہ پوری منگی حلقوں تسلیم کرتی تھی کہ سونیا کے مشوروں پر عمل کرنے کے باعث اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ منگی اسٹراب سونیا کے مشوروں کے بغیر کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاتا تھا۔ اس کے بھائی منگی برادر اور کاکڑ کی موت نے اس کی فکر توڑ دی تھی۔ وہ فکرتوں کے باعث کسی اہم معاملے میں کوئی متغیر فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا ذہن کام نہیں کرتا تھا۔ ایسے وقت سونیا ہی منگی قوم کے بارے میں بڑے بڑے فیصلے کرتی تھی۔ ان کے لیے تحفظ طاقت اور کامیابی کے راستے ہموار کرتی اور ان کا اعتماد حاصل کرتی جاتی تھی۔ گویا وہ بالواسطہ اس قوم کی سربراہ بنی جا رہی تھی۔ اس نے سیٹلائٹ کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر ٹی ٹی کو دیکھا تھا۔ اسے منگی ماسٹر نے بھی دیکھا پھر کہا "یہ ٹی ٹی کوئی فراڈ حسینہ ہے۔ وہ خلائی دنوں سے نہیں آئی ہے۔"

سونیا نے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ خلائی دنوں سے نہیں آئی ہے؟"

"میری معلومات کے مطابق خلا میں کوئی ایسا دن نہیں ہے۔ جہاں صرف عورتیں رہتی ہوں اور مرد پیدا نہ ہوتے ہوں۔ یہ بالکل بے گئی بات ہے۔ وہاں تمام دنوں میں مرد زیادہ ہیں اور عورتیں بہت کم ہیں۔"

"اگر وہ خلا سے نہیں آئی ہیں تو پھر خود کو خلائی حلقوں کیوں کہہ رہی ہیں۔ کیا وہ ہماری ہی دنیا کی عورتیں ہیں اور اپنی انفرادیت اور رعب و دبدبہ قائم کرنے اور زمین کے ایک حصے کی مالک بننے کے لیے خود کو خلائی حلقوں کہہ رہی ہیں؟"

"شاید یہی بات ہے۔ انہوں نے ہماری کامیابی کو پیش نظر رکھا ہے اس لیے خلائی حلقوں بن کر یہاں اپنی ایک الگ ریاست قائم کرنے کے منصوبوں پر عمل کر رہی ہیں۔"

میں نے سونیا سے کہا "میں نے چوتیس مہینوں میں دو زبردست عورتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ملی ڈونا ہے۔ وہ تمام جدید فیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہے۔ اس کے پاس تادیبہ مٹانے والی گولیاں ہیں۔ وہ ٹیلی ویژن جیسے جاتی ہے۔ اس ملی ڈونا نے اپنی ایک ڈی کے ذریعے علی کو ٹرپ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔"

"معلیٰ تک پہنچنے کی جرأت کرنے والی ملی ڈونا نے دوستانہ رویہ اختیار نہیں کیا ہے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کون ہے اور اچانک کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔"

”تمہارے خیال میں ہمیں کہاں رہنا چاہیے؟“

”فریقہ میں ایسی اسلامی ریاستیں ہیں جن کے آس پاس گئے جنگلات ہیں۔ ان جنگلات میں جتنی معدنیات اور چرئی بوٹیاں ہیں۔ وہاں تمہاری ضروریات کی تمام چیزیں مہیا کر دی جائیں گی۔“

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا ”تم سب اسے کیسے کہیں گے ہو؟ اپنے حصے کی دھ بٹاواں اور ہاتھی مسلمانوں پر کیوں مسلہ کرتے ہو؟ جب منگلی حلقوں یہاں آئی تو تم نے انہیں اسلامی ملکوں پر قبضہ نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ یہودیوں اور ہندوؤں نے بھی یہی کیا اور اب ان ہی آئے والیوں کو بھی تم اسلامی ممالک کا راستہ دکھا رہے ہو۔ کیا تم لوگوں کی ذمہ داری بھی سیدھی نہیں ہوگی؟“

تمام حکام اور اعلیٰ افسران اپنے اس افسر کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے پھر ایک نے پوچھا ”مسٹر رابرٹ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“

رابرٹ نے کہا ”میں یہ نہیں کہہ رہا تھا، کوئی میرے دماغ پر حاوی ہے۔ ابھی میں بے اختیار رہا تھا۔“

شی ٹی نے کہا ”اچھا تو کوئی تیسرا ہمارے درمیان موجود ہے۔ ذرا مطلع ہو کر یہ کیا چاہتا ہے۔“

ایک حاکم نے کہا ”یہ کوئی مسلمان ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی حلقوں کے ساتھ اسلامی ملکوں میں جاؤ۔ ہم جیسے وہاں جانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ تم ان ملکوں میں جاؤ تو وہاں کے خوب صورت نظام میں تم کو جاؤ گی پھر وہاں رہنا پسند کر دو گی۔“

”میں اس انجینی سے بات کرنا چاہتی ہوں جو ابھی ٹیلی ویژن کے ذریعے بول رہا تھا۔ ہم اسلامی ملکوں میں جائیں گے تو اس کا رد عمل کیا ہوگا اور یہ بھی مطلع ہو کر وہ کون ہے اور ٹیلی ویژن کی دنیا میں اس کی کیا حیثیت ہے؟“

میں نے کہا ”تم عورت ہو۔ میں تمہارے موڈ سربراہ سے بات کروں گا۔“

”ہم عورتیں کسی موڈ سے کم نہیں ہیں۔ میں سربراہ ہوں مجھ سے بات کرو۔“

”میں صرف امریکی حکام اور اعلیٰ افسران سے باتیں کروں گا۔ تمہارا موڈ سربراہ مجبور ہو کر خود لگے گا۔“

”اور اگر تم نے کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا تو مجبور ہو کر بولنے لگو گے۔“

میں نے ایک اعلیٰ افسر سے کہا ”تم لوگ انہیں اسلامی ممالک کا راستہ ایسے دکھا رہے ہو، جیسے بڑباز دکھائے جاتے ہیں۔ ایک ذرا موٹی عقل سے سوچا جاسکتا ہے کہ آج تک منگلی فوج کسی اسلامی ملک میں کیوں نہیں گئی؟“

یہ سوال قابل غور تھا۔ شاٹا اور اس کے پانچ خوار بیٹے شی ٹی اور اس کی ماتحت عورتوں کی پشت پر رچے بھرے شی ٹی ان سے راہنمائی حاصل کرتی رہتی تھی۔ شاٹا نے اس کے دماغ میں کہا۔

”شی ٹی! ہمیں سچی سچی بات کہنی چاہیے کہ منگلی ماسٹر کی اسلامی ملک کا سرخیوں نہیں کرتا ہے۔“

”مسلمانوں کی حکومت عملی طور پر ایسی ہوگی جس کے نتیجے میں منگلی ماسٹر کی اسلامی ملک کا سرخیوں نہیں کرتا ہے۔ لیکن ہم اور حرا جیوں کے“

”اس سے پہلے ان کی حکومت عملی کو سمجھتا ہوگا۔ مجھے اس شخص سے بات کرنا چاہیے۔“

”اس نے ابھی پہنچ کر تھا کہ تم خود اس سے بولو گے کیا وہ پیش آنے والی باتیں پہلے سے جانتا ہے؟“

”یہ ارضی دنیا والے پیش کو کیاں کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ باتیں درست ہوتی ہیں اور باقی غلط ہو جاتی ہیں۔“

اس نے بلند آواز میں مجھے مخاطب کیا ”مسٹر آرم نے درست کہا تھا۔ میں خصلاتی حلقوں کا سربراہ ہوں اور خود تم سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمیں اسلامی ممالک کے بارے میں مکمل صحیح معلومات حاصل ہوں۔“

میں نے کہا ”معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ پہلے اپنا تعارف کرواؤ اور بتاؤ کہ حیثیتوں کی یہ فوج ظفر مروج کہاں سے لائے ہو؟“

”میرا نام شاٹا ہے۔ میں مالک ہوں اور یہ میری ملکہ شی ٹی ہے۔ میں نے ایسی فوج بنائی ہے جو اس دنیا اور دنیا سے باہر غلامی کیس نہیں ہے۔ کیا تم سب نے بھی حسین عورتوں کی فوج دیکھی ہے؟“

”عالی سطح پر پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔ یہ حیثیتوں کی فوج یہاں جنگ کرے گی یا عشق کیا کرے گی؟“

”ان حیثیتوں نے پچھلی رات جیسا شوق کیا ہے، ویسا آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔“

”ہماری دنیا کے چند لوگ غلامی زخموں میں جا چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہاں عورتیں بہت کم تعداد میں ہیں اور مرد بہت زیادہ ہیں۔ منگلی ماسٹر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ تم حیثیتوں کی یہ فوج کسی غلامی زخموں سے نہیں لائے ہو۔ کیا تم نے اس دنیا کی عورتوں کو کیا کر کے یہ فوج بنائی ہے؟“

”یہ ایک لمبی بحث ہوگی کہ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ ہم چاہے کیسے سے بھی آئے ہوں، ہم ایک چھوٹی سی آزاد ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں زمین کا ایسا حصہ چاہیے جو انسانی آبادی سے قریب ہو۔“

میں نے کہا ”یہ تو امریکی حکومت کا مسئلہ ہے کہ وہ تمہاری حیثیتوں کو گود میں بٹھائیں گے یا غلامیوں میں رکھیں گے۔ میں تو یہ سمجھتا آئی ہوں کہ منگلی حلقوں نے ہمارے تعاون سے دوس میں ایک نئی آزاد ریاست قائم کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں، تمہاری بھی ایک آزاد ریاست قائم ہو اور وہ اسی ملک میں ہو۔“

وہاں بیٹھے ہوئے تمام حکام اور افسران غصے سے بھرک گئے۔

”میں نے کہا، ہمیں پتا ہے، دوس میں سونیا کے تعاون سے منگلی ماسٹر نے اپنی ایک ریاست قائم کی ہے۔ تم سونیا کے آدمی ہو۔“

”دوسے فوجی افسر نے کہا سونیا نے یہ پلان بنایا ہے کہ غلامیوں کو جی حلقوں آئے اسے اسلامی ممالک کی طرف نہ جانے دیا جائے اسے ہمارے سر منڈ دیا جائے۔“

”ہم سے پہلے تم لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ چالبازی ہم نے تم ہی لوگوں سے بھی ہے۔“

ایک حاکم نے کہا ”مسٹر شاٹا! ہم تم سے کہتے ہیں کہ ہمیں دوس کی طرح رکھو نہ سمجھنا۔ ہمارے پاس بھی تاریخیہ بنانے والی عورتیں، کھانگ کیسول، لیڈر تھیں اور جدیدہ اختیار ہیں۔ ہم سے کچھ کر کے تو بڑے نقصان میں رہو گے اس کے برعکس دوستی کر کے تو بڑے میں رہو گے۔“

شاٹا نے کہا ”اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ دوستی کس سے کی جائے۔ پچھلے حالات سے ظاہر ہے کہ تم نے اور حکومت اسرائیل نے منگلی حلقوں کو اپنی زمینوں پر رہنے نہیں دیا۔ انہیں بھاگنے پھرتی کرنا۔ تم ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک کر سکتے ہو۔“

ایک حاکم نے کہا ”یہ نہ دیکھو کہ ہم اپنے ملک میں جنہیں بنے نہیں دیں گے۔ یہ دیکھو کہ ہم کسی بھی ملک میں تمہاری پاش کا انتظام کریں گے۔ اس طرح وہاں تمہاری مستقل رہائش بنیاد بن جائے گی۔“

شاٹا نے کہا ”مٹی الحال ہمارا رابطہ دونوں سے رہے گا۔ ہم ایسے گے کہ جو ہیں گفتگوں کے اندر امریکی حکومت ہمارے لیے پاکہ کی اور منگلی ماسٹر کے کام آئے والی سونیا، ہمارے کام کیسے ہے گی۔“

میں نے کہا ”چو نہیں سمجھنے بہت ہوتے ہیں۔ تم ابھی میرے پاس آؤ۔ جس طرح منگلی حلقوں دوس کے شمال میں آباد ہو گئی ہے اسی طرح میں جنہیں امریکا کے شمال میں ایک وسیع و عریض آبادی رکھتا ہوں۔ ہمیں بہت پسند آئے گا۔ تم راضی خوشی اپنی حالت قائم کرو گے۔“

ایک اعلیٰ افسر نے بڑک کر کہا ”مسٹر شاٹا! ہم ابھی جنہیں بل اسرائیل ملک میں لے جائیں گے بلکہ منگلیوں میں لے جائیں گے۔ جنہیں جو ملک پسند آئے گا، ہم اسی ملک میں تمہاری ایک حکومت قائم کر کے تمہیں تمہاری مدد کریں گے۔“

میں نے کہا ”شاٹا! یہ تمہاری مدد کریں گے، تم ہی انہیں اس غاب سے نجات دلانے کی کوشش ضرور کرنا، جو مسلمانوں کی طرف سے نازل ہوئے والا ہے۔“

”شاٹا تم یہ چیت کر رہے ہو کہ سونیا ہمارے لیے مسائل کھڑے کرے گی۔“

”سونیا نے اس ملک اور اسرائیل میں بڑے مسائل پیدا کیے۔ آخر دوس میں منگلی قوم کی ایک ریاست قائم کر دی۔ اب وہ

تمام منگلی ریاستی معاملات سے مطمئن ہو کر امریکا اور اسرائیل کا رخ کرنے والے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سونیا منگلی قوم کے معاملات میں مصروف ہے۔ میں شاٹا اور اس کی لیڈر آری کے معاملات میں مصروف رہوں گا۔“

ایک اعلیٰ افسر نے ناگوار سی سے پوچھا ”تم ہو کون؟ تمہاری حقیقت کیا ہے؟“

”میں فراد علی تیوریل رہا ہوں۔“

ان سب کے دماغوں میں جیسے ہم کا دھماکا ہوا ہو۔ وہ چونک کر اس افسر کو دیکھنے لگے جس کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ وہ فراد علی کرسی پر تن کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ تمام حکام اور افسران اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اس کے پیچھے مجھے تلاش کر رہے ہوں۔

ایک حاکم نے پوچھا ”کیا تم واقعی فراد علی تیور ہو؟“

”یقین کرلو۔ یقین نہ کرنے سے میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”ہزاروں منگلی مین کو اسلامی ممالک کی طرف جانے سے روکنا، تقریباً ناممکن تھا لیکن سونیا ہماری اور اسرائیل کی چالوں کو ناکام بنا کر منگلی فوج کو اسلامی ملکوں کی طرف جانے سے روکتی رہی تھی اور اب اس نے تمام منگلی فوج کو اپنی منگی میں کر لیا ہے۔“

میں نے کہا ”جے ملک سونیا کے مقابلے میں ہمیں ہمدردی اور عیساائی تھے اور غلامی سے آئے والی منگلی فوج تھی۔ اس نے ان سب پر بی بی طاہرین پر غالب آکر اسلامی ممالک کو علاقہ منمنہ بنا دیا ہے۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”اب آپ شاٹا اور اس کی لیڈر آری کا راستہ روکنے آئے ہیں۔ آپ بھی سونیا جیسی چالیں چلیں گے۔“

”میری چال سونیا سے مختلف ہے۔ اسے کامیابی حاصل کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔ میں تو صرف چو ہیں سمجھنے کے اندر شاٹا کے لیے ایک آزاد ریاست قائم کروں گا۔ اگر میں نے ناممکن کو ممکن نہ بنایا تو پھر مجھے فراد علی تیور کون کہے گا؟“

شاٹا نے کہا ”اگر سونیا تمہاری سامنے ہے تو پھر تم لوگ بڑے پاکمال ہو۔ اپنا منگلی ماسٹر کو قیدی بنا کر پوری منگلی فوج کو اس دنیا سے واپس جانے پر مجبور کر دینا۔ لیکن سونیا نے منگلی ماسٹر کو باہر بھی دلائی اور ان کی ایک علیحدہ ریاست بھی قائم کر دی۔ اب تم دعویٰ کر رہے ہو کہ جو ہیں گفتگوں کے اندر ہماری بھی ایک ریاست قائم کرو گے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم ایسا کر سکو گے یا نہیں۔“

میں نے کہا ”تو پھر جو ہیں گفتگوں تک مجھ سے رابطہ رکھو اور دیکھتے جاؤ کہ یہ بڑا خدا کیا کر رہا ہے اور بندگان شیطان کیا کرتے ہیں۔“

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا ”مسٹر فراد! یہ آپ اچھا نہیں کر رہے ہیں۔ ہمارے ملک کے کسی بھی حصے میں شاٹا کی ریاست قائم کرنا چاہیں گے تو ہمارے ہزاروں تاریخیہ فوجی جو ان وہاں خیر

سے پہلے تجزیہ کاروں یاں شروع کریں گے۔ آپ شاشا کے لیے وہاں ایک مکان تو کیا ایک خیرہ بھی نصب نہیں کرانگے۔ میں نے کہا "نادیدہ فوج اب صرف تمہارے پاس نہیں ہے۔ اسرائیلی یہودیوں کے پاس بھی ہے۔ منگی باسٹر کے پاس بھی ہے اور منگی فوج سوڈانی کمانڈر ہے۔ اس نے میری مدد کرنے کے لیے دو ہزار منگی فوجی بھیجے ہیں۔ یہ تمام فوجی ابھی تم لوگوں کے آس پاس اس ہال میں اور ہال کے باہر موجود ہیں۔ ملاحظہ کرو۔" میرے آنے کا رے ایک ہاتھ فضا میں بلند کر کے ایک چنگی بجائی۔ اس کے ساتھ ہی ایک ایک منگی مین نمودار ہوئے۔ وہ تمام حکام اور اعلیٰ افسران بروکھلا کر اپنے سر کھما کھما کر دائیں بائیں آگے اور پیچھے دیکھنے لگے۔ منگی مین کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ہال بندوں سے کھپا کھپا بھر گیا۔ میں نے کہا "فون کر کے سیوٹی فورس سے باہر کے حالات معلوم کرو۔"

ایک اعلیٰ افسر نے فوراً ہی فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سیوٹی فورس کے ایک افسر نے کہا "سراہاں اچانک سیکورٹی منگی مین نمودار ہو گئے ہیں۔ سب ہی کے ہاتھوں میں لیزر گھنٹیں ہیں۔ عمارت کے دوسرے حصے سے ابھی خبر ملی ہے کہ وہاں بھی منگی مین ہیں اور وہ بھی مسلح ہیں۔ سراہم نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے ہیں۔"

اس اعلیٰ افسر نے فون بند کر کے کہا "مسٹر فراد! لیزر انیس حکم دیں کہ یہ نادیدہ ہو جائیں۔ اگر یہ منگی فوج عمارت کے باہر جانے کی تو شہر میں دہشت پھیل جائے گی۔ لیزر انیس فوراً غائب کریں۔" میرے آنے کا رے پھر ہاتھ اٹھا کر چنگی بجائی۔ تمام منگی مین ایک ایک کر کے ٹھکروں سے اوجھل ہوئے۔

میں نے کہا "اب اپنے حالات پر غور کرو۔ تمہارے نادیدہ فوجی ایک نئی ریاست قائم ہونے کے سلسلے میں رکاوٹ ڈالیں گے تو سوڈا کے نادیدہ فوجی تمہارے اس پُر موقع شر کے امن و امان کو تباہ کریں گے۔ کیا ایسا ہو چاہتا ہے؟"

"نہیں۔ آپ ایسا کریں گے تو یہ پراسن شہروں پر ظلم ہوگا۔" "اور تم ریاست کے قیام میں رکاوٹیں پیدا کرو گے تو شاشا اور اس کی لیزر آری پر ظلم ہوگا۔" "لیزر آری چوبیس گھنٹوں میں نئی ریاست قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں تمہارا وقت دیں۔ ہم شاشا اور اس کی لیزر آری کی رہائش کا مستقل انتظام کریں گے۔"

میں نے کہا "شاشا اگر تم انہیں ملت دینا چاہے ہو تو کچھ وقت بڑھاسکتے ہو۔ ورنہ میں اپنے مقررہ وقت پر کام دکھا دوں گا۔" اعلیٰ افسر نے کہا "فراد صاحب! آپ نے شاشا کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا ہے، ہم اس سے بھی اچھے وسیع و عریض علاقے میں ان کی ریاست قائم کریں گے۔"

شاشا نے پوچھا "وہ علاقہ کہاں ہے؟" "ہم ایک خوب صورت علاقہ تلاش کریں گے لیکن اس لیے ہمیں کچھ وقت تو چاہیے۔" "پوری دنیا کا نقشہ تم لوگوں کے ذہن میں نقشہ رہتا ہے۔ چند گھنٹوں میں تمہارے لیے کوئی علاقہ پسند کر سکتے ہو۔ ہم خیرہ منگی کی مملکت دیتے ہیں۔ اگر اتنے وقت میں ہماری مددگار نہیں دے سکتے تو مسٹر فراد! اگلے چوبیس گھنٹوں میں کارنامہ دکھائیں گے۔" ایک حاکم نے کہا "بادہ گھٹے تو دیکھتے ہی دیکھتے مگر بائیں ہمیں کچھ زیادہ وقت دو۔" شاشا نے کہا "زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم باہر ایک منٹ بھی زیادہ نہیں دیں گے۔ مسٹر فراد! آپ کوئی دیگر دن کا ایک بجایا ہے۔ میں باہر گھٹے بعد رات کے ایک بجے آپ رابطہ کروں گا۔"

میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ یہ معاملہ طے ہو چکا ہے۔ رات ایک بجے تم میرے داغ میں آسکتے ہو۔ اب میں جا رہا ہوں۔" میرے آنے کا رے افسران الطیبتان کی ایسی سائیں لی چھ جا چکا ہوں لیکن میں اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے منگی مین کہا "تھیکس گاؤ! مسٹر فراد! جا چکے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "شاشا! تمہیں ہم پر اعتماد کرنا چاہیے۔ تمہارے لیے جو علاقہ پسند کریں گے وہ خوب سے خوب تر۔ فراد! ہم سے انتقام لینے اور تمہیں ہمارے سروں پر مسلط کر کے لیے تمہیں گراہ کرنا چاہتا ہے۔ اس پر اعتماد کرو گے تو بعد میں نقصان اٹھاؤ گے۔"

شاشا نے کہا "مہم دانان نہیں ہیں۔ ہم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوست اور دشمن کے چہرے سامنے آجائیں گے۔ ایسے ہی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو! پوری دنیا سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ وہاں ایک حسینہ دھڑکتی ہوئی تھی۔ اعلیٰ حکام اور اعلیٰ افسران سب ہی اس حسینہ کو دیکھ رہے تھے۔ ایک افسر نے ناگوار سے کہا "ملی ڈوٹا۔ تم؟"

دوسرے افسر نے کہا "تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا۔" "فرانز مارشیں کے ذریعے ملٹی پیٹرنی کا علم حاصل کیا۔" "لیبارٹری سے نادیدہ بنانے والی کولیاں اور فلائنگ کیپولڈن اب کیا لینے آئی ہو؟"

ملی ڈوٹا نے کہا "میں پیدائشی امریکن ہوں۔ میں نے حاصل کیا ہے۔ اپنے ملک سے حاصل کیا ہے۔ اپنے حقوق کا جرم نہیں ہے لیکن میں نے اپنے امریکا کو نقصان پہنچا ہے۔ میرا عزم ہے کہ میرے ملک پر جب بھی برا وقت آئے میں ایک امریکن سپاہی کی طرح برا وقت لانے والوں کے مہاں آجایا کروں گی۔"

"مہاں! تم ہمارے دشمنوں سے نہیں آئی ہو؟" "ہاں! میں نے پچھلی رات نئی دی اسکرین پر شی ٹی کی باتیں سنی تھیں اور یہ بات سمجھ میں آئی تھی کہ منگی مخلوق کے بعد ایک دوسری خلائی مخلوق ہمارے ملک کے لیے مصیبت بن کر آجی ہے۔" ملی ڈوٹا نے ایک طرف بیٹھے ہوئے شاشا اور شی ٹی کو دیکھا پھر کہا "میں نے عورتوں کی ایک تنظیم قائم کی ہے۔ مجھے یہ سن کر حیرانی نہیں ہوئی کہ خلا سے بھی عورتیں ایک تنظیم کی صورت میں آئی ہیں لیکن یہاں اگر باہر کی ہوئی۔ پتا چل رہا ہے کہ اس خلائی تنظیم میں تمام عورتیں نہیں ہیں بلکہ شاشا کی طرح مرد بھی ہیں اور سربراہ شی ٹی نہیں ہے۔ شاشا ہے۔"

شی ٹی نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اس تنظیم کی سربراہ ہوں۔ یہ شاشا کی لائف پارٹنر اور میرا مشیر ہے۔" ملی ڈوٹا نے کہا "میری برتری ہے کہ میں تمہاری طرح کسی مرد کی محتاج نہیں ہوں۔ میں نے کسی مرد کو لائف پارٹنر بنایا ہے اور نہ ہی کسی مرد سے مشورہ لینے کے لیے اسے مشیر بنایا ہے۔" "آؤ! خود نہ کرو۔ برعورت کو کسی نہ کسی مرحلے پر ایک مرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے اپنے مرد کو ظاہر کیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تم نے اپنا خود قائم رکھنے کے لیے اپنے مرد کو چھپا رکھا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آؤ! مرد کی ضرورت کیسے پوری کرتی ہو؟"

"مجھ پر کچھ نہ اچھا۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے مشورہ دے رہی ہوں کہ تمہارے حکام اور فوجی افسران پر بھروسہ کرو۔ تم ان کے عقائد سے ہماری دنیا میں اپنی ایک مضبوط ریاست قائم کر سکو گی۔ میں اس بات کی ضمانت دیتی ہوں۔" "پہلے یہ تو معلوم ہو کہ تمہاری اہمیت اور حیثیت کیا ہے اور کس بل بوتے پر تم اپنی ضمانت دے رہی ہو؟"

ملی ڈوٹا نے کہا "میرے پاس وہ تمام صلاحیتیں اور قوتیں ہیں جو منگی مخلوق اور خلائی ذوق کی مخلوق کے پاس ہیں۔ مثلاً میرے پاس نادیدہ بنانے والی کولیاں، فلائنگ کیپولڈن، لیزر گنوں اور دیگر جدید اسلحہ کی کمی نہیں ہے۔ میرے ایک اشارے پر جان دینے والے جنگجو جہاز بے شمار ہیں۔ یہ سب رفتہ رفتہ معلوم ہو گا کہ میں کسی سپاہیوں کے نہیں ہوں۔ فی الحال میری ضمانت قبول کرو اور اس ملک کے حکام کو کچھ زیادہ وقت دو تاکہ تمہارے لیے ایک مضبوط ریاست قائم کی جاسکے۔"

شاشا نے کہا "اب وقت اور مصلحت کی بات نہ کرو۔ ہماری آزاد ریاست کے لیے باہر گھٹے کے اندر کسی بہترین علاقے کا انتخاب کرو۔" ملی ڈوٹا نے پوچھا "اگر باہر گھٹے کے بعد فراد! اپنے وعدے سے بھڑکے اور تمہارے کسی بھی کام آنے سے انکار کرو گے تو کیا تم انہیں زیادہ وقت دو گے؟"

"نہیں! ہم مزید وقت نہیں دیں گے۔ اس کے بعد ہم خود اپنے طور پر یہاں اپنے قدم جمائیں گے۔" "ٹھیک ہے۔ میں باہر گھٹے منحور ہیں۔ ہم سوڈان ماحول میں تمہارے لیے ایک بہترین علاقے کا انتخاب کریں گے تاکہ آنکھ بھی ہماری دوستی قائم رہے۔"

شی ٹی اور شاشا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے پھر یہ کہ کر نادیدہ ہو گئے کہ وہ رات کے ایک بجے ان سے رابطہ کریں گے۔ منگی مخلوق کے بعد کسی نئی مخلوق کا زمین پر آنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بے شمار ممالک اس توشلیں میں جلا ہو گئے تھے کہ وہ مخلوق ان کے ملکوں میں بھی آسکتی ہے۔ اس سلسلے میں اسرائیل سب سے زیادہ توشلیں میں جلا ہو گیا تھا۔

الہا اور دوسرے یہودی ملٹی پیٹرنی جاننے والوں کی بد قسمتی یہ ہوئی کہ ایسے وقت وہ دو زبردست مخالفین سے ٹکرانے کی حماقت کر چکے تھے۔ ایک تو یہ کہ منگی ماسٹران کا جانی دشمن بن گیا تھا اور کسی دن بھی ان کے ملک پر حملہ کر سکتا تھا۔ دوسرا یہ کہ الہا نے علی پر تاختنہ حملے کرنے کی بت دی غلطیاں کی تھیں۔ ان کے نتیجے میں سراسر ناکامی ہوئی تھی۔ پہلے دو طرف سے اس نے دشمن بنائے۔ اب تیسری طرف سے نئی خلائی مخلوق کسی دن اور کسی وقت بھی ان کے ملک میں اسی طرح پہنچنے والی تھی جیسے منگی مخلوق پہلے پہنچی تھی۔

وہ امریکی حکام اور فوجی افسران سے رابطہ کر کے اس مخلوق کے متعلق معلومات حاصل کر رہی تھی اور امریکی حکام سے کہہ رہی تھی کہ امریکا اور اسرائیل کو متحدہ محاذ بن کر خلائی مخلوق کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ جس طرح منگی فوج کو اسرائیل سے بھگایا گیا تھا اسی طرح نئی مخلوق کو امریکا سے بھگانا چاہیے۔ ایسا صرف اتحاد سے ہو سکتا ہے۔

امریکی حکام نے بتایا کہ اتحاد سے کام نہیں لے گا کیونکہ سوڈا جس طرح منگی فوج کی ریڑھ کی ہڈی بنی ہوئی ہے اسی طرح فراد! اس مخلوق کی پشت پناہی کرنے والا ہے۔

میرا نام سن کر الہا بھگ کی طرح بیٹھ گئی اور کہنے لگی "یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک طویل مدت کے بعد سوڈا اور فراد! میدان عمل میں کیوں آئے ہیں؟ کیا وہ اپنی اولاد کو کافی نہیں سمجھ رہے ہیں؟" "جب ان کی اولاد کا کارنامہ انجام دیتی ہے تب ہم ان سے مرعوب ہوتے ہیں لیکن سوڈا اور فراد! کی تو آہٹ سنتے ہی ہوش اڑ جاتے ہیں۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "۳۰ دنوں سے ایسی حکمت عملی اختیار کی ہے کہ ہم اپنے اپنے ملک کو بچانے کی فکر میں لگے ہو۔ میں اور یہ سازش کرنے کا وقت نہیں پارہے ہیں کہ خلائی مخلوق کو کسی اسلامی ملک میں پہنچائیں۔" ہم ان کے حواس پر چھارہ پھرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ پست۔

ہمت نہیں تھے، ہمارے مقابلے میں اس نئی خلائی مخلوق کو اپنے ذہن
اثر رکھنا چاہتے تھے جیسا کہ سونے نے منگلی مخلوق کو اپنے ذہن پر اثر رکھا
ہوا تھا۔

○☆☆○

دوبی شی تارا اسی ہوئی کے سونٹ میں پارس کے ساتھ ہئی
مون مناری تھی۔ اس کے ذہن سے منگلی مخلوق کی موجودگی کا پوچھ
اڑ گیا تھا۔ منگلی پرادر اپنے بندوں کے ساتھ ہندوستان سے جا چکا
تھا۔ نئی الحال شی تارا کے لیے کوئی پرالہم اور کوئی پریشان نہیں تھی۔
وہ عارضی طور پر تمام مصروفیات کو چھوڑ کر صرف پارس کے
پہلو میں وقت گزارنے لگی تھی۔ پارس کے ساتھ گھومتی پھرتی،
کھاتی پیتی اور اس کے ساتھ سوتی جاگتی تھی۔ اس بات سے وہ
بہت خوش تھی کہ پارس اس کا بچہ دیکھ رہا تھا اور غلام بھی۔ وہ جب
نیک اسے سونے کا ٹھم نہ دیتی، وہ جانتا رہتا تھا۔ جاننے کے دوران
اس کی مرضی کے مطابق خدمات انجام دیتا رہتا تھا۔

اس کی فراہم داری اور خدمت گزار سے یہ یقین ہو چکا تھا کہ
وہ ذہنی طور پر اس کا غلام بن چکا ہے۔ اس نے کہا "تین دن
اور تین راتیں گزر چکی ہیں۔ ہمیں دنیا کی بھی خبر کھنی چاہیے۔
ایسا نہ ہو کہ ہماری بے خبری میں کوئی دشمن ہمیں نقصان پہنچانے
چلا آئے۔"

وہ بولی "مجھے مشورے نہ دو۔ میں نادان نہیں ہوں۔ جب تم
سوچا کرتے ہو تو میں خیال خوانی کے ذریعے ان آلاء کا دل کے داغوں
میں پہنچتی رہتی ہوں جو امریکا اور اسرائیل میں ہیں۔ میں نے دوس
میں دو آدمیوں کو آلاء کا ریزا بنا ہے، ان کا تعلق دوس کی فوج اور
اشتبہ جنس سے ہے۔ ان کے جاسوس جہاں جاتے ہیں، میں وہاں
پہنچ جاتی ہوں۔"

"کیا منگلی ماسٹر اور دوسرے بندوں کے داغوں میں پہنچ سکتی
ہو؟"

"نہیں، ان کے سروں پر برین گاڑ چکا رہتا ہے۔ میری
خیال خوانی کی لہریں واپس آجاتی ہیں۔"

"کیا ان بندوں کی مصروفیات سے بے خبر ہو؟"

"نہی سراغ رسالوں کے ذریعے میں کبھی کبھی تمہاری ماما
(سونیا) تک پہنچ جاتی ہوں۔ وہ تو منگلی ریاست پر حکومت کر رہی
ہیں۔ وہ جو حکم دیتی ہیں، تمام بندے چن چن اس پر عمل کرتے
ہیں۔"

"میری مائیلی جیتی نہیں جاتی ہیں۔ کسی پر تخریبی عمل نہیں
کرتی ہیں۔ وہ کسی طرح بھی محرزہ نہیں کرتی ہیں۔ اس کے باوجود
ہزاروں منگلی میں ان کے وفادار اور جان نثار ہیں۔"

"اپنی ماں کی زیادہ تعریفیں نہ کرو۔ میں بھی جاہل تو ان
بندوں پر حکومت کر سکتی ہوں۔"

"جب وہ تمہارے دہس میں تھے، جب تم پریشان رہا کرتی

تھیں۔ اس وقت تم نے ان پر عمرانی کیوں نہیں کی؟"

"ان کے سروں پر برین گاڑ دے رہے ہیں۔ ان کے داغوں
میں پہنچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔"

"ماما، ان کے داغوں میں نہیں پہنچیں پھر بھی ان سے اپنے
احکامات کی تعمیل کرائی ہیں۔"

"تم میرے حکم کی تعمیل کرو اور اپنی ماں کی تعریف کرنا بھول
جاؤ۔"

پارس نے ایک تابعدار کی طرح سر جھکا لیا۔ بڑی دیر تک
خاموش رہا۔ وہ بولی "چپ کیوں ہو گئے؟ تم پچھلے تین دنوں سے وہ
پارس والی زبان کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہو۔ مجھے ایسا لگتا ہے، جیسے
تم اصلی پارس نہیں ہو۔ تمہارے چہرہ خیالات پر صحتی ہوں تو کوئی
کام کی بات معلوم نہیں ہوتی ہے۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

"مجھے تمہارے ذریعے معلوم ہونا چاہیے کہ تمہاری ماما اور
پاپا کی مصروفیات کیا ہیں اور تمہارا بھائی علی کہاں ہے اور کیا کرنا
پھر رہا ہے؟"

"تم مجھے ان کے پائل جانے کا حکم دو گی تو میں خیال خوانی کے
ذریعے جاؤں گا۔ تم میرے داغ میں نہ کران کے داغوں میں پہنچ
سکو گی۔"

"میں بڑی دیر سے یہی سوچ رہی ہوں کہ ہم اپنی مون مناری پر
ہیں۔ اس دوران اب دنیاوی معاملات میں بھی دلچسپی لینا
چاہیے۔"

"نیکے کس معاملے میں دلچسپی لو گی؟"

"مجھے منگلی مخلوق سے اندیشہ ہے، کہیں وہ واپس نہ آجائے
تم اپنی ماما سے کہو گے کہ وہ کبھی بندہ کو میرے دہس میں نہ آئے
وہیں تو وہ پھر کبھی نہیں آئیں گے۔"

"نیک ہے، تم جب کوئی میں اپنی ماما سے اس سلسلے میں
بات کروں گا۔"

"تم ابھی بات کرو۔"

پارس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونے کا پاس پہنچ کر کہا
"ماما! میں ہوں پارس۔ میرے ساتھ شی تارا بھی ہے۔"

"بٹینا شی تارا کا انتقال ہو گیا تھا۔ اب تمہارے ساتھ کون
ی شی تارا ہے؟ کیا تمہیں یاد ہے کہ کتنی شی تارا میں تمہاری
زندگی میں آچکی ہیں؟"

"یہ آخری اور اصلی شی تارا ہے۔ یہ وہی ہے جو دوبی کھلائی
تھی۔"

"کیا اب نہیں کھلائی ہے؟"

"کھلا نہیں جاتی کیونکہ دوبی کھنے سے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی
معرسہ عورت ہو جس کی پوجا ہزاروں سالوں سے کی جا رہی ہو۔"

"اچھا تو اب وہ تمہارے ساتھ ہے؟"

"جی ہاں۔"

"میرا تم اس کے ساتھ ہو؟"

"جی ہاں۔"

"میرا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہو؟"

"مما! وہ میرے ساتھ ہو یا میں اس کے ساتھ ہوں بات ایک
ی ہے۔"

"بات ایک نہیں ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ ہو تو یہ مجھ میں
آتا ہے کہ وہ اپنا کھرہ چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم اس
کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اسے قبول کر لیا ہے۔
اور تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
مما! یہی بن چکے ہو بننے والے ہو۔"

"مہم بن چکے ہیں ہماری شادی ہو چکی ہے۔"

"کیا شادی کے وقت تم تنہا تھے یا تمہاری ماں مرچکی تھی؟"

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ آپ میری ماں ہیں اور زندہ
ہیں اور میرے پاپا بھی زندہ ہیں۔"

"کیا ماں باپ تمہاری شادی میں شریک تھے؟"

"جی نہیں وہ بات یہ ہے کہ۔"

"جو ماں باپ اتنی بڑی خوشی میں شریک نہ ہوں، وہ گویا اولاد
کے لیے مر جاتے ہیں۔"

"یہ مجھ سے بھول ہوئی کہ میں نے آپ کو اور پاپا کو شریک
نہیں کیا۔ دراصل یہ شادی جلدی میں ہوئی تھی۔"

"شادی جلدی میں کیوں ہوئی تھی؟ کیا لڑکی گھر سے بھاگ کر
آئی تھی؟"

"مما! آپ عجیب طرح کے سوالات کر رہی ہیں۔"

"عجب ہے، تمہیں یہ سوالات عجیب سے لگ رہے ہیں جبکہ
تم نے ماں باپ کی مرضی اور موجودگی کے بغیر شادی کی ہے اور
اپنے بزرگوں کو اپنی خوشیوں میں شریک ہونے کے قائل ہی نہیں
سمجھا ہے۔"

"میں اس غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"بھئی حلیم کرتے ہو کہ تم نے شادی کر کے غلطی کی ہے۔"

"نہیں، شادی کر کے غلطی نہیں کی، غلطی یہ ہے کہ آپ کو
شریک نہیں کیا۔ آپ یہ غلطی معاف کریں۔"

"غلطی معاف کرتی ہوں لیکن شادی کیسے حلیم کروں؟ یہ
ہماری موجودگی میں نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی تو کہاں ہوئی؟ کب ہوئی؟
مجھے نہیں ہوئی یا مندر میں یا کورٹ میں ہوئی؟"

"ہماری شادی مندر میں ہوئی تھی۔"

"تم مسلمان ہو، پھر شادی مندر میں کیوں ہوئی؟"

"شی تارا نے کہا 'اب یہ ہندو ہے اور میرا لیتا ہے۔ آپ ہمیں
آئیں باؤں۔"

"میں دعا میں نہیں دے سکتی۔ تم نے میرے بیٹے پر تخریبی عمل

کیا ہو گا اور اس کی مرضی کے بغیر اسے ہندو بنا ہوا۔"

"اس نے مجھ سے شادی کرنے کے لیے میرا دھرم قبول کیا
ہے۔ میں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔"

"نیک ہے۔ آج شام تک روحانی ٹیلی جیٹھی کے ذریعے
معلوم ہو جائے گا کہ پارس نے اپنی مرضی سے تمہارا دھرم قبول کیا
ہے یا تم نے اس پر تخریبی عمل کیا ہے۔"

سونے نے سانس روک لی۔ پارس کافی طور پر حاضر ہو گیا۔ شی
تارا نے پریشان ہو کر کہا "تم بندوں کا راستہ دو گئے اپنی ماں کے
پاس گئے تھے لیکن وہاں سے روحانی ٹیلی جیٹھی کی مصیبت لے آئے
ہو۔"

"میں اس مصیبت کی بات کیا ہے؟ میں نے تو اپنی مرضی سے
دھرم قبول کیا ہے۔"

"نہیں۔ میں نے تم پر تخریبی عمل کیا ہے۔ تم میرے معمول
اور تابعدار ہو۔ تم نے میرے حکم کے مطابق میرا دھرم قبول کیا
ہے۔"

"پھر تو ماما اور پاپا کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ میری ماما
روحانی ٹیلی جیٹھی کی حامل ہیں۔ وہ مجھے شام تک مسلمان بنا دیں
گی۔"

"نہیں، میں تمہیں مسلمان نہیں بنے دوں گی۔ میں نے اپنے
دھرم کے مطابق تم سے شادی کی ہے۔ تمہیں اپنا جسم دیا ہے، اپنی
آہود دی ہے۔"

"تم نے اپنی پلاگ کے مطابق اپنی آہود دی ہے۔ میں نے
تمہیں مجبور نہیں کیا تھا۔ یہاں جو کچھ ہوا ہے، تمہاری مرضی سے
ہوا ہے۔ میں تمہیں زندہ رہتی نہیں لوٹ رہا ہوں۔"

"میں تمہیں الزام نہیں دے رہی ہوں۔ تم خود کو تخریبی عمل
کا پابند نہیں رکھ سکو گے۔ مسلمان بن جاؤ گے اور میں ایک
مسلمان کی بیوی کھانا پکھنڈ نہیں کروں گی۔"

"کیا تمہاری جو جوتی دینا نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ایک
مسلمان سے شادی کرو گی اور مسلمان ہی کی بیوی کھانا پکھنڈ کرے؟"

"ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنی جو خشون سے مقدر بدل دیتا
ہے۔ میرا علم بھی مجھے کہہ رہا تھا کہ میں اپنی عکسٹ عملی سے تمہیں
ہندو بنا دوں گی پھر تم میرے بیٹے بن کر رہو گے۔ پلینا پارس کوئی مذہب
نہی۔ کوئی ایسی مکاری دکھاؤ کہ روحانی ٹیلی جیٹھی تم پر اثر نہ کرے۔
ہم ہمیشہ جیتی جیتی بن کر رہیں۔"

"تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ ہماری شادی ہو چکی ہے۔ میرا
دھرم بدلنے کے باوجود ہم میاں بیوی ہی رہیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ تم مسلمان بنو گے تو میں تم سے دور ہو جاؤں
گی۔"

"دور ہو کر بھی بیوی ہی رہو گی۔"

"میں طلاق لے لوں گی۔"

"میں اس غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"بھئی حلیم کرتے ہو کہ تم نے شادی کر کے غلطی کی ہے۔"

"نہیں، شادی کر کے غلطی نہیں کی، غلطی یہ ہے کہ آپ کو
شریک نہیں کیا۔ آپ یہ غلطی معاف کریں۔"

"غلطی معاف کرتی ہوں لیکن شادی کیسے حلیم کروں؟ یہ
ہماری موجودگی میں نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی تو کہاں ہوئی؟ کب ہوئی؟
مجھے نہیں ہوئی یا مندر میں یا کورٹ میں ہوئی؟"

"ہماری شادی مندر میں ہوئی تھی۔"

"تم مسلمان ہو، پھر شادی مندر میں کیوں ہوئی؟"

"شی تارا نے کہا 'اب یہ ہندو ہے اور میرا لیتا ہے۔ آپ ہمیں
آئیں باؤں۔"

"میں دعا میں نہیں دے سکتی۔ تم نے میرے بیٹے پر تخریبی عمل

"تم تو حیوانی ہو۔ کیا طلاق کے بعد دوسرے کے ساتھ ہنی
 مون مناؤ گی؟"
 "میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔"
 "پہلے تم شادی نہ کرنے کے عزم پر قائم رہی تھیں لیکن اب
 تمہیں ایک مرد کا چٹکا پڑ گیا ہے۔ تم شادی کے بغیر نہیں رہ
 سکو گی۔"
 "جب ایسا وقت آئے گا تو میں تمہارے بغیر جی لوں گی لیکن
 ایسا وقت نہ آنے دو۔ میں تمہیں کھانا نہیں چاہتی۔"
 "میں بھی تمہیں کھانا نہیں چاہتا لیکن تم جانتی ہو، دین اسلام
 کے سلسلے میں بابا صاحب کا ارادہ کتنا سخت ہے۔ دن پر ذرا سی آج
 نہیں آنے دی جاتی۔ شام تک میری چوڑی بدل جائے گی۔ میری
 گاڑی تمہارے دھرم اشیشین سے چھوٹ کر دین اشیشین پر جا کر
 ٹھہرے گی۔ کیا تم پیچھے رہ جاؤ گی؟"
 "میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ تمہاری وہ برادر کیر والی
 عیاری کہاں گئی؟"
 "تم مجھے اس کے مقابلے میں عیاری دکھانے کا کہہ رہی ہو، جو
 میرا باپ ہے۔ میری دونوں انہیں بھی سیر سواسیہ ہیں۔"
 "تم مجھے بایوس کر رہے ہو۔"
 "آئندہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں دنیا والوں کو دکھانے کے
 لیے عیاری اختیار کر لیں لیکن چھپ کر لاکریں۔"
 "ہرگز نہیں، تم مسلمان ہو جاؤ گے تو میں تمہارے سامنے
 بھی دور ہوتی رہوں گی۔"
 ان کی گفتگو کے دوران ٹی وی آن تھا۔ اچانک ایک چینل کا
 پروگرام تبدیل ہو گیا۔ ایک نیوز ریڈر جو خبریں پڑھ رہا تھا وہ نسوانی
 آواز میں بولنے لگا۔
 "شی تارا اور پارس چونک کر بستر پر اٹھ بیٹھے۔ دراصل شی
 اس نیوز ریڈر کی زبان سے بول رہی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب پہلی
 بار شی نے امریکا میں اپنی موجودگی کا اعلان کیا تھا اور ارضی دنیا
 کے کسی ایسے علاقے میں آباد ہونے کا عزم ظاہر کیا تھا۔
 وہ دونوں توجہ سے سن رہے تھے۔ انہوں نے خیال خزانہ کی
 پرواز کی لیکن سوچ کی لہریں واپس آئیں۔ شی تارے نے کہا "وہ یوگا
 کی ماہر ہے۔"
 پارس نے کہا "وہ یوگا کی ماہر نہیں ہے۔ اس کے سرے برہن
 گاڑ دیکھا ہوا ہے۔ سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں پھنچے سے پہلے
 ہی برہن گاڑ دے کر اکر واپس آگئی ہیں۔ اس نے پرانی سوچ کی
 لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔"
 "خلا سے یہ کون سی نئی مخلوق آگئی ہے بلکہ مصیبت آگئی ہے؟
 یہ میں پہلی بار سن رہی ہوں کہ خلا کے کسی زون میں صرف عورتیں
 ہی پیدا ہوتی ہیں۔"
 پارس نے کہا "تم آنے والوں کو مصیبت کہہ رہی ہو لیکن مرد

حضرات کے لیے وہ راحت ہوں گی۔ پتا نہیں کیسی ہوں گی محکمہ
 کی چیز ہوں گی۔"
 "پہلے مرد تمہی ہو جو اسے راحت دے جاؤ۔ سمجھ رہے ہو۔ تمہیں
 شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے؟"
 "تم مجھے شرم دلاؤ گی یا نئی مصیبت پر تیار نہ خیال کرو گی۔"
 "میں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کیسی بلا
 ہیں۔"
 "معلوم کرتے ہیں۔"
 "کہاں چلیں، کیسے معلوم کریں؟"
 "معتدل سے سوچ، ہم سے زیادہ امریکی حکام ان بلاؤں کی تر
 سے فکر مند ہوں گے اور اس مخلوق کے بارے میں معلومات حاصل
 کر رہے ہوں گے۔ ہم ان حکام اور فوجی افسران کے داخلہ
 رہیں گے تو ضرور ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہو گا۔"
 وہ دونوں خیال خزانہ کے ذریعے مختلف امریکی اکابرین کے
 دماغوں میں جانے لگے۔ اس طرح اس دنیا میں پچھلے جہان
 حکام اور فوجی افسران موجود تھے۔ وہاں شی نے نمودار ہو کر اپنی
 قوت کا مظاہرہ کیا۔ کتنے ہی اکابرین کے دماغوں میں زلزلے پرا
 کیے۔ کچھ بے ہوش ہوئے، کچھ زخمی ہوئے۔ کھانے پینے کی چیزیں
 برباد ہو گئیں۔ وہاں مزید پانچ عورتیں نمودار ہوئی تھیں۔ ان سب
 کے پاس تازہ بنانے والی کوئیاں اور فلائنگ کیمپول تھے اور
 سب ٹیلی ویژن جانتی تھیں۔ وہاں جو امریکی ٹیلی ویژن جانتے والے
 تھے، وہ ان کے سامنے اس لیے بے بس ہو گئے تھے کہ ان کے سر
 سے لگے ہوئے برہن گاڑنے انہیں پرانی سوچ کی لہروں سے
 بچا رکھا تھا۔ ان پر حملے بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ چشم زدن میں
 تازہ ہو جاتی تھیں۔
 انہوں نے پندرہ بیس منٹ کے اندر عملی طور پر یہ ثابت کر
 دیا کہ وہ اس دنیا کے لوگوں کی طرح غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہیں
 اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ لیزر گن جیسے جدید ہتھیاروں سے لیس
 ہیں۔
 شی تارے نے کہا "یہ پہلی خلائی مخلوق ہے جو ٹیلی ویژن جانتی
 ہے۔ اس طرح یہ عورتیں ملکی مخلوق سے زیادہ باصلاحیت اور
 طاقتور ہیں اور ہمارے لیے زیادہ پریشانی کا سبب بننے والی ہیں۔"
 "تم ملکی فوج کی طرف سے اندیشوں میں مبتلا نہیں کہ وہ
 پھر کہاں آسکتے ہیں۔ اب انہی بلاؤں کے متعلق کیا خیال ہے؟"
 "میں ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ یہ بلائیں بھی بھارت کا
 کر سکتی ہیں۔ ہمیں پہلے سے حفاظتی تدبیر کرنی چاہیے۔"
 پارس نے جواب میں "دا، خاموش رہا۔ اس نے آنکھیں
 کھلی تھیں اور آگے کی طرف یوں جھٹکا جابا تھا جیسے جلد
 جابا ہو۔
 شی تارے نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر خطاب

"پارس! یہ کیا کر رہے ہو؟"
 وہ عجیبے کی صورت میں جھک گیا تھا، جواب میں دے رہا
 تھا۔ وہ اسے سمجھو ڈکرو گی "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"
 "ہاں؟ اس نے چونک کر سر اٹھایا پھر بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھتے
 ہوئے بڑبڑانے لگا۔ "میں کہاں ہوں؟ یہ۔۔۔ یہ تو دی جگہ ہے
 گزرے تھے ہم جہاں ہے۔ خدا نہ کرے کہ میں جہاں سے گزر
 جاؤں۔ گزریں میرے دشمن لیکن یہ وہی تاج محل ہو گا کاسوت
 ہے۔"
 اس نے خطاب کیا "پارس!"
 اس نے چونک کر سر اٹھا کر شی تارا کو دیکھا پھر بستر پر ڈرا دور
 ہو کر بولا "کون ہو تم؟ یہاں کب آئیں، کیسے آئیں؟"
 "کیا ہو گیا ہے؟ تمہیں؟ میں شی تارا ہوں۔"
 "شی تارا! اگروہ تو رات کیا نہ بچے آنے والی تھی۔"
 "رات کیا نہ بچے؟" شی تارے نے پوچھا پھر بولی "تم تین دن
 پہلے کی باتیں کر رہے ہو۔ میں تین دن پہلے یہاں دھوے کے مطابق
 کیا نہ بچے آئی تھی۔"
 "میں تمہاری نہیں، شی تارا کی بات کر رہا ہوں۔"
 "میں ہی تمہاری شی تارا ہوں۔"
 پھر اسے خیال آیا کہ اس نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے
 اپنے چہرے پر تبدیلی کی تھی۔ ابھی پارس کے سامنے اپنی اصل
 شکل و صورت میں ہے۔ پارس پر تو نئی عمل کرنے سے پہلے اس کی
 شکل دیکھ اور خود اسے ادراپ وہی شکل دیکھنا تھا۔
 وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ اس
 کی سوچ کہہ رہی تھی "اللہ ہو۔ اللہ ہو۔ یا اللہ! میں معافی چاہتا
 ہوں۔ پتا نہیں میں کن اندجروں میں بھگ رہا تھا؟ کچھ بچہ یاد آ رہا
 ہے۔ اندھیرا تاریکی تاریکی تھی اور ایک چڑیل میری عزت لوٹ
 رہی تھی۔"
 وہ چڑ کر بولی "یہ کیا نکواس ہے، کیوں الٹی سیدھی باتیں سوچ
 رہے ہو؟"
 وہ بولا "چھ تو تم ٹیلی ویژن جانتی ہو۔ ابھی میرے خیالات
 پڑھ رہی تھیں۔"
 "پلےز مجھے بچاؤ۔ میں تمہاری شی تارا ہوں۔ یہ میرا اصلی
 لاپ ہے۔ یہ میرا پیدائشی چہرہ ہے۔"
 وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا "سچ کہہ رہی ہو؟"
 "ہاں، سچ کہہ رہی ہوں۔ ہماری شادی ہو چکی ہے۔"
 وہ خوش ہو کر بولا "ہماری شادی ہو چکی ہے؟ یعنی کہ تم میری
 دلہن ہو؟" میرے کچھ سے لگ جاؤ۔"
 اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے سمجھایا۔ اسے دونوں بازوؤں میں بھر
 کر بولا "یہ چہرے میں بخوایا؟ پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔"
 "چھوڑو مجھے۔"

"کیوں چھوڑو؟ ابھی تو تم نے کہا تھا شادی ہو چکی ہے۔"
 "ہاں مگر تم ابھی اللہ کو یاد کر رہے تھے۔"
 "آئندہ یو کی کے ساتھ بستر پر یو کی کوئی یاد کرتا رہوں گا۔"
 "پہلے یہ بتاؤ، تم ہندو ہو یا نہیں؟"
 "میں ہندو سے جانتی ہو کہ میں پیدائشی مسلمان ہوں۔"
 "لیکن میں نے تمہیں ہندو بنایا تھا۔ مندر میں ہماری شادی
 ہوئی تھی۔"
 "کیا تم نے مجھ پر تو نئی عمل کیا تھا؟"
 "ہاں۔ کیا تم میرے معمول اور باندھن نہیں ہو؟"
 "میں! یعنی کہ پارس۔ یعنی کہ فرما علی چھ کا بیٹا اور تمہارا
 تاجدار؟ کیا تمہیں لگتا ہے؟"
 وہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے اور سونے لگی پھر اس سے ڈرا دور
 ہو کر بولی "معلوم ہوتا ہے، تم پر روحانی عمل ہو چکا ہے اور میرے
 تو نئی عمل کا اثر داخل ہو چکا ہے۔"
 "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے مجھ پر تو نئی عمل کیوں کیا؟
 اس عمل کے نتیجے میں تھیں تو دن تک تم نے مجھے اپنا پسر کر رکھا؟"
 "پار نہیں، اپنا پتی بنایا تھا۔"
 "جو پتی چاروں کی چاندنی کی طرح ہوتا ہے، وہ یار کلاتا
 ہے۔"
 "کیا تم میرے پتی بن کر نہیں رو گے؟"
 "ضرور رہوں گا لیکن تم میری شریک حیات نہیں رہنا
 چاہو گی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارا پتی دیوبن کر رہوں اور
 تم میری تارا بنکر بن کر رہا کرو؟"
 "ہرگز نہیں، وہ بیڑے سے اتر کر دور کھڑی ہو گئی "تم مسلمان
 ہو۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"
 "لانا چور کو تو مال کو ڈالنے تم نے دھوکے سے مجھ پر تو نئی
 عمل کیا۔ میری مرضی کے خلاف مجھے ہندو بنایا۔ یہ عقل نہیں آتی
 کہ میرے چاروں طرف ٹیلی ویژن کا جال بچھا رہا ہے اور اس جال
 کے اندر روحانی ٹیلی ویژن کی کارفرمائی بھی رہتی ہے۔"
 "میں کچھ نہیں جانتی تھی، میں تمہیں محبت کا واسطہ دیتی ہوں۔ تم
 میرے دھرم میں رہو۔"
 "محبت میں دھوکا نہیں دیا جاتا اور تم نے صرف محبت دھوکے
 سے نہیں کی، دھوکے سے مذہب بھی بدل دیا۔ تم نے جو غلطیاں کی
 ہیں، انہیں تسلیم کرو۔ اب ہمارے لیے یہ بہتر ہے کہ ہم نئے سرے
 سے ازدواجی زندگی گزاریں۔ تم اپنے دھرم میں رہو، میں اپنے
 دھرم پر قائم رہوں گا۔"
 "میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ تم۔۔۔ تم۔۔۔
 وہ غصے میں بولنے لگی تھی۔ اچانک یاد آیا کہ وہ اب معمول
 اور تاجدار نہیں رہا پھر بے بسی سے بولی "تم مجھے کیوں نہیں، میں
 نے تمہیں اپنا مرد مان کر اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کر دیا۔ میں

اپنا آپ بارے کے بعد جیتے جیتے تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی اور تم نے ساتھ چھوڑا تو تمہیں لے مروں گی۔
 "مقدر میں دونوں کی تاریخ وفات ایک ہی ہوگی تو بخوشی تم سے پہلے میں تمہیں لے ڈروں گا ورنہ موت سے پہلے تم میری زندگی کا تماشا دیکھتے رہ جاؤ گی۔"

"اتنی جھٹ کے بعد میں ابھی طرح سمجھ ہی ہوں کہ تم میرا ساتھ چھوڑو گے۔"

"اتنی جھٹ کے بعد بھی وہی بات کر رہی ہو۔ خود میرا ساتھ چھوڑنے کے لیے غرے کر رہی ہو کہ میں مسلمان ہوں۔

لیکن تمہاری جوانی کے حلف نامے پر ایک مسلمان کے دھخا ہو چکے ہیں۔ اس دھخا کو مرتے دم تک نہیں مٹا سکی۔"

اس نے پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر سانس روک لی۔ "تم نے اتنے بوجھا "سانس کیوں روک لی؟ مجھے آئے۔"

"جب دور دورہ گفتگو ہو رہی ہے تو میرے دماغ میں کیوں آنا چاہتی ہو؟ کیا زلزلہ پیدا کر دگی؟"

"روحانی ٹیلی ویژن کے ذریعے دن رات تمہاری حفاظت میں کی جاتی ہوگی۔ میں چاہتی ہوں پھر ایک بار تمہارے دماغ کو کنٹرول بناؤں اور یہ میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ تم نے دماغ تک پہنچنے کا راستہ بند کر دیا ہے لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو بلا چکی ہوں۔ وہ ان لحاظ میں میرا موجود ہیں۔"

"اچھا سمجھ گیا" یہ جو میرا موجود ہیں ناہیدہ ہیں۔ میرے پاس ناہیدہ بنانے والی ایک بھی گولی نہیں ہے۔ تین دن پہلے جس طرح تمہارے ناہیدہ ماتحتوں نے اچانک میرے پیچھے نمودار ہو کر حملے کیے تھے اس وقت بھی یہی کریں گے۔"

"خوب سمجھ رہے ہو۔ یہاں سے نہ فرار ہو سکو گے نہ خود کو زخمی ہونے سے بچا سکو گے۔ اگر زخمی نہیں ہونا چاہتے تو مجھے اپنے دماغ میں آئے۔"

وہ بات ختم کرتے ہی چی چی پڑی۔ پیچھے سے اس کی گردن پر ایک زبردست ہاتھ پڑا۔ اس کے منہ سے گولی نکل کر فرش پر گر پڑی۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت اور ایک جوان نمودار ہوئے۔ ایسے وقت شی تارا کے ماتحت بھی نمودار ہوئے۔ وہ پارس پر حملہ کرنا چاہتے تھے لیکن پتا چلا کہ ان کے آس پاس بھی درجنوں افراد موجود ہیں۔ انہوں نے شی تارا کے ماتحتوں کو گن پر انٹری پر رکھ لیا تھا۔

جو پارس پر حملہ کرنے آئے تھے، وہ دم دم ہر کشتی تارا کے آئندہ حکم کا انتظار کرنے لگے۔ ایک عورت نے شی تارا کے لباس کی تلاش کی کہ ناہیدہ بنانے والی گولیاں اور خلائی کیپسولوں کی ڈنڈا نکال لے۔ پارس نے اس کے ماتحتوں سے کہا "تمہاری دیوی ہماری گرفت میں ہے۔ اب ناہیدہ بن کر فرار نہیں ہو سکتی گی۔ اگر اپنی دیوی کی سلامتی چاہتے ہو تو اپنے منہ میں رکھی ہوئی گولیاں تھوک

دو۔
 انہوں نے بے بسی سے اسے دیکھا اس نے کہا "پارس! آج تک میری ایسی توہین نہیں ہوئی۔ آج تک کسی نے مجھے اس طرح بے دست دبا نہیں بنایا۔ میں تمہاری عزت ہوں اور تم اپنی ہی بے عزتی کر رہے ہو۔"

"تم نے تین دن پہلے میرے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ اپنے ماتحتوں کے ذریعے مجھ پر حملہ کرایا، مجھے زخمی کیا پھر مجھے معمول اور تابعدار بنایا۔ کیا اس وقت تم میری توہین نہیں کر رہی تھیں؟ تم نے تین دن پہلے جو بولا تھا وہ کات رہی ہو۔"

وہ غصے اور بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے کہا "وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے جیالوں کو گولیاں تھوکنے کا حکم دو ورنہ انہیں یہاں قتل کیا جائے گا۔ اگر یہ ناہیدہ بن جائیں گے تو ہمیں انہیں جیل میں جلا کر دیا جائے گا پھر تمہارا نازک بدن انہیں کا قتل نہیں ہو سکے گا۔"

اس نے مجبور ہو کر ماتحتوں کو حکم دیا۔ انہوں نے گولیاں فرش پر تھوک دیں۔ ان کے لباسوں کی تلاش لی گئی پھر انہیں ہوٹوں سے باہر جانے کا حکم دیا گیا۔ وہ سر تھکا کر چلے گئے۔

پارس نے گولیوں اور کیپسولوں کی ڈنڈا لے لی۔ ایک گولی اپنے منہ میں رکھی پھر اپنے لوگوں سے کہا "شکریہ! اب تم لوگ جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو خیال خوانی کے ذریعے کال کروں گا۔"

وہ سب ناہیدہ ہو گئے۔ وہاں سے چلے گئے۔ شی تارا سوت کے اس کمرے میں تھا پارس کے سامنے کھڑی رہ گئی۔ اس نے کہا "تم اپنے مزید حکومت کرنے کے خواب دیکھتی رہو گی۔ اپنی تمام صلاحیتیں اور تمام قوتیں آزماتی رہو گی لیکن مرد پھر مرد ہے۔ اسے زہر اثر رکھنے کی حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔"

"تم نے میرے ماتحتوں کو نقصان نہیں پہنچایا۔ انہیں صرف بھاگنے پر مجبور کیا۔ میری گولیاں اور کیپسول ہمیں لیے۔ میرے فرار ہونے کے راستے بند کر دیے۔ فی الحال میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ تاہم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"وہی سلوک کروں گا جو تم مجھ سے کرنا چاہتی تھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم میرے دماغ کو کنٹرول کر مجھے دوبارہ اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھیں۔ اب اپنے دماغ کے دواڑے کھول دو۔ میں تمہیں اپنی معمول اور تابعدار بناؤں گا۔"

"نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آئے دوں گی۔"

پارس نے فضا میں ہاتھ بلند کر کے چلک بجا دی۔ اس کے ساتھ ہی شی تارا کے منہ سے ایک کراہ نکلی۔ ایک شخص نے اس کے پیچھے نمودار ہو کر اس کی گردن میں ایک سوئی پیوست کی پھر ناہیدہ ہو گیا۔

وہ اچانک کنوڑی محسوس کرنے لگی۔ بڑی مشکل سے دو قدم چل کر گر پڑی۔ گہری گہری سانس لیتی ہوئی پارس کو یوں دیکھنے لگی جیسے کہ وہ کسی ہو کہ اسے تابعدار نہ بنایا جائے۔
 خود سوں کے ساتھ جیسے کرتا ہے، ویسا ہی ایک دن اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ کنوڑی کے باعث سو گئی۔ پارس اس پر غریبی عمل کرنے لگا۔



شاشا اور اس کے پانچ حواری شی ٹی اور اس کی پانچ ماتحت جینا میں ایک پرے سے شاہانہ طرز کے بنگلے میں رہائش پذیر تھے۔ ان کی رہائش کا طریقہ یہ تھا کہ شاشا اپنی محبوبہ شی ٹی کے ساتھ اس بنگلے میں نظر آتا تھا۔ باقی پانچ حواری اور پانچ ماتحت جینا میں باہر رہتے تھے۔ اس بنگلے کے باہر کوئی انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بنگلے کے اندر دواڑے بند کرنے کے بعد وہ سب نمودار ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ وہاں جتنے ملازم تھے وہ سب معمول اور تابعدار تھے۔ احکامات کی تعمیل کے لئے بنگلے کے باہر آتے تھے پھر باہر چلے جاتے تھے۔ جب تک انہیں دوبارہ نہ بلایا جاتا وہ دواڑے کے قریب بھی نہیں آتے تھے۔

اس وقت شاشا اور شی ٹی اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ ڈرائیگ میں بیٹھ کانی بی بی تھے اور موجودہ حالات پر بحث کر رہے تھے۔ انہیں امریکی حکام نے اطمینان دلایا تھا کہ باہر گھنٹوں کے اندر ان کے لیے ایک بحریزن علاقہ مخصوص کر دیں گے۔ ان کی ناکالی کی صورت میں وہ مجھ سے رابطہ کرنے والے تھے۔ میں نے بھی ان کی ایک الگ ریاست قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

امریکی حکام نے باہر گھنٹے کا جو وقت لیا تھا اس میں سے نو گھنٹے ان کے لیے چھوڑ دیے تھے۔ شی ٹی نے کہا "وقت ضائع ہو رہا ہے۔ کسی اعلیٰ مقام سے پوچھا جائے کہ وہ ہمارے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔"

شاشا نے کہا "وہ لوگ ہم سے خوف زدہ ہیں۔ اپنے ملک میں ان کا نام قائم رکھنے کے لیے وہ ضرور ہمارے لیے کچھ کر رہے ہوں گے۔"

"وہ اس مصلحت سے فائدہ اٹھا کر ہمارے خلاف بھی کچھ کر سکتے ہیں۔"

امریکی فوجی اور سراغ رساں اسی کوشش میں تھے کہ اس علاقے کے اہم افراد کا سراغ لگایا جائے اور کسی طرح ان کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچا جائے۔

پارے فشریں سراغ رساں انہیں تلاش کر رہے تھے۔ ان میں امریکی ٹیلی ویژن جاننے والے ایسے دو جوان تھے جن کی قوت سماعت اور بصارت غیر معمولی تھیں۔ جن دنوں پاشا امریکا میں قید تھے ان دنوں ٹرانس ڈارمر مشین سے پاشا کے ساتھ ان دنوں کو گزارا کیا تھا۔ تیسری بار پاشا کے ساتھ اس مشین سے گزرتے

والی ملی ڈونٹا تھی۔
 وہ بھی ایک لاکر کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی پوری توجہ سے شاشا اور شی ٹی کی گفتگو سن رہی تھی۔ وہ آوازیں پہلے اسے دور سے سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے ڈرا نیور سے کہا تھا "گڈائی کو دوائیں سمٹ موڑ کر آہستہ آہستہ ڈرا نیور کر دو۔"

ڈرا نیور نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ جب دوائیں سمٹ کارگھر کار ڈرا نیور لگے لگا اور آگے بڑھنے لگا تب پتا چلا کہ وہ آوازوں کے ذرا دور قریب پہنچتی جا رہی ہے۔ وہ غیر معمولی سماعت کے ذریعے سن رہی تھی۔ شاشا کہہ رہا تھا "ہاں" یہ زمین والے مصلحت سے فائدہ اٹھا کر ہمارے خلاف بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ویسے ہم نے جس طرح دھوکا دیا تھا کہ اس کے لیے ہمیں تلاش نہیں کر سکتے گا ورنہ ہی ہمارے اس خفیہ بنگلے کو دیکھ کر یہ سمجھ سکے گا کہ ہم یہاں اطمینان سے رہتے ہیں۔"

اس دوران ملی ڈونٹا نے اس کی باتوں سے اندازہ لگا لیا جیسے کوئی شاشا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکی فوج کا ایک ایجنٹر شاشا سے کہہ رہا تھا "ایک ضروری بات ہے۔ بائیس سانس نہ روکنے کا نہ برن گاؤں لگے گا۔"

"تم شی ٹی کے دماغ میں آکے بات کرو۔"

وہ شی ٹی کی زبان میں بولا۔ "ہم نے آپ کی رہائش کے لیے خوب صورت علاقہ دیکھا ہے۔ آپ ایک گھنٹے بعد ہمارے ساتھ وہاں چلیں گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلیم کریں گے کہ وہ واقعی خوب صورت علاقہ ہے۔"

"دنیا کے کس حصے میں وہ علاقہ ہے؟"

"میں تو ہم نے وہ علاقہ دیکھے ہیں لیکن آپ دونوں علاقوں میں جانے کی زحمت نہیں کریں گے۔"

"میں ضرور جائیں گے۔ یہ بتائیں کہاں جانا ہے؟"

دونوں سراغ رساں جوان اپنی اپنی موٹر سائیکل پر تھے اور غیر معمولی سماعت کے ذریعے شاشا اور ایجنٹر کی گفتگو سن رہے تھے اور ان کی آوازوں کی سمت کا تعین کرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

ایجنٹر شاشا سے کہہ رہا تھا۔ "ان میں سے ایک علاقہ لیبیا میں ہے۔ یہ ملک لیبیا افریقہ کے شمالی ساحل پر ہے اور بہت سی سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔"

شاشا نے کہا "ہم نے دنیا کے نقشے میں یہ ملک دیکھا ہے۔ ہمیں سمندر کا ساحلی علاقہ پسند ہے لیکن یہ افریقہ اور یورپ کے کئی ممالک کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ آس پاس کے ممالک ہم سے خوف زدہ رہیں گے اور ہمارے خلاف محاذ بناتے رہیں گے۔ ہم بیک وقت کئی ممالک سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔"

گھنٹی بات نہیں۔ دوسرا علاقہ بھی ہے۔ فرانس کے شہر پیرس کے مضافات میں کئی گلو میٹر دور تک پھیلا ہوا ایک ادارہ ہے۔

اسے بابا صاحب کا اداہم کہتے ہیں۔ اس ادارے میں دنیا کی جدید ترین طبی اور سائنسی لیبارٹری ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق آج کل وہاں نایادہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول تیار ہو رہے ہیں۔

شاشا نے کہا ”بس تو پھر ہمارے لیے یہ جگہ بہتر ہے۔ ہمیں فوری طور پر ایسی ہی جدید لیبارٹری کی ضرورت ہے۔ کیا وہاں قبضہ بنانے کے لیے ادارے کے گاؤں سے جگ لینی ہوگی؟“

”جنگ لازمی ہے۔ اگر کھل کر نہ ہو تو بہتر ہے۔ وہاں بہت سی نامور ہستیاں ہیں جو نہایت ہی ذہین اور حاضر دم ہیں۔ انہیں آپ کی موجودگی کا علم ہو گا تو وہ آپ کو اس ادارے میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔“

”ہم نایادہ بن کر جائیں گے۔ پہلے وہاں کے تمام اہم افراد کو ایسی حکمت عملی سے قتل کریں گے کہ انہیں ہماری موجودگی کا شبہ نہیں ہوگا۔ ہمیں وہاں کے اہم افراد کے نام اور ان کی شناخت بتائیں۔“

”وہاں دینی پیشوا کا نام علی اسد اللہ حمزوی ہے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے حجرے میں رہتے ہیں اور عبادت میں مصروف رہا کرتے ہیں۔ دوسرا اہم شخص فراد علی تیور ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق وہ حجرے کے قریب ایک گواڑ میں رہتا ہے۔ وہ قد آور اور پٹائی جسم کا حامل ہے۔ عمر سیدہ ہے لیکن جوانوں کی طرح سیزن آن کرچتا ہے۔ اس ادارے میں پہنچنے کے بعد ہم صحیح طرح اس کی نشاندہی کریں گے۔“

”تیسری اہم ہستی کون ہے؟“

”اس کا نام سونیا ہے۔ وہ آج کل روس کے شرماسکو یا مینسکی ریاست میں رہتی ہے۔ ادارے کے اہم افراد کو قتل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ ٹھیک ایسے ہی وقت سونیا کو بھی ہلاک کیا جائے ورنہ وہ قاتلوں کی ٹوسو گھسی ہوئی آپ لوگوں کی ... شرک تک پہنچ جائے گی۔“

”اگر صرف تین اہم افراد ہیں تو انہیں ہلاک کسے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہماری دوزہن اور حاضر دم ایجنسی فائٹروس جاسین گی۔ اگر سونیا نایادہ نہیں رہے گی تو ہماری دوزہن فائٹروس نایادہ بننے کا موقع نہیں دیں گی۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسے گولی مار دیں گی۔“

”ان کے علاوہ پارس اور علی تیور ہیں۔ یہ ابھی فی الوقت ادارے سے باہر ہیں۔ ان سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ اس ادارے میں اور بھی ایسے ذہین اور خطرناک افراد ہیں جن کی نشاندہی ہم وہاں پہنچ کر کریں گے۔“

”ہم آپ سے کہاں ملیں گے؟“

”ہم ایک گھنٹے بعد میاں سے روانہ ہوں گے اور فلائنگ کیپول کے ذریعے پیرس میں ایٹلن ٹاور کے پاس آپ سے

ملاقات کریں گے۔“

ملی ڈونا کی کار اس پتیلے کے سامنے پہنچ گئی۔ کشمکش کی آواز اب بہت قریب سے آ رہی تھی۔ یہ پورا ٹیمین ہو رہا تھا کہ اسے اس پتیلے کے اندر سے آ رہی ہیں۔ وہ ڈونا تیور سے بولی ”یہ کار سے دور لے جائے۔ میں ضرورت کے وقت بلاؤں گی۔“

اس نے کار سے باہر آکر دروازہ بند کیا۔ اس نے ہاتھ دھو کر اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ چند منٹ میں نایادہ ہو گئی۔ اس سے چل گئی۔

وہ دو سراخ رساں اس پتیلے کے پیچھے سے موٹر سائیکل پر کھڑے ہوئے گزرتے پھر آگے جا کر اپنی گاڑیاں ایک جگہ پارک کر دیں۔ وہاں سے پیدل اس پتیلے کے پیچھے حصے کی طرف گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا ”جیس! ہم دونوں مسلسل آواز سن رہے ہیں۔ میرا خیال ہے ہم صحیح جگہ پہنچ گئے ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”جیرالڈ! ہم میں سے کوئی ایک ہوتا تو دھوکا کھا جاتا لیکن ہم دونوں ایک ہی آواز سن رہے ہیں اور یہ صحیح سمت کا تعین کر چکے ہیں۔ ابھی چند منٹوں میں شاید ہم گوشت پوست کے جسموں کے ساتھ دیکھ سکیں۔“

”بے شک وہ چار دیواری کے اندر نایادہ نہیں ہوں گے لیکن اب ہمیں نایادہ بن جانا چاہیے۔“

ان دونوں نے دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھا پھر اپنے اچانک نایادہ ہو گئے۔ احاطے کی دیوار کو پھلانگ کر پتیلے کے دروازے کی طرف جانے لگے۔ چند سہلخ افراد نظر آ رہے تھے پتیلے کے چاروں طرف ٹھل رہے تھے لیکن ان کی نظریں جیس جیرالڈ کو نہیں دیکھ رہی تھیں۔

دروازے اندر سے بند تھے۔ وہ دونوں دوشندان کے ریلز اندر جانا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت کال بیل کی آواز سنائی۔ ایک سہلخ گاؤں سے دروازے کے قریب آکر جب سے چالی کا اس چالی سے دروازہ کھول کر اندر جانے لگا۔ اس کے ساتھ دونوں بھی آگئے۔

ایک بہت بڑے ہال نما ڈرائنگ روم میں چھ مرد اور عورتیں تھیں۔ یعنی شاشا اپنے پانچ ماتحت اور شی شی اپنی ماتحت حسیناؤں کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ وہ سہلخ گاؤں کے قریب آکر آفینشن ہو گئے۔ شی شی نے کہا۔ ”اور ایک بار کال لے آؤ۔ یہ کپ وغیرہ میاں سے اٹھاؤ۔“

وہ تمام برتن ایک بڑی سی ٹرے میں رکھ کر وہاں سے کمرے لے آیا۔ وہ دونوں اس کے ساتھ تھے۔ اس نے چوٹھا سہلخ کشمکش میں پانی چلے پھر دھوا پھر دوسری طرف جا کر پانی لایا۔

ایسے ہی وقت وہ دونوں نمودار ہو گئے۔ ایک نے چپ کیپول کیپول نما ڈیبا نکالی۔ اسے کھولا۔ پھر اس میں سے نما

سلف کشمکش میں ڈال دیا۔ ملی ڈونا وہاں موجود تھی۔ ان دونوں کو نمودار ہوئے۔ کشمکش میں پھٹنے والے اور دوبارہ نایادہ ہوتے دیکھ رہی تھی پھر مل میں بولی ”شکر ہے۔ پہلے میں نمودار نہیں ہوئی ورنہ وہ دونوں مجھے دیکھ لیتے۔ میری لاعلمی میں وہ مجھے بھی نقصان پہنچا سکتے تھے۔“

کالی تیار ہو گئی۔ اس نے ایک چھوٹی سی ٹرائی میں باہر پالیاں چنی، دودھ گرم پلاس اور کافی سے ہماری ہوئی کشمکش پر اس ڈالی کو ڈرائنگ روم میں ان سب کے درمیان لے آیا۔ ایک حینہ ان کے لیے الگ الگ کپ میں کالی انڈیلنے لگی۔ ان کی ضرورت کے مطابق کافی میں چینی، دودھ اور کرم ڈالنے لگی۔ وہ کافی کے کپ کو نہ لگاتے سے پہلے اپنے من میں یہ رکھی ہوئی کولی نکال نکال کر سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ رہے تھے۔

اگلا ایک منٹ پراسنہ خیزی تھا۔ نامعلوم خلائی زون کی اہم ہستیاں بیک وقت نایادہ ہونے والی تھیں۔ ملی ڈونا، جیس اور جیرالڈ بڑی توجہ سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ایک نے پانی ہونٹوں سے لگا کر چسکی لیں پھر منہ تیار کر لیا۔ ”عجب سا ذائقہ ہے۔“

دوسرے نے کہا ”ہاں ذائقہ مختلف ہے۔“

تیسرے نے بھی تائید کی۔ اس طرح کھینچنے کی غرض سے سب نے ایک ایک گھونٹ چا۔ کافی میں جو زہر لگایا گیا تھا، وہ زہر اثر تھا۔ اس کافی کا ایک ہی گھونٹ کافی تھا۔ وہ سب اچانک ہی بدحواس ہو کر اپنی اپنی کولی کی طرف یوں ہاتھ بڑھانے لگے، جیسے نایادہ بن کر موت سے چھپ جائیں گے۔

جیس اور جیرالڈ کو اندر لے ہو کر زہر نے اثر نہ کیا تو وہ نایادہ بن کر رو پڑے۔ وہاں جیس کے پھر بھی ہاتھ نہیں آئیں گے۔ دونوں نے فوراً ہی نمودار ہو کر اپنی اپنی من سینٹر ٹیبل پر رکھی ہوئی گولیوں کی طرف جو بھی ہاتھ بڑھا رہا تھا، اسے گولیوں سے چھلنی کرنے لگے۔

وہ زہر سے اور گولیوں سے مرنے لگے۔ چند سینکڑوں صوفوں پر اور فرش پر لاشیں نظر آنے لگیں۔ فائنگ کے وقت ملی ڈونا وہاں موجود نہیں تھی۔ اس نے شاشا اور شی شی کو وہاں غیر حاضر پایا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جیس اور جیرالڈ نے بھی ان کی غیر حاضری کا نوٹس لیا ہوگا۔ ایسے میں وہ فائنگ کر کے غیر حاضر رہنے والوں کو خطرے سے آگاہ نہیں کریں گے۔

ملی ڈونا ان غیر حاضر رہنے والوں کو تلاش کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں گئی۔ پتا چلا شاشا اور شی شی ایک بیڈ روم میں ہیں۔ اس نے بیڈ روم میں جانا مناسب نہیں سمجھا۔ اسی وقت فائنگ کی آوازیں گونجنے لگیں۔ شاشا اور شی شی خود ہی پریشان ہو کر بیڈ روم سے باہر آئے پھر خطرہ محسوس کرتے ہی نایادہ ہو گئے۔

انہوں نے ڈرائنگ روم میں آکر دیکھا۔ ان کے دس ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور وہ آوی گئی لے کھڑے

تھے۔ شاشا اور شی شی نے انہیں غصے اور نفرت سے دیکھا پھر ان کے پیچھے جا کر نمودار ہو گئے۔ جیس اور جیرالڈ نے بھی نادانی کی تھی کہ وہاں باہر میں سے دو افراد کی کمی بردھیاں نہیں رہا تھا۔ اس خوش فہمی میں تھے کہ انہوں نے تمام اہم افراد کو مار ڈالا ہے۔

ان کی نادانی سے دو چھ گئے تھے، وہ ان کے پیچھے موت بن کر پہنچ گئے۔ جیس اور جیرالڈ لاشوں پر جھک کر ان کے لباس کے اندر سے گولیوں اور کیپولوں کی ڈیبا نکال رہے تھے۔ شاشا اور شی شی نے اپنی ٹیمیں سیدھی کیں پھر دوسرے ہی لمحے میں انہیں گولیوں سے چھلنی کر دیا۔

ملی ڈونا نہیں چاہتی تھی شاشا اور شی شی نظریں سے اوچھل ہو جائیں۔ وہ ان کے قریب آئی پھر شاشا کے جسم میں سائی۔

شی شی نے کہا ”کیا ہم نے انہیں ہلاک کرنے میں جلدی نہیں کی؟ ہمیں معلوم کرنا چاہیے تھا کہ یہ دونوں دشمن کون ہیں؟“

”یہ اسی ملک کے ہوں گے۔ ہم انہیں زخمی کر کے سوالات کرتے تو یہ جواب میں گولیاں نکل کر نایادہ ہو جاتے۔ اب یہاں سے نکل چلو۔ یہ جگہ خفیہ نہیں رہی۔“

وہ اپنے مرہ ساتھیوں اور دشمنوں کے لباس سے گولیاں اور کیپول حاصل کرنے لگے۔ ان سب کے سامان میں بھی سیکڑوں گولیاں اور کیپول تھے۔ انہوں نے ان سب کو ایک بڑے پلاسٹک کے بج میں رکھا پھر وہاں سے نایادہ ہو کر باہر آ گئے۔

باہر سہلخ گاؤں خاموش کھڑے پتیلے کے بند دروازے کو دیکھ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اتنی زبردست فائنگ کے بعد شاید انہیں اندر بلایا جائے گا لیکن انہوں نے کال بیل کی آواز نہیں سنی۔ صرف اس دروازے کو خود بخود کھلتے دیکھا۔ اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا۔

وہ نایادہ ہو کر جا رہے تھے اور ان میں سے ایک کے اندر ملی ڈونا سائی ہوئی تھی۔ احاطے کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ پولیس کی دو گاڑیاں احاطے میں داخل ہو رہی تھیں۔ وہ قانون کے محافظ فائنگ کی وجوہات معلوم کرنے آئے تھے۔

وہ دونوں احاطے سے باہر آکر ایک طرف چلے گئے پھر ایک دیوار کے پیچھے سے گزرتے ہوئے نمودار ہو گئے۔ انہیں خلائی مخلوق کی حیثیت سے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ ویسے بھی شی شی اسی ارضی دنیا کی رہنے والی تھی۔ شاشا نے اسے اپنی معمول بنا کر خلائی زون سے اس کا رشتہ جوڑ دیا تھا اور شاشا بھی اسی ارضی دنیا کا باشندہ دکھائی دیتا تھا۔ پلاسٹک سرجری کے نتیجے میں اب بندر نظر نہیں آتا تھا۔

وہ ایک ٹیمیں میں بیٹھ کر اس شرکے ایک دور افتادہ علاقے میں آئے۔ وہاں ایک مکان مقرر تھا۔ شاشا نے کہا ”میں اس مکان کو کئی دنوں سے ویران اور غیر آباد دیکھ رہا ہوں۔ یہاں ہم محفوظ رہیں گے۔“

دودانہ منتقل ہوا اور وہ دوشندان کے راستے اندر آگئے وہاں آرام و آسائش اور ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ شاشا نے وہاں اطمینان سے بیٹھ کر خیال خوانی کی۔ ہجر کے خیالات پر بسے۔ وہ ہجر چند اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان سب کو یہ اطلاع مل گئی تھی کہ خلائی زون کا شاشا اور شی فی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مارے گئے ہیں۔

یہ اطلاع جیسے نے خیال خوانی کے ذریعے اپنی موت سے پہلے دی تھی اور انہیں اس ہنگامے کا پتا بھی بتایا تھا۔ فوج کے ایک سراغ رسالے نے ان لاشوں کے درمیان جیس اور جیرالڈ کی بھی لاشیں دیکھیں۔ یہی بات سمجھ میں آئی کہ وہ دونوں مقابلے کے دوران مارے گئے ہیں۔

امریکی اکابرین خوش تھے۔ دو سراغ رسالوں کی قربانی کے نتیجے میں ان کا ملک کسی نامعلوم خلائی زون کی مخلوق سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ وہ اکابرین خوش ہو کر بول رہے تھے شاشا نے وہاں بیٹھے ہوئے ایک افسر کی زبان سے کہا ”تم سب کو زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ ہم بڑی حد تک کامیابی حاصل کرنے کے بعد کسی حد تک ناکام ہو چکے ہو۔“

تمام اکابرین اسے غور سے دیکھ رہے تھے پھر ایک نے پوچھا ”تم کون ہو؟“

”میری آواز تم سب پہچان رہے ہو مگر تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے کہ شاشا بول رہا ہے۔“

پھر انہیں شی فی کی آواز سنائی دی ”میری آواز بھی پہچانو۔ کیا یہ بتانا ضروری ہے کہ میں شی فی ہوں۔“

سب ہی کو چپ سی لگ گئی۔ وہ ایک دوسرے کو کھتے لگے خاموش نظروں سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہو گیا؟ وہ جیتی ہوئی بادی کیسے بارگئے؟ خلائی مخلوق کے سربراہ شاشا اور شی فی زندہ کیسے رہ گئے؟

شی فی نے کہا ”تم لوگ بہت ہی مکار اور کہینے ہو۔ دوست بن کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے والے تھے۔ دوستی کا فریب دے کر ہمارے جان ٹائڈ کو مار ڈالا۔ اب تمہارا کیا ہے گا؟“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”اب توجہ ہونا ہے، وہ ضرور ہوگا۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ انتہائی کارروائی سے دونوں کو نقصان پہنچے گا۔“

”اب ہمیں نقصان کی پروا نہیں ہے۔ ہم چند روز تک اپنے ساتھیوں کا سوگ منائیں گے پھر اینٹ کا جواب پتھر سے دیں آئیں گے۔ فی الحال ہم جارہے ہیں۔“

شاشا دفاعی طور پر حاضر ہو گیا۔ شی فی سے کہنے لگا ”ہمارے ساتھیوں کی موت سے میری کرفٹ مٹی ہے۔ ہماری ٹیم میں باصلاحیت افراد نہیں رہے۔ ہمارے شہر حسین عورتیں ہماری آواز کار ہیں۔ وہ لکیر کی فقیر ہیں۔ جتنا عرصہ رہا جاتا ہے، اتنا ہی کرتی ہیں۔ اپنی عقل سے کوئی کام نہیں کرتی ہیں۔“

وہ بولی ”ہمیں پھر سے ایک مضبوط ٹیم بنانے میں کچھ وقت کی گام بہتری ہے، ہم کچھ عرصے تک دوپوش رہیں۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“

وہ دونوں سمجھے ہوئے انداز میں بستر پر لیٹ گئے۔ رات کو کھانے کے لیے اس مکان سے باہر نکلے۔ قریب ہی ایک رستوران میں کھانے گئے۔ وہاں ملی ڈونٹا سے موقع پا کر ان کے کھانے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملا دی۔ ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ انہیں بھی زبردست کر مار ڈالتی۔ اس طرح اپنے ملک امریکا کی آخری دشمنوں سے بھی نجات ملا دیتی لیکن ملی ڈونٹا ان کی ٹیلی ویژن کی صلاحیتوں سے قانداغ اٹھاتا چاہتی تھی۔

جب وہ دونوں کھانے کے بعد اس مکان کے اندر آئے تو کسی قدر کمزور ہو گئے تھے۔ بیڈ روم میں آتے ہی بستر پر گر پڑے۔ آنکھیں بند کرنے سے پہلے اپنے اپنے منہ سے کوئی نکل کر سہارے رکھ لی۔ خودی دیر بعد وہ کمزور نیند میں ڈوب گئے۔ ملی ڈونٹا نے ان کے سروں سے برتن گاڑ دیا اور پھر شاشا کے خوابیدہ دماغ میں ہجرت خرابی عمل کرنے لگی۔



میں نے کمزوری دیکھی۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ شاشا نے امریکی اکابرین کو بارہا جھٹکوں کی سلسلت دی تھی اور کہا تھا کہ ان کی ریاست قائم کرنے کے لیے کوئی معقول علاقہ انہیں نہ دیا گیا تو وہ سیرے قنادوں سے امریکا کے شمالی علاقے میں اپنی ریاست قائم کریں گے۔ میں نے ٹھیک ایک بجے خیال خوانی کی پرواز کی اور شاشا کے دماغ میں پہنچا چاہا لیکن خیال خوانی کی لہریں بھٹ گئیں۔ شاشا کا دماغ نہیں ملا۔ یا تو وہ مر چکا تھا یا خودی عمل کے ذریعے اس کی آواز اور لہجے کو بدل دیا گیا تھا۔ جب تک مجھے اس کی نئی آواز اور لہجہ سنائی نہ دے، میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا یا پھر اس کے سر سے لگا ہوا برتن گاڑ میرا راستہ روک رہا ہوگا۔

میں نے امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے خیالات پر بسے۔ ہا چلا کہ انہوں نے اس خلائی زون کی کئی اہم جہتوں کو فٹا کر دیا ہے۔ صرف شاشا اور شی فی ہی بچ گئے ہیں اور انہوں نے پہنچ کر دیکھا کہ چند دنوں کے بعد امریکا پر عذاب بن کر نازل ہوں گے۔

اس اعلیٰ افسر کے خیالات پر بسے کہ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شاشا اور اس کی نادیہ فوج کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے والے تھے۔ میں نے اس افسر سے کہا ”تم لوگ ماں کے پیٹ سے فٹ کھا کر آئے ہو کہ جب تک دنیا میں رہو گے، مسلمانوں سے دشمنی کرتے رہو گے۔ تم نے ہی خلائی مخلوق کو بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس میں تمہیں کامیابی نہیں ہوئی لیکن ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ امریکا کے شمالی حصے میں ایک نئی ریاست قائم کریں گے۔“

وہ پشیمان ہو کر بولا ”شاشا ابھی چند روز تک سوگ منائے

گئے۔“

اس کی کمر توڑی ہے، وہ اب اپنی ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ نہیں کرے گا پھر آپ اس ملک کے شمالی حصے میں کس کے لیے ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں؟“

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ منجی ماسٹر اپنی آدمی فوج دوسری جی ملات میں رکھے گا۔“

”نہیں۔ ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ وہ تمام بندر اپنی ایک ہی ریاست میں آرام سے ہیں۔ آپ انہیں ہمارے ملک میں بھی لانا چاہتے ہیں۔ اس طرح تمام بندروں کو ساری دنیا میں پھیلا دیا جائے۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔“

میں نے ہمارے شمالی علاقے میں ہزاروں مکانات، اسکول، اسپتال، پارکس، ٹیلی اور سائنسی لیبارٹری کے لیے قبیلہ سامان پہنچا شروع ہو جائے گا۔ تمہاری طرف سے وہاں رکاوٹیں پیدا کی جائیں گی تو ہم دانشمنین میں دہشت گردی اور خراب کاری کریں گے۔“

”یہاں آپ سمجھتے ہیں، ہم ایسی ہی دہشت گردی اسلامی ملکوں میں نہیں کر سکیں گے۔“

”وہ تو بیش سے کرتے آ رہے ہو۔ آئندہ بھی کرو گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پہلے مسلمانوں کی طرف سے ہمارے ملک میں جہاد کا رویہ کبھی نہیں ہوئی، اب ہوگی۔ جب ہمارے شہروں میں بد امنی پھیلنے لگے تو ایسے چھپنے لگتے ہو جیسے قیامت آگئی ہو۔ اب واقعی دانشمنین میں قیامت آئے گی۔“

وہ فوج کے دوسرے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ حکام سے رابطے کرنے لگا اور انہیں میرے عزائم بتانے لگا۔ وہ سب سمجھ رہے تھے کہ وہ نئی ریاست کے قیام میں رکاوٹیں پیدا کریں گے تو میں اس ملک کے بڑے بڑے شہروں میں تباہی پھیلاؤں گا۔ وہ کسی بھی حکمت عملی سے مجھے روک نہیں سکیں گے۔ یوں ان کے ملک میں تباہی پھیلے گی۔ میرا کچھ نہیں بولے گا اور ان کے سروں پر ایک نئی ریاست قائم ہو جائے گی۔

انہوں نے جناب حمزوی سے رابطہ کیا۔ ان سے التجا کی۔ ”جناب! یہ فریاد علی تیمور کا جارحانہ عزم ہے۔ وہ ہمارے ملک کے ایک حصے پر قبضہ چاہتا ہے اور وہاں ایک خلائی مخلوق کو آباد کرنا چاہتا ہے۔“

”فریاد ایسا کیوں کر رہا ہے؟“

”جناب! یہ خلائی مخلوق کو دوست بنانے کے لیے آیا کر رہا ہے۔“

”اور تم لوگ خلائی مخلوق کو دوست بنانے کے لیے انہیں اسلامی ملکوں کا راستہ بتاتے رہتے ہو۔“

”ہم انکار نہیں کریں گے۔ ہم ایسی غلطیاں کرتے رہے ہیں۔ آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ کسی خلائی مخلوق کو اسلامی ممالک میں پہنچانے والی دشمنی نہیں کریں گے۔“

”غلا سے پہلے منجی مخلوق آئی اب یہ عورتوں کی فوج آئی۔ آئندہ کسی اور مخلوق کے آنے کی توقع نہیں ہے اس لیے تم آئندہ دشمنی نہ کرنے کا وعدہ کر رہے ہو۔“

”آپ یقین کریں، ہم سچے دل سے وعدہ کر رہے ہیں۔ خلائی مخلوق آئندہ باہر آئے، تب بھی ہم مسلمانوں سے دشمنی نہیں کریں گے۔“

”اگر کوئی دشمن مخلوق ہمارے ادارے میں آئے گی تو اس کا الزام تمہارے سر ہوگا کیونکہ تم لوگوں نے شاشا کو سبزاغ دکھائے ہیں۔ اسے ہمارے ادارے سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔“

”ہم نے شاشا کو بہت کمزور بنادیا ہے۔ وہ بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔“

”اور اگر بابا صاحب کے ادارے میں آئے گی جرأت کرے گا تو فریاد سزا دینے کے لیے ہمارے ملک میں ایک نئی ریاست قائم کرے گا۔“

”ہمیں ایسی سزا منظور ہوگی۔ پلیز آپ ابھی فریاد کو اس کے عزائم سے باز رکھیں۔“

جناب حمزوی نے مجھے مخاطب کیا ”میں ذرا ڈھیل دو۔ اگرچہ ان کی ٹیمز می ڈیم کبھی سیدھی نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود انہیں سیدھا ہونے کا ایک موقع دو۔ جلد ہی ان کی اصلیت سامنے آجائے گی۔“

میں نے امریکی اکابرین سے کہا ”میں فی الحال تم لوگوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا لیکن یہ وارننگ یاد رکھنا کہ کسی بھی خلائی مخلوق نے کسی بھی اسلامی ملک میں قدم رکھا تو اس کی سزا ہمیں ملے گی۔ ہمارے ملک کا ایک شمالی علاقہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اگر ایسا نہیں چاہتے تو تمام اسلامی ممالک کی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ کبھی کسی دشمن کو ان ممالک میں داخل نہ ہونے دو۔ اسی میں ہمارے ملک کی بھی سلامتی ہے۔“

یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ پہلے انہیں شاشا اور اس کی لہجہ آری سے نجات ملی پھر جناب حمزوی نے انہیں مجھ سے نجات دلائی۔ میں نے بھی ان کے پاس زیادہ وقت ضائع نہیں کیا کیونکہ علی، ساتھ انہوں نے دونوں بھائیوں کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں آیا تھا۔ میں نے اپنی ہونے والی ہوا کا پیار سے استقبال کیا۔ اس کی پیشانی پر چہرہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی۔ جناب حمزوی نے ساتھ ”کامی اور جی کو اپنے حجرے میں بلایا۔ وہ تینوں اس حجرے میں ختم ہو گئے۔ باقی باہر کھڑے رہے۔“

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ باہر آئے۔ تینوں میں بھائی خوش تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس ادارے میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کریں گے۔ پہلے ساتھ کا خیال تھا کہ وہ علی سے دور نہیں رہ سکے گی۔ جناب حمزوی کے سامنے پہنچنے ہی اس کے خیالات بدل گئے۔ وہ علی

سے بولی "میں یہاں تربیت حاصل کروں گی۔ تم بہت باکمال ہو۔ مجھے تمہارے شاہانِ شان بننے کے لیے یہاں محنت کرنی چاہیے تاکہ تم مجھے شریکِ حیات بنا کر فخر کر سکو۔"

علی نے کہا "تم بہت اچھی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ پوری لگن اور توجہ سے تربیت حاصل کرو گی اور میں ضرور تم پر فخر کروں گا۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر جانے لگا۔ اس وقت ایک نہایت حسین اور نوجوان لڑکی آئی۔ اس نے علی کو سلام کیا پھر کہا "آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں سفیدہ عرفِ نبوی ہوں۔ آپ نے مجھے نہیں دیکھا۔ صرف خیالِ خدائی کے ذریعے میری حالتِ زار سے آگاہ ہوئے۔ پھر میرے ابا کے ساتھ لاہور سے یہاں ٹرنگ کے لیے بھیج دیا۔"

علی نے کہا "چھو تو تم وہی نبی ہو۔ کراچی سے لاہور تک ٹرین میں سفر کرنے کے دوران میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ صرف تمہارے حالات معلوم کیے تھے۔ خدا کا شکر ہے تم یہاں خوش نظر آ رہی ہو۔"

"میں بیان نہیں کر سکتی کہ کتنی خوش ہوں۔ میں نے یہاں ٹیلی ویزیو کا علم حاصل کیا ہے اور ایسی ایسی تربیت حاصل کر رہی ہوں جس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ میری کچھ میں نہیں آتا۔ میں کس طرح آپ کا شکر ادا کروں۔"

"جب تم اس ادارے سے باہر جا کر ہماری طرح کارنامے انجام دو گی تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ میں نے اس ادارے کے لیے تمہارا صحیح انتخاب کیا تھا۔ تم اپنے کارناموں کے ذریعے میرا شکر ادا کر سکو گی۔"

وہ ان سب سے رخصت ہو کر پھر آ گیا۔ وہاں جمیل کے کنارے اس کا ایک کالج تھا۔ وہ کالج میں آکر آرام کرنے اور سوچنے لگا کہ کچھ عرصے پہلے دیوبند نے فرانس کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ بے شمار فرانسیسی جوانوں کو ٹیلی ویزیو بھی سکھائی تھی اور حکومتِ فرانس کو بیا صاحب کے ادارے کے خلاف بھڑکانا رہی تھی۔

اس سلسلے میں دیوبند شہر آ کر کچھ حاصل نہیں کر سکی۔ اس کی ایک ڈی تمام فرانسیسی معمول اور تابعدار جوانوں کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔ لیکن دیوبند کو کبھی اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ فرانس جیسے بڑے ملک سے خاطر خواہ فائدے اٹھا سکے۔

علی نے کالج میں آکر آرام کرنے کے دورانِ پارس سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا "دیوبند سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟" "میں ایک بھائی کو تعلقات کے بارے میں کیسے بتاؤں۔ مجھے شرم آتی ہے۔"

"یعنی شرمندہ ہو رہا نہیں ہے؟"

"شرمندہ ہونے اور حیا سے شرمانے کے فرق کو سمجھو۔"

"یعنی تم حیا والے ہو اور اپنی بے حیائی پر شرم رہے ہو؟"

"میں باقاعدہ دیوبند کے ساتھ ہوں۔ بے حیائی کے ساتھ نہیں ہوں۔"

"تمہاری محترمہ نے کچھ عرصے پہلے فرانس کے کئی اکابرین کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا دیوبند اب بھی ان فرانسیسی تابعداروں پر حکومت کر رہی ہے؟"

"میں دیوبند کے داغ پر حکومت کر رہا ہوں۔ ایک مدت کے بعد اونٹنی پہاڑ کے نیچے آئی تو میں نے تو بڑی محنت کے ذریعے اسے دبوچ لیا ہے۔ اب وہ ایک گھوڑی کی طرح ہے۔ میرے پاؤں واقعی ہے اور سرائلش کرتی ہے۔ خدا سب کو ایسی خدمت گزار دیوبند دے دیو آئیں۔"

"وہ بے چاری اسی خوف سے شادی نہیں کرتی تھی۔ آخر تم نے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنایا لیا۔"

"میں کسی پر جبر نہیں کرتا۔ دیوبند شہر آ کر جبر معمول اور تابعدار نہ بناتا لیکن اس نے مجبور کر لیا۔ اس نے مجھے غلام بنانے کی حماقت کی اور مجھے یہ سمجھا دیا کہ میں نے اس کی گھوڑی کو اپنے گھٹنے میں نہ رکھا تو وہ آئندہ مجھے بھی پھرتے کرتا رہے گی اور تابعدار بنانے کی ناکام کوشش کرتی رہے گی۔"

"تم دونوں کہاں ہو؟"

"میں تمہیں شہر آ کر کے داغ میں پہنچا رہا ہوں، معلوم کر لو کہ ہم کہاں ہیں؟ یہ بھی معلوم کر سکتے ہو کہ فرانسیسی اکابرین کے داغوں پر اس کی عکسائی ہے یا تم ہو چکی ہے۔"

"علی پارس کے داغ میں تھا۔ پارس شہر آ کر کے اندر آیا۔ وہ کالج کی کھڑکی کے پاس بیٹھی جمیل کا نظارہ کر رہی تھی۔ علی نے چونک کر کہا "ارے! تم دونوں جیس میں ہو اور میرے ساتھ والے کالج میں ہو یہاں کب آئے؟"

"شہر آ کر آئے پھر پارس! یہ میرے اندر کون بول رہا ہے؟"

"میرا بھائی علی تیور ہے۔"

"ہائے شہر آ کر! تمہارے پاس آکر خوش ہو رہی ہے۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ ساری دنیا میں دیوبند کھلانے والی کے داغ میں بھی پہنچ سکوں گا۔"

"میرے داغ میں پہلی بار میرا مرد آیا۔ کوئی دوسرا آنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تم پارس کے ذریعے آئے ہو۔ اس لیے ہواشت کر رہی ہوں۔"

"تم پہلے پارس کو بھی ہواشت نہیں کرتی تھیں۔"

"پہلے کی بات اور ہے۔ اب میں پارس کی دھرم بتی ہوں۔ میں اپنے سوا کسی خوشی میں خوش ہوں۔"

"کیا فرانس کے اکابرین اور ٹیلی ویزیو جاننے والے اب بھی تمہارے تابعدار ہیں؟"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔"

پارس نے کہا "میں حکم دیتا ہوں، علی کے سوالوں کے جواب

"وہ بولی "ہاں، فرانس کے اکابرین اور ٹیلی ویزیو جاننے والے اب بھی میرے ذریعے ہیں۔"

"تمہارے عرصے سے فرانس میں کیا کر رہی ہو؟"

"میں یہاں نہیں آئی۔ مصروفیات کے باعث یہاں کے تابعداروں پر توجہ نہ دے سکی لیکن میری ڈی دن نے اب تک انہیں غلام بنا رکھا ہے۔"

"اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"جو میرے سوا چاہیں گے وہی کروں گی۔"

پارس نے کہا "میں چاہتا ہوں، تم اپنی ڈی دن اور دوسرے ٹیلی ویزیو جاننے والوں کے اندر جاتی رہو۔ ہم تمہارے ذریعے ان سب کے داغوں میں پہنچ رہے ہیں۔"

اس نے پارس کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے خیالِ خدائی کے ذریعے ڈی دن کے اندر پہنچا گیا لیکن اس نے سانس روک لی۔

شہر آ کر کچھ سوچ کر اس نے واپس آ گیا۔

پارس نے کہا "تمہاری ڈی دن تمہارے اثر سے نکل چکی ہے۔" اسی وقت ڈی کی آواز سنائی دی "میلو دیوبند جی! یہ میں کیا کر رہی ہوں؟ آپ کے داغ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا لیکن میں پہنچ گئی ہوں اور مجھ سے بھی پہلے کوئی دوسرا بھی پہنچا ہوا ہے۔"

"ابھی میں تمہارے پاس آئی تھی۔ تم نے سانس کیوں روک لی؟"

"آپ کچھ سکتی ہیں جو تو بڑی محنت کر رہی ہیں۔ مجھ پر کیا کیا تھا اس کی مدت ختم ہو چکی تھی۔ آپ نے دوبارہ محنت نہیں کیا؟ میں آزاد ہو گئی۔"

"میں حکم دیتی ہوں مجھے اپنے داغ میں آنے دو۔"

"اپنا حکم رہے۔ فرانس میں بیٹیس ایسے ٹیلی ویزیو جاننے والے جوان ہیں جو میرے ذریعے اثر رہتے ہیں۔ آپ ہم میں سے کسی کے اندر نہیں آ سکیں گی۔"

"اس کا مطلب ہے، تم نے میرے خلاف حماز بنایا ہے؟"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ صرف آزادی حاصل کی ہے اور بیٹیس ٹیلی ویزیو جاننے والوں کی ایک ٹیم بنائی ہے۔"

"ایک ٹیم یا تنظیم بنانا اور اس کا سربراہ بن کر رہنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ ٹیلی ویزیو کی دنیا میں بڑے زبردست لوگ ہیں۔ ان میں سے کوئی تمہیں ٹرپ کر لے گا۔"

"گوئی مجھے اس وقت ٹرپ کرے گا کہ جب میں اسے چیلنج کروں گی۔ آج پہلے میرے داغ میں آنا چاہتی تھیں اس لیے اتنی دیر باتیں ہو گئیں۔ میں جلدی اپنا دل و لہجہ بدل لوں گی تو آپ کی سوچ کی لوں کو میرا داغ نہیں لے گا۔ آئندہ میں کسی سے نہ رابطہ کروں گی اور نہ کسی کے مقابلے میں آؤں گی۔ گناہ مرہ کریش و فشرٹ کی زندگی گزار رہی ہوں گی۔ یہ آپ سے آخری ملاقات تھی، میں جاری ہوں۔"

"میںم! اس دیوبند کے اندر پارس موجود تھا۔ اس لیے دیوبند نے پہلے محسوس نہیں کیا پھر جبر محسوس کیا تو مجھے اپنے اندر سے نہیں نکالا۔ میں اپنی باتیں پوری کرنے کے بعد خود ہی چلی گئی۔"

"ہائے! پارس دیوبند کے اندر ہے۔ میں جاؤں گی اس کی آواز سنوں گی۔ اس کے بھائی علی کو اسلام آباد کے ایک اسپتال میں دیکھ

وہ چلی گئی۔ شہر آ کر کے قبضے سے بیٹیس ٹیلی ویزیو جاننے والے نوجوان نکل چکے تھے۔ بہت بڑا نقصان تھا۔ وہ ماہوس ہو کر سوچ رہی تھی کہ اپنی ڈی دن کو کس طرح دوبارہ اپنی گرفت میں لے سکے گی؟"

پارس نے کہا "اسے آزاد رہنے دو۔ آزادی اس کا حق ہے۔ اسے دوبارہ کیوں تابعدار بناؤ گی۔ کیوں دوسروں کو اپنا محتاج اور تابعدار بنا کر حکومت کرنا چاہتی ہو؟"

"میں اس دنیا میں حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ تم میرا ساتھ دو گے تو میرا ایک بار امریکا اور اسرائیل پر چھا جاؤں گی۔ اس دنیا کے نصف سے زیادہ ٹیلی ویزیو جاننے والوں کے داغوں پر حکومت کرنے لگوں گی۔ پھر میرا ساتھ دو۔"

"میں کیوں ساتھ دوں۔ آرام سے زندگی گزار رہا ہوں۔ آرام اور اطمینان چھوڑ کر کیوں پریشانیوں میں لوں؟"

"وہ ڈی دن اور اس کے بیٹیس مانت بیا صاحب کے ادارے کے قریب اسی شہر میں رہتے ہیں۔ وہ سب اس ادارے کے دشمن ہیں۔ کیا تم ان دشمنوں کو مطلوب نہیں کر سکتے؟"

"فرانس کے ٹیلی ویزیو جاننے والے اور دوسرے اکابرین پہلے بیا صاحب کے ادارے کے دشمن نہیں تھے۔ تم نے انہیں مسلمانوں کے اس ادارے کے خلاف بھڑکانا تھا۔ اب تم مجھے ان کے خلاف بھڑکاری ہو۔"

"پہلے میں غلطی پر تھی۔ اب صحیح راستے پر چل رہی ہوں۔ بیا صاحب کے ادارے کی بھلائی چاہتی ہوں۔"

"خدا تمہیں بھلائی کی توفیق دے۔ میرے ساتھ بھی بھلائی کرو۔ مجھے آرام کرنے دو۔ تم اپنے طور پر جو کرنا چاہو، اس میں مجھے نہ ٹھہرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں پھر ڈی دن کے داغ میں جانے کی کوشش کروں گی۔ ہو سکتا ہے، اس بار کامیابی سے اس کے خیالات پڑھ سکوں اور اسے پھر سے اپنے ذریعہ لٹا سکوں۔"

اس نے خیالِ خدائی کی پرواز کی۔ پھر ایک منٹ کے اندر ہی واپس آکر بولی "پارس! مجھے اس کے اندر جگہ مل گئی ہے۔ وہاں مجھ سے پہلے ہی ایک عورت پہنچی ہوئی ہے۔ فوراً میرے ساتھ آؤ۔"

پارس نے شہر آ کر کے ساتھ اس کی ڈی دن کے اندر آکر سنا، ایک نسوانی آواز کہہ رہی تھی "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تمہیں دیوبند کے داغ میں جگہ مل گئی تھی اور اس نے تمہیں اپنے اندر گھنٹہ کرنے کا موقع دیا تھا۔"

"میںم! اس دیوبند کے اندر پارس موجود تھا۔ اس لیے دیوبند نے پہلے محسوس نہیں کیا پھر جبر محسوس کیا تو مجھے اپنے اندر سے نہیں نکالا۔ میں اپنی باتیں پوری کرنے کے بعد خود ہی چلی گئی۔"

"ہائے! پارس دیوبند کے اندر ہے۔ میں جاؤں گی اس کی آواز سنوں گی۔ اس کے بھائی علی کو اسلام آباد کے ایک اسپتال میں دیکھ

چکی ہوں۔ کسی طرح پاس کو بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔“
 ”لیکن آپ خیال خرابی کے ذریعے صرف اس کی آواز سنیں
 گی، دیکھ نہیں سکیں گی۔“
 ”پہلے آواز تو سن لیں پھر اسے دیکھنے کا راستہ بھی نکال لیں
 گی۔“

”دو چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے اب میرے دلدار جاؤ۔“

شی تارا سے پہلے ڈی دن اور میڈم چلی گئیں۔ اب یہ شخص سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں لاوش رستوران پاس کو ٹرپ کرنے یا کم از کم اسے دیکھنے ضرور آئیں گی۔ شی تارا نے پوچھا: ”کیا واقعی تم بابا صاحب کے واسطے کسی کام سے جا رہے ہو؟“

پارس نے کہا: ”میں ان دونوں کو ٹرپ کرنے والا ہوں۔ انہوں نے میرے چور خیالات سے یہ معلوم کیا ہے کہ میں رستوران میں لوسی نام کی حینہ سے ملے جا رہا ہوں۔“

”یہ لوسی کون ہے؟“

”تم ہو۔ ڈی دن کے علاوہ کسی نے بھی تمہارا یہ چہرہ نہیں ہے۔ وہ اور اس کی میڈم تمہیں لوسی سمجھیں گی۔“

”میں بہت دیر سے سوچ رہی ہوں، یہ میڈم کون ہے؟“

”ڈی دن کے انداز سے پتا چلتا ہے کہ وہ میڈم کی آبادی پر حال تم فوراً لباس تبدیل کرو۔ یہ ساڑی اتار دو، جینز اور مین کرٹس پہنو، بنو اور لاوش رستوران جاؤ۔ میں دس یا پندرہ گھنٹے بعد وہاں پہنچوں گا۔“

وہ لباس تبدیل کرنے لگی۔ پارس نے سوچا: ”میڈم کہہ تھی کہ اس نے علی کو اسلام آباد کے اسپتال میں دیکھا تھا پھر سے جانتا ہو گا۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے علی کے پاس آکر بولا: ”ابھی میں ڈی دن کے دارغ میں جا کر ایک نسوانی آواز سنی۔ ڈی دن اب میڈم کہہ کر مخاطب کر رہی تھی اور وہ میڈم کہہ رہی تھی کہ اس شخصیں اسلام آباد کے ایک اسپتال میں دیکھا ہے، گلیا تم اسے جاؤ ہو؟“

علی نے کہا: ”اسپتال کے کمرے میں صرف سائہ، نرس یا ڈاکٹر آتی تھی۔ وہ تینوں ٹیلی فنیٹس نہیں جانتی ہیں۔ جبکہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ڈی دن کے اندر تھی۔“

پھر وہ چونک کر بولا: ”او۔ ایس! ایک حسین لڑکی، دھن بہ دھن تھی۔ بڑی تیز طرار تھی۔ ناپیدہ بن جاتی تھی۔ اس کا خیال میں ڈی دن اور زور ہوں۔ وہ مجھ پر غریبی عمل کرے گی۔ کام ہو کر ملے گی۔“

پارس نے کہا: ”جو تمہارے مقابلے پر آئے کی جرات کر رہے ہو، تمہاری اور بلا جت ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے کون کو اپنی معولہ اور ناپیدہ ایسا رکھا ہے۔“

”اب تم یقیناً اپنی نفرت کے مطابق اس لڑکی کا جہنم معلوم کرنے کی کوشش کرو گے۔“

”میں نے ایسا چکر لایا ہے کہ ڈی دن کے ساتھ لا

رستوران میں ابھی آئے گی۔“
پارس نے اسے بتایا کہ شی آرا وہاں نویں کن کر جا رہی ہے اور وہ نویں کن کر وہاں پہنچے گا، علی نے کہا ”کیونکہ میڈم غلط کر رہی تھی کہ اس نے اپنا پتلا منجھے دکھا ہے۔“
”ابھی تم کہہ رہے تھے کہ وہ اپنا پتلا منجھے دکھا رہی تھی۔“
”ہاں، مگر اس نے بتایا تھا کہ وہ اصلی میڈم نہیں ہے بلکہ میڈم کی ڈی ہے اور دیوی شی آرا کی طرح کبھی کسی کے سامنے نہیں آتی ہے۔“
”اس کا مطلب ہے، رستوران میں اصلی میڈم نہیں آئے گی۔ کوئی بات نہیں اس کی ڈی کے ذریعے مسموم کیا جائے گا کہ وہ آتاہ وہاں ہونے والی میڈم کس قسم کی بلا ہے؟ پھر یہ کہ شی آرا۔۔۔“
”وہ بلا اپنی ڈی کو اسے قابو میں کرنا چاہتی ہے۔“
شی آرا ایک لمحے بعد لاوش رستوران میں پہنچی مگر ایک کیمین میں آگئی۔ اسے کیمین کے باہر دو ایک میز پر دو حسین عورتیں نظر آئی تھیں۔ وہ دونوں اپنی جگہ بیٹھی اسے دیکھ رہی تھیں۔
پھر پارس وہاں آگیا۔ وہ دو حسینائیں وہاں سے اٹھ کر اس کیمین کے قریب آ کر ایک میز کے اطراف بیٹھ نکلیں۔ ڈی نے ان کا ”ہمیں یہاں سے ان کی باتیں سنائی نہیں دیں گی۔ آپ کہہ کر کیا چاہتی ہیں؟“
وہ بولی ”میں غیر معمولی سماعت اور بصارت کی حامل ہوں۔ یہاں سے ان کی باتیں سن رہی ہوں۔ ذرا خاموش رہو، مجھے سننے۔۔۔“



شی تارا اور پارس خوش فہمی میں رہ کر دھوکا کھا گئے۔ ان کا خیال تھا ملی ڈونا اور ڈی دن لادوش رستوران میں پارس کو دیکھنے آئیں گی اور یہ تصدیق ہونے کے بعد کہ وہ پارس ہے، ملی ڈونا اسے نہپ کرے گی۔

پارس کی اصلیت معلوم کرنا آسان نہ ہوتا۔ اس کے لیے ذرا وقت لگتا۔ رستوران میں پارس کی موجودگی کی تصدیق کرنے میں ضرور کچھ دیر لگتی۔ لیکن شی تارا اور پارس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ملی ڈونا غیر معمولی سماعت و بصارت کی حامل ہے۔ وہ دروغ بینی پارس کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس گفتگو سے یہ پتا چلا کہ اصل پارس اور دیوی شی تارا کبیں میں ہیں اور وہ دونوں اسے نہپ کرے آئے ہیں۔

اس سے پہلے کہ پارس ان دونوں کی موجودگی سے واقف ہوتا، وہ دونوں سایہ بن گئیں۔ ڈی دن سایہ بن کر دیوی شی تارا کے اندر سما گئی اور ملی ڈونا پارس کے جسم کے اندر پہنچ گئی۔

پارس کے ساتھ پہلی بار ایسا ہوا۔ اس نے ملی ڈونا کو پھانسنے کے لیے جال پھینکا تھا، خود اس جال میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

شی تارا نے اس سے کہا تھا ”اس رستوران میں میں نے دو عورتوں کو دیکھا ہے۔ شاید وہی ڈی دن اور اس کی میزبم ہوں گی۔“

ان دونوں عورتوں کو دیکھنے کے لیے وہ دونوں سایہ بن کر کبیں سے باہر آئے۔ رستوران میں دور تک دیکھنے لگے۔ وہ دو عورتیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ پارس نے شی تارا کے دماغ میں آکر کہا ”وہ دونوں نہیں ہیں۔“

وہ بولی ”میں نے ابھی انہیں یہاں دیکھا تھا۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں کوئی خطوہ محسوس کر کے تادیبہ بن گئی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ یہاں موجود ہیں اور اب ہمیں نظر نہیں آئیں گی۔“

”یہ تو ہمارے لیے خطوہ بن گئی ہیں۔ ہمیں بھی اسی طرح تادیبہ رہنا چاہیے۔ خیال خواتنی کے ذریعے گفتگو کرنا چاہیے۔“

پارس سوچ میں پڑ گیا۔ اب اس کے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ وہ دو دبائیں شاید کوئی چال چل چکی ہیں۔ اسی لیے ان کی طرف سے مستقل خاموشی ہے۔

ان دونوں کے سلسلے میں یہ معلوم تھا کہ ملی ڈونا زیادہ طاقتور اور زیادہ صلاحیتوں کی مالک ہے اور ڈی دن اس کی تابعدار ہے۔ اگر وہ خیال خواتنی کی پرواز کرے گا تو ملی ڈونا سانس روک لے گی۔ ڈی دن بھی اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو نہیں آنے دیتی تھی لیکن ملی ڈونا اس کے اندر جاتی تھی۔ ایسے وقت پارس بھی اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

اس نے خیال خواتنی کی پرواز کی۔ ڈی دن کے اندر پہنچا مگر اس نے فوراً سانس روک لی۔ اس نے پارس کو محسوس کر لیا تھا۔ دوسری بار پارس نے ملی ڈونا کی آواز اور لہجہ اختیار کیا پھر اس

کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ ڈی دن اپنے اندر ملی ڈونا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ اس لیے اب وہ پارس کو بھی محسوس نہیں کر رہی تھی۔

اس کے چور خیالات سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ سایہ بن کر شی تارا کے اندر سمائی ہوئی ہے اور ملی ڈونا نے سایہ بن کر پارس کے اندر جگہ بنا لی ہے۔

پارس کو تشویش میں مبتلا ہونا چاہیے تھا۔ ملی ڈونا اس کے اندر وہ گراے طرح طرح سے نقصان پہنچا سکتی تھی۔ وہ جہاں جاتا اور مصروف رہتا، وہ اس کی مصروفیات اور اس کے راز معلوم کر سکتی تھی۔

وہ ملی ڈونا کو اپنے اندر سے جڑا نہیں نکال سکتا تھا۔ کسی حکمت عملی سے ہی اس سے نجات حاصل کی جاسکتی تھی۔ شی تارا نے اس کے اندر آکر کہا ”پارس! ابھی میرے اندر کوئی آنا چاہتا تھا۔ میں نے سانس روک لی۔ شاید وہ تمہارے اندر آئے گا۔“

”تم ابھی موجود ہو۔ اس لیے میں آنے والے یا آنے والی کو محسوس نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے، تم چل جاؤ۔“

وہ جیسے ہی ملی ڈونا نے پرائی سوچ کو محسوس کیا پھر کہا ”تم جو کوئی بھی ہو، یہ سن لو کہ میں بھی تمہارے دماغوں میں آسکتا ہوں۔“

میں سب سے پہلے ملی ڈونا اور ڈی دن کے اندر آنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

اس کے اندر آنے والی فوراً چلی گئی۔ پارس سوچ میں پڑ گیا کہ ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ اگر وہ شی تارا کو بتاتا کہ

اس کے اندر ڈی دن سمائی ہوئی ہے تو یہ بات ملی ڈونا اور ڈی دن کو معلوم ہو سکتی تھی اور وہ یہ سمجھ سکتی تھیں کہ پارس کو بھی اپنے اندر ملی ڈونا کی موجودگی کا علم ہو گیا ہے اور پارس یہ نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے طریقہ کار کے مطابق ملی ڈونا کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا کہ وہ انجان ہے اور ملی ڈونا کی موجودگی سے بے خبر ہے۔

معاوضہ بری طرح الجھ گیا تھا۔ اس نے شی تارا سے کہا ”تم گلیچ میں واپس جاؤ۔ میں بعد میں آ جاؤں گا۔“

”تم یہاں رکنا چاہتے ہو؟“

”میں یہاں سے دوسری جگہ جاؤں گا۔ اب یہ نہ پوچھنا کہ میں جاؤں گا؟ اور کیوں جاؤں گا۔ ان دونوں کو تلاش کرنے کے لیے ہمیں ایک دوسرے سے الگ رہنا چاہیے تاکہ وہ ہمیں ایک ساتھ نہپ نہ کر سکیں۔“

”ہاں اس طرح ہم نہپ کیے جاسکتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا چاہیے۔ مگر رات کو ڈنر سے پہلے آ جانا۔ میں کھانے پر انتظار کروں گی۔“

وہ جس کام میں رستوران آئی تھی اس میں واپس چلی گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ جدائی کیوں ہو جائے گی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ خیال خواتنی کے ذریعے پارس سے رابطہ رکھے گی۔

اور پارس چاہتا تھا، وہ خیال خواتنی کے ذریعے بھی رابطہ نہ رکھے تاکہ ملی ڈونا جو چال چلتا جانتی ہے، جلد سے جلد ملے اور وہ اس کا ڈنر کر سکے۔

اس نے کانچ میں آکر اپنے لیے کافی تیار کی۔ دو منٹ کے لیے باغ دوں میں گئی۔ پھر کچن سے کافی کی پیالی لے کر بیڈ روم میں گئی۔ اس نے باغ دوں میں جو دو منٹ گزارے وہ ڈی دن کے لیے بت تھے۔ وہ اس کے اندر سے نکل کر کچن میں گئی تھی۔ کافی میں اعصابی کمزوری کی تھوڑی سی دوامانی تھی۔ پھر دستور سایہ بن کر رہی اور تماشا دیکھتی رہی۔

ہونا ہی تھا، جو وہ چاہتی تھی۔ دیوی شی تارا عارضی طور پر اعصابی کمزوری میں مبتلا ہوئی۔ بہتر پر آکر لیٹ گئی۔ ٹیلی ویژن اور پناہ زم کی دنیا میں بیٹھ بیٹھ ہوتا ہے۔ مقابلے میں دشمن زبردست ہو پڑتا ہے۔ اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پھر اس پر توخوی عمل کر کے اسے تابعدار بنایا جاتا ہے۔

دیوی بھی زبردست ہستی کے ساتھ ایسا پہلے بار ہوا تھا۔ وہ بیٹ غالب آتی رہی تھی۔ جسے چاہتی تھی اسے اپنا معمول اور تابعدار بناتی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ اس کے اشاروں پر تاپنے والی اس کی ڈی دن نے اس پر توخوی عمل کیا اور مالک بن کر رہنے والی دیوی کو اپنی معمول اور تابعدار بنالیا۔

پارس ایک رستوران میں تھا۔ اس نے ایک مشروب کا آرڈر دیا۔ یہ یقین تھا کہ ملی ڈونا اس دینر کے ساتھ جائے گی اور اس کے مشروب میں کوئی دوا داخل کرے گی۔ پارس کو قابو میں کرنے کا یہی ایک راستہ تھا اور وہ یہی کر رہی تھی۔

دینر نے وہ مشروب لا کر اس کے سامنے رکھا۔ پارس نے ایک گھونٹ پیا اور سمجھ گیا کہ جو سوچا تھا، وہی ہوا ہے۔ اس نے صرف آدھا گلاس پیا۔ پھر یوں ظاہر کرنے لگا جیسے اس پر اچانک کمزوری غالب آ رہی ہو۔ وہ بل ادا کر کے لڑکھاتا ہوا باہر آیا۔ پھر اپنی کار کی انگری سیٹ پر بیٹھ گیا اور گری گری سانس لینے لگا۔

ملی ڈونا کو اس کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی اور وہ اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ رہی تھی کہ شکار اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ اب کار بھی ڈرا تو نہیں کر سکے گا۔

ٹیلی ویژن جاننے والے پارس کے چور خیالات پڑھنے میں ناکام ہا کرتے تھے۔ جناب حمزہی نے دوعانی عمل سے اس کے دماغ کو یکجہ ایسا بنایا تھا کہ اس پر کیا جانے والا توخوی عمل ہو گیا یا پھر نہیں ہوا تھا۔ وہ چند منٹوں میں اس عمل کے اثر سے نکل جاتا تھا۔

جب ملی ڈونا کو یقین ہو گیا کہ پارس کمزوری کے باعث نیم بے ہوش کی حالت میں ہے اور کار ڈرا تو نہیں کر سکے گا تو وہ کار کے اندر محسوس جسم کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔ مسکرا کر بولی ”ہیلو فریڈ علی نیور کے شہزادے! میں ایسا ہی بڑا شکار کھاتی ہوں۔ تمہارا باپ بھی

کیا یاد کرے گا کہ کسی ملی ڈونا سے پالا پڑا تھا۔“

پارس کا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ نظر آئی۔ وہ اینیٹرنگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنے پرس میں سے ایک شیشی نکال کر اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر رہی تھی۔ بڑی اچھی خوشبو تھی۔ پارس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

جب اس نے آنکھ کھولی تو خود کو ایک آرام دہ بستر پایا۔ یہ بھول گیا کہ پہلے کہاں تھا؟ وہ توخوی عمل کے زیر اثر چکا تھا۔ ملی ڈونا نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔

یہ خوش فہمی تھی۔ اس سے پہلے دیوی شی تارا نے بھی اس کے دماغ پر قبضہ بنایا تھا۔ پھر اسے معمول اور تابعدار بنانے کے بعد اپنے دھرم میں لے آئی تھی۔ اسے ہندو بتا کر شادی کی تھی اور اس حقیقت سے بے خبر رہی تھی کہ وہ اس کے توخوی عمل کے اثر سے نکل چکا ہے۔ اگلے چند منٹوں کے بعد ملی ڈونا کی بھی خوش فہمی ختم ہونے والی تھی۔

وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا، اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایسے وقت ملی ڈونا کمرے میں آئی۔ مسکرا کر بولی ”ہیلو پرس! کیا حال ہے؟“

”کیا میں پرس ہوں۔“

”ہاں شہزادے ہو۔ ایک ناقابل شکست بادشاہ کے بیٹے ہو۔“

اسی لیے میں تمہیں پرس کہتی ہوں۔“

”تم میری کون ہو؟“

”میں تمہاری کوئی نہیں ہوں۔ تم میرے دوہانے ہو۔“

”ہاں میں تمہیں دیکھنے ہی ہزار جان سے عاشق ہوں۔ تم حسن و شباب کا ایک شاہکار مجسمہ ہو۔ جس فیکٹری سے بن کر آئی ہو، وہ فیکٹری بھی بے مثال ہوگی۔ تمہارا کیا نام ہے؟“

”میرا نام ملی ڈونا ہے۔ میں ہوں تو امریکن مگر انڈونیشیا میں رہتی ہوں۔ دو گھنٹے بعد ایک فلائٹ سے ہم جہاز تاجا جائیں گے۔“

”کلیا میرا پاسپورٹ اور ٹکٹ ہے؟“

”مجھے ایسی فضول چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہم تادیبہ بن کر سفر کریں گے۔ چلو انگو۔ سفر کی تیاری کرو۔“

”ہم تادیبہ کیسے بن سکتے ہیں؟“

”تمہاری جیب میں ایک ڈیبا ہے۔ اس میں چند گولیاں ہیں۔“

اس میں سے ایک گولی نکل کر تادیبہ بن سکتے ہو۔ پھر اسے اگل کر جسمانی طور پر دوبا دیا ظاہر ہو سکتے ہو۔“

اس نے جب سے ڈیبا نکال کر ایک گولی نکالی۔ وہ بولی ”ابھی اسے منہ میں رکھو۔ جب میں حکم دوں تو اسے نکل کر تادیبہ بن جانا۔ پھر جب کہوں تو اسے اگل کر حاضر ہو جایا کرو۔ جاؤ لباس تبدیل کرو۔ ہم روانہ ہونے والے ہیں۔“

وہ چند منٹ کے بعد اس بیٹھے سے باہر آئے۔ پھر ایک فیکٹری کی بجلی سیٹ پر بیٹھ کر ایئر پورٹ کی طرف جانے لگے۔ پارس نے کہا۔

120

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بلی ڈونا وہاں کے کسی ملک میں رہتی ہے۔ وہ پارس کو بھی اپنی خلیہ رہائش گاہ کی طرف لے جا رہی

وہ گولی نکل کر تادیہ ہو گیا۔ جہاں اس نے کار روکی تھی وہاں سے وہ ادا رہ چندہ منٹ کے فاصلے پر تھا۔ جی ڈونا نے امریکی اکابرین

اچانک ہی انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ آگاہی حاصل ہوئی کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے۔ انہوں نے ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے سجدہ کیا۔ سجدے میں تین بار ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھا۔ ان کی



باطنی آنکھ نے دیکھا کہ اداسیوں کوئی غیر متعلق غصہ داخل ہو چکا ہے۔ اس ناپیدہ کو انسانی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں مگر باطنی آنکھ دیکھ رہی تھی اور اس کے دماغ کے اندر جھانک رہی تھی۔ وہ ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے سب سے اٹھ گئے۔

اب وہ مراعات میں تھے اور اس آلہ کار کے اندر پہنچ گئے تھے۔ وہ ایک عمارت کے اندر گیا۔ وہاں ٹی وی ”کمپیوٹر اور فیکس مشینیں وغیرہ تھیں۔ عورتیں اور مرد مصروف نظر آ رہے تھے۔

ملی ڈوٹا نے آلہ کار سے کہا ”یہ پورے ادارے کے انتظامات سنبھالنے والا دفتر ہے۔ آگے بڑھو۔“ وہ عمارت کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں ایک وسیع و عریض ریکارڈ روم تھا۔ مختلف کمروں کے دروازوں میں غم پلٹ کی طرح تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان سے پتا چل رہا تھا کہ کسی کمرے میں دنیا کی خطرناک تخلیقوں کے تفصیلی ریکارڈز تھے۔ کسی میں مختلف ممالک کے اہم راز تحریری دستاویزات کی صورت میں تھے اور وہ راز آڈیو اور ویڈیو لیسٹ میں بھی تھے۔

وہ طبی اور سائنسی تجربہ گاہوں میں گیا۔ وہاں اس نے ناپیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول بننے دیکھے۔ ایک اسلحہ فیکٹری میں لیزر گن جیسے جدید ہتھیار دیکھے۔ پتا چلا ایک جگہ... تختانے میں رازخاندان مرشٹن بھی ہے جس کے ذریعے نئے ٹیلی بیٹھی جاننے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ملی ڈوٹا اور شاٹا اس آلہ کار کے دماغ میں تھے۔ اس سے باتیں کر رہے تھے اور تسلیم کر رہے تھے کہ بابا صاحب کا ادارہ ایسے تمام ممالک سے زیادہ مستحکم ہے جو سپر پاور کلاتے ہیں۔

ملی ڈوٹا نے شاٹا سے کہا ”پہلے ارادہ تھا کہ اس ادارے میں داخل ہونے کا راستہ ملے گا تو فراہم ہو گا۔ تمام اہم ہتھیاروں کو ہلاک کیا جائے گا لیکن اب ارادہ بدل رہی ہوں۔ وہاں سے تمام اہم راز چرا کر لائے جائیں گے۔ ناپیدہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول فراہم سے زیادہ تعداد میں حاصل کیے جائیں گے۔“

”کیا آپ ایسا کریں گی؟“

”یہ کام ٹی ٹی کے ساتھ کرو گے۔“ اس آلہ کار کو واپس آنے کے لیے کہا گیا۔ وہ ادارے سے باہر گیا۔ باہر گیت سے پیدل چلا ہوا بہت دور کھڑی ہوئی کار کے پاس آیا۔ پھر گولی کو اگل کر جسمانی طور پر نمودار ہو گیا۔ اس کے بعد بولا ”میلو ملی ڈوٹا اور شاٹا ہم دونوں کی گھنٹوں سے میرے دماغ میں بکواس کر رہے ہو۔ میرا سر دنگ لگا ہے۔ اتنی دیر تک مجھے بھی نہیں سمجھتے ہیں۔“

ملی ڈوٹا جیسے سے بولی ”شاٹا! تمہارا یہ آلہ کار ہمیں کتنا کہہ رہا ہے۔ میں اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر رہی ہوں۔ اب ہمیں اس کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اسے مرجانا چاہیے۔“

یہ کہتے ہی ملی ڈوٹا نے اس کے دماغ کو جھٹکا دیا۔ وہ ایسا جھٹکا تھا

کہ دماغ کی چولیس مل جاتیں۔ تکلیف کی شدت سے چھینٹنے لگتیں۔ لیکن اس آلہ کار کا کچھ نہیں بچا وہ اسی طرح سونے بیٹھا رہا۔

دوسری بار شاٹا نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ ملی ڈوٹا نے بھی دوسری بار کوشش کی۔ آلہ کار نے کہا ”تھک جاؤ گے۔ میرے دماغ پر روحانی ٹیلی بیٹھی کا اثر ہے۔ میرا دماغ تمہارے زلزلوں کو قبول نہیں کر رہا ہے اور میں شاٹا کے توہمی عمل سے آزاد ہو چکا ہوں۔“

ملی ڈوٹا نے پوچھا ”یہ تم بول رہے ہو یا تمہارے دماغ میں کوئی اور بول رہا ہے؟“

”میں بول رہا ہوں۔ توہمی دیر کے لیے مجھے روحانی ٹیلی بیٹھی کی قوت عطا کی گئی ہے۔ میں اس قوت کے ذریعے شاٹا کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔“

یہ کہہ کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر شاٹا کے اندر پہنچ کر بولا ”اسے کہتے ہیں نیلے پہلا۔ میں تمہارا معمول تھا۔ تم میرے عامل تھے۔ اب میں تم پر حاوی ہو رہا ہوں۔ تمہارا توہمی عمل بے اثر ہو گیا ہے۔“

شاٹا نے سانس روک لیا۔ وہ بولا ”سائنس روکتے رہیں۔ روحانی ٹیلی بیٹھی کے ذریعے آیا ہوں۔ مجھے دماغ سے نہیں نکال سکو گے۔“

ملی ڈوٹا نے اس آلہ کار کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ بولا ”کیا کرتی ہو ملی؟ مجھے شاٹا سے سننے دو۔ تم سے بھی منت سکتا ہوں مگر تمہیں ذہیل دی جا رہی ہے۔ کیونکہ تم اپنے ساتھ خودی اپنی شامت لے جا رہی ہو۔“

پھر وہ شاٹا سے بولا ”مجھے اس لیے ادارے میں قدم رکھنے اور وہاں کے کچھ راز معلوم کرنے کا موقع دیا گیا ہے کہ تمہارے ذریعے ملی ڈوٹا اور اس کے ذریعے سپر پاور کو اب ہماری قوت کا علم ہو جائے۔“

ملی ڈوٹا نے پوچھا ”کیا بابا صاحب کے ادارے والوں کو تمہاری موجودگی کا علم تھا؟“

”میں نہیں تو علم تھا مگر تمہیں اب تک یہ علم نہیں ہو رہا ہے کہ وہ ادارہ ابھی تم دونوں کے درمیان ہے۔“

”وہ گاؤ! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔“

”یقین کرنے کے لیے اور کیا کہہ گیا ہے؟ میں ٹیلی بیٹھی نہیں جانتا مگر خیال خوانی کر رہا ہوں۔ میں شاٹا کا معمول تھا۔ میرے کسی عمل کے بغیر اب وہ میرا معمول ہے۔ ابھی تم دیکھو گی کہ میری خیال خوانی ختم ہوتے ہی شاٹا اور ٹی ٹی کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں ختم ہو جائیں گی۔ بابا صاحب کے ادارے میں بغیر اجازت قدم رکھنے کی یہ سزا ہے۔ جاؤ ملی ڈوٹا اپنے امریکی اکابرین سے کہہ دو۔ یہ سزا ایک نمونہ ہے۔ آئندہ ہمارے اس ادارے کی

طرف سے ہونے والوں کے لیے۔“

”آلہ کار شاٹا کے دماغ سے گم ہو گیا۔ ملی ڈوٹا بھی اس کے ہاتھ لگ گئی۔ اس نے دوسری بار اس کے اندر جانے کی کوشش کی لیکن وہ دماغ نہیں ملا۔ اس نے ٹی ٹی سے رابطہ کرنا چاہا۔ وہ ٹی ٹی نہیں ملے۔ وہ زندگی میں پہلا بار روحانی ٹیلی بیٹھی کے اثرات اور نتائج دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

اس نے امریکی اکابرین کو مخاطب کیا اور کہا ”وہ ادارہ بہت لگڑا ہے۔ وہاں ایک شخص نے قدم رکھا۔ اس کے ذریعے لگڑا اور ٹی ٹی کو یہ سزا ملی کہ ان کی تمام غیر معمولی صلاحیتیں ختم ہو گئیں۔ اب ہم میں سے کوئی یہ نہیں جان سکتا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟“

”یہ اندیشہ اور اس کے کچھ اندرونی راز معلوم ہوئے؟“

”جی ہاں۔ بڑا راز میں معلوم ہوا کہ وہ ادارہ کسی بھی سپر پاور ملک سے کم نہیں ہے۔ اپنی یہ خوش فہمی ختم کر دو کہ رازخاندان مرشٹن صرف امریکا میں ہے۔ یہ اس ادارے میں بھی ہے۔“

ایک امریکی جنرل نے کہا ”ہمیں اندازہ تھا کہ وہ ادارہ اندری اور آخری فٹنٹا بن رہا ہے۔ ویسے یہ ہمارے حق میں اچھا ہوا ہے۔ اس امر کی روحانی قوتوں کے ذریعے شاٹا زبرد پاور بن کر کہیں گم ہو گیا ہے۔“

ایک حاکم نے کہا ”کسی طرح منگی ماسٹر اور اس کی منگی حلقوں ابھی تباہ و برباد ہو جائے تو ہم زمین والوں کو بہت بڑے عذاب سے ہلکاتل جائے گی۔“

امریکی اکابرین سے زیادہ اسرائیلی اکابرین اندیشوں میں مبتلا تھے کہ وہ منگی ماسٹر کی وقت بھی انتقام لینے کے لیے ان کے ملک پر نکلے گا۔ وہ دعا مانگتے تھے کہ منگی ماسٹر کو ان پر حملہ کرنے کا موقع ملے اور اس کی تک ان کا دعا قبول ہو رہی تھی۔

○●○

منگی ماسٹر اپنے بڑا ہونے والوں کے ساتھ ایک علیحدہ اور اذیتناک مقام پر کھڑا تھا۔ وہی حکومت نے پانی، بجلی، گیس اور ٹیلی فون کے علاوہ دوسری ضروریات کی چیزیں بھی فراہم کر دی تھیں۔

ان دوسریوں نے پہلے ہی دن سے یہ طے کر لیا تھا کہ ان منگی حلقوں کو عورتوں کا چٹکا لگایا جائے گا۔ ویسے بھی وہ عورتوں کے رہائے تھے۔ منگی برادر اور کاناڈا ایک عورت ہی کے قریب میں آکر رہے گئے تھے۔ منگی ماسٹر بھی ٹی ٹی میں ایک عورت سے دھمکا کر اس کا قیدی بن گیا تھا۔

اس منگی ماسٹر نے تو یہ کر لی تھی کہ آئندہ کسی عورت سے کوئی قتل نہیں رکھے گا۔ اس نے اپنے جان ٹائروں کو حکم دیا تھا کہ وہ عورتوں سے دور رہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں ”اس نے اپنی ریاست میں عورتوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا تھا۔“

اور یہ بات فطرت کے خلاف تھی۔ عورت کو ممنوع قرار دیا جائے تو عمر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ باقی بن جاتے ہیں اور چوری چھپے گناہ کرنے لگتے ہیں۔

انہوں نے کچھ عرصے تک محرومی برداشت کی۔ اس کے بعد نہ کر سکے۔ وہ راتوں کو ناپیدہ بن کر فلائنگ کیپول کے ذریعے آدھے گھنٹے میں روس کے شہروں اور دوسرے آباد علاقوں میں پہنچ جاتے تھے۔ پھر وہاں کی عورتوں کو شکار کرتے تھے۔

اکثر عورتیں ان کے آگے مجبور ہو جاتی تھیں۔ لیکن بعض عورتیں ان منگی بنی کو ٹپ کرتی تھیں۔ رات بیکش دینے کے دوران ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا دیتی تھیں۔ پھر اپنے لوگوں کی مدد سے گڑھے کھود کر ان کی لاشوں کو دفن کر دیتی تھیں۔

پولیس اور انجیلی جنس والے بھی ان عورتوں کی مدد کرتے تھے۔ تقریباً ایک ہفتے میں ایک ہزار سے زیادہ منگی بنی لاپتا ہو گئے۔ منگی ماسٹر نے برطانیہ کو کر سونیا سے کہا ”میزیم! میرے جان نثار تیری بڑی تعداد میں کہاں گم ہو گئے ہیں؟ میرے دوسرے جان نثار اپنے گمشدہ ساتھیوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن گم ہونے والوں میں سے کسی ایک کا بھی سراغ نہیں مل رہا ہے۔“

سونیا نے کہا ”تشویش کی بات ہے۔ تمہاری ریاست میں کوئی دوسری آکر نہ جھگڑا کرنا ہے نہ کسی پر گولیاں چلا نا ہے۔ کوئی کسی کو

علمی و تحقیقی کتابیں بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیٹھی اور مستقبل بینی

ایک کتاب میں دو حکمت ہیں

پانچ پیغام دوستوں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت ۲۰/- روپے

ہلاک نہیں کرتا پھر بھی تمہارے جان نثار ناہود ہو رہے ہیں۔

”ہمیں دوسری حکام سے شکایت کرنا چاہیے۔“
”کس بات کی شکایت کرو گے؟ تمہارا کوئی جان نثار روس کے کسی بھی شر اور جیسے بھی ہلاک نہیں ہوا ہے۔ بلکہ کوئی جان نثار رسالت سے باہر نہیں جاتا ہے۔ رسالت کے باہر ان کی ہلاکت کا کوئی جوت تمہارے پاس نہیں ہے۔“

”پھر میرے جان نثار کہاں کم ہو رہے ہیں؟“
”سوچنا ہے کہ تمہارا اندازہ ہے کہ منگی میں راتوں کو تادیب میں کر رسالت سے باہر جاتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں اپنی ہوس پوری کرتے ہیں۔ ایسے وقت انہیں ہلاک کر کے ان کی لاٹھوں کو چھپایا جاسکتا ہے یا پھر وہ جس عورت کے پاس جاتے ہیں اس کے دیوانے ہو کر اس کے ساتھ کہیں مدہوش ہو جاتے ہیں۔“

ان کے ساتھ جو وارداتیں ہو رہی تھیں ان کی یہ تک پہنچنا سوچنا کے لیے مشکل نہ تھا۔ لیکن جناب حمزہ سے ہدایت مل چکی تھی کہ وہ ان معاملات میں دلچسپی نہ لے۔ خلائی مخلوق کا برا وقت آپہنچا ہے۔ وہ واپس چلی آئے۔

سوچنا ہے ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے منگی ماسٹر سے کہا ”میں گمشدہ جان نثاروں کی تلاش میں جاری ہوں۔ جلدی واپس آجاؤں گی۔“

وہ بابا صاحب کے ادارے میں چلی آئی۔ جب پوری قوم گمراہ ہو جائے تو اس کے راہنما سے راہ راست پر لاتے ہیں یا وہ قوم خود سمجھتی ہے اور جھٹکتی ہے۔ ورنہ تباہ ہو جاتی ہے۔

ارضی دنیا والے خلائی مخلوق کو اپنی دنیا میں برداشت نہیں کر رہے تھے۔ سوچنا انہیں اسلامی ممالک کی طرف جانے سے روکنے کے لیے جدوجہد کرتی رہی تھی۔ یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کب تک ان کا راستہ روکتی رہے گی؟

جب تک وہ ارضی دنیا میں رہیں، یہی اندیشہ رہتا کہ حالات کے تیز بدلنے سے وہ سوچا کے قابو سے بھی باہر ہو سکتے ہیں۔ ان سے نجات کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے خلائی زون میں واپس چلے جائیں۔

اور کانی عرصے کے بعد ان کی واپسی کا راستہ ہموار ہو رہا تھا۔ منگی ماسٹر نے دیکھ کر ہلکا ہلکا کہ ایک ماہ کے اندر تین ہزار سے زیادہ جان نثار لاپتہ ہو گئے تھے اور اب تقریباً آٹھ سو تھے۔

اس نے نئے کمانڈر سے کہا ”میزم گمشدہ جان نثاروں کو تلاش کرنے لگی تھی وہ بھی لاپتہ ہو گئی ہے۔ ضرور اسے بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔“

کمانڈر نے کہا ”سزا وہ بہت ذہین لیڈی تھی۔ ہمیں بہت اچھے مشورے دیتی تھی۔ اب ہم کس سے مشورے لیں گے کہ ہمیں کرنا کیا ہے؟“

”کرنا کیا ہے؟ اپنے برے حالات کو سمجھتا ہے۔ ہم ہزاروں کی

تعداد میں تھے۔ اب ہیکڑوں میں رہ گئے ہیں۔ ہماری تعداد کم کا عمل جاری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہیکڑوں بھی نہ رہیں۔“

”یہ ارضی دنیا والے بڑے مکار ہیں۔ انہوں نے رازداری سے ہماری تعداد کم کی ہے کہ ہم شکایت کر سکتے کسی کو الزام نہیں دے سکتے۔ ایک بات طے ہے کہ قوم کو عورتوں نے تباہ کیا ہے۔“

منگی ماسٹر نے کہا ”مخل کشتی ہے کہ یہاں سے کھنک ہم بھی دھوکے سے مارے جائیں گے۔“
انہوں نے باقی ماندہ جان نثاروں کو یکجا کر کے پوچھا ”کیا چاہتے ہو؟“

ایک نے کہا ”یہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ یہاں سے ہر جی بھی نہیں چاہتا ہے لیکن ہمارے لیے خطرہ بڑھ گیا ہے۔ ہمارے لیے موت لگہ دی گئی ہے اور یہ موت چند دنوں میں یا چند ہفتوں میں آئے والی ہے۔“

”پھر کیا کیا جائے؟“
”ایک بار دوسری حکام سے کہا جائے کہ وہ جانیں توہ لوگوں کی پر اسرار گمشدگی کا سلسلہ ختم کر سکتے ہیں۔ اگر وہ تباہی اور بربادی کی ذمہ داریاں قبول نہیں کریں گے تو ہم چھوڑ کر خلائی زون میں واپس چلے جائیں گے۔ لیکن جانے یہاں کی تمام اہم تنصیبات کو تباہ کر دیں گے اور تمام اکابر ہلاک کر دیں گے۔“

”ہاں جب مرنا ہی ضرور تو پھر دشمنوں کو مارتے ہوئے گئے۔“
انہوں نے دوسری حکام سے شکایتیں کیں۔ انہوں نے ہمارے فوجی افسران تمہاری رسالت میں آ رہے ہیں۔ اپنے جان نثاروں کو ایک میدان میں بلاؤ۔ وہاں عدالت قائم ہو۔ شکایت دور کی جائیں گی۔“

مقررہ وقت پر منگی ماسٹر، کمانڈر اور تقریباً آٹھ سو ایک میدان میں جمع ہو کر فوجی افسران کا انتظار کرنے لگے۔ اس بات سے بے خبر تھے کہ مسلح فوجی ان کے چاروں طرف بنے ہوئے تھے۔ جب یقین ہو گیا کہ وہاں تمام منگی میں آچے انہوں نے اچانک نمودار ہو کر فائرنگ شروع کر دی۔

ان سب کے پاس لیڈر تھیں۔ ان کیوں کی شعلہ دور جاتی تھیں کہ ان کی زون میں درجنوں افراد آکر ٹکرائے ہو جاتے تھے۔ صرف چند سینکڑی فائرنگ تھی۔ اس کے بعد زمین سینچے ہوئے فرائی تادیب ہو گئے۔

لیکن نیچے والوں کی تعداد برائے نام نہ تھی۔ تقریباً دوسری فوجیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لیڈروں کا صرف ہی برست مارا تھا۔ پھر دور تک جانے والی شعلوں نے تقریباً

منگی جان نثاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔
”انہیں بڑی چال بازی سے گھیر کر ختم کیا گیا۔ منگی ماسٹر کی کر ڈٹ گئی۔ اس کے پاس فوج نام کی کوئی چیز نہیں رہ گئی تھی۔ وہ غصے اور خون میں اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ ساکو پہنچا۔ فلائنگ سیپل کے ذریعے وہاں تک پہنچنے میں صرف آدھا گھنٹہ لگا۔ وہ شہر سے دور ایک ایٹمی تنصیب کے پاس آئے۔ پھر نمودار ہو کر لیڈر منگی سے فائرنگ کی۔

وہ نادان نہیں تھے۔ یہ جاننے تھے کہ منگی ماسٹر ایسی جوانی کا ردائی کر کے لگا۔ انہوں نے وہاں حفاظت کا پورا انتظام کیا تھا۔ جب وہ نمودار ہو کر فائرنگ کرنے لگے تو ان کے پیچھے دوسری فوجیوں نے نمودار ہو کر فائرنگ کی۔ وہ پھر بے خبری میں مارے گئے۔

منگی ماسٹر اور کمانڈر تادیب تھے اس لیے بچ گئے۔ اس آخری جیل میں کوئی منگی میں نہ بچ سکا۔ خلائی زون سے آنے والے صرف دو رہ گئے۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھیار چھوٹ گئے۔ انہوں نے مددات سے چور ہو کر فلائنگ سیپل کو منہ میں رکھا۔ پھر پرواز کرتے ہوئے اس دنیا سے دور خلا کی دستانوں میں گم ہو گئے۔
خلائی مخلوق۔ ہائے خلائی مخلوق۔ آہ خلائی مخلوق۔ واہ خلائی مخلوق۔ بڑا احسان کیا۔ خس کس جہاں پاک کیا۔

○☆☆○

دوبی شی تارا بستر بڑی ہوئی تھی۔ آجکس کھول کر اس ماحول کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی ”میں کہاں ہوں؟“
”تم میرے بچے میں ہو۔“

”کون؟ میری ڈی سجاتا؟ میرے دماغ میں کیوں آئی ہو۔ جاؤ میں ابھی تمہارے اندر آؤں گی۔“

اس نے سانس روک کر اپنی ڈی سجاتا کو اپنے اندر سے نکالنا چاہا مگر سانس نہ روک سکی۔ سجاتا نے کہا ”تم مجھے اپنی ذات سے الگ نہیں کر سکو گی۔ پہلے میں تمہاری ماتحت اور تابدادار تھی۔ اب تم میری داسی اور خدمت گاہک بن کر رہو گی۔“
”کیا تم مجھے پرتوئی عمل کیا ہے؟“

”کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ تم مجھے اپنے اندر سے نکال نہیں پاری ہو۔ اپنے اختیار میں نہیں ہو۔“

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر بولی ”ہاں۔ اب سمجھ میں آ رہا ہے۔ تم نے رستوران سے میرا تعاقب کیا ہو گا۔ سایہ بن کر میرے اندر رہ کر مجھے نہپ کیا ہے۔“

”میں نے جیسے بھی کیا ہے، تم نہپ ہو چکی ہو۔“
”تم بچتا ہو گی۔“

”مجھے تم بچتا ہو۔ وہ میرا بستر ہے۔ وہاں سے اٹھو اور ایک ملازمہ کی اوقات میں رہو۔“

اس نے سجاتا سے نفرت محسوس کرنے کے باوجود اس کے حکم کی تعمیل کی۔ بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بیڈ

دوم سے باہر ایک کارڈ میں آئی۔ پھر اس کارڈ پر سے گزر کر بیڈ سے ذرا ننگ دوم میں آئی۔ وہاں ایک صوفے پر بٹھا ہوا بیڈ شاپانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ شی تارا نے کچھ کر ٹھٹک گئی۔

وہ بولی ”آؤ دوبی جی! تم بڑے عرصے تک دوبی بن کر صحرانی کرتی رہی ہو۔ آج سے میں تم پر حکومت کروں گی۔“
شی تارا اس کے قریب آئی۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ سجاتا نے کہا۔ ”کھڑی ہو جاؤ۔ کیزیں اپنی مالک کے آگے کھڑی رہتی ہیں۔“

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی، کھڑے گئی ”مجھ میں آتما فکری ہے۔ تم بیٹھ مجھے تابدادار بنا کر نہیں رکھ سکو گی۔ میں جلدی تم سے نجات حاصل کروں گی۔“

”میں جاتی ہوں، تم آتما فکری والی ہو۔ میرا تو بھی عمل ذرا بھی کمزور ہو گا تو تم میری گرفت سے نکل جاؤ گی۔“
”ہاں ایسے وقت سے ڈرو۔“

”میں ایسا وقت نہیں آنے دوں گی۔ ہر رات سونے سے پہلے تم پر تو بھی عمل دہرائی رہوں گی۔ اس طرح یہ عمل نہ بھی کمزور ہو گا ورنہ تم مجھ سے نجات حاصل کر سکو گی۔“

دوبی خاموش رہی۔ سجاتا نے کہا ”تم نے فرانس کے اکابرین کو اور کئی جوانوں کو راز انصار مرشٹین کے ذریعے ملی بیٹھی سکھائی تھی پھر انہیں میرے حوالے کر دیا تھا۔“

”ہاں مجھے یقین تھا کہ تم بیٹھ میری تابدادار رہو گی اور تمہارے ذریعے وہ درجنوں فرانسیسی اکابرین اور جوان بھی میرے تابدادار رہیں گے۔ لیکن افسوس میری برتری ختم ہو چکی ہے۔“

”اس ملک کے اکابرین اور جوان میرے تابدادار ہیں لیکن ان میں سے کچھ آزاد ہو گئے ہیں۔ ان آزاد ہونے والوں میں۔ بجز میرا جانی دشمن ہے۔ کیا تمہیں۔ بجز میرا دشمن ہے؟“
”نہیں۔ میں بھول چکی ہوں۔“

”بجز میرے بھرتے کی فرانسیسی جوانوں کو اپنا معمول اور تابدادار بنایا ہے۔ اپنی ایک الگ تنصیب بنائی ہے۔ وہ ان ٹیلی بیٹھی جانے والوں کو بھی نہپ کرتا رہتا ہے۔ جو میرے زیر اثر ہیں۔ اس طرح میرے تابداداروں کی تعداد کم ہو رہی ہے۔“

”حکومت کرنا اور دوسروں کو غلام بنانے رکھنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ تمہاری یہ برتری عارضی ہے۔“
”کیوں اس مت کرو۔ جو کشتی ہوں، وہ کرو۔ تم آتما فکری کے ذریعے یوگا جانے والوں کے بھی دماغوں میں بیج جاتی ہو۔ اس بیج کے اندر بھی بیج کرا سے نہپ کر سکتی ہو۔“

”آتما فکری اسی وقت کام آتی ہے، جب میں آزاد رہتی ہوں۔ ابھی میں اس فکری سے محروم ہوں۔ محروم نہ رہتی تو ابھی معمول اور تابدادار بنانے کا مزہ چکھا ہوتا۔“
سجاتا نے اس کے اندر بیج کر ڈال دیا۔ سایہ کیا۔ دوبی بیچ جاتی

ہوئی فرش پر گر پڑی۔ وہ سچے سے بولی "کتنا کیس کی۔ دیوی سے دایں بن گئی مگر انہیں نہیں گئی۔ اپنی مالک سے منہ دوسری کرتی ہے۔ مجھے منہ پھانسنے کی بات کرتی ہے۔ لے اب منہ پھانکتی ہے۔" اس کا داغ چھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ تکلیف برداشت کر رہی تھی اور بڑی شہادت سے گراہ رہی تھی۔ ایسے وقت بھرتی ہنسنے سمجھنا کے اندر آکر کہا "ہیلو۔ سانس نہ دو کتنا۔ میں ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ بولی "میں نے پہلے بھی کہا تھا" میرے پاس براہ راست نہ آؤ۔"

"تم سے رابطہ کا سلسلہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں تمہارے داغ میں آؤں گی۔ تم مجھے اپنے کسی آلہ کار کے داغ میں پہچانو۔ ہم اس کے اندر رہ کر گفتگو کر سکیں گے۔"

بجھنے اسے ایک فون نمبر بتایا۔ ایسے وقت دیوی شی تارا کراہتے ہوئے کمری تھی "میں دائمی نگلیں برداشت کرتے کرتے مری جاؤں گی لیکن تمہیں اپنی مالک تسلیم نہیں کروں گی۔"

بجھنے سمجھتا ہے کہ اس نے کہا "دوران دیوی کی آواز اور بچے پر توجہ دی۔ پھر چشم زدن میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ سمجھتا ہے اس کے داغ کو لاک کیا تھا لیکن اس وقت دیوی کا داغ کمزور تھا اس لیے بجز کو اس کے اندر جگہ مل گئی۔"

اس کے خیالات پڑھ کر بجز خوش ہو گیا کہ وہ دیوی شی تارا تک پہنچ گیا ہے۔ سمجھتا ہے توجہ نہیں دی۔ وہ بجز کے آلہ کار کے نمبر داخل کر رہی تھی اور رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ فون میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ بجز کو در تک دیوی کے اندر رہنے اور اس کے حالات معلوم کرنے کا موقع مل گیا۔

پھر وہ اس کے ذریعے معلوم کرنے لگا کہ وہ بجز کے کس علاقے اور پتے میں رہتی ہے۔ یہ باتیں دیوی سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ سمجھتا ہے اسے کس پتے میں تابعدار بنا کر رکھا ہے۔

سمجھتا محارت سے کہہ رہی تھی "دیکھو۔ تم کس طرح میرے قدموں میں پڑی ہوئی ہو۔ چلو اپنا یہ سر پر غور میرے پیروں پر رکھ دو۔"

دیوی اس سے نفرت کر رہی تھی لیکن اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ یہ نہیں چاہتی تھی کہ جو اس کی خادمہ رہ چکی ہے اس کے قدموں پر سر رکھے لیکن غریبی عمل کی شدت اسے تابعداری پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ فرش پر سے ذرا اٹھی۔ سمجھتا ہے ایک گز کے فاصلے پر تھی "اس کے قدموں تک پہنچنے سے پہلے لڑکھا کر ایسے گری کر میز پر رکھے ہوئے پھلوں کی ٹرے بھی اس کے ساتھ فرش پر آگئی۔"

ان پھلوں کے ساتھ ایک چاقو بھی لگا ہوا تھا۔ بجھنے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ دیوی کے داغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ سمجھتا کہ

دیوی تھی "سور کی بچی ایک قدم چل نہیں سکتی؟"

اسے آگے کھینے کا موقع نہیں ملا۔ دیوی نے یکبارگی چاقو گرفت میں لے کر اس پر حملہ کیا۔ اس نے بچ مارے ہوئے تھیں۔ کوشش کی۔ بچ تو کھینچ کر گزشتی ہوئی۔ دیوی سے دور جا کر فرش پر گر پڑی بلازوں کو آواز دینے لگی۔

بجھنے اس کے اندر آکر کہا "ہیلو سمجھتا ہے اپنے اندر سے نکال سکتی ہو؟"

اس کے دہلے پھیل گئے۔ وہ چپ کر بولی "نہیں۔ جاؤ۔ پلے جاؤ۔ میرے اندر سے نکل جاؤ۔"

"شامت جانے کے لیے نہیں آئی۔ اب تمہارے مقدمہ میں جو ہے اسے بھگتا ہے۔ پہلے اپنے ملازم سے کہو دیوی شی تارا اسے اچھا سلوک کرے اور تمہاری مرہم بنی کرے۔"

سمجھتا ہے ایک ملازم سے کہا "دیوی جی کو میرے بیڈ روم میں لے جاؤ اور ان کے آرام کا خاص خیال رکھو۔"

ملازم نے پوچھا "کیا ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

"نہیں۔ فرسٹ ایڈ باکس لاؤ اور میری مرہم بنی کر۔"

پھر وہ بجز کی ہنسنے بولی "میں تمہاری باتیں مان رہی ہوں۔ پلیز اب جاؤ۔ مجھے تھکا چھوڑ دو۔"

"کیا تم چاہتی ہو میں تمہارے داغ میں زلزلہ پیدا کروں؟"

"نہیں۔ پلیز ایسا نہ کرنا۔"

"پھر یہاں سے اٹھو اور دوسرے بیڈ روم میں جا کر آرام سے بستر لیٹ جاؤ۔"

"میں بستر جاؤں گی تو تم مجھے سلا کر غریبی عمل کرو گے۔"

"یہ تو کرنا ہی ہے۔ اگر چاہتی ہو کہ جبر نہ کروں تو خوشی سے راضی ہو جاؤ۔"

وہ بڑی سے بڑی سے اٹھ کر دوسرے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ بجز کی ہنسنے کو اچھا لگا۔ ہنسنے کی سہیلی حاصل ہو رہی تھی۔ ایک طرف سمجھتا ہے اور اس کے ٹیلی ویژن جانے والے اس کی گرفت میں آ رہے تھے۔ دوسری طرف ٹیلی ویژن کی دنیا میں دیوی بن کر حکومت کرنے والی بھی اس کی معمول اور تابعدار رہنے والی تھی۔

☆

ملی ڈونا اور پارس تادیہ بن کر طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ پارس نے کھڑکی کے پار دیکھا۔ وہ طیارہ انڈونیشیا کی فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔

دور پتیلیں میں وسیع و عریض سمندر کی آغوش میں بے شمار چھوٹے بڑے جزیرے نظر آ رہے تھے۔ وہ تھوہ ہزار چھ ستر ۳۶۷۷ سے کچھ زیادہ ہی جزیرے تھے۔ ان جزیروں کا مجموعہ انڈونیشیا کہلاتا ہے۔ انڈونیشیا کے پانچ بڑے جزیروں میں سے "جاوا" "سامبرا" اور "بالی" بہت مشہور ہیں اور ملی ڈونا کی رہائش جاداکہ دار السلطنت جکارٹا میں تھی۔

ان دونوں نے طیارے میں تادیہ کو کراہا وقت گزارا تھا۔ ان ساڈوں کی ایسی حرکتیں بھی دیکھتے رہے تھے جو دوسرے نہیں دیکھتے تھے۔ ان مسافروں میں ایک لڑکی بہت سخی ہوئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے ہے۔ ذہین اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اسے کیسے ملنے نہیں ملتی تھی۔ ایسے میں وہ ایک اسمگلر کے ہتے چڑھ گئی۔ ملازمت نہ ملنے پوچھا "کیا نام ہے تمہارا؟ اور اچھا کمانے کے لیے کیا کرتی ہو؟"

"میرا نام انا ہے۔ حالات نے مجھے اس قدر مجبور کر دیا ہے کہ مجھے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔"

"بیرونی کے کچے بیکنس بکارتا پہنچاتا ہے۔"

"دھمک کر بولی "میں نے کبھی یہ کام نہیں کیا۔"

"تمہاری مصعوبیت سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ کیا وعدہ انہیں کیا ہے۔ اتنی مصعوب ہو کر کس قسم والے دھوکا کھا جائیں گے۔"

"میں نہیں جانتی یہ مال کیسے لے جاتا ہوگا۔"

"ایک عام سالیڈ بیگ اپنے ساتھ رکھو گی۔ اسی میں بیکنس ہوں گے۔ وہ تمہارے ضروری سامان کے نیچے چھپے ہوں گے۔"

"کس قسم والے چپک کریں گے۔"

"میں بیس کے کسٹم والوں سے مال نکال کر جہاز تک پہنچاؤں گا۔ تمہارے ساتھ سفر بھی کروں گا لیکن بکارتا کے ڈورٹ سے تم تھوہ بیگ لے کر نکلیں گی۔"

"اگر چوکی کی تو؟"

"ہم جنہیں مناتے پر رہا کر اسیں گے۔ تمہاری ہر طرح سے مدد کریں گے۔"

"مجھے کتنی رقم ملے گی؟"

"پچاسی دس ہزار ڈالر ملیں گے۔ بکارتا میں جہاں مال چوکی والوں سے ہزار ہزار ملے گی۔"

ان کے لیے یہ بہت بڑی رقم تھی۔ وہ راضی ہو گئی۔ اس نے پارس سے کہا "اپنے پورے والدین کو دیے پھر پہلی بار منشیات کی

منگنی کر اس طیارے میں سفر کرنے لگی۔

پارس نے ملی ڈونا سے کہا "یہ معلوم ہے۔ اس کی مدد کرنا

اچھا ہے۔"

"تھیں مدد کرنا چاہیے؟ کیا یہ تمہاری کوئی مگر ہے؟"

"میں انسانیت کے نام سے کہہ رہا ہوں۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ انا تار بدل گیا ہے۔ میں تمہاری

منگنی باتا ہوں۔ حسین چرے دیکھ کر پھسل جاتے ہو۔"

"میں بیک وقت دو جگہ نہیں جھپٹتا۔ ابھی تم ہی کا ہوں۔"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں۔ میری مرضی کے بغیر کبھی مجھے ہاتھ

ملی نہیں لگاؤ گے اور میرے حکم کے بغیر کسی حینہ سے نہ دل

لگاؤ گے اور نہ ہی کسی سے ہمدردی کر سکو گے۔"

پارس ایک تابعدار کی طرح خاموش رہ گیا۔ رات کو سفر کے دوران کچھ مسافر سو رہے تھے کچھ جاگ رہے تھے۔ ملی ڈونا بھی رات دیر تک جاگتی رہی پھر سو گئی۔

پارس نے خیال خرابی کی پرواز کی۔ بابا صاحب کے ادارے سے ایک ٹیلی ویژن جانیے والے کو بلایا پھر کہا "میں تمہیں ایک اسمگلر کے داغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے داغ پر اچھی طرح قبضہ جمادو گے۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک لڑکی بیٹھی ہے۔ وہ میرے زیر اثر رہے گی۔ ہم ان کے اندر رہ کر سامان کا چالہ کریں گے۔"

اس نے اپنے ٹیلی ویژن جانیے والے کو اسمگلر کے اندر پہنچا دیا پھر خود انا کے داغ پر قبضہ جمایا۔ انا پریشانی اور خوف سے جاگ رہی تھی۔ اسمگلر بے گھری سے سو رہا تھا۔ پھر وہ اچانک بیدار ہو گیا۔

اس نے اپنا برف کیس اٹھا کر کھولا پھر اس کا کچھ سامان ایک طرف رکھنے لگا۔ انا اپنے بیگ سے بیرونی کے بیکنس نکال کر اسے دے رہی تھی۔ وہ انہیں اپنے برف کیس میں رکھنے لگا۔ اس طرح تمام بیکنس رکھنے کے بعد اس نے اپنا دوسرا سامان رکھا۔ یوں اس سامان کے نیچے وہ بیکنس چھپ گئے۔

اس عمل کے بعد انہوں نے اپنا برف کیس اور بیگ سیٹوں کے نیچے رکھ دیا پھر وہ اسمگلر ہو گیا۔ پارس نے انا کو تھپک کر سونے پر مجبور کر دیا۔

دوسری صبح وہ بکارتا پہنچ گئے۔ انا اپنا رپورٹ پر بری طرح گھبراہٹ ہوئی تھی۔ اسمگلر اسے دھبی آواز میں ڈانٹ رہا تھا اور سمجھا رہا تھا کہ چرے سے گھبراہٹ ظاہر نہ ہونے دے۔ اس کی مصعوبیت دیکھ کر کوئی اسے چپک نہیں کرے گا۔

جب وہ کسٹم والوں کے سامنے گئی تو اسمگلر اس سے دور ہو گیا۔ ایک افسر نے اس کے بیگ کو کھول کر اس میں ہاتھ ڈال کر تلاشی لی پھر کہا "سہ! ہم چوہوں سے مجرموں کو تازہ پختہ ہیں۔ تمہاری پریشانی بتا رہی تھی کہ تم قانون کے خلاف کوئی کام کر رہی ہو لیکن عجب بچے تمہارے بیگ میں کوئی خلاف قانون چیز نہیں ہے۔ ہم نے پہلی بار کسی چرے کے تاثرات سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ تم جاسکتی ہو۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ بیگ اٹھا کر آگے بڑھ گئی۔ اسمگلر بھی بہت خوش تھا کہ تقریباً تین لاکھ ڈالر کا مال نکل گیا ہے۔ وہ اپنا سامان لے کر کاؤنٹر کے پاس آیا۔ وہاں کا عملہ ایک ایک بیگز کو چیک کرنے لگا پھر اس برف کیس میں سے وائٹ پاؤڈر کے بیکنس نکل آئے۔ وہ حیرت سے چپ چاپ "میں" یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ یہ جیس میرے برف کیس میں کیسے آگئیں؟" افسر نے کہا "تمہاری اسمگلر گرفتار ہو کر یہی کہتی ہیں کہ یہ ان کا مال نہیں ہے لیکن یہ برف کیس تمہارا ہے۔ اس میں

تمہارے نام کے یہ کافہ اتر گئے ہوئے ہیں۔“
 دور کوئی ہوئی اتنا اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر جراتی سے
 سوچ رہی تھی کہ اس میں رکھے ہوئے بیٹیش کیسے غائب ہو گئے
 اور پوسے بیٹیش اس اسمگلر کے برف کیس میں کیسے پہنچ گئے؟
 ملی ڈونا بھی جراتی تھی۔ اتنا اٹکے چور خیالات نے بتایا کہ وہ
 اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی۔ اسے شبہ ہوا کیا پارس نے میرا
 پھیری کی ہے جبکہ وہ تابعدار ہے۔ اس کے حکم کے خلاف ایسا
 کرنے کی توقع اس سے نہیں کی جاسکتی تھی۔
 اس نے پارس کے چور خیالات پر غصے پچھلاؤ بھجلی رات
 طیارے میں کسی نئی فہم سودا ہوا تھا اور اتنا کے معاملے سے بالکل بے
 خبر ہے۔
 وہ بولی ”پارس! کچھ گڑبڑ ہے۔ معاملہ عجیب ہے۔ کسی نے اتنا
 کی مشکل آسان کی ہے اور ایسا کرنے والا ضرور ٹیلی میٹھی جانتا
 ہوگا۔“
 ”کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کوئی ٹیلی میٹھی جاننے والا اتنا کا
 دوست ہے اور وہ اس کے ساتھ طیارے میں موجود تھا۔“
 ”ہاں۔ مگر اتنا ایسے کسی دوست سے بے خبر ہے۔ وہ خود
 جراتی ہے کہ مال اُدھر سے اُدھر کیسے ہو گیا؟“
 ”اتنا ایمان ہونے کے باوجود پراسرار ہے۔ اب تو تم اس
 کے پیچھے پڑ جاؤ گی۔“
 ”ہاں۔ یہ ضرور معلوم کروں گی کہ اس کے دماغ میں کون چھپا
 ہوا ہے۔“
 ”تم کو تو میں اس کے دماغ میں چھپ کر رہوں اور اس
 پراسرار ٹیلی میٹھی جاننے والے کو پکڑنے کی کوشش کروں۔“
 ”کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ٹیلی میٹھی جاننے والے کسی
 ماتحت ہیں۔ میں ان سے کام لوں گی۔“
 مگر قرار ہونے والے اسمگلر کا بڑا بھائی وہ بیز لانی میں اپنے
 حواریوں کے ساتھ موجود تھا۔ بھائی کی گرفتاری کی خبر ملنے ہی اس
 کی رہائی کے لیے وہاں کی انوکھی شخصیات سے رابطہ کرنے لگا۔
 دوسری طرف ملی ڈونا نے اپنے ایک ٹیلی میٹھی جاننے والے
 ماتحت کو اتنا کے دماغ میں پہنچایا اور حکم دیا کہ اس کے اندر آتا
 جاتا رہے اور اس کے اندر آنے والے پراسرار شخص کا سراغ
 لگانے کی کوشش کرتا رہے۔
 پارس نے کہا ”اسمگلر کا قرار ہو گیا ہے اور وہ بے جراتی اتنا
 بے سارا ہو گئی ہے۔ اس انجیلے شہر میں کہاں جائے گی؟“
 ”جنم میں جائے۔ تم اس کے بارے میں کچھ نہ سوچو۔ یہ میرا
 حکم ہے۔“
 ”کیا میں اسے بھول جاؤں؟“
 ”ہاں میں حکم دیتی ہوں! اسے بالکل بھول جاؤ۔“
 ”تم حکم بہت دیتی ہو۔ ٹھیک ہے۔ میں اسے بھول چکا ہوں۔“

بابا صاحب کے ادارے کی اب ایک نہیں دو ہستیاں رہیں
 مگر ان کی کہنے لگی تھیں۔ وہ اپنا نیک شانے سے لٹکائے ہوئے
 میں آئی۔ اسمگلر کے بھائی نے اس کے سامنے آکر پوچھا
 ہو؟“
 ”ہاں۔ کیا تم مجھے جانتے ہو؟“
 ”اب جان رہا ہوں۔ تمہارے پاس یہ جو بیگ ہے پر تم
 حکم کا ہے۔ ہماری آواز کار لڑکیاں ایسے بیگ رکھتی ہیں۔“
 ”آپ کون ہیں؟“
 ”میں جیمز کا بڑا بھائی کر سٹوفر ہوں۔ یہ بتاؤ، جس
 تمہارے بیگ سے لٹکنا چاہیے تھا، وہ مال میرے بھائی کے
 سے کیسے برآمد ہوا؟“
 ”میں خود جراتی ہوں۔ میری کچھ کچھ میں نہیں کہتا
 شاید مسٹر جیمز مجھے جانتا چاہتے تھے۔ انہوں نے میری خبر
 دوران وہ بیٹیش نکال کر اپنے برف کیس میں رکھ لیے۔“
 ”ہوں۔ تم جی جی ایسی ہو۔ تمہارے لیے کوئی بھی فو
 مول لے سکتا ہے۔“
 ”میرا کیا ہوگا؟ میں یہاں پہلی بار آئی ہوں۔ میرا
 واپس کا ٹکٹ ہے مگر تم نہیں ہے۔“
 ”تمہاری جیسی حسینا میں چلتا پھرتا بیگ ہوتی ہیں۔ اپنی
 کے کاڈز پر منہ مانگا کیش حاصل کر لیتی ہیں۔ میرے تو
 ساتھ جاؤ۔ میں تم آرام سے رہو گی۔ میں جیمز کو رہا کر
 بعد تم سے ملوں گا۔“
 اس نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ اتنا کو اس
 میں پھنسا دیا جائے۔ وہ اس کے دو ماتحتوں کے ساتھ چلی گئی۔
 ملی ڈونا نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے تابعداروں کو
 تھا کہ اس کے لیے کار لائی جائے۔ وہ کار ان پورٹ کے باہر
 اریا میں آئی۔ اس کے ساتھ مزید چار گاڑیاں تھیں جن
 گاڑی بیٹھے ہوئے تھے۔
 کار بہت مہنگی بہت شاندار تھی۔ اس کا پچھلا درواز
 گیا۔ وہ پارس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔ پھر دروازہ بند ہو
 جسمانی طور پر نمودار ہو گئی۔ پارس بھی جسمانی طور پر ظاہر
 ”خدا کا شکر ہے۔ سایہ بننے سے نجات مل گئی۔“
 ”کیا تمہیں سایہ بن کر رہنے سے تکلیف ہوتی ہے؟“
 ”اس سے بڑی تکلیف کیا ہو گی کہ تمہارے حسن و بنا
 جلوے دکھائی نہیں دیتے۔“
 ”بڑے ذہیت ہو۔ زیادہ فری ہونے کی کوشش کرو گے
 قریب بیٹھنے کی اجازت نہیں دوں گی۔“
 وہ کوئی کے باہر نکلتا شہر کا نظارہ کرنے لگا۔ بڑی
 وہاں کی مقامی زبان میں طمان کما جا ہے۔ اس وقت ان کا
 مسلح گاڑی کا گاڑیاں جلان کا جب سے گزر رہی تھیں۔ شہر

مقامی مقامی باشندوں کے علاوہ بیرونی ممالک کے لوگ بھی
 رہتی تھیں۔ انہیں نظر آ رہے تھے۔
 فاس نے جلان پستول سے گزرتے ہوئے ایک وسیع
 درمیان نہایت خوب صورت مسجد دیکھی۔ اس کی زبان سے بے
 انجیلے ”سبحان اللہ۔“
 ”میں ڈونا کے پوچھا ”کیا کہا؟“
 ”میں مہارت گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔ بہت شاندار مسجد ہے۔“
 وہ بولی ”یہ مسجد استیصال ہے۔ اسے جنوب مشرقی ایشیا کی
 سب سے بڑی مسجد کہتے ہیں۔ میں نے اس ملک میں بہائش تو اختیار
 کر لی ہے مگر یہاں مسلمان ہی مسلمان ہیں۔“
 ”میں نے سنا ہے تو؟“ فہم مسلمان ہیں۔ تمہیں کیا تکلیف
 ہے؟“
 ”اوندھے کی تکلیف ہو گی۔ میں تو دنیا کی ہر قوم پر حکومت
 کر چکی ہوں۔ یہاں بھی ایک بہت بڑی مسلمان فیملی پر حکومت
 کر رہی ہوں۔“
 ”وہ قائد ایک بہت بڑی عمل نما عمارت کے معاملے میں داخل
 ہوا۔ اس معاملے میں دور تک رہائی تھی اور رنگ برنگے پھول کٹے
 ہوئے تھے۔ جبکہ مسلح گاڑی نظر آ رہے تھے۔ وہ ایسی شان
 و شوکت سے رہتی تھی جیسے کسی بہت بڑی مہارت کی شہزادی ہو۔
 ایک بارودی ملازم نے کار کا دروازہ کھولا۔ وہ دونوں باہر
 آئے، عمل کے دروازے پر اوپر عمر کا ایک خوش پوش شخص کھڑا
 ہوا تھا۔ ملی ڈونا نے پارس سے کہا ”یہ میرے فار سلطان صالح
 ہیں۔ جزیرہ ساؤ کے مالک۔ اور بابا! یہ پارس ہے۔ میرا نیا دست
 راست۔“
 سلطان صالح نے پارس سے مصافحہ کیا۔ وہ اندر آئے پارس
 نے وہاں کی شاہانہ سجاوٹ دیکھی۔ چاہتا تھا کہ واقعی سلطان صالح
 ایک جزیرے کا مالک ہے۔ وہ کس قدر امیر و کیر ہو گا؟ اس کا اندازہ
 نہیں کیا جاسکتا تھا۔
 ملی ڈونا نے پارس پر غریبی عمل کرنے کے دوران اس کے
 دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ اپنی مالک کی اجازت حاصل کیے
 بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا اور تب سے وہ خوش قسمتی میں جلا سمی
 کہ اس کا تابعدار بڑا ہی فرمانبردار ہے۔ اس کی اجازت حاصل
 کیے بغیر خیال خوانی نہیں کرتا ہے۔
 اس نے موقع پا کر سلطان صالح کے خیالات پر غصے پچھلا
 اس کی ایک جوان بیٹی صالحہ کو پونڈرشی میں بڑھتی تھی۔ جب ملی
 ڈونا نے مشرق بعید میں اپنا خفیہ رہائش گاہ بنانے کا ارادہ کیا تو اس
 نے صالحہ کو مارٹک بنایا۔ وہ بھی فکا کو پونڈرشی کی غلابہ رہی تھی
 اور صالحہ کو جانتی تھی جو اس سے جو بیڑ تھی۔
 ایک بار سلطان صالح اپنی بیٹی سے ملنے فکا کو آیا تو ملی ڈونا نے
 اسے نہپ کر لیا۔ غریبی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور

تابعدار بنالیا۔ اس کے دماغ میں اپنی صورت نقش کرتے ہوئے
 حکم دیا کہ وہ آئندہ اسے اپنی بیٹی صالحہ تسلیم کرتا رہے گا اور اپنی بیٹی
 کو بالکل بھول جائے گا۔ بھی اس کی صورت بھی اسے یاد نہیں
 آئے گی۔
 وہ دس برس سے فکا کو میں تھی۔ اس طویل عرصے میں سلطان
 صالح کے خاندان کے دوسرے افراد نے صالحہ کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ
 آٹھ برس کی عمر میں امریکا گئی تھی۔ اب آٹھ برس کی ہو گئی تھی۔
 بچپن اور جوانی کے چرے مختلف ہو چکا کرتے ہیں۔ جب وہ شہزادی
 صالحہ بن کر نکلتا آئی تو اس خاندان کے تمام افراد نے اسے اس
 لیے شہزادی صالحہ تسلیم کر لیا کہ سلطان صالح اسے اپنی تسلیم کر لیا
 تھا۔
 بے چارہ معمول سلطان نہیں جانتا تھا کہ اس کی اپنی بیٹی کہاں
 ہے اور کس حال میں ہے۔ یہ بات صرف ملی ڈونا جانتی تھی۔ پارس
 نے ملے کیا کہ صالحہ کا سراغ لگانے کے لیے وہ رات کے وقت ملی
 ڈونا کے دماغ میں ضرور گھسے گا۔
 ملی ڈونا کے لیے ٹیلی میٹھی جاننے والے معمول اور تابعدار
 تھے۔ ان میں سے کوئی اپنی مالک کی اجازت حاصل کیے بغیر خیال
 خوانی نہیں کرتا تھا۔ یہ پابندی اس لیے تھی کہ کوئی سلطان کے چور
 خیالات پڑھ کر اس کی اپنی بیٹی صالحہ کے بارے میں کچھ نہ معلوم
 کر سکے۔
 پابندی کی ایک اور اہم وجہ تھی۔ سلطان صالح کے دماغ میں
 ایک بیش باخفیہ خزانے کا راز محفوظ تھا۔ اس کے جزیرہ ساؤ میں
 جو عمل تھا اس کے خزانے میں وہ خزانہ تھا۔ بیش قیمت ہیرے
 موتیوں کے علاوہ سونے کی اینٹوں کا ذخیرہ تھا۔ اتنی دولت تھی کہ
 اس دولت کے ایک چوتھائی حصے سے وہ پورا انڈونیشیا خرید سکتا تھا
 لیکن اس نے حکومت سے اور خاندان کے تمام افراد سے اس
 خزانے کو چھپا رکھا تھا۔ یہ راز پاپا دادا کے زمانے سے صرف اپنی
 اولاد کو بتایا جا رہا تھا۔ وہ آئندہ اپنی بیٹی صالحہ کو یہ راز بتانے والا
 تھا۔ اس سے پہلے ہی ملی ڈونا اس کے دماغ سے وہ راز پڑھ چکی
 تھی۔
 ○○○○
 دوسری حکام نے یہ خوش خبری امریکی اور اسرائیلی حکام کو
 سنائی۔ انہیں یقین نہیں آیا کہ تمام ملکی حلقوں ماری گئی ہے اور ملکی
 باسٹریاں جان چکا کہ اپنے کمانڈر... کے ساتھ خلائی زون میں داخل
 چلا گیا ہے۔
 یہ بہت بڑی خبر تھی۔ انہوں نے جناب علی اسد اللہ حمزوی
 سے رابطہ کیا اور کہا ”آپ سچے ہیں۔ بچ بولتے ہیں۔ ہمیں بتائیں
 کیا ملکی حلقوں کا ہو چکا ہے؟“
 انہوں نے جواب دیا ”بڑا کر نے اور فاکر کرنے والی ذات
 صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کسے رکھنا ہے اور کسے

اٹھاتا ہے۔ بے شک منکلی حلقوں ہماری ارضی دنیا میں قابو ہو گئی ہے لیکن خلائی زندگی میں باقی ہے۔ اپنے اعمال درست رکھو۔ خلا میں اور بھی بلائیں ہیں۔

انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔ جن کی نیت درست نہ ہو ان کے اعمال کیا درست ہوں گے۔ انہوں نے اعمال والی فصاحت کو نظر انداز کیا اور خوشی سے ناچنے لگے۔ آسمان سے نازل ہونے والے بت بڑے عذاب سے نجات حاصل ہوئی تھی۔ انہوں نے عالمی رابطوں کے ذریعے اعلان کیا کہ تمام دنیا میں یوم نجات منایا جائے اور تین دن تک خوب خوشیاں منائی جائیں۔

اسرائیل کے پرنس آدم نے دوسری حکام سے پوچھا "ہوئی کیاں ہے؟" انہوں نے بندوں کی سرپرستی ہوئی تھی۔ اسے بھی منکلی حلقوں کے ساتھ قابو ہونا چاہیے تھا۔

ایک دوسری فوجی افسر نے کہا "ہوئی کسی اہم کام سے کیس جی تھی پھر واپس نہیں آئی۔ ہم نے اس کی غیر موجودگی سے قانع اٹھا کر منکلی فوج کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا سونا نے واپس آکر ان کے بارے میں استفسار نہیں کیا؟"

"میں نے کہا تھا، وہ واپس ہی نہیں آئی۔ جہاں گئی ہے وہاں سے بھی رابطہ کر کے نہیں پوچھا کہ منکلی حلقوں کا کیا مشر ہوا ہے۔"

"وہ دنیا کی پہلی اور آخری مکار عورت ہے۔ پہلے تو ان کے سروں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اسلامی ممالک کی طرف جانے سے روکتی رہی۔ پھر چاک ہی انہیں مرنے کے لیے چھوڑ کر چلی گئی۔ وہ سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق انہیں چھوڑ کر گئی تھی۔ ان کا انجام وہ پہلے سے جانتی تھی۔ اسی لیے پلٹ کر اس منکلی ریاست میں نہیں کی جواب دہ رہا وہ بھی ہے۔"

ایک امریکی حاکم نے کہا "فرہاد بھی دوسری خلائی حلقوں شاشا و فیو کی سرپرستی کرنے والا تھا۔ ان کے لیے امریکا کے شمال میں ایک نئی ریاست قائم کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی ملی ڈوٹا نے شاشا کو کچل ڈالا ہے۔ یہ مسلمان بھی ہمارے دوست نہیں رہے۔ انہوں نے خلائی حلقوں کے ذریعے ہمیں بت پرستان کیا ہے۔"

فوج کے اعلیٰ افسر نے کہا "۳۳ ہماری باری ہے۔ ہم انہیں سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔ ان کی زندگی عذاب بنائیں گے۔" انہوں نے خلائی حلقوں کو اسلامی ممالک کی طرف جانے نہیں دیا لیکن ہمارا راستہ نہیں روک سکیں گے۔ ہم ان پر شافی حملے کریں گے۔"

"درست ہے۔ یہ مسلمان طاقت سے اور ہتھیاروں سے نہیں بے حیائی کے مختلف ذرائع سے کمزور اور مطلوب ہو سکتے ہیں۔ ان خلائی بندوں کی طرح یہ بھی بڑے عیاش ہوتے ہیں۔" "عورت ہماری دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ عورتوں

نے منکلی قوم کو نابود کر کے اپنے ہلاکت خیز ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ہم انہیں مسلمانوں کے خلاف پہلے ہی اشتعال کرتے رہے۔ اب اور منظم طریقوں سے کریں گے۔"

وہ لوگ اب ہمارے خلاف نئے محاذ کھولنے کے منصوبہ بنا رہے تھے۔ یہ سب نے کیا کہ کھل کر محاذ آرائی نہیں کریں گے۔ ہماری نظروں میں دشمن کی حیثیت سے ظاہر نہیں ہوں گے۔ ورنہ ہم پیش کی طرح ان پر چڑھ دوڑیں گے۔

دوسرا امریکا اور اسرائیل کے منصوبہ سازوں نے اپنے طور پر یہ منصوبہ بنایا کہ وہ دہشت گردوں کا گروہ تیار کر لیں گے۔ تمام دہشت گرد امریکا کو... اسرائیل کے ٹیلی بیسی جانے والوں کے زیر اثر رہیں گے۔ انہیں بھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ ملک کے پراسرار لوگوں کے تابعدارہ کر دہشت گردی اور خراب کاری کر رہے ہیں۔

وہ اس نئی معلومات سے پریشان ہو گئے تھے کہ بابا صاحب کے ادارے میں بھی سازش اور مرشمن ہے۔ وہ سوچتے تھے اور تصویر دیکھتے تھے کہ مسلمان ٹیلی بیسی جانے والے پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور ان مسلم ٹیلی بیسی جانے والوں کی فوج خفیہ جاری ہے۔

ملی ڈوٹا نے انہیں بتایا تھا کہ شاشا اور جی ٹی نے اپنا آلہ کار بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا جس کے نتیجے میں ان دونوں کی غیر معمولی صلاحیتیں چھن گئی تھیں اور وہ ایسے کم ہو گئے تھے کہ ان کا سراغ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ ان سے دفاعی رابطہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس زلزلہ پر کہیں بھی ان کے فوجی قدم نہیں لے رہے تھے۔ یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ نابود ہو گئے ہیں۔

ان کے بعد اب کسی کی اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ ناہیہ نہی کر اس ادارے میں جائے اور سازش اور مرشمن کو تباہ کر دے۔ اور وہ مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ تھا۔ اب دوسرا امریکا اور اسرائیل کی مختلف سوچ اسی ایک بات پر مرکوز ہو گئی کہ اس ادارے کو نقصان پہنچایا جائے۔ اسے کمزور کیا جائے مسلمان ٹیلی بیسی جانے والوں کی تعداد کم کرتے کرتے انہیں ختم کر دیا جائے تو میں بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ کئی پھلوں سے کمزور ہو جاؤں گا۔ وہ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سونا یا کو چھوڑنے کے بعد کہاں گئی ہے اور کیا کر رہی ہے؟

وہ میرے بارے میں بھی بے خبر تھے۔ جب شاشا ایک چیلنج بن گیا تھا تب امریکا میں انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ ان کا اندازہ تھا کہ شاید میں امریکا کے شمال میں ہوں لیکن ان کے اندازے کی تصدیق نہ ہو سکی۔

تب انہوں نے ادارے کے رابطہ افسر سے گفتگو کی اور کہا "ہم تمام ممالک کی بڑی بڑی عظیموں کے سربراہوں کی کانفرنس کا بندوبست کر رہے ہیں۔ اس کانفرنس کے ایجنڈے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آئندہ ہم زمین کے لوگ کسی بھی خلائی حلقوں سے

کس طرح حمہ ہو کر نہت کیس کے اور کس طرح انہیں شرم نامہ لکھ دے کر کہاں سے بھاگتے رہیں گے۔"

رابطہ افسر نے متعلقہ افسر سے رابطہ کرایا۔ اس نے کہا۔ "ہمارے ادارے کا ایک اعلیٰ عہدہ دار کانفرنس ایجنڈا کرنے پہنچے گا۔"

امریکی حاکم نے کہا "خلائی حلقوں کے سلسلے میں میڈم سونا اور سزنا ہادی علی تیمور مصروف رہے ہیں۔ وہ دونوں اس کانفرنس میں منہدم طور سے دے سکیں گے۔ اگر وہ کانفرنس میں شریک ہوں گے تو ہمارا دفاعی مسئلہ بہتر طور پر حل ہو گا۔"

مگر وہ کہیں مصروف نہ رہے تو کانفرنس میں ضرور شریک ہوں گے۔

لندن کے ایسٹ بورن میں اس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ تمام بڑے ممالک کے فوجی سربراہوں نے شرکت کی۔ ان میں فرانس کا جیجری بنی بھی تھا۔ ٹی بنی نے ایک ملک کے فوجی سربراہ کے ساتھ آیا تھا۔ ابھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس نے ایک خفیہ تنظیم قائم کی ہے۔ اس کی قوت، ذہانت اور مکاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا تھا کہ اس نے دہشت گردی کی اپنی معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اس کی ذہنی دن بھی اس کی کئی برائی تھی اور فرانس کے جتنے جوان اور فوجی اعلیٰ افسران ٹیلی بیسی جانے تھے وہ سب اس کے تابعدار بن چکے تھے۔

اس کانفرنس میں سونا اور فرہاد مرکز نگاہ تھے۔ تمام سربراہان کے قریب رہنے اور زیادہ سے زیادہ گفتگو کرنے کی کوشش کرتے تھے اور پوچھتے تھے۔ "کیا خلائی حلقوں واپس آ سکتے ہیں؟"

جواب ہوتا تھا "یہ دنیا بہت خوب صورت ہے۔ ہم پیدا ہونے کے بعد مرنا اور اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتے پھر خلائی حلقوں یہاں کے حسن کو کیسے بھلا پائے گی؟"

"لیکن وہ بری طرح تباہ و برباد ہو کر گئے ہیں۔ کیا پھر ایسی جگہ آئیں گے؟"

"اگر ایک عورت اپنے بستر سے دھکے دے کر بھاگے تو ہم کی دوسری عورت کے پاس جاتے ہیں۔ وہ دنیا کے ایک حصے سے دھکے کھا کر گئے ہیں، کسی دوسرے حصے میں آ سکتے ہیں۔"

"آپ آئندہ انہیں یہاں آنے سے کیسے روکیں گے؟"

"ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب آئیں گے۔ ہو سکتا ہے نہ آئیں، ہو سکتا ہے آجائیں۔"

سونا نے کہا "اور جب آئیں گے تو یہاں کی عورتوں سے محتاط اور دور دور رہیں گے۔ انہیں بھاگنے کے لیے دوسرے اندازے سے جنگ لینی ہوگی۔"

پھر خلائی حلقوں کو ان کے ہی ممالک میں مصروف رکھیں گے۔ اس طرح وہ انہیں بھاگنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور ہم پہلے کی طرح متاثر نہ کیجئے رہیں گے۔"

"یہ تو آپ کی خود غرضی ہوگی۔"

"جب تک مسلمانوں سے دشمنی کی جاتی رہے گی، ہم بھی خود غرضی رکھتے رہیں گے۔"

انفرادی ملاقاتوں کے علاوہ سونا اور فرہاد نے کانفرنس میں بھی یہی کہا کہ وہ پچھلی اسلام دشمنی سے سبق حاصل کریں۔ ان کا فرض تھا کہ وہ خلائی حلقوں سے جنگ لڑتے۔ دنیا کی تمام طاقتوں کو تمام ملکوں اور قوموں کو حمہ کرتے تو اتنے بڑے اتحاد کے سامنے خلائی حلقوں کے قدم اکڑ جاتے لیکن پہلے امریکا نے انہیں کھ پٹی بنا کر کسی اسلامی ملک میں پہنچانا چاہا پھر اسرائیل نے بھی یہی کرنا چاہا۔ ایسے وقت ہم نے جوابی کارروائی کی اور ان کے ہی ملکوں میں اس حلقوں کو ان کے لیے عذاب بنادیا۔

دوس کو یہ نہیں سمجھتا تھا کہ انہوں نے چالاکی سے اور لیڈرز فورس کے ذریعے انہیں تباہ و برباد کیا ہے اور منکلی ماسٹر کو خلا میں واپس جانے پر مجبور کیا ہے۔ اگر ہم ان کی لیڈرز فورس کو کام بنانا چاہتے تو مخزن میں ان کا یہ منصوبہ ناکام بناتے لیکن ہم نے نظر انداز کیا اور سونا جان بوجھ کر انہیں وہاں چھوڑ کر چلی گئی۔

یہ خدا جانتا ہے کہ کائنات میں کتنے زون ہیں جہاں مخلوقات آباد ہیں۔ ہر مخلوق کے لیے اس کا اپنا ایک مخصوص زون ہے۔ خدا نے جسے جہاں پیدا کیا ہے، اسے اسی زون میں رہنا اور پنہا چاہیے۔ اگر وہ دوسرے زون اور سیاروں تک پہنچا اور وہاں اپنی مستقل رہائش گاہ بنانا چاہے جس تو انہیں خود کو اس دنیا یا سارے کے قابل بنانا ہو گا۔ منکلی حلقوں ہماری دنیا کے قابل نہیں تھی۔ ہم سے جسمانی طور پر اور ذہنی طور پر مختلف تھی۔

موجودہ رپورٹ کے مطابق امریکا، دوس اور اسرائیل میں چند عورتوں نے بچوں کو جنم دیا ہے۔ وہ بچے بندر نما ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ہم منکلی حلقوں کو یہاں رہنے اور یہاں کی عورتوں کے ساتھ ازاد وادی زندگی گزارنے دیں تو ہماری انسانی نسل کے مقابلے میں بندر نما شلیں پیدا ہوتی اور ساری دنیا میں پھیلی چلی جائیں گی۔ اس طرح ہماری یہ حسین دنیا رفتہ رفتہ بد صورت ہوتی چلی جائے گی۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دنیا کو جیسا بنایا ہے، ہم اس کے حسن کو اسی طرح برقرار رکھیں گے۔ اس کے حسن میں اسنے اعمال حسد سے اضافہ کریں گے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم کسی بھی خلائی حلقوں کو یہاں قدم جانے کا موقع نہ دیں۔

اگر ہم سے اتحاد کے لیے کہا جائے گا، ہم سب سے آگے بڑھ کر اتحاد کریں گے۔ اگر اتحاد کے پس پردہ فریب دینے کی محافقت کی جائے گی تو ہم سب سے آگے بڑھ کر دشمنی کریں گے۔ لہذا ہماری

پہلی اور آخری صیحت یہی ہے کہ وہ پچھلی اسلام دشمنی سے سبق حاصل کرتے رہیں۔

انہوں نے صبی اور سونیا کی سخت باتیں سنیں۔ دہلی زبان سے اعتراض کیا کہ ہمیں ہماری کافر نفس میں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں لیکن وہ ہماری باتیں سننے پر مجبور تھے۔ ہمیں خاموش رہنے کا حکم نہیں دے سکتے تھے اور نہ ہی کافر نفس میں ہمارے خلاف حوث لے کر ہمیں ٹاپنڈیہ قرار دے سکتے تھے۔

وہ ایسا کرنا بھی نہیں چاہتے تھے کیونکہ ہمیں ہلا کر یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں اور سونیا کہاں ہیں اور کن معاملات میں مصروف ہیں؟

وہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف بہت بڑا آپریشن شروع کرنے سے پہلے مجھے اور سونیا کو پوری طرح اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔ چوتھیں گھنٹے ہمیں اپنی نظروں میں رکھنے کا ایک طریقہ تھا۔

یہ طریقہ ٹیلی بیٹھی کی دنیا میں اب عام ہو رہا تھا۔ امریکا اور اسرائیل میں ٹاپنڈیہ بنانے والی کوئیاں تھیں۔ دہلی اور بمبئی ہنٹر کے پاس بھی تھیں اور ملی ڈونٹا بھی اس کوئی کے ذریعے پارس کے اندر سارے اپنی راست میں اپنا تابعدار بنا چکی تھی۔

امریکی ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کا سربراہ جان کولن تھا۔ اس نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ وہ اپنے دو آلہ کار ٹاپنڈیہ ہاکر سونیا اور میرے جسم میں داخل کرانے لگے۔ اور ان کے ذریعے ہماری مصروفیات سے آگاہ ہوتا رہے گا۔ پھر موقع پا کر ہمیں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا کیا جائے گا اس کے بعد جان کولن اور اس کا ماتحت ہم دونوں کے دماغ پر حاوی ہو جائیں گے اور ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنالیں گے۔

یہ منصوبہ صرف امریکی ٹیلی بیٹھی جاننے والے جان کولن نے ہی نہیں اسرائیل کی الپا نے بھی بنایا تھا۔ دہلی شی نارا کو اپنی تابعدار بنانے کے بعد بمبئی ہنٹر کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ اب وہ مجھے اور سونیا کو اپنا تابعدار بنانے کا ارادہ کر کے اس کافر نفس میں آیا تھا۔

سونیا کافر نفس میں کہہ چکی تھی کہ اتحاد قائم کرنے کے لیے یہ وہ ہمیں فریب دینے کی حماقت نہ کی جائے ورنہ فریب اور مکاری انہیں بہت مشکل پڑے گی۔ وہ مجھے اور سونیا کو فریب دیتے دیتے ہمیں مطلوب کرنے کی کوشش کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے تھے اور ہمارے بیٹے جوان ہو چکے تھے۔ ہو سکتا ہے ہمارے بیٹوں کے بیٹے بھی جوان ہو جائیں۔ تب بھی یہ ستم حریف مشن جاری رکھیں گے اور ہمیں مٹانے کی اپنی ہی کوششیں کرتے رہیں گے۔

کافر نفس کے اختتام سے پہلے ہی وہ اپنے منصوبوں پر عمل کر چکے تھے۔ بمبئی ہنٹر نے اپنے ایک معمول کو سایہ بنا کر میرے اندر پھنپا دیا تھا اور ایک معمول کو سونیا کے جسم میں سارے رہنے کا

حکم دیا تھا۔ ان کے علاوہ مزید چار تابعدار تھے جو ہرچہ کہنے کے لیے ہمارے اندر ڈیوٹی بدلے والے تھے۔

امریکی جان کولن اور اسرائیلی الپا نے بھی یہی کیا۔ اپنے اپنے معمول اور تابعداروں کو ہمارے اندر پھنپا دیا۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ خیال تھا کہ صرف وہی ایسی چالاکی سے کام کر رہے ہیں باقی دو سروں نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا ہے۔

اب وہ بہت محتاط تھے۔ ہمیں اپنا تابعدار بنانے کے لیے اگر قدم اٹھانے کی جلدی نہیں کر رہے تھے۔ یہ اطمینان تھا کہ ہم چوتھیں گھنٹے ان کی نظروں میں رہا کریں گے۔

بمبئی ہنٹر دہلی شی نارا کی طرف سے بھی بہت محتاط تھا۔ وہ دہلی کی آتما ہستی سے بھی خوف زدہ تھا۔ یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ غریبی عمل ذرا بھی کمزور ہو گا تو وہ اس کے محرے نکل جائے گی پھر اس کے لیے مصیبت بن جائے گی۔

وہ جیس میں مسلسل تین راتوں تک شی نارا پر عمل کرتا رہا اور بڑے مستحکم انداز میں اسے اپنی معمول بنانا رہا۔ لندن میں کافر نفس کے دوران اس نے ایک رات عمل کے وقت اس کے دماغ میں یہ بات غصے کی کہ وہ اس کی بیوی ہے 'اپنا جسم اپنی آئندہ اس کے حوالے کر چکی ہے۔

ویسے بھی بمبئی ہنٹر اس کے حسن و شباب کا طالب تھا۔ چونکہ وہ اندیشوں میں گھرا رہتا تھا اور آتما ہستی کو بالکل ہی بچل ڈالنے کی فکر میں لگا رہتا تھا اس لیے اس نے شی نارا کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اب اتنے دنوں تک مسلسل عمل کرتے رہنے کے بعد ذرا اطمینان ہوا کہ وہ اس کی گرفت سے نہیں نکل سکے گی۔

پھر حلقے نے سمجھایا کہ عورت کو جسمانی طور پر حاصل کر لیا جائے تو پھر وہ کسی دوسرے کا تصور نہیں کرے گی۔ نئے اپنا آپ دے دیتی ہے 'اسی کی ہو کر رہ جاتی ہے۔ شی نارا بھی ایک شرقی عورت ہے۔ ایک بار بمبئی ہاکر کریمش کے لیے اس کے گلے کا ہار بن جائے گی۔

وہ کافر نفس کے سلسلے میں ایسٹ یورپ کے ایک ساحلی ہوٹل میں قیام پزیر تھے۔ ایک رات ڈنر کے وقت بمبئی ہنٹر نے کہا 'شی نارا! میں پچھلے دنوں بہت مصروف رہا۔ تمہارے ساتھ راتیں نہ گزار سکا۔ آج کی رات تمہارے ساتھ گزارا دوں گا۔'

وہ بولی 'تم کہتے ہو میں تمہاری بیوی ہوں۔ مجھے یاد کیوں نہیں آتا کہ ہماری شادی کب اور کہاں ہوئی تھی؟'

'تمہیں ایک حادثہ پیش آیا تھا جس کے نتیجے میں تم پچھلی زندگی بھول چکی ہو۔ رفتہ رفتہ تمہیں ماضی یاد آجائے گا۔'

وہ کھانے کے بعد سمندر کے ساحل پر بیٹھے رہے۔ بمبئی روانی اور جذباتی تنگ کر رہا 'وہ بولی 'مجھے یہ باتیں ابھی نہیں لگ رہی ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے تم اجنبی ہو اور ایک اجنبی کو مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔'

میر کوٹ ہوا کہ اس کے عمل کا اثر شاید ختم ہو رہا ہے۔ اس نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا 'یہ جو میرے ساتھ ہے، میرا مالک اور مختار ہے۔ میں اس کی تابعدار ہوں کیا مجھے اس حقیقت سے انکار ہے؟'

'دشمن' انکار نہیں ہے۔ میں اس سے متاثر ہوں۔ یہ میرے دماغ چھل رہا ہے۔ اس کے باوجود یہ مجھے اپنا نہیں پرایا لگتا ہے۔

وہ اس کی سوچ میں بولا 'آج رات میں اس کے ساتھ میرا دل کی تو یہ مجھے بالکل اپنا لگے گا۔'

اس کی سوچ نے اپنے طور پر کہا 'دشمن' یہ بات مجھے گراں موزوری ہے کہ میں اس کے ساتھ رات گزارا دوں گی۔ ہرگز نہیں! میرا دل اس کی طرف مائل نہیں ہو رہا ہے۔'

وہ اس کی سوچ میں بولا 'مجھے اس کی مخالفت میں نہیں' حماقت میں سوچنا چاہیے۔ یہ میرا ہے، میرے جسم و جان کا مالک ہے۔'

اس کی سوچ نے کہا 'مگر مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور مجھے نہیں پتا ہے کہ میں اس کے آگے گھاس نہیں ڈالوں گی۔'

وہ صبر سے بولا 'تم مجھے کہہ جا کہ میری بیوی؟'

'تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں میرے خیالات پڑھ رہے ہو؟'

'ہاں پڑھ رہا ہوں اور تمہارے دماغ میں ہر ہول چلو۔ ہم ایک کمرے میں رات گزاریں گے۔'

'کیا تم گھاس کھاتے ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ فحشاء علی تیور کی ہو ہوں؟' شے پارس ہاتھ لگا چکا ہے۔ مجھے اب کئی سہرا چھو بھی نہیں سکے گا۔'

وہ ساحل پر چلتے چلتے ٹھک گیا۔ اس سے ایک قدم دور ہو کر بولا 'کیا تمہیں یاد ہے کہ تم فحشاء علی تیور کی ہو ہو؟ پارس کی بیوی ہو؟'

'ہاں ساحل کی کھلی فضا میں دماغ کو تازہ ہوا لگ رہی ہے اور یہ دماغ تمہیں دوست نہیں دشمن سمجھ رہا ہے۔'

اس نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر اس کی گلائی پکڑ کر کہا۔ 'مجھے ہوکل چلوں پھر تم پر عمل کروں گا۔'

وہ ایک جھگڑے سے گلائی چھڑا کر بولی 'کیا میں پاگل ہوں کہ تمہیں اپنے اوپر مسلط کرنے کے لیے غریبی عمل کرنے دوں گی۔'

وہ لپٹ کر جانے لگی۔ اس نے دوڑ کر پھر اسے پکڑ لیا۔ وہ خود کو بھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ سامنے سے دو افراد آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا 'میں سڑکیوں اس سے زبردستی کر رہے ہو؟'

بمبئی نے کہا 'تم لوگ اپنا راستہ لو' یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ یہ مکلی بیوی کی ہے۔'

اس شخص نے کہا 'یہ تمہاری بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟' 'کیوں نہیں ہو سکتی؟' 'اس لیے کہ یہ صبی بیوی ہے۔' 'کیا کیوں اس کر رہے ہو؟'

'جنگ کد رہا ہوں یہ صبی بیوی ہے اور میں پارس ہوں۔' دہلی شی نارا اور بمبئی ہنٹر نے چونک کر اس شخص کو دیکھا۔ اس شخص کے ساتھی نے کہا 'یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارا نام پارس نہیں رابرٹ ہے۔'

'میں رابرٹ ضرور ہوں لیکن میری کھوپڑی میں پارس مسلط ہے۔ یہ پارس ابھی اس حبشہ شی نارا کے دماغ میں تھا۔ وہاں سے پھر میرے دماغ میں آ گیا ہے۔ اب یہ بات اس گھرے کی سمجھ میں آ رہی ہوگی اس لیے اس نے پارس کی گھروالی کی گلائی چھوڑ دی ہے۔'

شی نارا خوشی سے قہقہے لگانے لگی۔ بمبئی سمجھ میں آ گیا کہ دہلی کو ہار دینا ہے اور خود کو خطرات میں ڈال چکا ہے۔ یہ سمجھتی ہی وہ گولی نکل کر ٹاپنڈیہ ہو گیا۔

وہ دو افراد اس کے غائب ہونے سے بوکھلا گئے۔ پارس نے دونوں کے اندر باری باری جاکر کہا 'یہ جن بھوت کے معاملات ہیں۔ بھاگ جاؤ ورنہ بڑی طرح بھنسنو گے۔'

وہ دونوں پلٹ کر بھاگنے لگے۔ شی نارا نے آواز دی 'پارس رک جاؤ۔'

پھر اس نے اپنے دماغ میں اسے محسوس کیا 'وہ بولا 'میں تمہیں چھوڑ کر بھلا کہاں جا سکتا ہوں؟'

'اتنے دنوں تک کہاں تھے؟'

'میں تو بہت دور مشرق بعید میں ہوں لیکن بی ڈونڈی دن کے ذریعے تمہارے آس پاس رہتی ہے۔'

'اس کہنی نے مجھے اپنی تابعدار کتہ بنایا تھا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ابھی اس کے اندر زلزلے پیدا کر دیں گی۔'

'میری زلزلہ بیکر! میرا گھر۔ غصہ تو کد دو۔ ڈی دن کی آواز'۔

لجہ اور شخصیت بدل گئی ہے۔ تم اس کے اندر نہیں پہنچ سکو گی۔'

'تم بڑی دیر سے میرے دماغ میں چپے ہوئے تھے۔ میری اور بمبئی کی باتیں سن رہے تھے۔'

'ہاں ابھی تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ تمہاری چھپی ہوئی آتما ہستی نے تمہیں بمبئی کے غریبی عمل سے نکال دیا ہے۔'

'تم نے پہلے مجھے کیوں نجات نہیں دلائی؟'

'میں خاموشی سے بمبئی اور اس کی نئی تنظیم کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ تمہارے سلسلے میں اطمینان تھا کہ جب چاہوں گا، تمہیں ان کے قہقہے سے نکال لاؤں گا۔'

'بمبئی ہنٹر اور ڈی دن میرے شکار ہیں۔ تم ان سے دور

روہو کے میں ان سے منت لوں گی۔ انہیں اپنا غلام اور تابعدار بناؤں گی۔

”میں ان معاملات سے دور رہوں گا۔ ہوٹل میں جا کر آرام کرو“ اپنی جسامتی اور دماغی توانائی بحال کرو۔

”تم کسی دھوکے کے بغیر میرے دماغ میں آ رہے ہو۔ دوسرے بھی آتے ہوں گے۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے۔“

”سی لیے کہہ رہا ہوں آرام کرو اور دماغی توانائی دوبارہ حاصل کرو۔ توانائی حاصل کرنے تک میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔“

”مجھے تاہم ہٹانے والی گولیوں کی ضرورت ہے۔“

”تم ہوٹل جاؤ۔ تمہارے سامان میں گولیوں اور فلائنگ کیپسولوں کی ایک ڈبیا ملے گی۔“

”کیا یہاں تمہارے آئڈل کار موجود ہیں؟“

”تم میری ماما اور بابا کو یہاں دیکھ رہی ہو۔ ان کے کئی ٹائیڈہ ماتحت ہوٹل کے اندر اور باہر رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک آئڈل کار وہ ڈبیا تمہارے سامان میں رکھ چکا ہے۔“

”وہ ساحلی ریت پر چلتے ہوئے ہوٹل میں آئی۔ کاؤنٹر سے اپنے کمرے کی چابی طلب کی۔ کاؤنٹر گل نے چابی دیتے ہوئے کہا۔“

”آپ کے سامنے سیجری بنزرنے اپنا کمرہ چھوڑ دیا ہے۔ آپ شاید رہیں گی۔“

”مجھے میں نے فیصلہ نہیں کیا۔“

”وہ چابی لے کر لفٹ کے ذریعے پانچویں طور پر آئی۔ پھر اپنے کمرے میں پہنچ کر سب سے پہلے اپنے سامان کی تلاش کی۔ اسے وہ ڈبیا مل گئی اس نے کھول کر دیکھا۔ چھ عدد گولیاں اور چار عدد فلائنگ کیپسول رکھے ہوئے تھے۔“

”اس نے آئینے کے سامنے آکر ایک گولی کو حلق سے اتارا۔ اسے آئینے میں اپنا عکس نظر آ رہا تھا وہ غائب ہو گیا۔ تعین کیا کہ پارس نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ گولیاں اور کیپسول اصل ہیں۔“

”وہ ہر معاملے میں پارس کا بھروسہ تھا وہ ان کا حاصل کتنی بھی مکر اس پر بھروسہ نہیں کرتی تھی۔ یہ سوچ کر اسے غصہ آتا تھا کہ اس نے ہندو درم قبول نہیں کیا تھا۔ اسے دھوکا دیتا تھا۔“

”وہ پارس کی دوست تھی نہ دشمن۔ فی الحال وہ ملکی جتنی کی دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھی۔“

○●○

علی کو پھر لاہور جا کر اپنی ماما آمنہ فراد کے ساتھ رہائش اختیار کرنی تھی۔ اس نے ایک ہفتے بعد جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اچانک ہی دوسرے دن اسے سڑکی تیار کی گئی پڑی۔ کیونکہ وہاں خوالدین کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔

بچنے باب میں خوالدین اور اس کی بیٹی فہمیدہ عرف حمی کا ذکر ہو چکا ہے۔ علی اور آمنہ نے ان باپ بیٹی کو بابا صاحب کے ادارے

میں ٹریننگ کے لیے بھیجا تھا۔ خوالدین وہاں سے ملکی جتنی کاظم حاصل کر کے لاہور واپس آیا تھا۔ فہمیدہ مزید ٹریننگ حاصل کرنے کے لیے وہاں دھکی تھی۔

اس عرصے میں حمی تربیت کے کئی مراحل سے گزر چکی تھی۔ مزید تربیت حاصل کرنے کے لیے وہاں رہتا تھا جتنی تھی لیکن باپ کے قتل کی خبر سننے ہی علی کے ساتھ لاہور آئی۔

بیٹی کے وہاں پہنچنے کے بعد مختل باپ کی تجویز سمجھیں کی گئی۔ آمنہ نے حمی کو سینے سے لگا کر تسلیاں دیں۔ اسے اپنی کوٹھی میں لے آئی تاکہ وہ باپ کی کوٹھی میں ٹھان رہے۔

علی نے کہا ”میں خوالدین کے ساتھ ان کی کوٹھی میں رہا کرتا تھا“ اس لیے کوٹھی کو خالی نہیں چھوڑوں گا۔“

حمی نے کہا ”کل صبح ہم ان پولیس افسران سے ملیں گے جو ابو کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں۔“

”وہ آمنہ کے پاس رہے۔ علی وہاں سے خوالدین کی کوٹھی میں آیا۔ اس صبح کو سمجھا تھا کہ قاتل کون ہے؟ اسے خوالدین جیسے نیک اور شریف انسان سے کیا دشمنی تھی؟“

”کہتے ہیں جن کے دوست نہیں ہوتے“ ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ لیکن خوالدین کے نہ دوست تھے اور نہ ہی دشمن تھے۔ اس شریف آدمی سے دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ بھی نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ کسی دشمنی کے بغیر اس بے چارے کو قتل کیا گیا ہے۔“

علی نے ریمو راتھا کر پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ ہونے پر کہا ”میرا نام علی تیمور ہے۔ کل میرے اٹکل کا قتل ہوا تھا۔ آج تو دفن ہوئی ہے۔ میں اس سلسلے میں آفیسر آن ڈیوٹی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”جواب ملا“ وہ جی امارے سرٹی ڈیوٹی پر نہیں۔ میرا مطلب ہے راؤنڈ پر گئے ہیں“ آپ صبح بات کریں۔“

ادھر سے ریمو راتھا رکھ دیا گیا۔ علی نے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پر دھمے چلا چلا جس انپیکڑ کی ڈیوٹی ہے وہ اپنے گھر میں آرام کر رہا ہے۔ علی نے اس کے دماغ سے انپیکڑ کے گھر کا فون نمبر معلوم کیا پھر اس نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے کسی خاتون نے کہا ”ہیلو؟“

علی نے کہا ”میں ڈی آنٹی بی بول رہا ہوں۔ انپیکڑ راشد کو فون دو۔“

چند سیکنڈ کے بعد ہی انپیکڑ کی گھبراہٹ ہوئی آواز سنائی دی ”میں سرابیں انپیکڑ راشد حیدر بول رہا ہوں۔“

”گھر سے کیوں بول رہے ہو“ ہمیں تمہارے میں ہونا چاہیے تھا۔“

”وہ سرابات یہ ہے سرابیں ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ وہاں سے دوالے کر گھر آیا“ ڈاکٹر نے آرام کرنے کو کہا ہے۔“

”میں حوالدار نے کہا ہے تم موبائل لے کر راؤنڈ پر گئے ہو۔“

”سرابیں راؤنڈ پر ہی تھا۔ اسی وقت طبیعت خراب ہو گئی۔“

”میں سرابیں کی توازن ایسی بھاری بھر کم کیسے ہو گئی؟ آواز تو بالکل بدل گئی ہے۔“

”اس نے بدل گئی ہے کہ میں ڈی آنٹی جی نہیں ہوں۔ آپ دس ڈیوٹی چھوڑ کر گھر میں آرام کرتے ہیں کیا یہ فرض شناسی ہے۔“

”دوے! کون ہے بے توجہ! ڈاکٹر ہیں کرو دھوکا دیتا ہے۔“

”مانے؟“ تیری کمال انداز کے جوئے کا کہہ نہیں سکتا۔“

”کیا سوچتی ہو؟ جوئے دیتے ہو؟“

”دوے! جب شٹ اپ۔“

اس نے آنٹی زور سے حلق پھاڑ کر کہا کہ کھانسی آنے لگی۔ وہ ریمو راتھا کر کھانسنے کھانسنے دہرا ہو گیا۔ اس کی گھروالی پانی لا کر پالنے لگی۔ علی خاموشی سے اس کے خیالات پر دھم دیتا تھا۔

”حمی بھی اپنے ابو کے قاتل کا سراغ لگانے کے لیے بے چین تھی۔ اس نے تمہارے فون کیا تو اسے جی وہی جواب ملا کہ سرٹی راؤنڈ پر گئے ہیں۔“

اس نے حوالدار کے دماغ سے انپیکڑ راشد حیدر کا فون نمبر معلوم کیا پھر اس نمبر پر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے خاتون نے پوچھا ”ہیلو کون ہے؟“

”میں بیگم ڈی آنٹی بی بول رہی ہوں۔ انپیکڑ کو فون دو۔“

چند سیکنڈ کے بعد ہی انپیکڑ نے فون پر کہا ”جی بیگم صاحبہ! میں انپیکڑ راشد بول رہا ہوں۔“

”تم تمہارے سے کیوں نہیں بول رہے ہو؟“

”وہ بیگم صاحبہ جی بات یہ ہے۔“

پھر وہ چپک کر بولا ”سرٹی کی جگہ تو بچیلے برس مرچکی ہے۔ اے گون ہے تو؟ میرے سے فراڈ کر رہی ہے۔“

”فراڈ تو تم لوگ دودی پن کر کرتے ہو۔ راؤنڈ پر جانے کے بدلے گھر جا کر سو جاتے ہو۔“

”شرم کی بیٹی! میں تیری بیٹیاں توڑ دوں گا۔ تیرا تیسرا بیٹا ڈالوں گا۔“

”کیا تمہاری اولاد ہو؟“

”دوے! شٹ اپ۔“

”آپ سوئے نہیں جاگ رہے ہیں؟“

”تمہارے ابو کے پر اسرار قتل نے الجھایا ہے۔ میں معلومات کے لیے اسی انپیکڑ کے پاس پہنچا، جہاں تم ابھی پہنچی ہو گئی تھیں۔“

”آپ بہت اچھے ہیں۔ میرے ابو کے قاتل کا سراغ لگانے کے لیے جاگ رہے ہیں۔“

”انپیکڑ کے خیالات پر دھم کر معلوم ہوا کہ وہ اور اٹھیلی جنس کے سراغ رساں اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کون لوگوں سے ملتے تھے؟ میری غیر موجودگی میں کسی سے شناسائی پیدا ہوئی ہو تو میں اس شناسا کو نہیں جانتا ہوں۔“

”کل میں کوٹھی میں آؤں گی اور ابو کا سامان دیکھوں گی۔ ان کے سامان سے شاید کوئی سراغ مل جائے۔“

پھر علی نے ذرا توقف کر کے کہا ”حمی! ذرا ایک منٹ۔ میں کچھ آہٹیں سن رہا ہوں۔ میرا یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہونے کے بعد زبرداد کے بلب کو بجھا کر کھڑکی کے پاس آیا۔ غیر معمولی سماعت کے ذریعے کسی کی سرگوشی سنائی دی۔ کوئی کسی سے کہہ رہا تھا۔ ”مجھے ایک کمرے میں بجلی دوشی تھی۔ میں نے دیکھا تھا۔ اب وہاں اندھیرا ہے۔ اس کا مطلب ہے کوئی یہاں ہے اور وہ جاگ رہا ہے۔“

ایسے وقت حمی نے دماغ میں آکر کہا ”معافی چاہتی ہوں۔“

”جتنس کے باعث وہ نہ سکی۔ آپ کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی ہوں کوٹھی میں کون آیا ہے؟ کیا آپ رہتے ہیں گے۔“

”ضرور رہوں۔ میں نے غیر معمولی سماعت سے کسی مرد کی سرگوشی سنی ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن وہ یوگا کا ماہر بھی ہو سکتا ہے۔“

”جی ہاں اگر وہ یوگا کا ماہر ہوگا تو ہاتھ آنے سے پہلے فزار ہو جائے گا۔“

”سی لیے انتظار کر رہا ہوں۔ تم خاموش رہ کر میرے ذریعے ان کی دھیمی سرگوشیاں بھی سن سکتی۔“

وہ دونوں خاموش رہے۔ قدسوں کی چاہ اتنی دھیمی تھی کہ صرف علی ہی سن سکتا تھا اور اس کا دماغ حمی کو سنا رہا تھا۔ وہ چاہ ٹھہر ٹھہر کر سنائی دے رہی تھی۔ پھر وہ آواز دور ہونے لگی۔ علی نے کہا ”وہ آنے والے اب جا رہے ہیں۔ پتا نہیں وہ کون ہیں۔ وہ جانے کے بعد شاید پھر آج نہ آئیں۔“

”آپ اس کے دماغ میں جا سکتے۔“

جب وہ ہاتھ سے نکل رہے تھے تو احتیاط ضروری نہیں رہی تھی۔ علی نے خیال خواتین کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس دھکی۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ حمی نے کہا ”آپ کا اندازہ

○☆☆○
اناما پہلی بار جگارتا آئی تھی اور آتے ہی میری طرح پھنس گئی

جیسی ایک مہلی جیسی جاننے والا انسانا کے ساتھ تھا۔ اس نے اسے
 کرسٹوفر کے بچکلے سے جا۔ نے نہیں دیا۔ اسے روک دیا پھر کرسٹوفر
 کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا ”مجھے ایک دوپٹے کی پٹے

مکمل ہو لی، یہ اس کے لیے ہے جس پر میرا دل آئے گا۔“

پارس کے دماغ میں اس کے تنویمی عمل کا اثر کس حد تک ہے؟ اگر

اثر داخل ہونے لگے گا تو وہ دوبارہ اس پر حمل کرے گی۔
 صبح اس کے خیالات پڑھتے وقت یاد آیا کہ بچھلی رات پارس
 کے خیالات نہیں پڑھے تھے اور نہ ہی اپنے داغ کو ہدایات دی
 تھیں۔ بس اچانک ہی بے وقت سو گئی تھی۔
 اس نے لباس تبدیل کرنے کے بعد پارس کو بلایا پھر پوچھا۔
 ”مجھے بچھلی رات کیا ہوا تھا؟“
 ”وہی جو عام طور پر جوان لڑکیوں کو ہوتا ہے۔“
 ”کیا ہوتا ہے؟“
 ”جو پھل کی طرح پک جاتی ہیں، نہ کھاتی ہیں، نہ کھانے دیتی
 ہیں، انہیں ہسٹرا کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ تم پر بھی ایسا ہوا پڑا
 تھا۔“
 ”کیوں اس کرتے ہو۔ کیا تم کوئی ڈاکٹر ہو؟“
 ”اپنے منہ سے کیا تعریف کروں۔ مریض بن کر آؤ۔ شفا پاؤ“
 یقین آجائے گا۔“
 ”اے اچھا پھر اگر کھنگو نہ کیا کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ۔ بچھلی
 رات مجھے کیا ہوا تھا؟ کچھ جانی نہ چلا کہ میں کب سو گئی تھی۔“
 ”انسان کے اور اس کے نصیب کے سونے کا کوئی وقت نہیں
 ہوتا۔“
 ”پھر ابھی ہوئی بات کہہ رہے ہو۔“
 ”سبھی ہوئی بات ہے کہ تم نے کبھی اجازت نہیں دی کہ
 میں تمہیں چھو سکوں۔ لیکن کل بڑی فراخ دلی سے میرے دونوں
 بازوؤں میں آگئی تھیں۔ میں تمہیں بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر لایا
 تھا۔ تم میرے کلیجے سے لگ گئی تھیں۔ الگ نہیں ہونا چاہتی
 تھیں۔“
 وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگی۔ چور خیالات میں کبھی
 جھوٹ اور کھوٹ نہیں ہوتا۔ جو اس کے اندر تھا وہی وہ بول رہا تھا
 پھر مجھ وہ بولی۔ ”تم جھوٹ بول رہے ہو۔“
 ”میں جھوٹا ہی کسی گھر جو ہوا اس پر میں رات بھر شوتا
 ہا۔“
 ”اے کیوں اس مت کرو۔ شرانے کی کوئی بات نہیں ہوئی اور
 مرد ہو کر شراب رہے تھے۔ جھوٹے نکاح۔“
 ”میں تمہارا معمول اور تابعدار ہوں۔ کیا تمہیں اپنے خوبی
 عمل پر بھروسہ نہیں ہے؟ کیا کوئی معمول اپنے عامل سے جھوٹ بول
 سکتا ہے؟“
 وہ اٹھ کر سوچنے لگی اور سوچ سوچ کر اچھے لگی پھر اس کے چور
 خیالات پڑھنے لگی۔ خیالات نے بتایا کہ اس نے اپنے بیڑ موم میں
 تمام رات پارس کو پریشان کیا تھا۔
 وہ جھنجھلا کر بولی ”میں تو سو گئی تھی۔“
 ”مہوشی میں ایسا ہی لگتا ہے جیسے سوتے سوتے وقت گزرا
 ہو۔ ویسے جو گزر چکا ہے اسے بھول جاؤ۔“

”میں تمہارا منہ تو ڈونڈی کی دور ہو جاؤ میری نظروں سے
 وہ جانے لگا۔ وہ بولی ”مکان جارہے ہو، جواب دے کر
 جب میں نے نظر نہیں کیا تھا تو میریں مہوش کیسے ہو گئی تھی؟“
 ”میں ایک ڈاکٹر کے تجربات کے مطابق جواب دوں گا تو
 نہیں کروں گی۔“
 ”مجھے جواب چاہیے۔ میں نشتے کے بغیر مہوش کیسے ہو گئی
 ”ہسٹرا کا ایک درجہ ایسا ہے جہاں مریض نشتے کے بغیر
 رہتی ہے۔ اسے انگریزی میں ایسٹریل ہسٹرا انوٹرکیشن اور
 میں انشاپ الہدوش انشیریا کہتے ہیں۔“
 ”میں چلی بار ایسی بیماری کا نام سن رہی ہوں۔“
 ”بیماری نہ بڑھاؤ۔ مہودہ۔ صدمہ میں کوشت باغیچے
 پائنا نہ جانے تو گھر ہی رکے خراب ہو جاتا ہے۔“
 ”جاؤ۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ گیت لاسٹ۔“
 وہ چلا گیا۔ وہ بستر پر اوندھے منہ گر پڑی۔ کچھ کہنے سے
 بچھل کر سوچنے لگی۔ اس کے چور خیالات جھوٹ نہیں کر سکتے
 یہ۔ یہ میری مرضی کے بغیر کیا ہو گیا؟ یہ تو اب میرا معمول
 تابعدار ہے۔ میرا منتوج ہے مگر فلاح بن گیا ہے۔
 دنیا میں عجیب و غریب وارداتیں ہوتی ہیں جن کے ہر
 یقین نہیں آتا۔ لیکن وہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ واردات کی بات
 ڈونا کو یاد آیا کہ انا کے ساتھ کچھ ایسا عجیب واقعہ ہوا تھا۔
 کے یک میں بیرونی کے جو بیکش تھے۔ وہ کسی کے علم میں
 خود بخود ہنجر کے برف کیس میں نخل ہو گئے تھے۔
 ملی ڈونا کا خیال تھا کہ انا کی پٹ پر کوئی پر اسرار قوت
 اس قوت نے اسے گرفتار ہونے اور سزائے موت پانے سے
 تھا۔ یہ غیر معمولی بات تھی۔ ملی ڈونا تجسس میں جلا ہو گئی تھی۔
 نے سوچا تھا کہ انا کے داغ میں جاتی رہے گی اور اس کے
 چھپی ہوئی پر اسرار قوت کا سراغ لگا کر رہے گی۔
 بڑی دیر بعد انا کا خیال آیا۔ وہ خیال خزانہ کی پرواز
 اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتائے گئے ”مگر
 پھنستا تو میں بھنسن جاتی۔ گاؤں گزرتے۔ اس نے مجھے چھپایا۔
 از پورٹ سے باہر آئی تو جھجھر کے بھائی کرستوفر نے مجھے قیدی
 وہ میری عزت سے کلینا اور پھر مجھے ایک بازواری لڑکی بیان
 تھا۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ نشتے میں کتنے لگا۔ میں اسے
 ماروں میں نے لایا بھی نہیں دیکھا۔ اس نے میری ہرلات ہر
 کی ایک گڈی دی۔ مجھے آزاد چھوڑ دیا۔
 ”میں اس کی کار میں مسل گاڑنے کے ساتھ باہر گئی اور اس
 دفعیں دیکھتی رہی۔ میں نے سوچا کسی غلاشت سے وہاں سے
 جاؤں، پھر سوچا یہ شرم میرے لیے لگی ہے۔ یہاں خدا مجھے
 سے بچا رہا ہے اور دولت مند بنا رہا ہے۔ میں اس شرم میں
 رہوں گی اور کرستوفر پر نظر رکھوں گی۔ اگر وہ آئندہ بھی باگی

ہا ہو کرے گا تو میں اس سے اور زیادہ دولت حاصل کروں گی۔
 ”میں گاڑ اور ڈرائیو کو دھوکا دے کر ایک چھوٹے سے کالج
 میں آئی ہوں۔ ایک بوڑھی اور ایک بوڑھا عیاں رہتے ہیں۔ میں
 میں ایک گیت کی حیثیت سے کالج میں رہنے لگی ہوں۔ میرے
 کے ایک استاد اہو گیا ہے کہ کوئی دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے
 اور یہ ایسی مدد کر رہا ہے۔
 وہ شخص اس کا نام بڑی بے غری سے تمام رات مری نیند سوتی
 ہے۔ صبح بیدار ہوئی تو محسوس ہوا مجھے ایک نئی زندگی ملی گئی ہے
 اور مجھے کے لیے ایک نامعلوم طاقت حاصل ہو گئی ہے۔“
 ملی ڈونا اس کے یہ خیالات پڑھ رہی تھی اور یہ سمجھ رہی تھی
 کہ انا خود اس پر اسرار قوت کے بارے میں نہیں جانتی ہے جو
 اسے حاصل ہو رہی ہے۔ وہ کسی کے معمول اور تابعدار بھی نہیں
 تھی اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے لازمی تھا کہ اس کے
 داغ میں مسل دل جائے یا بھرا لیے وقت نہ جائے۔ اب اس پر
 کوئی معیت آتی ہے۔ اس کی معیت میں کام آنے والا ایسے ہی
 وقت پانا جاسکتا تھا۔
 ملی ڈونا کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ وہ بار بار اس کے
 پاس جاتی آتی رہے۔ اس نے اپنے ایک ٹیلی فنی جاننے والے
 معمول کو اس کی گھرائی پر مامور کر دیا اور اسے سمجھا دیا کہ جب بھی
 اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی بات ہو تو وہ فوراً اسے آگاہ کرے۔
 اس نے اپنے معمول کو کرستوفر کے داغ میں بھی پہنچایا
 کیونکہ وہ اور اس کے حواری انا کو تلاش کر رہے تھے۔ بچھلی
 رات کرستوفر بول سے نیٹ وینکی کی کر ہوش و حواس سے
 بگڑا ہوا تھا۔ دوسری صبح دیر تک سوتا رہا تھا۔ جب آٹھ بجے کھلی تو وہ
 بولنے لگا ”اے خدی دیر تک کیوں سوتا رہا۔ وہ صبح پانچ بجے جاگنے کا مادی
 قندہ اپنے داغ پر بوجھ محسوس کر رہا تھا۔ نڈھال اور گزور ہو گیا
 پھر اسے یاد آیا کہ وہ پانی یا سوڈا ملائے بغیر خالص دہسکی پیتا رہا
 تھا۔ جب پہلے اس نے اس طرح کبھی نہیں پی گئی تھی۔ پھر اسے انا کا
 خیال آتا کہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔
 اسے یاد آئے لگا جب پہلے اور دوسرے پیگ کا شہ نہیں
 چھوڑا تھا تب سے وہ بھی بکلی بائیں انا سے کرنا رہا تھا۔ پھر یہ بھی
 نہ کیا کہ وہ لاشیں مارنے کے لیے کتا ہوا اور وہ لاشیں مارتی رہی اور
 اس کے پیٹ سے ٹوٹوں کی گڈیاں نکلتی رہی۔
 وہ فوراً ہی سترے سے اتر کر الماری کے پاس آیا۔ اسے کھولنے
 کے بعد آٹھ سینک سینک کھول کر دیکھا تو اُسے سے زیادہ سیف خالی
 تھا۔ کھادہ سمیت زیادہ رقم سمیت کر کے نکلی تھی۔
 اس نے ملازموں کو اور باہر پیرا دینے والے گاڑز کو بلایا۔
 ان سے پوچھا ”انہا کہاں ہے؟“
 گلاڑنے کہا ”آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ جہاں جاتا ہے، میں

اسے لے جاؤں اور اس کے احکامات کی قلیل کرتا رہوں۔“
 ”یہ بتاؤ کہ کہاں ہے؟“
 ”چاہیں میرا اس نے ایک شاہک بینکر کے سامنے مجھے اور
 ڈرائیو کو گاڑی میں رہ کر انتظار کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر وہ شاہک
 بینکر کے اندر گئی۔ ہم دو گھنٹے تک اس انتظار میں رہے کہ وہ شاہک
 کر رہی ہے لیکن وہ واپس نہیں آئی۔“
 ”یعنی وہ تمہیں آؤ یا کچل چکی گئی؟ یونان سنس میں تمہیں گولی
 مار دوں گا۔ جاؤ اسے تلاش کرو۔“
 ”سرا ہم بچھلی رات سے اب تک اسے تلاش کرتے رہے۔
 ہم تمہیں بندے تھے۔ پورے شہر میں کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی
 جہاں اس کے چھپنے کا امکان تھا لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آئی۔“
 ”دوسرے گاڑنے کا ”شاہدہ“ یہ شہر چھوڑ کر جا چکا ہے۔“
 ”کرستوفر نے الماری کی ایک دروازہ کھول کر کہا ”میں نے
 اس کا سپورٹ چھین کر رکھ لیا تھا۔ یہ دیکھو سپورٹ۔ وہ ملک سے
 باہر نہیں گئی ہے۔ اسے پورے جاوا میں تلاش کرو۔ یہ بھی ہو سکتا
 ہے کہ وہ آپس پاس کے جزیروں میں چھپی ہو۔ اسے کہیں سے بھی
 پکڑ کر لاؤ۔“
 انا ان تفریح اور کھیل متاعوں میں مگن تھی۔ بنگار کے خوب
 میں مٹیل دور تک پیلا ہوا پارک ہے۔ اس پارک کا نام تھان منی
 ہے۔ اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پیدل تفریح
 کرنا مشکل ہے۔ اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے کئی منی ٹینس
 مختلف حصوں میں چھتی رہتی ہیں۔ ان کے علاوہ منی کارس بھی
 ہیں۔ ایک ہاڑی سے دوسری ہاڑی تک فاصلہ طے کرنے کے لیے کھیل
 چیتز ہیں۔ ان میں بیٹھ کر بلندی سے اس خوب صورت پارک کا
 نظارہ کیا جاسکتا ہے۔
 انا ابھی منی ٹینس میں اور کبھی منی کاروں میں ایک جگہ سے
 دوسری جگہ جاری تھی۔ وہاں ایک مصنوعی جنگل اور مصنوعی آبشار
 بنایا گیا ہے جہاں پہنچ کر یوں لگتا ہے جیسے شرے اور انسانوں سے
 دور واقع کسی ہرے بھرے جنگل میں آگئے ہوں۔
 انا تانے بھی یہی محسوس کیا۔ جنگل میں پہنچ کر آبشار کے
 قریب آکر یوں لگ رہا تھا جیسے کسی جنگل میں گھوم رہی ہو۔
 ٹوٹس پورڈ پر لکھا ہوا تھا کہ تما جنگل میں نہ جائیں۔ ایک گروہ
 کی صورت میں رہنا بہتر ہے۔ جنگل پھر جنگل ہوتا ہے، خواہ وہ اصلی
 ہو یا مصنوعی۔ واردات کہیں بھی ہو جاتی ہے۔
 ملی ڈونا کے ماتحت خیال خزانہ کی پرواز کی۔ پھر اس کے داغ میں پہنچ
 اس وقت انا تان تان منی پارک کے جنگل میں گئی ہے۔ جبکہ اسے
 تھا نہیں جانا چاہیے۔ وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔“
 ملی ڈونا نے خیال خزانہ کی پرواز کی۔ پھر اس کے داغ میں پہنچ
 گئی۔ اس جنگل میں ایسے انتظامات تھے کہ خیر۔ ایک تیرک جگہ جگہ لگے
 ہوئے تھے جن کے ذریعے وقفے وقفے سے مختلف جانوروں کی

آوازیں سنائی دیتی رہتی تھیں چو پاؤں کے علاوہ پردوں کی بھی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔
 کچھ دور جانے کے بعد انا تانے دو جنگلی دیکھے۔ انسان تھے مگر جنگلی تھے۔ بدن پر لباس نہیں تھا۔ کمر سے درخت کے پتے باندھے ہوئے ہاتھوں میں تیر تھیلے بھالے لیے اسے گھور رہے تھے۔
 ایسے کئی جنگلی باشندے بارک انتظامیہ کے ملازم تھے۔ وہاں آنے والوں کی تفریح کے لیے جگہوں جیسی حرکتیں کرتے تھے لیکن وہ ملازم جو جنگلی بنے ہوئے تھے "انا پراں کی نیت خراب ہو گئی تھی۔
 وہ ان کی نیت کو بھانپ کر ان سے کھڑا کر جانے لگی۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلے گئے۔ وہ دوڑنے لگی تو وہ اور اسے دوڑانے لگے۔ وہ اپنے پورے بولی "میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟"
 ایک نے کہا "تم سامنے آ جاؤ تو ہم پیچھے نہیں آئیں گے۔"
 دوسرے نے کہا "تم بڑی خوبصورت ہو۔ ہماری خواہش پوری کرو۔ دوست بن جاؤ۔ پھر ہم تمہیں پورے جنگل کی سرکرا میں لے گئے۔"
 وہ چیخنے لگی "چل جاؤ میرے پیچھے نہ آؤ۔"
 ملی ڈنڈا ان دونوں کے اندر پہنچ گئی تھی اور یہ معلوم کر چکی تھی کہ وہ اس کے لیے لپکارے ہیں اور اس کی عزت سے کھیلنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔
 وہ چاہتی تو انا تانے کو ان سے بچا سکتی تھی لیکن وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اس بار بھی کوئی پر اسرار قوت اسے بچاتی ہے یا نہیں؟
 اگر وہ اس کی عزت لوٹ لیتے تو ملی ڈنڈا کا کچھ نہ جاتا۔ یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کی پشت پر کوئی پر اسرار قوت نہیں ہے۔
 اچانک انا تانے کا داغ میں اندھیرا پھیل گیا۔ اس کے اندر ایسی دیرانی اور شگاف چھایا جیسے اس کی موت واقع ہو گئی ہو۔ خود انا تانے کی سوچ کی لہریں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔
 ملی ڈنڈا حیران رہ گئی "انا تانے کی دماغی حالت کچھ میں نہیں آتی۔ اگر اس کی سوچ کی لہریں گم ہو گئی تھیں اور داغ ناریک ہو چکا تھا تو اسے مر جانا چاہیے تھا۔ لیکن اس کی زندگی کے آثار دل رہے تھے۔ اس ناریک میں جنگلی درندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان دو جنگلیوں کی آوازیں بھی یوں آ رہی تھیں جیسے وہ آپس میں لڑ رہے ہوں اور ایک دوسرے سے مار کھا کر چھین مار رہے ہوں۔
 وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جراتی سے سوچنے لگی "ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ داغ ناریک ہو جائے۔ اپنی سوچ کی لہریں بھی ڈوب جائیں اور پھر بھی انسان زندہ رہے۔"
 اس نے پارس کے داغ میں پہنچ کر کہا "ایک، عجیب و غریب بات ہو رہی ہے۔ وہ پر اسرار لڑکی انا تانے جو پیرس سے یہاں تک ہماری ہم سفر تھی اس کا داغ مردہ ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود وہ زندہ

ہے۔"
 پارس نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر تم مجھے خیال آجائے دو تو میں اس کی دماغی حالت کے بارے میں معلوم کر دوں گا۔"
 وہ پارس کے ساتھ انا تانے کے داغ میں آئی "اس وقت تمنا شختم ہو چکا تھا۔ اس کے داغ سے ناریک پھٹ گئی تھی۔ دوشن ہو گیا تھا اور وہ دونوں جنگلی گیس گم ہو گئے تھے۔ انا تانے کی سوچ بڑھنے رہنے سے اسے معلوم ہوا کہ وہ اس کے لیے لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی جانتا تھا کہ وہ اسے حاصل کرے۔ عورت کے لیے ساری دنیا لڑتی ہے۔ لڑنے والے ان کی لڑائی ایک دوسرے کے لیے جان لیوا ثابت ہو گئی۔ وہ بری طرح زخمی ہوتے رہے پھر زمین پر گر پڑے۔ ان سے بھانپتی ہوئی آبتار کے پاس آ گئی تھی۔ اور اب اس جنگل نکل رہی تھی۔
 پارس نے کہا "تم کہہ رہی تھیں 'انا تانے کا داغ مردہ ہو چکا ہے تو زندہ ہے۔'
 "تم نے اس کی وہ دماغی حالت نہیں دیکھی جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کا داغ ناریک ہو چکا تھا۔ سوچ کی لہریں گم ہو گئیں۔ کوئی زبردست ٹیلی پیٹھی جانے والا اس کا حافظہ ہے۔"
 "ٹیلی پیٹھی یا عمومی عمل کے ذریعے نہ کسی کے داغ اندھیرا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی کی سوچ کی لہریں گم ہوتی ہیں۔ ایسا تو کسی کی موت واقع ہوجانے کے بعد ہی ہوتا ہے۔" وہاں درست کہتے ہو۔ میں خود ٹیلی پیٹھی کے ذریعے اپنا کر سکوں گی۔ پتا نہیں وہ کیسی پر اسرار قوت ہے جو اس کی حافظہ ہوتی ہے۔"
 پارس نے ہوجا "تھیا تم نے کسی ٹیلی پیٹھی جاننے والے کے داغ میں بولنے شایہ؟"
 "نہیں، اس کے داغ میں کوئی نہیں بولتا ہے۔ میرا تحت صبح سے اس کے داغ میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی بدولت یہی کہ کوئی اس کے اندر نہیں آتا۔"
 "پھر تو کوئی جن ہے۔ اس پر عاشق ہو گیا ہے۔ اپنی مشق معیت سے چماتا رہتا ہے۔"
 "یہ بکواس ہے۔ میں کسی جن کو نہیں جانتی۔"
 "جب کوئی تم پر عاشق ہو گا تو ان کا ڈاؤنگی۔ لیکن نہیں گلا۔ جن کی باسی حینہ پر سوار نہیں ہوتا ہے۔"
 "تم مجھے باسی کہہ رہے ہو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"
 "سوری۔ میں بھول گیا تھا، مجھے پچھلی رات کی بات نہیں چاہیے۔"
 وہ جھجکا کر بولی "بکواس مت کرو۔ میں سوچ سوچ کر پتا

وہ پارس سے رابطہ ختم کر کے بیڑہ دم میں آئی اور لباس تبدیل کرنے کے بعد جب وہ رانگ دم میں آئی تو پارس اچکا تھا۔ اس نے کہا "میں نے عاشق والا آئینا ایسا بتایا ہے کہ وہ پر اسرار حافظہ ضرور سامنے آئے گا۔"
 یہ کہتی یہ وہ چمک گیا۔ ایک سمت کچھ کر بولا "کون ہو تم؟" ملی ڈنڈا نے کہا "تمہارے سامنے کوئی نہیں ہے۔ کس سے پوچھ رہے ہو؟"
 "یہ میرے سامنے سات فٹ کا جن کڑا ہے اور جس میں نظر نہیں آ رہا ہے!"
 بابا صاحب کے اوارے سے قلعہ رکھنے والا ایک جوان ٹاویہ بنا ہوا تھا۔ وہ ہماری بھرم آوازیں بولا "العا شختم المشرق۔ والہیات المذاق۔"
 پارس نے کہا "یہ کہہ رہا ہے جنات سے عاشق و معشوق والا مذاق کرتے ہو، تمہیں اس کی سزا ملے گی۔"
 ملی ڈنڈا کو وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پارس کے چور خیالات سے معلوم کیا تو یقین کرنا پڑا کہ واقعی کوئی سات فٹ کا جن وہاں موجود ہے۔ پھر ملی ڈنڈا نے اس کی عملی زبان سنی تھی۔ اگر وہ یہ زبان جانتی تو بولنے والے کے داغ میں پہنچ جاتی۔ لہذا وہ پارس پر بھروسہ کر کے پوچھ رہی تھی۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پارس کے چور خیالات جھوٹ بول کر گمراہ کرتے ہیں۔
 پارس نے کہا "جن صاحب! یہ میری مالک ہے۔ میں اس کا معمول اور تابعدار ہوں۔ اسے یقین دلاؤ کہ جنات کا وجود ہوتا ہے۔"
 جن کی آواز ابھری "الردا لورت الظلام، شرم شرم ستیا تاس۔"
 "جن صاحب کہہ رہے ہیں میں مرد ہو کر عورت کا غلام بن گیا ہوں۔ یہ مجھے شرم دلا رہے ہیں۔"
 "جن صاحب سے کوئی انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔"
 پارس نے کان کے پاس یوں ہاتھ رکھا جیسے کچھ نہ رہا ہو۔ پھر اس نے کہا "یہ کان میں کہہ رہے ہیں کہ کسی عورت کے سامنے نہیں آ سکتے۔"
 "کیوں نہیں آ سکتے؟"
 "شرم آتی ہے۔"
 "کیوں شرم آتی ہے؟"
 "دراصل انہوں نے پید ا ہوتے وقت کپڑے نہیں پہنے تھے جب سے ناراض ہیں کہ کپڑا لپٹ کر کیوں پیدا نہیں ہوئے؟ تب سے احتجاجاً یہ لباس بڑھتا رہا ہے۔ کیا تم چاہو گی کہ یہ سامنے آئیں؟"
 "نہیں۔ نہیں۔ مگر میں یقین کرنا چاہتی ہوں۔ کسی بھی انسان کے چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے۔ تمہارے خیالات بھی سچ بول

رہے ہوں گے۔ پھر بھی یقین کرنا چاہتی ہوں یہ سانس نہ آئیں
لیکن یقین دلا نہیں۔
”تمک ہے یقین دلا رہے ہیں۔ سنبھل جاؤ۔“
وہ جن بنے والا ملی ڈونگا کے پیچھے آگیا اس نے کوئی حلق سے
نکال کر جسمانی طور پر نمودار ہوتی ہی ایک ذور کا مٹاچہ رسید کیا
پھر کوئی نکل کر تادیہ ہو گیا۔
وہ مٹاچہ کھار کھینچ ہوئی، لڑکھڑائی ہوئی، صوفے پر گر پڑی۔ فوراً
ی پلٹ کر اترنے والے کو دیکھنا چاہا مگر وہ نظر نہیں آیا۔
وہ اپنا گال سلاتے ہوئے بولی ”میں نے اس طرح تین دلائے کو
نہیں کھا تھا۔“
”یہ جنت کا اسٹاک ہے۔ ذرا ایک منٹ یہ کچھ کہہ رہے
ہیں۔“
وہ کان کے پاس ہاتھ رکھ کر سننے لگا پھر بولا ”یہ پھر مجھے شرم
دلا رہے ہیں کہ میں ایک عورت کا غلام کیوں بن گیا ہوں؟ یہ مجھے
تمہاری غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔“
”خبردار! میں نجات دلانے نہیں دوں گی۔ تم بیش میرے
معمول اور تابعدار رہے رہو گے۔“
وہ پھر کان کے پاس ہاتھ رکھ کر سننے کے بعد بولا ”یہ فرماتے
ہیں، تم اتنا کا ایک نیا شائق پیدا کرے اور جن صاحب کا سراغ
لگنے کی سازش کر رہی تھیں۔ تمہیں سزا دینے کے لیے یہ مجھے
تمہارے شعبے سے نکال رہے ہیں۔ تنہیک پو جن صاحب! آپ
مجھے اس مضمون حینہ سے کس طرح نجات دلائیں گے؟“
وہ پھر سننے لگا پھر پریشان ہو کر بولا ”آپ میری کمرلات میں
گئے۔ اوہ یہ بھی کوئی طریقہ ہے؟ لیکن مجھے ہائی چاہیے۔ پلیز لائٹ
ذرا دیر سے ادریں۔“
دوسرے ہی لمحے میں پارس کے منہ سے جچ نکل۔ وہ ٹیڑھا
ہو گیا جیسے کمرلات پر بی۔ پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا ملی ڈونگا کے پاس آکر
صوفے پر گر پڑا۔ وہاں تھوڑی دیر تک یونہی جھکا رہا۔ پھر سر اٹھا کر
ملی ڈونگا کو ادراس ماحول کو دیکھنے لگا جیسے بلی بادل دیکھ رہا ہو۔
پھر اس نے پوچھا ”تم کون ہو؟“
وہ جڑائی سے بولی ”کیا؟ کیا تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟“
”اور نہیں تو کیا تمہاری امان سے پوچھ رہا ہوں۔ یہاں صرف
تم ہو جواب دو۔ تم کون ہو اور یہ کس کا مکان ہے؟“
”پارس! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“
”پارس؟ تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟“
”میدھی طرح بات کرو۔ تم میرے تابعدار۔“
وہ بولنے بولتے رک گئی پھر پریشان ہو کر بولی ”کیا واقعی جن
صاحب نے تمہیں میرے محل سے نجات دلائی ہے؟“
”جن صاحب! گون جن صاحب!“
”وہ جو یہاں موجود ہیں۔ دیکھو! ابھی وہ تمہیں نظر آ رہے

تھے۔“
وہ اٹھ کر چالوں طرف دیکھتے ہوئے بولا ”یہاں تو کئی
ہے۔ کیا تم پاگل ہو؟ جو یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ تمہیں خبر
ہے۔ اور یہ جن ہوتا کیا ہے؟ کبھی تمہارے باپ نے بھی
ہے؟“
”مے زبان کو قابو میں رکھو میں سمجھ گئی ہوں۔ اس
جہیں میرے سحر سے نجات دلائی ہے۔ وہ تمہیں نظر نہیں
ہے۔ چلا گیا ہے لیکن میں جہیں جانے نہیں دوں گی۔“
”تم مجھے کیسے روکی؟“
”میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کر کے پھر تم کو
کروں گی۔ تمہیں پھر غلام بنادوں گی۔“
”زلزلہ کیسے پیدا کرکی۔ میں سانس روک لوں گا۔ اپنے
میں آئے نہیں دوں گا۔“
وہ قہقہہ لگا کر تادیہ ہوئی۔ اس کے اندر سانس ہی نہ رہا
ہوئے سوچنے لگا پھر بولا ”چھ! تو تم میرے اندر چھپی ہو رہی اور
وقت بھی موقع پا کر میرے کھانے پینے کی کسی چیز میں اور
کمزوری کی دوا ملا دو گی۔ ویسے یہ گھسنا طریقہ ہو گیا ہے۔“
وہ وہاں سے چلا ہوا ایک بندہ دم میں آیا پھر بولا ”اندرو
والوں کو باہر نکالنا ممکن نہیں ہوتا لیکن میرے پاس ایک نیا
ہے۔“
وہ ٹاکٹ کے دروازے پر آکر بولا ”میں لباس اتار کر
صاف کرنے جا رہا ہوں۔ اس حالت میں میرے اندر رہ کر
ناک پر دو مال رکھ لو اور بے شرم بن جاؤ۔“
وہ ٹاکٹ میں آکر بیٹھ کھولنے لگا۔ اسی وقت باہر سے
آئی۔ ”تم بہت بد معاش ہو۔ میں بھی دیکھوں گی کہ تم کتنی دیر
میں رہو گے کسی وقت باہر آنا ہو گا۔ تمہارے پاس تادیہ
والی کو لیاں نہیں ہیں۔ جب بھی تم باہر آؤ گے میں تمہارا
میں جاؤں گی۔“
اسے خوش فہمی تھی کہ اسے معمول اور تابعدار بنا رکھا
اس کے پاس کوئی کوئی نہیں تھی۔
وہ ایک کھنکھنے تک ٹاکٹ کے دروازے کے سامنے بیٹھی
پھر بیزار ہو کر بولی ”باہر آؤ۔ تمہاری چالاکیاں نہیں چلے گی۔
تمہارا پچھتاہیہ سچوڑوں کی آپ تو جن بھی نہیں آگے۔“
اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ
دروازے کے پاس آکر اسے ذرا سا کھولا۔ وہ نظر نہیں آیا۔
نے پوری طرح دروازہ کھولا۔ پھر حیران ہو گئی۔ یہ خوش فہم
ہو گئی کہ اس کے پاس کوئی نہیں تھی۔
وہ گھبرا گئی۔ دماغ نے کہا ”بازی پلٹ گئی ہے۔ وہ تادیہ
میرے اندر رہا گیا ہے۔ کسی وقت بھی مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے
وہ انکار میں سہلائے لگی۔ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں

والے کے اندر رہا گیا ہے۔
والے کو بھی اپنی شکست کا یقین مشکل سے ہوتا ہے۔ وہ بندہ دم
نے کل رڈزراٹک دم میں آئی۔ صوفوں کے درمیان سینئر نیل پر
ایک کاندہ رکھا ہوا تھا۔ اس نے قریب آکر اسے اٹھا کر پڑھا، لکھا
ہوا تھا۔
”جن صاحب! ناک پر دو مال رکھ کر آئے تھے۔ مجھے ایک کوئی
کھار تادیہ ملنا چاہیے۔ اب میرا نانا جنم ہونے والا ہے، مبارک ہو“
جن صاحب نے ہل رہا ہوں۔“
○☆☆○
روٹی ٹی تارا خوش نصیب تھی۔ اسے مچھری بننے کے خوشی
میں سے جلدی رہائی مل گئی تھی۔ یہ ہائی پارس کے عقائد کے بغیر
نکل نہیں تھی۔ اگر وہ ہائی پارس کے بعد کیپول اور گولیوں سے
غرم دھتی تو مچھری بننے پر کسی وقت اسے اپنی معمول اور کینز
پہنا۔
پارس نے اس اندیشے سے بھی نجات دلائی۔ اس کے کمرے
میں کیپول اور گولیوں کی ڈیبا پہنچائی گئی۔ اس کے بعد اس کے
کپڑے کی اندیشہ کوئی خطو نہ رہا۔ وہ سب سے پہلی ڈی ون سے اپنی
بے عزتی کا بدلہ لیتا چاہتی تھی لیکن میرے اس کی آواز اور لہجہ
بل رہا تھا۔ شی تارانی احوال اس کے دماغ میں نہیں جا سکتی تھی۔
وہ کانفرنس میں مچھری بن کر شکار کر سکتی تھی لیکن وہ اسی رات
وہاں سے قاتل ہو گیا تھا۔ شاید جس جگہ گیا تھا یا پھر تادیہ بن کر
کانفرنس ٹیڈ کر رہا لیکن شی تارا کے ہاتھ نہیں آیا۔
نی احوال ڈی ون اور مچھری بننے اس کی گرفت میں آسکتے تھے
اور نہ ہی نظروں میں آسکتے تھے، وہ دوپوش ہو گئے تھے۔ آئندہ ان
نی پہنچنے کے لیے مبرا اور انتظار ضروری تھا۔
اس نے امریکا اور اسرائیل کے ٹیلی بیٹھی جانے والوں کی
طرف توجہ دی۔ ٹیلی بیٹھی کے بیڑوں میں سے الپا اور جان کولن
کانفرنس میں جسمانی طور پر موجود نہیں تھے۔ وہ اپنے ٹیلی بیٹھی
بائے والے ماتحتوں کے دماغوں میں موجود تھے۔ جب کانفرنس
ہوئی اور شکار اپنے اپنے ممالک کی طرف روانہ ہونے لگے تو شی
تارا امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والے کے اندر سا گئی۔
اس نے اسرائیلی ٹیلی بیٹھی جانے والے ایک ماتحت رائٹ
بائے کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ سوچا تھا کہ امریکا میں کاسپائی
مائل کسے کے بعد وہ اسرائیل جانے کی تو وہ رائٹ بوائے کو
کاش کسے اسے ضرور ٹپ کرے گی۔
وہ جس امریکی ماتحت خیال خوائی کرنے والے کے جسم میں
اندر جا رہا تھا اور اس کے ذریعے دشمنوں کی چالوں کو سمجھنے کی
کوشش کر رہا تھا۔ اس کانفرنس میں وہ صرف مجھے اور سونیا کو
دیکھتا تھا۔ ہمارے جسموں میں وہ اپنے آلا کاروں کو پہنچا چکا

تھا۔ اس نے شی تارا کو وہاں نہیں دیکھا تھا اس لیے اس سے بالکل
بے خبر تھا۔
وہ وائز ٹرمین کے اندر سا کر واٹھن پہنچ گئی۔ وائز ایک
جھوٹے سے بیٹھے میں رہتا تھا۔ اسے حکم دیا گیا کہ وہ بیٹھے سے باہر
نہیں جائے گا۔ اس کا اعلیٰ افسران کولن اس سے ملنے آ رہا ہے۔
جان کولن نادان نہیں تھا۔ اس نے اپنی ڈی ون کو بھیجا۔ وائز
نے اسے اپنا اعلیٰ افسران کولن سمجھ کر کہا۔ ”سرا! آپ کانفرنس
کے دوران میرے پاس آتے رہے اور تمام ضروری معلومات
حاصل کرتے رہے۔ کیا آپ میرے کام سے مطمئن ہیں؟“
”ہاں۔ کانفرنس میں تم میرے بہت اچھے معاون بنے رہے۔
میں ابھی جزیرے میں جا رہا ہوں۔ وہاں ٹرانسفا ر مشین کے
ذریعے دو نئے ٹیلی بیٹھی جانے والوں کا اضافہ کیا جائے گا۔
تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔“
”کیسی خوش خبری؟“
”میں تمہارے کام سے بہت خوش ہوں۔ آج جو نئے ٹیلی
بیٹھی جانے والے تیار ہوں گے، ان میں سے ایک کو تمہارا ماتحت
بنادوں گا۔“
”تنہیک پو سرا!“
”تم اس بیٹھے میں رہو۔ میں جزیرے سے واپس تمہارے پاس
آؤں گا۔“
شی تارا اس ڈی جان کولن کے اندر سا گئی۔ اس نے سوچا کہ
اس کے دماغ میں جانے کی تو وہ سانس روک لے گا۔ یہ امید مکمل
جانے لگا کہ دشمن اس پاس موجود ہیں۔
وہ دھوکا کھائی۔ ٹرانسفا ر مشین سے پیدا ہونے والوں کے
دماغوں پر قبضہ نہانے کے لیے وہ جان کولن کے اندر سا کر اس کے
ساتھ جانے لگی۔
وہ ذرا نیچے کرنا ہوا یونڈر شی کے میٹ پر آیا۔ وہاں ایک
نوجوان لڑکی کھڑی ہوئی تھی۔ کار کئے ہی وہ دروازہ کھول کر اگلی
سیٹ پر آگئی۔ ڈی جان کولن نے کار اشارت کر کے آگے بڑھاتے
ہوئے کہا ”مینی! تم نے یو گامیں مہارت حاصل کی ہے اس لیے تم
سے دوستی کر رہا ہوں۔ وہ میرے بے شمار تادیہ دشمن ہیں۔ وہ
تمہارے دماغ میں پہنچ کر میرے بہت سے راز معلوم کر سکتے تھے۔“
وہ سمجھ رہا تھا کہ لندن کانفرنس سے جتنے بھی تادیہ دشمن وائز
کے اندر سا کر آئے ہوں گے، اب وہ اسے جان کولن سمجھ کر اس
کے اندر چھپے ہوں گے۔ اس نے انہیں یہ سنانے کے لیے کہا کہ
مینی یو گامیں مہارت حاصل کر چکی ہے تاکہ کوئی اس کے دماغ میں
نہ جائے۔
اس وقت شی تارا کے علاوہ مچھری بننے اور الپا کا ایک ایک
تادیہ آلا راج بھی اس ڈی کے اندر تھا۔ مینی تین شکاری تھے اور
شیر کی جگہ گھر گھر کو شکار کرنے کے راستے پر چل پڑے تھے۔

جینی کار میں بیٹھے کے بعد دھانس کرنے لگی تھی۔ ایسی حرکتیں کرنے لگی تھی کہ شی تارا ان کے درمیان موجود نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ اس کے اندر سے نکل کر پچھلی سیٹ پر آگئی اور ان کی طرف سے منہ پھیر کر کھڑی کے باہر دیکھتی رہی اور دل ہی دل میں انہیں گالیاں دیتی رہی۔

وہ کار ایک جیل کے بہت بڑے احاطے میں داخل ہوئی۔ وہ کار جو کہ جینی سے بولا "میرا انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔ پھر ہم جزیرے میں جا کر پیش کریں گے" وہ کار سے نکل کر جیل کی عمارت کے اندر آیا پھر جیلر کے کمرے میں پہنچا۔ جیلر نے اٹھ کر اس سے معافی کا پیر کا "آئیے مشر جان! آپ کے لیے ایک کمرہ غالی ہے"

وہ دونوں جیل کی کوٹھریوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک کوٹھری میں پہنچے۔ جیلر نے تالا کھولا۔ ڈی جان کولن اس کوٹھری کے اندر گیا۔ جیلر نے اس کے آہنی سلاخوں والے دروازے کو دوبارہ لاک کر دیا۔

اس کے اندر سارے آنے والے حیران تھے کہ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے قیدی کیوں بن گیا ہے؟ وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا "جو لوگ میرے اندر سامنے ہوئے ہیں وہ اب میرے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔"

وہ تینوں اس کے دماغ میں کھس کر خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا وہ اصلی جان کولن نہیں ہے بلکہ اس کی ڈی ہے۔ اس نے کہا۔ "ہاں میں فوج کا ایک معمولی سپاہی ہوں۔ مجھے جان کولن بنایا گیا ہے۔ یہ یقین کی حد تک اندازہ نہ کیا گیا تھا کہ بہت سے دشمن وائز نوڈمن کے جسم میں سارے نوڈمن کا فٹرنس سے یہاں آئیں گے۔ وائز نوڈمن کے اندر سے تمام پکڑا صاف کرنے کے لیے یہ چال چلی گئی ہے۔ تم سب میرے ساتھ جیل میں آئے ہو اور وائز جیسا قاتل ماتحت تم لوگوں سے نجات پا چکا ہے"

شی تارا فوراً ہی جیل سے باہر احاطے میں آئی تاکہ جینی کو ٹیپ کرے اور اس کی اصلیت معلوم کرے لیکن جینی جاچکی تھی۔ کار وہاں نہیں تھی وہ چڑیا اڑ چکی تھی۔ شی تارا نے منہ میں کیسول رکھ کر پرواز کی۔ سیدھی وائز کے بنگلے میں پہنچی۔ بنگلا منتقل ہو گیا تھا۔ اس نے اندر جا کر ہر جگہ دیکھا۔ وائز نوڈمن نہیں تھا۔ وہ پندرہ بھی اڑ چکا تھا۔

○●○

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے بتایا کہ ملی ڈونا نے ساڈ جزیرے کے مالک سلطان صاب کو اپنا معمول بنایا ہے اور اس کی بیٹی سالہ بن کر وہاں پیش و آرام سے رہتی ہے۔ سلطان محرز وہ ہے اور اسے اپنی بیٹی سمجھ رہا ہے جبکہ اس کی اپنی بیٹی سالہ قیدوند کی مصیبتیں اٹھا رہی ہے۔ پارس نے ملی ڈونا کو اپنے زہر اثر لاکر اس کے خیالات پڑھے

تھے اور یہ معلوم کیا تھا کہ ملی ڈونا نے سالہ پر غریبی عمل کر کے کامرین واہن کیا ہے۔ اس کے ذہن سے ماضی کی تمام باتیں یاد آ رہی ہیں اور اسے ایک مکان میں قید رکھا ہے۔ وہ معمول ہے اس کے حکم کے بغیر یا ہر نہیں نکلتی ہے۔ اس کی عمرانی کے لیے ایک مہار عورت کو رکھا گیا ہے۔

پارس چاہتا تھا کہ دوبارہ سالہ کا برین واہن کر کے اس ماضی کی تمام باتیں اسے یاد دلانی جائیں اور اسے باپ کے ہاتھ پتھر اس کے تمام حقوق واپس دلانے جائیں۔

میں نے کہا "بیٹا یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن سارے ہمارے ہمارے اس سلسلے میں کچھ نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے ہمارے میں کئی دشمن سایہ بن کر سامنے ہوئے ہیں۔ ہم ان سے خشتر بعدی کوئی کام کریں گے"

پارس نے کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ اور ہمارا سالہ کی کرے جائیں گے تو آپ کے اندر چھپے ہوئے دشمن سالہ سے۔ کر سلطان اور ملی ڈونا تک بہت سی اہم باتیں معلوم کرتے رہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ میں بابا صاحب کے ادارے سے ملی بیٹی جاننے والوں کو شکا کو بھیج دوں گا۔ وہ سالہ کو بابا صاحب کے ادارے میں لے آئیں گے۔"

میں نے جانب خمیری سے اس سلسلے میں بات کی۔ انہوں نے کہا "سالہ جس حال میں بھی ہے، فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ جو کرنا چاہے گا۔ بڑی کے لیے کرنا ہے۔ سالہ اس ادارے میں آجائے گی۔" کانفرنس ختم ہو چکی تھی۔ تمام شرکا واپس جا رہے تھے اور سونیا باتیں کرتے وقت یہ خیال رکھتے تھے کہ ہمارے اندر آس پاس جو تادیب لوگ ہیں وہ ہماری باتیں سن رہے ہیں۔

اگر کوئی اہم راز کی بات ہوتی تو میں سونیا کے دماغ میں لگا ہوا بات کرتا تھا ورنہ ہم ایسی گفتگو کرتے تھے جس سے دشمنوں کو اطلاع نہ ہوتی تھی۔ ہم ان سے بالکل بے خبر ہیں۔ سونیا نے کہا "سب لوگ جا رہے ہیں۔ ہمارا کیا خیال؟ کیا کسی مشن پر جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں میں اسرائیل جاؤں گا، کچھ عرصے تک قی ایب رہوں گا۔"

"یعنی یہودیوں کے خلاف کسی مشن پر جا رہے ہو؟" اسرائیل کے جو یہودی جاسوس ہمارے اندر چھپے ہوئے ہمارے یہ بات سن کر ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

میں نے کہا "ہاں بات یہ ہے کہ الپا میں بننے والی ہے۔ وہ زنگی کے وقت درد نہ میں جلا ہوگی تو میری سوچ کی لوں محسوس نہیں کرے گی۔ میں آسانی سے اسے اپنی معمول آجائے اسرائیلوں گا۔"

"بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ میں نے بھی اس کے ماں بنے"

بات سننے پر مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ زنگی کے وقت اسے نہ پکڑا جائے۔ بہت زبردست آئیڈیا ہے۔ کب جا رہے ہو؟" کیا جلی جلیج کے فلائٹ سے جاؤں گا۔ تم ساڈ، ہمارا ارادہ کیا ہے۔ کل دوسرے کی فلائٹ سے امریکا جاؤں گی۔"

میں جا کر کیا کروں گی؟ اس ملک میں اب ہماری کسی سے دوستی نہیں رہی۔ کیا ہمارا کوئی ذاتی کام ہے؟" "ہاں! مال ذاتی ہے لیکن کسی بھی ملک نے میرے خلاف کوئی دھمکی کی تو میرا کام ذاتی نہیں رہے گا۔ سب کے لیے عذاب بن جائے گا۔"

"جینی ایسا کیا کام ہے؟" "میں جانتے ہوں۔ خلائی زون کے منگی ماسٹر سے میری کتنی دوستی ہے۔ آج بھی ہے۔ وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔"

"وہ تو پا چکا ہے۔" "میں! آچکا ہے۔" "ہاں کہہ رہی ہو؟" "جی کہہ رہی ہوں۔"

"کیا وہ خلائی زون میں نہیں گیا ہے؟ واپس زمین پر آ گیا ہے؟"

"ہاں۔ تم پہلے غصے ہوئے میں یہ راز بتا رہی ہوں۔ اس نے آج مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ کہہ رہا تھا، دانشمن میں ایک جگہ پہنچا ہوا ہے لیکن بیشہ پوش رہنا نہیں چاہتا۔ میں اس کی مدد کرنا۔"

"چھو تو تم اس کی مدد کرنے جا رہی ہو؟" "ہاں۔ بے چارہ منگی ماسٹر۔"

"وہ واقعی بے چارہ ہے۔ اس کی فوج نہیں رہی۔ اس کی طاقت نہیں رہی۔ اسے امریکا میں جو دیکھے گا گولی مار دے گا۔"

"اسے مار ڈالنا اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ عارضی طور پر یہاں غائب ہے۔ اس کے ساتھ کاٹز اور چند منگی منی زندہ بچے تھے۔ وہ خلائی زون میں گئے ہیں۔ منگی ماسٹر نے حکم دیا ہے کہ اس بار زیادہ نوڈمن جان غار بندروں کی فوج تیار کرے۔ تادیبہ بنانے والی لوگوں، فلائٹنگ کیسول اور جدید ہتھیاروں کی کمی نہ رہے۔ جب وہ دشمن سے شغل دے تو خلائی زون سے بندروں کی فوج کی فوج ملی آئے۔"

"یعنی ہماری دنیا میں خلائی مخلوق کا خطہ بانی ہے۔ تم جب ہاوا کی منگی ماسٹر کے ذریعے اس مخلوق کو یہاں بلاؤ گی۔" "میں نہیں، جہاں ہمارے خلاف اور اسلامی ممالک کے خلاف سازشیں ہوں گی، میں وہاں انہیں بلاؤں گی۔" "لیکن سونیا، تم انہیں ایک ملک کے خلاف بلاؤ گی؟ وہ پوری دنیا میں پھیل جانے کی کوشش کریں گے۔"

"میں نہیں کریں گے، پہلے بھی ہم نے انہیں روس، امریکا اور اسرائیل سے آگے نہیں بڑھنے دیا تھا۔ آئندہ بھی وہ تین ممالک تک محدود رہیں گے، کسی چوتھے ملک میں قدم نہیں رکھیں گے۔" "یہ تو ٹھیک ہے لیکن ان خلائی بندروں کی سب سے بڑی کمزوری عورتیں ہیں۔ وہ ہمارے آکر عورتوں کے جال میں پھر پھنسیں گے اور پھرے موت مارے جائیں گے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ ہماری دنیا میں آنے سے پہلے تمام بندروں کو ایک مخصوص انجکشن لگایا جائے گا، جس کا اثر ایک برس تک رہے گا۔ ایک برس تک کوئی خلائی بندر یہاں کی کسی عورت میں دلچسپی نہیں لے گا۔"

"اگر عورت دلچسپی لے تو؟" "تو وہ اسے بہن بنائے گا۔ وہ بہن بنانے والا انجکشن ارضی دنیا میں بھی لائیں گے اور یہاں کے عیاش اور بد معاش عورتوں کو لگایا کریں گے۔"

"سونیا! میرا مشورہ ہے کہ خلائی بندروں کو یہاں نہ آئے۔ دو۔" "میں بھی نہیں چاہتی کہ وہ یہاں آئیں لیکن جب ہماری دنیا کے لوگ ہم سے دشمنی کریں گے تو ہمیں جو اپنی کارروائی کرنی ہوگی۔ منگی فوج میرا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ میں کسی بھی دشمن ملک کے خلاف انہیں کسی وقت بھی استعمال کر سکتی ہوں۔"

"یہ بھی درست ہے۔ ہمیں اپنے ہاتھوں میں ایک زبردست ہتھیار رکھنا چاہیے۔ یہ سپر ہادر کھلانے والے لکھوں کو سوجنا سمجھنا چاہیے اور ہم سے کبھی دشمنی نہیں کرنا چاہیے۔"

دوسرے دن صبح میں اسرائیل کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسری فلائٹ سے سونیا دانشمن چلی گئی لیکن ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے مکملی پیدا ہو گئی تھی۔ امریکی اور اسرائیلی تادیبہ جاسوس جو ہماری گفتگو سنتے رہے تھے، وہ خیال خوانی کے ذریعے ہماری باتیں اپنے اکابرین تک پہنچاتے رہے تھے۔

اسرائیلی اکابرین کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ الپا کی زنگی کیسے کرائی جائے اور کہاں چھپ کر کرائی جائے کہ میں اس کے اندر نہ پہنچ سکوں۔

یہ تو ایک معمولی مسئلہ تھا۔ شاید وہ کسی طرح الپا کو مجھ سے بچا لیتے لیکن منگی فوج اسرائیل، امریکا اور روس کے لیے پھر عذاب بننے والی تھی۔ حالانکہ دور دور تک خلائی میں منگی مخلوق کا کوئی پتا نہ تھا۔ منگی ماسٹر بھی بیشہ کے لیے جا چکا تھا۔ اس کے فرشتوں کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ سونیا انہیں یہاں کے بڑے ممالک کے لیے ہوا باری ہے۔

ہیرونیڈارک میں جیل کے ساتھ تھا۔ اس نے لائن پلاسٹک سر جری کرائی تھی تاکہ عام انسان کی طرح نظر آئے اور لوگ اسے منگی منی نہ سمجھیں۔ سونیا نے اسے سمجھا دیا کہ وہ پھر پلاسٹک سر جری کرائے اور منگی ماسٹر کی صورت اختیار کرے۔

وہ حکم کی قیل کر رہا تھا۔ سونپا کے دافٹن پہنچنے سے پہلے مکی ماشرین کروا دافٹن میں جگہ جگہ اپنی جھلک دکھانے والا تھا۔

○☆☆○

علی صبح بچے تک گمراہ سو نہ رہا دایات کے مطابق اس کے دماغ نے اسے بگاڑا۔

اسے توقع تھی کہ فخر الدین کا قاتل رات کو کسی وقت بھی کوٹھی میں داخل ہوگا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ قاتل بہت محتاط تھا۔ اس نے پلٹ کر آنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

دوسری طرف جی کو بھی اپنے باپ کے قاتل کا انتظار تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے قاتل کے اغراض جاننا چاہتی تھی۔ علی نے کہا کہ وہ سو جائے۔ اگر کوئی واردات کے لیے کوٹھی میں داخل ہوگا تو وہ اسے جگا دے گا۔

وہ علی سے وعدہ کر کے سو گئی تھی۔ صبح بیدار ہوتے ہی اس نے خیال خوانی کے ذریعے علی سے پوچھا "کیا پچھل رات وہ نہیں آیا تھا؟"

"مگر آتا تو میں جھپٹ ضرور جگا۔ میں دماغ کو دایات دے کر سو گیا تھا۔ ابھی بیدار ہوا ہوں۔ ایسا کہ تم یہاں چلی آؤ۔ اپنے لبا مرحوم کے سامان کو چیک کرو۔ شاید اس قاتل کا سراغ مل جائے۔"

"میں حمل وغیرہ سے قاصر ہو کر آ رہی ہوں۔ میرے آنے تک آپ سامان چیک کریں۔"

"نہیں جی! ہو سکتا ہے ان کے سامان میں کوئی ایسی چیز ہو جس کا تعلق صرف تم باپ ہی سے ہو۔ شاید انہوں نے کوئی تحریر صرف تمہارے لیے چھوڑی ہو۔ تم اطمینان سے یہاں آؤ۔ میں تمہارے آنے تک ان کے سامان کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔ میں آپ کے لیے ناشتا لے کر آ رہی ہوں۔"

علی رابطہ ختم کر کے حمل خانے میں چلا گیا۔ واپس آیا تو فون کی گھنٹی غائب کر دی تھی۔ اس نے ریسپورڈر اٹھا کر کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو؟"

"دوسری طرف خاموشی رہی۔ اس نے پھر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

جواب پھر نہیں ملا۔ دوسری طرف کسی نے فون بند نہیں کیا تھا۔ ریسپورڈر اٹھا نے ہونے تھا۔ علی نے کہا "کیا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ پچھل رات سے اس کوٹھی میں کوئی ہے یا نہیں؟"

اس بار جواب میں دینے اور سننے کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ وہ آواز نسوانی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو؟ کیوں دوسری ہو؟"

وہ سننے ہوئے ہوئی "کیا تم فخر الدین کے منہ بولے بیٹھے اور

ان کے محسن ہو؟"

"ہاں۔ میں علی تیمور ہوں، وہ میرے اکل تھے۔"

"بے شک انہوں نے تمہارا کیا نام بتایا تھا۔"

"پلیز یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"میرا نام زلفا ہے۔ میں بد نصیب ان کی بیوی تھی اب میرے

بچے ہیں۔"

"کیا؟ علی نے حیرانی سے پوچھا "یہ وہاں کیسے۔ اکل

کبھی ہم سے تمہارا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے کب تم سے شادی

کی تھی؟"

کار کا ہارن سنائی دیا۔ علی نے کہا "جسٹ مینٹ منٹ۔ اکل

صاحب زادی آئی ہیں۔ میں گیٹ کھول کر آتا ہوں، ہولڈ آن

وہ ریسپورڈر رکھ کر تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے باہر نکلا

احاطے سے گزر کر اس نے آہنی گیٹ کھولا۔ جی کارڈرائیج

ہوئے اندر آئی۔ اس نے گیٹ کو بند کر کے اسے دیکھا۔ وہ

رنگ کے سوٹ میں گلاب کی طرح نکلی ہوئی تھی۔ اس احاطے

باغیچے میں جیسے بارش ہوئی تھی۔

اس نے علی کو سلام کیا۔ وہ جواب دیتے ہوئے پولا پولا

اکشاف ہوا۔ وہاں ہے تمہارے ابو نے شادی کر لی تھی۔"

"کب کیا کیا یہاں لا رہی ہیں؟"

"شاید اسی شرمیں۔ ابھی وہ محترمہ مجھ سے فون پر باتیں

کرتی ہیں۔ آؤ کرے میں چلو۔ جب تک میں اس سے گفتگو کرتا رہا

تم اس کے دماغ میں وہ کراں کے چور خیالات بڑھتی رہو۔"

وہ علی کے دماغ میں آگئی۔ علی خیال خوانی کی پرواز کر کے

کے اندر آیا پھر جی کو زلفا کے اندر چھوڑ کر ذاتی طور پر

ہو گیا۔ بندہ دم کے سرہانے ریسپورڈر کیٹل سے الگ رکھا ہوا تھا۔

ریسپورڈر اٹھا کر کان سے لگا کر پولا "ہیلو۔ معذرت چاہتا ہوں۔ تم

اجتی و انتظار کرنا پڑا۔"

وہ بولی "ٹرسٹ کل رائٹ۔ کیا جی آئی ہے؟"

"ہاں ابھی وہ تم سے گفتگو کرے گی۔ پہلے تم اپنا مکمل خفا

کراؤ۔"

"مجھ جی۔ تم فون پر بول رہے ہو۔ وہ میرے چور خیالات

رہی ہوگی۔"

"کیا تمہارے بارے میں ہمیں صحیح معلومات حاصل نہیں

چاہئیں؟"

"ضرور۔ یہی دانش مندی ہے۔ اب میں اپنا تعارف

کراؤں گی۔ جی میرے دماغ سے سب کچھ معلوم کر لے گی۔"

الحال میں بہت اہمیت کا سنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں کو۔ میں سن رہا ہوں۔"

تمہارے اکل کی بلاکت کے باعث میں مشکل میں پڑ گئی

یہی مشکل؟"

میرا کالج نامہ خرچے کے پاس ہے۔ وہ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی

دینے والے تھے۔ پتا نہیں "وہ نکاح نامہ انہوں نے کہاں رکھا

ہے؟"

"میں میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ وہ کوٹھی میں یا بیگ کے

واپس ہوگا، کل جانے گا۔"

"میں ملتا چاہیے ورنہ مجھ پر مصیبت آئے گی۔ مجھے اپنے

خود ان میں اور اوکھی سوسائٹی میں ثابت کرنا ہوگا کہ میری شادی

کے ہوئی تھی۔"

"ہم تمہارے خیالات پڑھ کر جھپٹیں ان کی بیوہ حلیم کریں

میں تمہارے دعوے کی صداقت پر یقین کریں گے۔"

"صرف تمہارے اور جی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ نکاح

بند ضروری ہے۔"

"کیوں ضروری ہے؟"

"کیونکہ میں ان کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"کیا؟ علی نے پوچھا "واقعی؟"

"ہاں۔ میں اپنے بچے پر دنیا کی آنچ نہیں آنے دوں گی۔ وہ

ان کا ثبوت ہوگا کہ میں غریبی بیوی تھی اور ان کے بچے کی ماں

نہ ہوں۔"

"آپ ہمارے لیے محترم ہو گئی ہیں۔ آپ کی اور بچے کی

افتداری آگے داری ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ ہم سے ملاقات

رہیں۔"

"میں نکاح نامے کے بغیر جھپٹیں اور جی کو اپنی کوٹھی میں نہیں

سکوں گی۔ رشتے داموں کے سامنے تم دونوں سے کوئی رشتہ ثابت

ہی کر سکیں گی۔"

"آپ یہاں آجائیں۔ اکل کی یہ کوٹھی اب آپ کی ہے۔"

"میں وہاں بھی نہیں آسکیں گی۔ اگر جی میرے خیالات پڑھ

لیں تو وہ جھپٹیں میری مجبوریاں بتائے گی۔ کیا ہم رازداری سے

کدلا کر جگہ نہیں مل سکتے؟"

"ضرور مل سکتے ہیں۔ کیا یادگار پاکستان کے سامنے ملاقات

اب رہے گی؟"

"وہاں کافی لوگ ہوتے ہیں۔ شاہی مسجد کے بیٹار ملاقات

میں رہے گی۔"

"میں جتنے سے خود کوٹھی کرنے کے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔

بہت بڑے بڑے چھپے پابندی کا اندر کر دی گئی تھی۔"

"میں نے کہا کہ وہی ہوں۔ بیٹار کی بلندی پر کوئی نہیں آسکے

لہذا اور جی خیال خوانی کے ذریعے بیٹار پر جاسکے اور مجھے بھی

اوپر بلا سکو گے۔ کوئی ہمیں وہاں جانے اور ملاقات کرنے سے روک

نہیں سکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم ایک گھنٹے بعد ٹھیک دس بجے بیٹار کی پہلی

بیڑی کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

علی نے ریسپورڈر رکھ کر جی کو دیکھا۔ وہ بولی "میں نے ابھی

طرح خیالات پڑھے ہیں۔ وہ فراڈ نہیں ہیں۔ ہمارے لیے واقعی

قابل احترام ہیں۔ وہ ابو کی شریک حیات تھیں۔ انہوں نے چند ماہ

ان کے ساتھ گزارے اور ان کی بہت خدمت کئی رہیں۔ میں

ساری عمر ان کی عزت کروں گی۔"

وہ دونوں باتوں کے دوران فخر الدین کا سامان چیک کرنے

لگے۔ علی نے پوچھا "وہ ہم سے تعافی میں ملنا چاہتی ہیں، ان کی

مجبوری کیا ہے؟"

"میری مجبوری یہ ہے کہ میں انہیں ماں کیسے کہوں؟ وہ میری

ہم عمر ہیں۔"

"مجب ہے۔ تمہارے ابو نے اتنی کم سن لڑکی سے کیوں شادی

کی؟"

"ہو سکی بیوہ سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن یہ انہیں پسند

کرتی تھیں اور انہوں نے جی ابو کو اپنی طرف مائل کیا تھا۔ میں

انہیں ماں نہیں، سہیلی کہوں گی۔"

"ٹھیک ہے، سہیلی کو مگر ان کے حالات بتاؤ۔"

"وہ اپنے والد مرحوم کی دولت اور جائداد کی تبادلات ہیں۔

ان کے دو سوتیلے بھائی اور سوتیلی ماں ان پر ظلم کرتی تھیں۔ ابو نے

ٹیلی بینشن کے ذریعے کئی بار انہیں تحفظ دیا تھا اسی لیے انہوں نے

ابو کو اپنا محافظ بنالیا تھا۔ چپ چاپ کورٹ میں جی تھی۔ ابو نے کہا

تھا کہ میں بابا صاحب کے ادارے سے واپس آؤں گی تو شادی کا

اعلان کیا جائے گا۔"

"پھر تو تمہاری سہیلی واقعی مسائل میں ابھی ہوئی ہیں۔"

جی نے ایک قاتل سے کاغذات نکالتے ہوئے کہا "یہ

دیکھیں۔ یہی وہ کورٹ کے کاغذات ہیں۔ ان کاغذات کے مطابق

ان کا نکاح ہو چکا تھا۔"

علی نے ان کاغذات پر سرسری سی نگاہ ڈالی۔ جی نے کہا۔

"اس ڈائری میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اسے توجہ سے پڑھنا

ہوگا۔"

علی نے کہا "ایک گھنٹے کے اندر شاہی مسجد پہنچنا ہے۔ ایسا کرو"

تم نہ جاؤ۔ یہ ڈائری پڑھو۔ اکل کا بیگ اکاؤنٹ چیک کرو۔ لا کر

ویرجیو کا چھاپاں جی جیسی کیس ہوں گی میں تمنا جا رہا ہوں۔"

وہ کوٹھی سے باہر نکلے ہوئے پولا "تمام دواؤں نے اندر سے بند

کر دی۔ جب تک میں خیال خوانی کے ذریعے قاتل نہ کروں تب

چند سیکنڈ کے بعد جبران کی آواز سنائی دی "ہاں یوں کیا رہا؟"
 "ہاں! ہم نے اسے ختم کر دیا ہے لیکن مندر اور گائے دشمنی
 ہو گئے ہیں۔ انہیں یہاں سے اسپتال پہنچانا ضروری ہے۔ آپ
 اپنے آدمیوں کو ایمرینس کے ساتھ فوراً بھیج دیں۔ یہ بہت تکلیف
 میں مبتلا ہیں۔"

"انجی میرے آدمی ایمرینس لے کر پہنچیں گے۔ کیا اس
 شخص کی لاش وہاں موجود ہے؟"
 "نہیں ہاں! ہم نے اسے جناح کی بلندی سے نیچے پھینک دیا
 تھا۔ اس کی لاش نیچے ہو گئی۔"

"لاش نیچے نہیں ہے۔ میں سمجھ کے پیچھے جناح سے کچھ فاصلے
 پر اپنی کار میں موجود تھا۔ میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ تم لوگوں
 نے مجھے نیچے پھینکا تھا وہ نیچے گرنے سے پہلے غائب ہو گیا تھا۔"

جبران کے آواز کرنے کا "پھر وہ کوئی جاوگر ہو گا۔ ہاں!
 آپ اس بات کے چشم دید گواہ ہیں کہ ہم اسے بلندی سے نیچے
 پھینک چکے تھے اور اس کی موت لازمی تھی۔ اگر وہ زندہ رہے گا تو
 کیا ہمیں سزا دی جائے گی۔"

"نہیں۔ تم تینوں اپنا کام پورا کر چکے تھے۔ ہمیں ملحق امداد
 پہنچانی جائے گی اور پولیس قتلے سے بچایا جائے گا۔"
 پھر اس نے کچھ سوچ کر پوچھا "تمہیں جناح پر فون کی سہولت
 کیسے مل گئی ہے۔"

وہ ذرا ہچکچایا پھر بولا "یہ اس جوان کا موبائل فون ہے۔ مقابلہ
 کرتے وقت اس کے لباس سے گر پڑا تھا۔"

جبران نے فون بند کر دیا۔ علی اس سے موبائل فون لے کر
 تادیبہ ہو گیا پھر فلائنگ کیپول کے ذریعے پرواز کی۔ سمجھ کے پیچھے
 والی سڑک کے کنارے پہنچ کر جبران کی کار تلاش کرنے لگا۔
 اس نے جبران کی آواز اور لمبے کی سختی سے اندازہ لگایا تھا کہ
 وہ یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔ اس کے داغ میں جا کر اسے چوتنا نہیں
 کرنا چاہیے۔

سڑک کے کنارے دو کاریں ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر
 کھڑی تھیں۔ علی نے ایک کار کے پاس آکر دیکھا۔ اگلی سیٹ پر
 ایک عورت ایک مرد کے شانے پر سر رکھے ہوئے تھی۔ مرد کہہ رہا
 تھا۔ "میری جان! پہلے میں تمہارے لیے بہت بڑا پلاٹ خریدوں گا
 پھر وہاں ایک عالی شان کوٹھی بنادوں گا۔ تم جوانی کی رشوت دیتی
 دو، میں دولت سے تاج بٹا کر بنا دوں گا۔"

وہ اس کے چہرے پر جب کہہ رہے تھے۔ علی نے کہا "مکتو! تم
 لوگوں کو گھر کی چار دیواری نہیں ملتی؟"
 وہ دونوں بڑا دراک ہو گئے۔ کسی بولنے والے کو آس پاس
 دیکھنے لگے۔ علی نے کہا "بے شرم! بھاگ جاؤ یہاں سے۔"
 وہ شخص سسم کر فوراً ہی کار اشارت کرنے لگا۔ کچھ فاصلے پر
 کھڑی ہوئی دوسری کار بھی اشارت ہو کر جاری تھی۔ وہ فلائنگ

کیپول کے ذریعے اس کار کے اندر پہنچ گیا۔

اسے ڈرائیو کرنے والا موبائل فون کان سے لگے کر
 "میں مانتا ہوں" یہ ناقابل یقین بات ہے۔ اگر میں اپنی آنکھوں
 سے غائب ہونے نہ دیکھتا تو کبھی یقین نہ کرتا۔ میں کار سے
 جناح کے نیچے دور تک گیا تھا۔ مجھے کوئی لاش دکھائی نہیں دی۔
 وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا "جی ہاں! کیا بات؟"
 میں آتی ہے کہ وہ دوپوش ہو گیا ہے۔ خوالدین کی بیٹی فہیدہ
 بھی قابو میں نہ آئی۔ ایک ذہن پرست ناسٹرا کی کوٹھی میں کی
 لیکن فہیدہ سے مارا کرواپس آگئی۔ ہاں! کیا؟ آپ نے ہمارے
 لڑکی پر حملہ کیا تھا؟"

وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا "اچھا خوالدین کی
 خالی تھی۔ فہیدہ کیس گئی ہے۔ جناب عالی! آپ کے لیے وہاں
 چایاں اہم ہیں اور وہ ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی ہیں۔ ان چایوں
 کے حصول کے لیے کچھ کرنا ہی ہو گا۔"

وہ ذرا خاموش اور پھر خوش ہو کر بولا "وہ جناب عالی! آپ
 جواب نہیں ہے۔ اس بینک میں ڈاکا پڑے گا۔ ڈاکو خوالدین
 دونوں لاکرز تو ذکر ساری چیزیں نکال لائیں گے۔ واد! آپ کے
 کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔"
 علی نے کسی کے داغ پر دستک دی۔ "میں ہوں علی! تم
 جاری ہو؟"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "جہاں ابو کے دو لاکرز ہیں
 بینک میں جاری ہوں۔ مجھے ان کی چایاں بیہ دوم سے مل
 ہیں۔"

"ستم اٹکل کی بیٹی ہو۔ ان کے بینک اکاؤنٹ کی تمام رقم
 لاکرز کی تمام چیزیں نکال سکتی ہو لیکن اس کے لیے اٹھاروں
 تھیں حاصل کرنا ہو گا۔"
 "تھا ہی لیٹر حاصل کرنے میں بہت وقت لگے گا۔ میں
 فیجر کو رپ کر کے لاکرز سے سامان نکالوں گی۔"

"میں اس وقت جبران نامی شخص کی کار میں تادیبہ ہوں۔
 نے مجھے قتل کرنے کے لیے سب کے پیار پر بلا دیا تھا۔"
 "وہاں تو میری سوتیلی ماں ملاقات کے لیے آنے والی تھی۔"
 "ہاں مگر جان کے دشمن آگئے۔ دوسرے میرے لیے سونا
 اہتمام کیا گیا تھا، دوسرے تم پر حملہ کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو
 میں بھیجا گیا تھا مگر تم وہاں سے نکل چکی تھیں۔ انہوں نے کوئی
 تلاشی لی مگر لاکرز کی چایاں نہیں ملیں۔"

"وہ چایاں میرے پاس ہیں۔"
 "جبران کا پاس خطرناک ذرائع کا مالک ہے۔ ابھی اس
 آدمی بینک میں ڈاکا ڈالیں گے اور وہ دونوں لاکرز تو ذکر اس
 سامان لے جائیں گے۔"
 وہ کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولی "پھر تو مجھے جلد سے

دیا پہنچا ہے۔" ایک سمجھ میں نہیں آیا کہ جبران اور اس کے
 ہاں کو خرابی ابا مرحوم سے کیا دشمنی تھی؟ اب وہ ہم سے اس
 وقت تک دشمنی کریں گے جب تک لاکرز سے ان کی مطلوب چیزیں
 حاصل نہ ہو جائیں۔"
 جبران بھی کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس بینک کے سامنے آکر
 کچھ فاصلے پر رکا۔ وہ وادرات کی کامیابی تک وہاں رہنے والا
 فدا علی کار سے نکل کر بینک میں آگیا۔ فیجر اپنی سیٹ پر نہیں تھا۔
 فدا کی خیالات نے بتایا کہ وہ فیجر کو حذر دہ کر کے لاکرز دوم میں
 لے گئی ہے۔

علی نے لاکرز دوم میں جا کر دیکھا۔ فہمی اور فیجر اپنی چایوں
 لاکرز کھول رہے تھے۔ اسی وقت بینک کے ایک حصے سے فدا کی
 توجہ سنائی دی۔ علی نے نمودار ہو کر کہا "فہمی! ہری اپ! شاید ڈاکا
 والے والے آگئے ہیں۔"

وہ دونوں لاکرز کا سامان اپنے بینک میں رکھنے لگی۔ علی نے کہا
 "ہم یہاں سے جبران کی کار میں جائیں گے۔ ہو سکتا ہے یہاں سے
 ہائی کے بعد وہ اپنے پاس کے پاس جائے۔"
 اسی وقت دو مسلح افراد لاکرز دوم میں داخل ہوئے۔ ایک نے
 فدا کو کہا "فیجر! راکوئی حرکت نہ کرے! ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

یہ کتنی ہی خوراس نے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھائے۔ علی اس
 کے داغ پر بلند ہوا تھا۔ دوسرے ساتھی نے کہا "تم نے ہتھیار
 کیوں پھینکا؟ ہاتھ نیچے کر۔ فوراً ہتھیار اٹھاؤ۔"

یہ کتنی ہی اس نے بھی ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھائے۔ فہمی
 نے فیجر سے کہا "ان کے ہتھیار لے جاؤ اور پولیس کو بلاؤ۔ پولیس
 کے آئے تک انہیں لاکرز دوم میں بند رکھو۔"
 ان تینوں نے باہر آکر ان دونوں کو لاکرز دوم میں لاکرز کر دیا۔
 بینک کے دوسرے حصے میں تین مسلح معاشوں نے بینک کے محلے کو
 چھوڑا اور بس بتایا ہوا تھا۔ وہ انہیں حکم دے رہے تھے کہ دونوں
 ہاتھ اپنی اپنی گردن پر رکھ کر زمین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھیں۔

علی اور فہمی نے ان کی آوازیں سن کر ان کے داغوں پر قبضہ
 لیا۔ انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے۔ ان کے ہاتھوں سے
 اٹھائے گئے ہی بینک کا پورا عملہ ان پر مل پڑا۔ ان کی پٹائی کرنے لگا۔
 پولیس کو فون کر رہا تھا۔ فہمی اور علی تادیبہ ہو کر جبران کی کار میں
 آگئے۔

جبران کار کی کوٹھی سے باہر بینک کی طرف تجسس نظروں سے
 دیکھ رہا تھا۔ وہاں لوگوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ کتنی ہی لوگوں کے
 اندر جانے سے یہ اندازہ ہوا کہ بینک کے اندر ڈاکوؤں سے خطرہ
 تھا۔ شاید وہ ذہن پرست کر رہے تھے۔ اس نے موبائل پر رابطہ
 لاکر کی طرف سے اس کے جناب عالی کی آواز سنائی دی۔

"کون جبران؟"

"میں ہاں! میں بینک کے سامنے ہوں۔ یہاں کچھ ایسی گزرو
 ہو رہی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذہنی ناکام رہی ہے۔"
 "وہ شش۔ کل رات سے ہر جگہ ناکامی ہو رہی ہے۔"

"جناب عالی! وہ دونوں غیر معمولی ملاہیتوں کے حامل ہیں۔
 ایک کو تو میں نے بلندی سے گرنے کے وقت غائب ہونے دیکھا ہے۔
 شاید دوسری بھی غائب ہونا چاہتی ہو اسی لیے کوٹھی میں وہ نظر نہیں
 آتی تھی۔"

"مجھے شبہ ہے کہ وہ باپ کی طرح ٹیلی پتھی جاتی ہے۔ میرے
 لیے وہ بہت ذہن پرست پہنچ سکتی ہے۔"
 "جناب عالی! آپ مناسب تبصیریں تو مجھے بتائیں۔ فہمی سے
 دشمنی کیا ہے؟"

فہمی اور علی سایہ بن کر اس موبائل فون اور جبران کے کان
 کے درمیان پہنچے ہوئے تھے۔ دوسری طرف کی باتیں بھی سن رہے
 تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "میں خوالدین کے بارے میں یہ نہیں جانتا تھا کہ
 وہ ٹیلی پتھی جانتا ہے۔ دیئے تو میں یوگا کا ماہر ہوں لیکن رات کو
 شراب پینے کے دوران خوالدین نے میرے خیالات دے دیے تھے۔ وہ
 میرے اندر گراؤ معاملات سے پوری طرح واقف ہو گیا تھا۔"

جبران نے پوچھا "اس لیے آپ نے اسے قتل کر دیا؟"
 "ہاں! مجھے پتا چلا تھا کہ اس نے میرے اہم رازوں کی
 تفصیلات ایک ڈائری میں لکھی ہیں۔ وہ علی نامی اپنے کسی پیچھے کا
 انتظار کر رہا ہے اور اس کی آمد پر مجھے نیست و نابود کر دینا چاہتا
 ہے۔"

"آپ اس ڈائری کو حاصل کرنے کے لیے لاکرز کی چایاں
 حاصل کرنا چاہتے تھے؟"

"ہاں۔ میری ایک آواز کار نے بتایا تھا کہ خوالدین نے وہ
 ڈائری اپنے کسی لاکر میں رکھی ہے۔"

"جناب عالی! آپ کے پیچھے ہوئے ڈاکو گرفتار ہو گئے ہیں۔
 میں یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ پولیس انہیں ہتھکڑیاں پہنا کر لے
 جا رہی ہے۔"

"ہوں۔ وہ بینک میری کامیابی کی آخری جگہ تھی۔ اب ڈائری
 وہاں سے بھی نہیں مل سکے گی۔"

"جناب عالی! حکم کریں۔ میں کس طرح وہ ڈائری حاصل
 کروں؟"

"شاید وہ حاصل نہیں ہو سکے گی۔ کسی طرح بھی ان دونوں کو
 موت کے گھاٹ اتارنا ہو گا۔"

"وہ رات گزارنے کے لیے خوالدین کی کوٹھی میں جائیں
 گے۔ کیا میں مجھے ہونے کا فون کو وہاں پہنچا دوں؟"

"رات ابھی بہت دور ہے۔ انہیں ابھی تلاش کر۔ کوئی
 اچھی خبر ہو تو رابطہ کرنا۔ میں بری جبریں سن سن کر تنگ آیا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ جبران اپنا فن بند کر کے کارائشارت کر نے لگا۔ تب اسے دیکھی کسی آواز سنائی دی۔ فنی نے علی سے سرگوشی میں کہا ”یہ جبران ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ یہ اپنے جناب عالی کے خفیہ گورکھ دھندوں سے واقف نہیں ہے۔“

جبران سرسمٹا تھا کہ کار کے اندر دیکھ رہا تھا۔ اسے بولنے والی نظر نہیں آ رہی تھی پھر اسے ایک حیرانہ آواز سنائی دی۔ علی بھی سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ ”ہاں۔ اس کم بخت نے مجھے مینار کی بلندی سے گرا کر انا چاہا تھا۔ اب اسے مرنا چاہیے۔“

”لیکن یہ شرم سے نہیں مرے گا۔“

”شرم سے نہ سہی، کرم سے مرے گا۔“

ہوتا تو علی اسے زخمی کر کے اس کے اندر پہنچ جاتا۔ بہر حال، فوت نہیں آئی۔

میں نے اور سونیا نے انہیں گمراہ کرنے کے لیے جو منصوبے بنائے، ان کا ذکر پچھلے ایک باب میں ہو چکا ہے۔ الپا، جان کولن اور مجبریٰ ہنتر نے اپنے اپنے آلہ کاروں کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پر دمے تو ان کی پریشانیوں بڑھ گئیں۔

کہ منکی مخلوق کا سربراہ منکی ماسٹر اب تک اس دنیا میں ہے۔ وہ اس دنیا کو نہیں چھوڑے گا، آئندہ چند برسوں میں خلائی زون سے پھر اپنی نئی فوج زمین پر بلائے گا۔

[illegible]

مکلی میں گرفتار ہو گیا ہے۔ میں نے فوراً ہیرو کے دماغ میں چھلا مک
لگائی۔ واقعی وہ گرفتار ہو چکا تھا۔

میں نے پوچھا ”تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی؟“
”بھی نہیں کی ہے۔ میں نے سوچا، پہلے یہ یقین کر لیں کہ میں

مکلی ماسٹر ہوں پھر انہیں دو ڈاکوں کا تو یہ تمام عمر میرے پیچھے دوڑتے
رہیں گے“

”یہ تمہیں ایڈرگر کا ڈنٹ مار کر مل لے جانے والے ہیں۔ ان
کی آواز سناؤ۔“

ایک افسر نے خوری اس سے سوال کیا ”تم اتنے دنوں تک
کہاں چھپے ہوئے تھے؟ کیا اسی شہر میں تھے؟“

”ہاں۔ ایک گوشے میں بیٹھا اپنی مکلی قوم کی تپائی کا ماتم کر رہا
تھا۔“

دوسرے افسر نے پوچھا ”تم واہشن کیوں جا رہے تھے؟“
”واہشن دارالسلطنت ہے۔ وہاں بیٹھ کر پورے امریکا پر بلکہ

دنیا پر حکومت کی جاتی ہے۔ میں وہاں بیٹھ کر حکومت کرنے جا رہا
ہوں۔“

ٹھٹری اٹھلی جس والے اس بات پر قہقہے لگائے لگے۔ میں ان

ہاؤز میں گئے۔“
”بھتر ہے، ہم آج رات مکلی ماسٹر کی موجودگی کی تصدیق کر لیں

اس کے بعد اسی طرح کہیں ڈرکے ڈریلیے۔۔۔۔۔ ایک دوسرے سے
رابطہ کریں اور اس وقت کسی نتیجے پر نہیں کہ مکلی ماسٹر اور سونیا کو

میں طرح ہمیشہ کے لیے فسخ کیا جاسکتا ہے۔“
فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”جھٹ اے منصف ایک اہم

اطلاع ہے۔ نیو یارک کی ٹھٹری اٹھلی جس اطلاع دے رہی ہے کہ
انہوں نے ایک مکلی میں کو ایک لانا لنگ کہیں میں دیکھا تھا۔ وہ مکلی

میں واہشن آنے کے لیے ایک طیارہ چارڈ کرنا چاہتا تھا لیکن
آری کے افسر اور جوانوں نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔ وہ ہیڈ کوارٹر

سے پوچھ رہے ہیں کہ اس مکلی میں کو کہاں پہنچایا جائے؟“
ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”وہ واہشن آنے والا مکلی میں یقیناً

مکلی ماسٹر ہوگا۔ ٹھٹری اٹھلی جس سے کو، مکلی میں یا مکلی ماسٹر کی
گرفتاری کی تفسیر نہ کریں۔ اسے بڑی رازداری سے ایڈرگر کا ڈنٹ

بارج سیل میں پہنچادیں۔ سونیا اور فریاد و فریو کو اس کی گرفتاری کا
علم نہیں ہونا چاہیے۔“

یہ میرے لیے چونکا دینے والی خبر تھی کہ مکلی ماسٹر یا کوئی دوسرا

پر امریکی اعلیٰ حکام، اعلیٰ فوجی افسران اور اپنے ٹیلی بیٹھی جانے
والے ماتحتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ ایک اہم

مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے بیکجا ہوئے ہیں۔“
ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”مسٹر کولن! ہمیں یقین نہیں آ رہا ہے

کہ وہ شکست کھا کر جانے والا مکلی ماسٹر ابھی تک زندہ ہے اور
ہماری دنیا میں موجود ہے۔“

جان کولن نے کہا ”میں سونیا نے چندہ منٹ پہلے فون کے
ذریعے مکلی ماسٹر سے گفتگو کی ہے۔ وہ مکلی ماسٹر آج رات واہشن

پہنچنے والا ہے۔“
”کیا یہاں اسے دیکھتے ہی مکلی میں ماری جاسکتی؟“

”نہیں۔ وہ تادیبہ بن کر یہاں آنے کا پھر سونیا کے بیٹنگ کے
ایڈر نمودار ہو کر اپنے ٹھوس جسم کے ساتھ رہے گا۔“

”مکلی بات نہیں“ اسے بیٹنگ کے ایڈر مکلی ماری جاسکتی ہے۔“
”کیا کرنے سے سونیا غلط ہو جائے گی۔ وہ سمجھ لے گی کہ

یہاں سے نوپ میں محفوظ نہیں ہے۔ ہم اسے بچان رہے ہیں اور
اس کی خفیہ رہائش گاہ سے واقف ہیں۔“

ایک حاکم نے تادیب کی ”پھر سونیا کو شہر ہو سکتا ہے کہ ہمارے
آوی سایہ بن کر اس کے ایڈر آس پاس چھپے رہتے ہیں۔“

”سونیا کو کبھی شہر نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی اور فریاد کی
مصروفیات سے باخبر رہنے کا ہمیں سنری موقع ملا ہے۔ ہمارے آٹھ

۔۔۔۔۔ ان دنوں کے ایڈر آئندہ بھی چھپے رہیں گے۔“
”سوال یہ ہے، مکلی ماسٹر کا کیا کیا جائے؟“

جان کولن نے کہا ”وہ آج رات سونیا کے بیٹنگ میں آئے گا۔
میں اسے قریب سے دیکھ کر یقین کرنا چاہوں گا کہ واقعی وہ ہماری

دنیا میں بلکہ واہشن میں موجود ہے۔ جب یقین ہو جائے گا تو تھا
ایڈر ازمیں فوری کارروائی کی جائے گی۔ جتنی جلدی ممکن ہوگا اسے

ہلاک کر دیا جائے گا۔“
”سونیا بہت عرصے سے ہمارے خلاف مکلی حلقوں کے لیے

سوئیں فراہم کرتی رہی ہے۔ اب بھی یہی کردی ہے۔ کیا ہم اس
کے خلاف کچھ نہیں کریں گے؟“

”سونیا تو اب ہمارے بیٹنگ میں ہے۔ ہمارا ایک آلہ کار کی
وقت بھی اس کے جسم سے نکل کر جسمانی طور پر نمودار ہوتے ہی

اسے گولی مار سکتا ہے۔“
”ہمارا مشورہ ہے، ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اسے گولی مار دی

جائے۔“
”ہماری جلد بازی سے پیشہ اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ بہت

رابطہ کیا۔ رابطہ کرنے سے پہلے اس نے ٹھٹریوں اور دو اڈوں کو
اچھی طرح بند کر لیا۔ جان کولن، ہجری ہزار اور اسرائیلی ٹیلی بیٹھی

جاننے والا رائٹ ہوا اس وقت خیال خزانے کے ذریعے سونیا کے
قریب موجود تھے۔ اپنے آلہ کاروں کے ایڈر وہ سونیا کی حرکتیں

دیکھ رہے تھے اور اس کی باتیں سن رہے تھے۔
سونیا فون پر ہیرو سے کہہ رہی تھی ”میلو مکلی ماسٹر! میں تمہاری

دوست سونیا بول رہی ہوں۔“
”میلو میڈم! اپنی دنوں کے بعد آپ نے اس خادم کو یاد کیا

ہے۔“
”ماسٹر! تم میرے خادم نہیں، دوست ہو۔ اگر میں برے وقتوں

میں کام آتی ہوں، تمہیں دشمنوں سے محفوظ رکھتی ہوں تو اس کا
مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میرے خادم بن جاؤ۔ ہم ہمیشہ دوست

رہیں گے۔“
”یہ آپ کا بڑا پن ہے۔ کیا میں آپ کے پاس واہشن

آ جاؤں؟“
”ہاں! یہاں آ جاؤ لیکن تادیبہ بن کر آؤ۔ میرے بیٹنگ کے ایڈر

آنے کے بعد نمودار ہو کر ٹھوس جسمانی حالت میں رہو گے۔“
”میڈم! آپ کی باتیں کوئی سن سکتا ہے؟“

”میری باتیں کوئی نہیں سن سکتا۔ میں نے دو اڈوں اور
ٹھٹریوں کو اچھی طرح بند کیا ہے۔ یہاں مجھے سونیا کی حیثیت سے

کوئی نہیں جانتا ہے۔ میرے پیچھے جاسوس نہیں لگیں گے کوئی
دشمن میرے اس نئے نوپ پر شبہ نہیں کرے گا۔ اچھا میں فون بند

کر رہی ہوں۔ تم چلے آؤ۔“
اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ فون پر گفتگو کے دوران میں سونیا

کے ایڈر آ گیا تھا۔ وہاں بیٹنگ دشمن چھپے ہوئے تھے، وہ سونیا کی باتیں
سن کر ہلک رہے ہوں گے۔ میں نے کہا ”یہ دشمن میرے اور

تمہارے ایڈر چھپ کر فائدے سے زیادہ نقصان اٹھا رہے ہیں۔
ٹینشن میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ان کا بلڈ پریشر بڑھ رہا ہے۔“

سونیا نے کہا ”خیال خزانے کے ذریعے امریکی اکابرین کے پاس
جاؤ اور معلوم کرو کہ میرے خلاف کیا ہجری پکائی جا رہی ہے۔“

”آئندہ تمہارے پاس ہمارے کئی ٹیلی بیٹھی جاننے والے
آتے جاتے رہیں گے۔ یہ دشمن تمہیں دھوکے سے ہلاک کرنے کی

کوشش کریں گے۔ اگر کامیاب ہو جائیں گے تو یہ صفائی پیش کریں
گے کہ تم میک اپ میں تھیں۔ تمہیں سونیا کی حیثیت سے نہیں

پچھانا گیا تھا۔ تمہیں نا اطمینانی میں ہلاک کیا گیا تھا۔“
میں نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس

مشہور ماہرین نفسیات کی آپریشن کتاب



کتاب کا مطالعہ آپ کو
بتائے گا کہ :-

- احساس کتری سے کس طرح
- محنت حاصل کی جاسکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساس کتری کا شکار ہیں صرف
- یہ آپ کا خیال ہے۔ جو سکتا ہے کہ صرف اس
- کتاب کے مطالعے سے ہی آپ کا یہ احساس ختم
- ہو جائے

اسباب
تدارک
علاج

قیمت ۵ روپے

ڈاک خیر
۴ روپے

کتاب کی قیمت

افسروں کے اندر جھانکنے لگا۔ جان کولن ان میں سے ایک افسر کے اندر تھا۔ اس نے افسر کے ذریعے پوچھا: ”کیا تم منگلی ماسٹر ہو؟“
ہیرو نے کہا ”اچھا تو مجھے پہچان گئے ہو۔ حالانکہ میں نے اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ جب پہچان گئے ہو تو تسلیم کر رہا ہوں میں منگلی ماسٹر ہوں۔“

جان کولن نے کہا ”اے اچھی طرح بیٹھے میں رکھو میں آ رہا ہوں۔“
ہیرو نے کہا ”تم کیوں آرہے ہو آرام سے بیٹھو میں آ رہا ہوں۔“

یہ کہتے ہی وہ تادیہ ہو گیا۔ دونوں کلائیوں میں جو ہتھکڑیاں تھیں ”وہ فرش پر گر پڑیں کیونکہ ہتھکڑیوں کے اندر رہنے والی کلائیوں بھی سائین ہو گئی تھیں۔ وہ افسران اور دوسرے جاسوس حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ رادر اور افسر انھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔“

جان کولن نے غصے سے پوچھا ”کیا تم لوگ نہیں جانتے تھے کہ خلائی مخلوق کے پاس تادیہ بنانے والی گولیاں دستی ہیں؟ جنہیں منگلی ماسٹر کی تلاشی لینی چاہیے تھی۔“

”ہم نے ان کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن آنکھوں سے پہلی بار ایک منگلی من کل کو غائب ہوتے دیکھا ہے۔“
”اب اس منگلی من کو نمودار ہوتے ہی دیکھ لو۔“

انہوں نے آواز کی سمت دیکھا۔ ہیرو ایک کرسی پر آرام سے بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا ”اگر بہت کچھ دیکھنا اور سمجھنا چاہتے ہو تو واشٹن چلو کیونکہ میں اس فلائنگ کیپول کے ذریعے پندرہ یا بیس منٹ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ چلو واشٹن چلو۔“

جان کولن نے اسے باتوں میں مصروف سمجھ کر ایک آلہ کار کے ذریعے اس کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ اس سے پہلے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پیچھے سے ایک مسلح افسر اسے دبوچنے آ رہا تھا۔ ہیرو کے حصے کی گولی اسے لگی۔ وہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا اور زخمی کر ٹھنڈا کر گیا۔

ہیرو دوسری بار نظر نہیں آیا۔ اس کی آواز سنائی دی ”حملہ کرنے سے پہلے آگے پیچھے اپنے آدمیوں کو دیکھ لیا کرو۔ تمہارا ٹیلی ویشن جانے والا کدھا ہے۔ اس نے ایک اچھے افسر کی جان لے لی۔“

جان کولن نے کہا ”منگلی ماسٹر! ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“
”میں واشٹن آ رہا ہوں۔ باتیں ضرور ہوں گی۔ میں ایک چارٹڈ طیارے میں آرام سے جانا چاہتا تھا۔ اب فلائنگ کیپول کے ذریعے تیز ہواؤں سے گزرنا ہو گا۔“

جان کولن نے کہا ”میں ابھی تمہارے لیے ایک طیارہ ریزرو کر دیتا ہوں۔ تم آرام سے سڑکرنے کے لیے جہانی طور پر طیارے میں رہو گے۔“

”آرام سے سڑکرنے کے لیے جہانی طور پر طیارے میں رہو گے۔“
”آرام سے سڑکرنے کے لیے جہانی طور پر طیارے میں رہو گے۔“
”آرام سے سڑکرنے کے لیے جہانی طور پر طیارے میں رہو گے۔“

”طیارے کے اس مخصوص حصے میں کوئی نہیں جائے گا۔ تم فلائنگ کلب جاؤ۔ تمہارے لیے طیارہ وہاں تیار ہے گا۔“
جان کولن کے حکم پر فوراً ایک طیارہ ہیرو کے لیے ریزرو کر گیا۔ اسے رن وے پر لا کر کھڑا کیا گیا۔ ہیرو فلائنگ کلب کے قریب حملے کو چیک نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے مطلع کیا۔ جان کولن نے ایک آوی کے ذریعے ایک ریگٹ کنٹرولر طیارے میں رکھوا دیا تھا۔ یہ کوشش کی گئی تھی کہ ہیرو اس جان لیوا بم سے بے خبر رہے۔

وہ طیارہ آدھے گھنٹے تک رن وے پر کھڑا رہا۔ ایک افسرانگ اور اسپیکر کے ذریعے کہتا رہا ”منگلی ماسٹر سے گزارش ہے کہ وہ طیارے میں اپنی موجودگی ظاہر کرے تاکہ پرواز کی جائے۔“
آدھے گھنٹے بعد لٹری انٹیلی جنس کا ایک افسر طیارے کے اندر گیا۔ جس شخص نے ریگٹ کنٹرولر کو چھپا رکھا تھا میں نے اس کے ذریعے اس کے من کو دیا۔ یکفخت ایک زبردست دھماکا ہوا اور طیارے کے پرچے اڑنے لگے۔ پلانٹ کے ساتھ انٹیلی جنس کا افسر بھی تادیہ ہو گیا۔

میں نے اس ریگٹ کنٹرولر والے کے اندر جان کولن کی آواز سنی۔ وہ غصے سے پوچھ رہا تھا ”تم نے ریگٹ کنٹرولر کا من کیوں دیا؟“
”میں نہیں جانتا سراسر! میں حیران ہوں کہ میں نے من کیوں دیا؟“

”تمہارے دماغ میں کون گھسا ہوا ہے؟“
”تپ ہی ہیں سراسر! میں کسی اور کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔“
”میں سوئیٹا کے ٹیلی ویشن جاننے والے ہیں۔ وہ منگلی ماسٹر حفاظت کر رہے ہیں۔ اگر کوئی چھپا ہوا ہے تو میں اس کے ذریعے منگلی ماسٹر کو وارننگ دے ہوں کہ وہ واشٹن میں قدم نہ رکھے۔ ہال اسے موت ہی موت ملے گی۔“

میں نے سوئیٹا کو نیپارک کے حالات بتائے کہ وہاں ہیرو کو کس طرح ہلاک کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ اس نے کہا ”اب یہ بہ لیے خطرہ ہے۔ وہ اتفاقاً مجھے مارا لے گی کوشش کریں گے۔“
وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائٹل جانے لگی۔ لندن سے اچھا تک یہ ہوا تھا کہ جب بھی وہ ٹائٹل جاتی تمام دشمن آلہ کاران کے اندر سے نکل کر ٹائٹل کے باہر اس کی واپسی کا انتظار کرتے تھے۔

انہیں یقین تھا کہ سوئیٹا ان سے بے خبر ہے پھر جہانی طور پر طیارے میں سڑکرنے کے لیے جہانی طور پر طیارے میں رہو گے۔“
”آرام سے سڑکرنے کے لیے جہانی طور پر طیارے میں رہو گے۔“
”آرام سے سڑکرنے کے لیے جہانی طور پر طیارے میں رہو گے۔“

”یہ فیروزے داری کی بدترین مثال ہے۔ کیا اسے گرفتار کرنے والے ہی نہیں جانتے تھے کہ منگلی ماسٹر کے پاس تادیہ بنانے والی گولیاں ہوں گی۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“

”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“

”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“

پلانٹ سے نکلے گی اور ایسا ہی ہوتا آ رہا تھا۔ سوئیٹا باہر آتی تھی اور انہیں اپنے جسم میں سامنے کا موبج دیتی تھی۔
اس بار وہ اندر گئی تو واپس نہیں آئی۔ باہر کھڑے ہوئے آنکھوں اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ بڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد ایک نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ٹائٹل خالی تھا۔ وہ اندر نہیں تھی۔

ہیرو بنظر انداز یہودی آلہ کار بھی پریشان ہو کر اسے تلاش کرنے لگے۔ ایسے وقت جان کولن نے اپنے آلہ کار کے پاس آکر کہا ”میں حکم دیتا ہوں سوئیٹا کے جسم سے باہر آؤ اور جہانی طور پر نمودار ہوتے ہی سوئیٹا کو گولیوں سے چھلنی کرو۔“
”میں سوئیٹا کے اندر نہیں ہوں“ اسے تلاش کر رہا ہوں۔ وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔“

”تم اس کے اندر سے کیوں نکلے تھے؟“
”وہ ٹائٹل گئی تھی۔ ایسے وقت پیشہ کی ہوتا ہے۔ ہم ٹائٹل کے باہر رہتے ہیں۔ وہ واپس آتی ہے، ہم پھر اس میں جاتے ہیں لیکن اس بار وہ جہانی طور پر نظر نہیں آتی ہے۔ وہ اسی ننگے کے اندر ہو گئی۔“
”بے شک ہمیں ہوگی۔ بیڈ دوم میں دیکھو“ اس کا اہم سامان ہے یا نہیں؟“

اس نے دیکھنے کے بعد کہا ”میں سراسر! سامان موجود ہے۔ وہ شاید ننگے کے باہر کا جائزہ لینے گئی ہے۔“
”ٹھیک ہے۔ اس کا انتظار کرو۔“
جان کولن دماغی طور پر کپیڈ ٹرک کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اس نے کپیڈ ٹرک کو کیا۔ اس نے فسلک اسکرین پر وہاں کے چند اعلیٰ حکام نظر آنے لگے۔

”دوسری۔۔۔۔۔ اسکرین پر فوج کے اعلیٰ افسران دکھائی دے رہے تھے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”مسٹر کولن! ابھی میڈم سوئیٹا نے مجھ سے بات کی تھی۔ اس نے کہا ہے، وہ یہاں کے ایک گورنر کے ساتھ رہے گی۔ ہم اسے اپنی اپنی کپیڈ ٹرک اسکرین پر دیکھ سکیں گے اور اس سے باتیں کر سکیں گے۔“
”دوسرے اعلیٰ افسر نے پوچھا ”مسٹر کولن! منگلی ماسٹر کی کیا رپورٹ ہے؟“

”وہ تادیہ بن کر فرار ہو گیا ہے۔“
”یہ فیروزے داری کی بدترین مثال ہے۔ کیا اسے گرفتار کرنے والے ہی نہیں جانتے تھے کہ منگلی ماسٹر کے پاس تادیہ بنانے والی گولیاں ہوں گی۔“

”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“

”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“

”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“

”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“
”تھوڑے عرصے میں گرفتار ہو گیا ہے۔“

اسٹیلین زندگی کے لیے ایک کوچہ گھر خوراک کی سرگشت

بابر زمان خان کی آپ بیتی جگ بیتی

سب رنگ میں شائع ہونے والا سب سے بڑا سلسلہ

بانی

ایضاً قریب ایک اشغال صطوب فرمائیں یا بلا راست ہم سے منگو

کتاب سبکی شریعت

مکنا تم نے ہمیں اتنا نادان سمجھا ہے کہ تمہارے جاسوس ہمارے اندر سایہ بن کر رہیں گے اور ہم ان سے بے خبر ہیں گے۔ تم لوگ لندن میں دوستی اور اتحاد کے لیے کانفرنس کر رہے تھے اور وہ پردہ اپنے آئندہ کاؤں کو ناپید بنا کر ہمارے اندر چھپا رہے تھے۔

”یہ جھوٹ ہے۔ ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔“
 ”ہمیں پتا تھا“ جب تمہاری یہ کہ غلطی ظاہر ہوگی تو تم یہ الزام اپنے سر نہیں لوگے اور ہم الزام ثابت نہیں کریں گے کیونکہ ہمیں دنیا والوں کو تمہاری دغل صورت نہیں دکھانی ہے۔ اس معاملے میں خود تم سے نمٹ لیں گے اور منہ رہے ہیں۔“

”میزم! بددشٹی پہلے آپ نے کی ہے۔ آپ نے ہمارے خلاف منگی ماسٹر کو بیان چھاپا رکھا تھا۔ آپ نے کانفرنس میں سچ کیوں نہیں کہا کہ منگی ماسٹر کو ہمارے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے والی ہیں؟“

”میں نے منگی ماسٹر کو کہیں نہیں چھپایا تھا۔ یہ خلائی زون میں جا چکا تھا۔ جب میں نے اور فہاد نے دیکھا کہ جان کولن‘ الپا اور میجرٹی ہنٹر کے پیچھے ہوئے سائے ہمارے ساتھ دن رات رہائش اختیار کر رہے ہیں‘ ہمارے اہم راز اپنے اپنے آقاؤں تک پہنچا رہے ہیں تو پھر ہم نے بددشٹی کا آغاز کیا۔ میں نے کل منگی ماسٹر سے رابطہ کیا تھا اور سگنل کوڈز کے ذریعے اس سے کہا تھا کہ یہ پھر عارضی طور پر ہماری زمین پر آئے تاکہ تم سب کو معلوم ہو اور یقین آجائے کہ میں جب چاہوں‘ خلا سے ہزاروں کی تعداد میں منگی فوج بلا سکتی ہوں۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ کوئی جواب میں کچھ نہ بول سکا پھر جان کولن نے کہا ”آپ کی باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ منگی مخلوق ہماری دنیا میں نہیں ہے لیکن آپ کی ایک کال پر یہاں آسکتی ہے۔ جیسا کہ منگی ماسٹر آیا ہے۔“

ہیرو نے کہا ”میں اور میری پوری برادری میڈم کی تابعدار ہے۔ اگر میڈم کو کوئی تکلیف پہنچانے کا تو ہم اسے عذاب میں مبتلا کرنے نہیں پر آجائیں گے۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ منگی مخلوق یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی میڈم کی صورت میں.... موجود رہے گی۔“

سونائے نے کہا ”میں نے پہلے بھی سیدی سی بات کی تھی۔ اب بھی وہی کہتی ہوں کہ اسلام دشمنی نہ کرو۔ تم نے‘ دوس نے اور اسرائیل نے یہ منصوبہ بنایا کہ بابا صاحب کے ادارے کے اہم رازوں تک پہنچو گے لیکن اس سے پہلے مجھے اور فہاد کو ختم کر دو گے۔“

”ہم ایسے کسی منصوبے میں دوس اور اسرائیل کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔“

”مکنا! اپنا بڑے سے بڑا جرم اور پھوٹی سے پھوٹی غلطی حلیم نہیں کرتا اور تمہارے حلیم نہ کرنے سے ہمارے لیے کوئی فرق

نہیں پڑے گا۔“

”منگی ماسٹر یہاں کب تک رہے گا؟“
 ”یہ دیکھو کہ جب سے تم لوگوں کو منگی ماسٹر کی موجودگی کی اطلاع ملی ہے تب سے تم بابا صاحب کے ادارے سے بددشٹی بھل کر اپنے آپ کو ملک کو جانے کی فکر کر رہے ہو۔ فی الحال تم لوگوں کا علاج کیا ہے۔ تم ستم شمار رہو۔ ہم ستم غلطی دکھاتے رہیں گے۔“

پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد جان کولن نے کہا ”آپ لوگوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ آپ کے پاس معلومات حاصل کرنے کے بڑے وسیع ذرائع ہیں۔ اس بار ہم پر بھروسہ کریں۔ ہم نے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ہر کانڈی منصوبہ بنایا ہے‘ اسے چھڑا کر پھینک دیں گے۔ آئندہ الپا ہو گا تو آپ خلا سے منگی فوج کو بلانے پر حق بجانب ہوں گے لیکن پلیز‘ آپ منگی ماسٹر کو رہائش خلا میں جانے کا مشورہ دیں۔“

”جب ہم سے بددشٹی نہیں کرے گا تو پھر منگی ماسٹر سے نہ ڈرو۔ ویسے یہ کر سکتی ہوں کہ منگی ماسٹر کو تمہارے ملک سے لے جاؤں لیکن یہ ایسی ہماری دنیا میں رہے گا کیونکہ ابھی دوس اور اسرائیل کا محاسبہ کرنا رہ گیا ہے۔“

سونائے نے منگی ماسٹر کو اس ملک سے دور لے جانے کا وعدہ کیا وہ مطمئن ہو کر اس کا مشورہ ادا کرنے لگے۔

○☆☆○

سونائے کی طرح میں نے بھی ان آئندہ کاؤں سے نجات حاصل کر لی جو میرے اندر سایہ بن کر چھپے ہوئے تھے۔ اسرائیلی اکابرین نے الپا سے شکایت کی کہ اسے اپنے آئندہ کاؤں کو سایہ بنا کر میرے اندر نہیں چھپانا چاہیے تھا۔ ایک حاکم نے کہا ”میزم! الپا! یہ بات فہاد کو معلوم ہو چکی ہے۔ وہ تمہارے آئندہ کاؤں سے نجات حاصل کر چکا ہے۔ اب تم سے انتقام لے گا۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”ایک تو تمہاری ذہنی ہونے والی ہے تمہاری حفاظت ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن گئی ہے۔ اس تمہارے ناپید ہونے کاؤں کے لیے پھینچ بن گئے تھے۔ اب تو تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔“

برین آؤم نے کہا ”الپا نے کوئی غلطی نہیں کی۔ یہ ایک خطرہ مدت سے اپنی یہودی قوم کی بہتری کے لیے دن رات محنت کر رہا ہے اور اپنے ملک و قوم کے لیے خطرات سے کھینچ رہی ہے۔ تو بھی یہ ہماری ہی خاطر خطرات میں گھری ہوئی ہے۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”ہم اپنی ملکی تاریخ میں الپا کی خداداد کبھی نہیں بھلا سکیں گے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری خیر عافیت سے ہو جائے اور کوئی دشمن اس کے دماغ میں نہ لگا سکے۔ اب دیکھیں‘ آئندہ کیا ہوتا ہے۔“

فی ابیب کے مضامین میں ایک بہت بڑی سرکاری کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی کے اطراف پانچ میل کے رقبے تک بیٹیاں خالی کر دی گئی تھیں۔ تمام مکانات اگر کار عارضی فوجی کارٹرز بنائے جاتے۔ پانچ میل کے رقبے میں چاروں طرف دیواریں اٹھادی گئی تھیں اور اس علاقے کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ اس علاقے میں عام لوگ تو کیا‘ عام فوجی بھی داخل نہیں ہوتے تھے۔ صرف ان فوجی افسران اور جوانوں کی دہاں ڈیوٹی ہا کرتی تھی جو لوگ کے ماہر تھے اور ان پر کوئی جبراً سختی عمل نہیں کر سکتا تھا۔

اس بڑی سی محل نما کوٹھی میں الپا کی رہائش تھی۔ اس کی خدمت کے لیے جو کنبیز تھیں وہ بھی لوگ میں مہارت رکھتی تھیں۔ جاسوسی ادارے کی تربیت یافتہ تھیں۔ لیڈی ڈاکٹرز اور زینس بھی غیر معمولی تھیں۔ کوٹھی کے دو درے کمروں میں کنبیز نزد اور بڑے بڑے دو حوضوں کی دی گئی تھیں۔ فی دی کمرے بھی جدا جدا تھے۔ کوئی چھپ کر اس الپا محل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

کوٹھی کے چاروں طرف جو کمرے اور کوریڈور تھے وہاں تیز روشنی رہا کرتی تھی۔ ان ناپید ہونے والی گولیوں کی خاصیت یہ ہے کہ انسانی نخوس جسم نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور سایہ بن جاتا ہے۔ اگر تیز روشنی ہو تو یہ سایہ زمین پر یا دیواروں پر دکھائی دیتا ہے۔

ناپید ہونے والے معمولی بددشٹی میں آسانی سے اپنے سائے کو چھپاتے تھے لیکن الپا محل میں یہ ناممکن تھا۔ محل کے اندر اور باہر ہتے سب محفوظ تھے‘ وہ بھی سایہ بن کر رہتے تھے تاکہ دشمن سایہ بن کر ان کے نخوس جسموں میں نہ سما سکیں۔

الپا اور اس کے ہتے ٹیلی بیٹھی جاننے والے ماتحت تھے‘ وہ تمام دیوہوں کے اندر جا کر صورت حال سے آگاہ ہو سکتے تھے۔ ان تمام دیوہوں کی مخصوص شناخت رکھی گئی تھی تاکہ کوئی دشمن ناپید ہونے کو محو کا نہ دے سکے۔

تھوڑی دیر کے لیے زبردست اندازات گئے تھے۔ ایک ٹیلی بیٹھی ایسا مسئلہ تھی جو بیٹھانی کا سبب بنی ہوئی تھی۔ ایک تو الپا خود لوگ یا کبھی غیر عام حالات میں لگی اس کے اندر نہیں آسکتا تھا لیکن مسئلہ ذہنی کا تھا۔ وہ ماں بننے کے لمحات میں دماغی طور پر کمزور ہونے والی تھی۔

ایسے وقت میں کسی سوچا جا رہا تھا کہ تمام یہودی ٹیلی بیٹھی ہانڈے والے الپا کے دماغ میں کبھا ہوں گے اور پوری قوتوں اور ملازمین کے ساتھ دشمن ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کا راستہ روکتے رہیں گے۔

دشمن اپنے طور پر منصوبے بنا رہے تھے۔ امریکی ٹیلی بیٹھی ہانڈے والوں کا سربراہ جان کولن‘ الپا تک پہنچنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔

وہ کئی اسرائیلی حکام اور فوجی افسران کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ حتیٰ کہ پتانا کر کے والے کو بھی نہپ کر چکا تھا جس نے الپا پر سختی عمل کیا تھا اور اس کی آواز اور سب کو بدل دیا تھا۔ اس طرح وہ الپا کے ہتے سب کو اور بی آواز سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔

فرائض کا ٹیلی بیٹھی جاننے والا میجرٹی ہنٹر بھی الپا کے اندر رہنے کی پوری تیاری کر چکا تھا۔ وہ دیوی کو چند دنوں تک اپنی معمول اور ناپید ہونے رکھنے میں کامیاب رہا تھا پھر دیوی شی مارا اس کے محسوس نکل گئی تھی۔

دیوی کی ڈی دن سنا سنا ابھی تک ہجرتی معمول تھی۔ دیوی نے قسم کھائی تھی کہ جانا اور میجرٹی ہنٹر سے بدترین انتقام لے گی کیونکہ ان دونوں نے دیوی بھیجی ہستی کو معمول اور ناپید ہونے کی احمقانہ جرات کی تھی۔

فی الحال دیوی کی توجہ بھی الپا پر تھی۔ وہ یہ سنری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔ الپا کو اپنی معمول بنا کر وہ تمام اسرائیلی اکابرین پر حاوی ہو سکتی تھی اور یہودی ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو بھی اپنے زیر اثر لاسکتی تھی۔

اسی طرح کے فائدے دوسرے تمام ٹیلی بیٹھی جاننے والے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ دوسری بے چارے ٹیلی بیٹھی سے محروم تھے۔ بھی ماسک مین کے زمانے میں وہاں بھی خیال خواتی کرنے والے ہوا کرتے تھے۔ جب سے ایوان راکسینی موجودہ ساجد علی غلامی کی زنجیریں توڑ کر پاکستان آیا تھا تب سے دوس میں ماسک مین کا عہدہ بھی ختم ہو گیا تھا اور وہ ملک ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے بھی محروم ہو گیا تھا۔

ویسے اب دوس بھی کچھ ایسے منصوبوں پر عمل کر رہے تھے جن کے نتیجے میں کامیابی ہوتی تو ان کے پاس بھی خیال خواتی کرنے والے خاصی تعداد میں جمع ہو جاتے۔

ویسے یہ بعد کی باتیں تھیں۔ ابھی الپا سب ہی کی مشترکہ ٹارگٹ بنی ہوئی تھی۔ وہ الپا محل میں اس لیے رکھی گئی تھی کہ اسے اگر کوئی اپنی معمول بائیلاب بھی اسے اس محل سے نہ لے جا پاتا۔ کوئی دشمن اسے محرزہ کر کے محل سے باہر لے جانا چاہتا تو ناپید ہونے کوئی اسے روک سکتے تھے۔

یوں الپا عارضی طور پر دشمنوں کے زیر اثر رہتی پھر اسے رفتہ رفتہ دشمنوں کے محسوس نکالا جاسکتا تھا۔ صرف چند ماہ میں وہ پھر محب وطن ٹیلی بیٹھی جاننے والی خود سرا الپا بن جاتی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ الپا کو جہانی طور پر اغوا کیا جائے اور کوئی اسے اپنے پاس قیدی بنا کر رکھے اس لیے اسے الپا محل میں مستقل رکھنے کے لیے زبردست انتظامات کئے گئے تھے۔

آخر انتظار کی گھنٹاں ختم ہو گئیں۔ اس کی ذہنی کاؤں آگیا۔ وہ صبح سے تکلیف میں مبتلا تھی۔ پھر تکلیف بڑھنے لگی۔ دماغ کمزور ہونے لگا۔ جان کولن اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے اسے تکلیف

سے کراچے ہوئے سا پرکھا میلو! البتہ یہ تکلف عارضی ہے، جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ میں تمہیں ماں بننے کی جتنی مبارک باد دے رہا ہوں۔ جیسے ہی تم ایک بچے کو جنم دو گی اور تمہیں قدرے آرام آنے کا میں تم پر غریبی عمل شروع کر دوں گا۔"

الپا کراہتی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ہجری ہنر کی آواز سنائی دی "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ الپا جیسی اہم ہستی کو تم نے جاؤ اور میں منہ دیکھا رہوں۔"

جان کو لہنے پوچھا "کیا تم ہجری ہنر ہو؟"

"ہاں۔ میں اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کے ذریعے فرانس کو امریکا سے برا سپرد ملک بنا رہا ہوں۔ الپا کو حاصل کرنے کے بعد میری قوتوں میں بے پناہ اضافہ ہو جائے گا۔"

"کیا تم دن میں بھی خواب دیکھتے رہتے ہو؟"

"جب تم الپا کو حاصل کرنے میں ناکام ہو جاؤ گے تو چاہے چاہے خواب میں نہیں، تم دیکھ رہے تھے۔"

ہجری ہنروں نے دیویشی آواز سن کر وہ کہہ دی تھی "تم دونوں کو شرم آتی چاہیے۔ ایک عورت ماں بننے والی ہے۔ ایسے وقت عورت کا بدن اس کے مرد سے بھی چھپایا جاتا ہے اور تم دونوں بے شرموں کی طرح اس کے پاس موجود ہو۔"

جان کو لہنے نے کہا "اوہ گاؤ! تم بھی بچے چاہتے ہو۔"

ٹی ہنر نے کہا "یہ ہمیں شرم دلا کر اپنے لئے راستہ صاف کرنا چاہتی ہے۔"

دیویشی نے کہا "ہجری ہنر! جلدی تمہاری شامت آئے گی۔ مجھے الپا کے معاملے سے فرصت پائی ہے۔"

جان کو لہنے نے کہا "مگر ہم تینوں نے عقل سے کام نہ لیا تو یہ کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ابھی فراد آنے والا ہے یا شاید آچکا ہے۔"

"جب ٹیلی بیٹھی جانے والوں کا میل لگ رہا ہے تو فراد ضرور آئے گا اور یہ معلومات تو اسی نے فراہم کی تھیں کہ الپا ماں بننے والی ہے۔"

"الپا کی حالت بتا رہی تھی کہ یہ ایک آدھ گھنٹے میں ماں بن جائے گی۔ کیا یہ غور کرنے کی بات نہیں ہے کہ فراد ابھی تک نہیں آیا ہے۔"

دیویشی نے کہا "اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے؟ وہ نہیں آیا ہے تو آجائے گا اور نہیں آئے گا تو ہمارے لیے ناکامی ہی ہے۔"

ہجری ہنر نے پوچھا "تم فراد کو کیا کہتی ہو؟"

"فراد کو فراد ہی کہوں گی اور کیا کہوں گی۔"

"وہ تمہارا سر ہے۔ اس کا پناہ تمہارا شوہر ہے۔"

"کیسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اسے ہمدرد سمجھ کر اپنا پیٹ بٹا تھا لیکن بعد میں پتا چلا وہ مجھے دھوکا دے رہا تھا۔ اس نے میرا دھرم قبول نہیں کیا تھا۔ وہ مسلمان تھا اور مسلمان ہے۔"

"تم نے اس کے ساتھ دن رات گزارے ہیں۔ وہ تمہارا ہو گیا ہوگا؟"

"مستہنزا! فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ میرا کام نہیں لگتا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کچھ نہیں لگتا ہے تو پھر تمہارا کام ہوگا۔"

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تمہاری زبان کاٹ کے پھینک دوں گی۔ تمہاری زندگی بت تھوڑی ہے۔ مجھے اس معاملے سے منٹ لینے دو۔"

جان کو لہنے نے پوچھا "کیا تم دونوں جھگڑا کرتے ہوئے روز ضائع کر رہے؟"

دیویشی نے کہا "میں نے دو پھر ہم وقت ضائع نہیں کر گئے۔ ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم غریبی عمل دوران الپا کے ذہن میں اپنی اپنی آواز نقش کریں گے۔ وہ ہم پر کی معمول اور تابعدار رہے گی۔"

جان کو لہنے نے کہا "ہاں، مجبور ہے۔ ہم تینوں میں سے اسے نہیں چھوڑے گا۔"

"تینوں نہ کہو چلاؤں کو۔ فراد کو کیوں بھول جاتے ہو۔"

"ہاں، لیکن اس کی عدم موجودگی کلک رہی ہے۔"

نہیں آیا ہے؟"

دیویشی نے کہا "میں ایک اور بات محسوس کر رہی ہوں۔"

دونوں نے پوچھا "کیا محسوس کر رہی ہو؟"

"ہم تینوں اپنی دیر سے الپا کے اندر ہیں لیکن یہ موجودگی پر اعتراض نہیں کر رہی ہے۔"

"ہاں، یہ ہماری آمد پر نہ خوش ہے نہ حیران ہے اور نہ ہراسہ ہے۔"

دیویشی نے اسے مخاطب کیا "میلو! البتہ یہ تکلف عارضی ہوگا؟"

وہ پہلے کی طرح کراہتی رہی۔ جان کو لہنے نے کہا "ہم نے اسے کراہتے دیکھ دیکھ کر ہی ہو گیا۔"

وہ جواب نہیں دے رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ آوازیں نہیں سن رہی ہے۔ ان تینوں کو حیرانی ہوئی۔ وہ بار بار مخاطب کرنے لگے لیکن سنجیدگی نہ رہی۔ وہ ان سے لا محالہ رہی۔

جان کو لہنے نے ہجری ہنر اس کے داغ کو پوری طرح قہقہے لپنے کی کوشش کرنے لگے۔ دیویشی نے اتفاقاً کسی کا زور لگا دیا۔

کے لیے بڑی حیرانی کی بات تھی کہ الپا کے داغ میں تھے لیکن کے داغ پر قبضہ نہ کر سکتے تھے۔

کی کہوں گے ذریعے بھی پچھتاہٹیں پارے تھے۔

الپا ان تینوں سے بے خبر تھی۔ نہ یہ جانتی تھی کہ دشمن کے اندر ہیں اور نہ ہی ان کی موجودگی سے اسے کوئی نقصان

نہ ایک تھوڑے روزہ سے پریشان تھی۔ دوسرے یہ دھڑکا ہوا تھا کہ بڑے دشمن اس کے داغ میں کھس آئے والے ہیں۔

دشمن نے آہستہ خوشی ہوئی ہے لیکن ان کے نہ آنے سے وہ اور زیادہ غمگین رہی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ شاید موجود ہیں اور وہ اپنی کڑوری کے باعث انہیں محسوس نہیں کر پا رہی ہے۔

اس نے اپنے بیوی ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو باری باری طلب کیا۔ پتا چلا وہ اس کے داغ میں نہیں ہیں۔ کوئی نہیں ہے۔

اسے ایک ساتھ غیر حاضر ہیں۔ اس نے سیکورٹی انفر کے ذریعے اپنی تمام اور فوجی انفران کو اطلاع بھیجی کہ وہ خطرے میں ہے اور اپنی ٹیلی بیٹھی جاننے والا اس کی حفاظت کے لیے موجود نہیں ہے۔

اسے جواب ملا، تمام بیوی ٹیلی بیٹھی جاننے والے الپا کے داغ میں جا رہے ہیں۔ اسے آوازیں دے رہے ہیں لیکن وہ اپنے خیال خانی کرنے والے ماتحتوں کی آوازیں نہیں سن رہی ہے اور وہ انہیں جوا کچھ کہہ رہی ہے۔

یہ تکلف کے باعث اس سلسلے میں بحث نہ کر سکی۔ یہ سمجھتی رہی کہ دشمنوں نے کوئی ایسا عمل کیا ہے جس کے نتیجے میں اس کے اپنے اسے دائمی رابطہ قائم کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔

الپا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا تھا پھر بھی وہ خوف اور ہشت میں مبتلا رہی۔ آخر ولادت کا وقت آگیا۔ ایک نوزائیدہ بچے کے لئے کی آواز آئی۔

یہ آوازیں الپا کے ماتحت خیال خوانی کرنے والوں نے سنیں۔ دیویشی جان کو لہنے اور ہجری ہنر کو بھی یہی آوازیں سنائی۔

وہ ان سب نے پھر الپا کے داغ کو گرفت میں لینے کی کوششیں کیں پھر کوشش کرتے ہی رہ گئے۔

پتا چلا کہ بچی ہوئی ہے۔ اسے نملادھلا کر صاف ستھرے کمرے میں لیٹا دیا گیا پھر الپا اور اس کے آس پاس موجود رہنے والی کنیرس اذان کی آوازیں سن کر حیران رہ گئیں۔

وہاں کوئی مرنے نہیں تھا لیکن اس قسمی بچی کے کان میں کوئی آواز نہ رہا تھا۔ الپا نے پچھلی رات ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا "تو ایک بچی کو جنم دینے والی ہے۔ وہ بیٹا صاحب کے ارادے کی امانت ہے۔ جو ان ہونے تک تیرے پاس رہے گی۔ اس بچی کے قتل تجھے اب سے پہلے غریبی عمل کے اثر سے بچا دیا گیا تھا۔ اس بار بھی کوئی تجھے اپنی معمول اور تابعدار نہیں بنائے گا۔"

اور الپا دیکھ رہی تھی کہ یہی ہو رہا ہے۔ اب تک کوئی دشمن اس کے داغ میں نہیں آیا تھا۔ جو آئے تھے وہ خاموش تماشا بن کر رہ گئے اور بڑی حیرانی سے اذان کی دھیمی دھیمی آوازیں سن رہے تھے۔

پہلے انہی بزرگ نے الپا کو بشارت دی تھی کہ وہ ایک

بچی کی ماں بننے والی ہے۔ اس وقت پاس اور بار بار اے اسے ٹپ ٹپ کر کے اپنی تابعدار بنایا تھا لیکن بزرگ نے کہا تھا کہ پیدا ہونے والی بچی کے قتل اسے غریبی عمل کے اثر سے نجات دلائی جا رہی ہے۔ وہ بچی آئندہ فراد کی ٹیلی ممبر بننے والی ہے۔

وہ بچی دنیا میں آچکی تھی۔ اس کے کان میں اذان عمل ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ٹیلی ڈونا کے ہاتھ میں جو کانڈ تھا اس پر پاس نے بے تکلیبی باتیں لکھی تھیں کہ ٹیلی ڈونا کو مبارک ہو۔ وہ اس کے پیٹ میں ہے اور وہ ماں بننے والی ہے۔

ٹیلی ڈونا کے ہاتھ سے وہ کانڈ چھوٹ گیا۔ فضا میں اُڑتا ہوا فرش پر اُترا۔ اس نے بے اختیار اپنا ہاتھ پیٹ پیٹ کر رکھ لیا جیسے بچہ لگنے والی ہو۔

پھر وہ جھنجھلائی۔ آج تک اتنا بڑا دھوکا اسے کسی نے نہیں دیا تھا۔ وہ اس کا معمول اور تابعدار بن کر بیٹھ کر بھارتیہ تھا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ اسے خوش قسمی میں جٹا رکھتا تھا اور نہ جانے کیسے کیسے راز معلوم کر رہا تھا۔

اس نے پریشان ہو کر آواز دی "پاس! میرے اندر نہ رہو۔ باہر آؤ۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو واہ کے بعد ہی نکلوں گا۔"

"یہ کیا اتفاق ہے، باہر آؤ۔"

"یہ زچگی کا کیس ہے۔ کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو۔"

"تم نہیں جانتے، میں تمہیں چپکے چپکے دل دی دل میں کتنا چاہتی ہوں۔"

"اب تم پیٹ ہی پیٹ میں چاہو۔"

"میری جان! کیا تم اپنی جان کو پریشان کر رہے؟"

"تم دنیا کی پہلی عورت نہیں ہو، سبھی نواہ تک پریشان رہتی ہیں۔"

"یہ کیا تم نے نواہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کیا تم سنجیدہ نہیں ہو گے؟"

"میرے میں تم میرے اندر کھس آئی تھیں۔ کیا سنجیدگی سے آئی تھیں؟ پھر مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ کیا وہ بھی سنجیدگی تھی؟"

"میں تمہیں دل دیاں سے چاہتی ہوں۔ تمہیں اپنا بنائے رکھنے کے لیے میں نے تم پر غریبی عمل کیا تھا۔"

"یہ اپنا بنائے رکھنے کا اچھا طریقہ ہے۔ میں بھی تم پر غریبی عمل کر دوں گا۔"

وہ گہرا کر بولی "نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں تمہیں اپنے داغ میں نہیں آنے دوں گی۔ سامنے آکر دوستی کرو۔"

"میں سامنے آؤں گا تو تم سایہ بن جاؤ گی پھر مجھے اپنے جسم میں

داخل نہیں ہونے دوگی۔ میں تمہارے سامنے کو ڈھونڈتا رہ جاؤں گا۔

”میں وعدہ کرتی ہوں، سایہ نہیں بنوں گی۔ یہ جسم تمہارے حوالے کر دوں گی۔“

”کچھ کہہ رہی ہو؟ یہ حسن و شباب میرا ہو جائے گا؟“

”ہاں، نمودار ہو جاؤ اور مجھے حاصل کرو۔“

پارس اس کے اندر سے نکل آیا۔ اس کے سامنے نمودار ہو گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولی ”مکارا فریبی، میں تمہارے سایہ بننے سے پہلے خود سایہ بن جاؤں گی اب تمہارے دباؤ میں نہیں آؤں گی۔“

”نہ میں تمہیں دباؤں گا اور نہ تم دباؤ میں آؤ۔ ہم تو بڑے پیار سے محبت کھیلیں گے۔“

”یو شٹ اپ، کچھ بتاؤ، میرے خوبی عمل سے کیسے آزاد ہو گئے؟“

”تم خود آزما چکی ہو۔ جن صاحب آئے تھے، تمہیں ایک تمپئر مارا تھا پھر مجھے عورت کی غلامی سے نجات دلا کر چلے گئے تھے۔“

”میں یقین نہیں کروں گی کہ وہ کوئی جن تھا۔“

”کیا تم دوسری بار تمپئر کھانا چاہتی ہو۔ جن صاحب ابھی آکر ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔“

وہ گھبرا کر بولی ”اچھا بس رہنے دو، تم مکار ہو، حقیقت نہیں بتاؤ گے۔“

”تم نے کہا تھا، میں نمودار ہوں گا تو یہ حسن و شباب میرا ہو گا۔“

”تم بیٹم ہو، سارٹ ہو۔ میں جھوٹ نہیں کہوں گی، تم پر دل آیا ہے لیکن تم مکار ہو، ہر جاتی ہو۔ کسی دن مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔“

”ہو سکتا ہے، مجھ سے پہلے تم چلی جاؤ۔“

”تم بہت باتیں بناتے ہو، کیا اپنی چٹائی اور محبت کا ثبوت دو گے؟“

”زیادہ بولو گی تو دل چیر کر دکھ دوں گا۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے سوال کا صحیح جواب دو۔ کیا مجھ پر خوبی عمل کر چکے ہو؟“

”مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ اگر پارس سے موقع دوگی تو کروں گا۔ اس طرح ساری زندگی تمہیں اپنا بنا کر رکھوں گا۔“

”جو اس مت کرو۔ یہ بتاؤ، میں تمہارے آگے مجبور کیوں ہو رہی ہوں؟ کئی بار ارادہ کر چکی ہوں کہ تمہارے دماغ کے اندر جاؤں گی لیکن ارادہ کرنے کے باوجود خیال خوانی نہیں کر رہی ہوں۔“

”پھر تو یہ تشویش کی بات ہے۔ ذرا سوچو کہ تم سے کون دشمنی کر سکتا ہے یا کر سکتی ہے؟“

”میرا کوئی دشمن میرے اندر نہیں پہنچ سکتا۔“

”اگر یہ تمہارا دعویٰ ہے تو اتنا اے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھو۔“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتی؟“

”مجھے شبہ ہے کہ وہ پراسرار لڑکی تمہاری دشمن بن گئی ہے۔ کیونکہ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے چلی تھیں۔“

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اتنا اے دماغ میں لیکن اتنا اے سانس روک لی۔ ملی ڈونٹا نے ناکام ہو کر کہا ”موصوم تھی، ان پراسرار قوتوں کے بارے میں تمہیں جاننی تھی۔ اس کی مدد کیا کرتی تھیں۔ وہ یوگا کی بھی ماہر نہیں تھی لیکن اس نے سانس روک لی ہے۔“

بابا صاحب کے اداسے سے تعلق رکھنے والے بامیلا پاز اتنا اے پاس آتے تھے، اس کی گھرانی کرتے تھے اور اسے دشمن سے محفوظ رکھتے تھے۔ اب انہوں نے اتنا اے دماغ کو لاکھڑا کیا تھا۔ یہ پارس جانتا تھا کہ کسی آواز اور لہجہ اختیار کر کے اس دماغ میں پہنچا جاسکتا ہے۔

پارس نے ملی ڈونٹا کے اندر آکر اتنا اے کی آواز اور لہجے میں ”میلو ملی ڈونٹا! تم ابھی میرے اندر کیوں آئی تھیں؟“

ملی ڈونٹا نے سانس روک کر اسے بھگانا چاہا۔ وہ اتنا اے کو لاکھڑا کرتی ہوئی تو دماغ سے نکل جاتی لیکن وہ پارس تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں موجود رہیں۔ پارس نے اتنا اے کی آواز اور لہجے میں کہا ”میرے اندر آیا کرتی تھیں۔ میں نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ تم سے میں بھی آتا کروں گی، تم بھی اعتراض نہ کرو۔“

”کیسا مت کرو، میاں سے چلی جاؤ۔“

”ڈانٹنے سے بچے سمجھ کر چلے گئے ہیں۔ میں بھی نہیں ہوں۔“

”کیا تم نے مجھ پر عمل کیا ہے؟“

”میں بیشہ ایچھے عمل کرتی رہتی ہوں۔ اپنے ایچھے عمل سے تمہیں بھی غلطیوں سے بچانا چاہتی ہوں۔“

”تم کون ہوئی ہو، مجھے غلطیوں سے بچانے والی؟“

”نیک ہے۔ آئندہ نہیں بچاؤں گی۔“

”تم نے میرے دماغ میں آکر میرے بہت سے راز معلوم کیے ہوں گے۔“

”تمہارے دماغ میں کچھ اہمیت ہے اس لیے میں نے صرف وہی راز معلوم کیے ہیں؟“

”کون سے دو راز؟“

”ایک تو یہ ہے کہ تم سلطان صالح کی بیٹی صالحہ بن کر یہاں رہتی ہو اور اس کی اپنی بیٹی صالحہ امریکا میں تمہاری قیدی بن کر رہتی تھی۔ ملی ڈونٹا نے کہا ”بہت تھی نہیں“ اب بھی وہ میری قیدنا ہے۔“

”یہ سن کر پاس ہو جاؤ کہ وہ قید سے آزاد ہو چکی ہے۔“

”کیسا کیسا کرسی ہو؟“

اس نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ صالحہ کے اندر پہنچ کر اس کے قیدی ہونے کا یقین کرنا چاہتی تھی لیکن صالحہ نے سانس روک لی۔ اس نے حیران ہو کر پھر صالحہ کے اندر پہنچنا چاہا مگر وہ پھر ناکام ہو گئی۔

اس نے صالحہ پر خوبی عمل کر کے اسے ایک معمولی میاں ہوئی کی گھرانی میں رکھا تھا۔ وہ ان میاں ہوئی کے اندر پہنچی۔ ان کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ صالحہ کی کم شدگی سے پریشان ہیں اور اسے تلاش کر رہے ہیں۔

اس نے پوچھا ”وہ کیسے کم ہو گئی۔ تم نے اسے باہر کیوں جانے دیا؟“

”ہم نہیں جانتے کہ ہم صبح دس بجے تک کیسے سو رہے جبکہ ہم صبح پانچ بجے بیدار ہو جاتے ہیں۔ جب اٹھ کر دیکھا تو مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ نہیں تھی۔“

اس نے پریشان ہو کر اتنا اے سے پوچھا ”صالحہ کہاں ہے؟“

”جہاں بھی ہے، محفوظ ہے اور عزت و آبرو سے ہے۔“

”تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟“

”تمہیں مجھ سے کیا دشمنی تھی۔ تم جب چاہتی تھیں، میرے دماغ میں گھس آتی تھیں۔ کیا یہ تمہارے باپ کا دماغ ہے۔ میرے پراسرار ہونے کا راز معلوم کرنے کے لیے باڈی ہو رہی تھیں۔ اب معلوم کرو۔“

”پہلے تمہیں کتر سمجھتی تھی۔ کسی کتر سے دوستی نہیں کی جاتی لیکن اب تم میرے برابر ہو، میں دوستی کرنا چاہتی ہوں۔“

”تم برابری کی بات نہ کرو۔ تم میرے دماغ میں نہیں آ سکتیں۔ میں تمہارے اندر ہمیشہ آ سکتی ہوں اس لیے تم کتر ہو اور کتر سے دوستی نہیں کی جاتی۔“

”تم میری تو بہن کر رہی ہو۔ مجھے برداشت کرنا ہی ہو گا۔ اتنا بتا دو، کیا صالحہ کو یہاں لا کر اسے سلطان کی بیٹی اور مجھے فراڈ ظاہر کر دیتی؟“

”مجھے ایسا ارادہ نہیں ہے۔ مجھے ایک خاص مدت تک انتظار کرنا ہے۔“

”تم ایک خاص مدت تک کس بات کا انتظار کر رہی ہو؟“

”یہ انتظار تمہارے دوسرے راز کے سلسلے میں ہے۔“

”ہاں۔ تم نے کہا تھا، میرے دو رازوں سے واقف ہو۔ ایک راز تو صالحہ کا ہے۔ اسے تم نے مجھ سے چھین لیا ہے، دوسرا راز کون سا ہے؟“

”وہ خزانے کا راز ہے۔“

”خزانے کا راز؟“ ملی ڈونٹا نے انجان بن کر پوچھا ”کون سا خزانہ؟ تم کس خزانے کی بات کر رہی ہو؟“

”وہی جو جزیرہ ساڈم ہے۔“

”او گاڈ! تم نے میرے چور خیالات پڑھ کر یہ راز معلوم کیا ہے۔“

”اور یہ بھی معلوم کیا ہے کہ اس خزانے تک پہنچنا اور اسے حاصل کرنا دشوار ہے۔ اس میں خاصا وقت لگے گا لیکن تمہارا یہ ساتھی اگر میرا ساتھ دے گا تو میں چند دنوں میں وہ خزانہ حاصل کر لوں گی۔“

”کیا تمہارا کس کو بھی ٹیپ کر رہی ہو؟“

”ہاں، چھاس دی ہوں مگر یہ نہیں چھن رہا ہے۔ میں اب تک اس پر دوبارہ خوبی عمل کر چکی ہوں۔ یہ چند گھنٹوں کے لیے معمول بنتا ہے۔ جب تابعداری کا وقت آتا ہے تو میرے محرے نکل جاتا ہے۔“

ملی ڈونٹا نے خوش ہو کر کہا ”اس کا دماغ کچھ غیر معمولی ہے۔ میں بھی اسے معمول اور تابعدار نہ بنا سکی اس لیے اسے اپنا پیار بھاری ہوں۔ یہ مجھے بھی تمہارے خوبی عمل کے محرے نجات دلائے گا۔“

یہ کہتے ہوئے ملی ڈونٹا نے پارس کی طرف دیکھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے سو رہا تھا۔ یعنی سونے کے بہانے اتنا ابن کر اس کے دماغ میں اتنی دیر سے بول رہا تھا۔

ملی ڈونٹا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے آواز دی۔ ”پارس!“

وہ غنڈ میں بولا ”اے اتنا! اتنی محبت سے آواز نہ دو۔ میں تمہاری نہیں ملی ڈونٹا کی زلفوں کا امیر ہوں۔ حالانکہ ملی ڈونٹا کی زلفیں بوائے کٹ ہیں۔“

”پارس! میں بولی رہی ہوں، اٹھو!“

اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں پھر کہا ”سو رہی! تم خیال خوانی میں مصروف ہو گئی تھیں اس لیے میں نے سوچا، موقع سے فائدہ اٹھا کر سو جانا چاہیے۔“

”تم نے درست کہا تھا۔ اتنا مجھ سے دشمنی کر رہی ہے۔ اس وقت بھی میرے اندر موجود ہے۔“

”اس سے کو، میرے پاس آئے۔ میں اسے سمجھاؤں گا کہ تم میری دو ہو۔ مجھ سے بہت دور کہتی ہو۔ لہذا تمہیں وہ نہ کرے۔“

”کیا وہ کر رہے ہو؟ بلکہ جس طرح تم خوبی عمل کے محرے نجات حاصل کر لیتے ہو، اسی طرح مجھے اتنا اے کے محرے نجات دلاؤ۔“

”تم دیکھ چکی ہو، جن صاحب نے میری کمر بلات ماری تھی اور میں جتنے دنوں میں تمہارے خوبی عمل کی گرفت سے نکل گیا تھا۔ اتنا اے دوبارہ پیچھے سے مجھ پر عمل کیا تھا۔ دوبارہ جن صاحب نے لاتیں ماری تھیں اور میں نے اتنا اے سے بھی نجات حاصل کر لی تھی۔“

وہ بولی "یعنی تم تین بار لاتیں کھا چکے ہو؟"
 "مجبوری ہے۔ جنت کا یہ دستور ہے کہ وہ لاتیں مار کر مشکلیں آسان کرتے ہیں۔ تم سوچ لو۔"
 وہ پریشان ہو کر بولی "کیا لات زور سے لگتی ہے؟"
 "بھئی لات انسان کی تو نہیں ہے۔ ایک جن کی ہے۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔"
 "پھر بھی جن صاحب عورت سے تو رعایت کریں گے۔"
 "عورت ان کی کمزوری ہے۔ وہ تو اسے اور دل و جان سے لات رسید کرتے ہیں۔"
 "نہیں۔ میں تو مرد جاؤں گی۔ مجھے کسی دوسری طرح اتانا سے نجات دلاؤ۔"
 "میں اور کوئی راستہ نہیں جانتا ہوں۔ تم اچھی طرح سوچ لو۔ جلدی نہیں ہے۔ جب بھی اتانا سے نجات حاصل کرنا چاہو، میں جن صاحب کی خدمات پیش کر دوں گا۔"
 اس نے فکریں مبتلا ہو کر اتانا کو آواز دی "اے ایسا تم موجود ہو؟"
 اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے دوبارہ غائب کیا پھر کہا "شاید چلی گئی ہے اور اگر چھپی ہوگی تو میں اس کا پاباگ لڑوں گی۔"
 "فکر کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اپنا دھیان ہٹانے کے لیے مجھ سے بڑا بھری باتیں کرو۔"
 "کیوں اس مت کرو۔ میرا بہت نقصان ہو رہا ہے۔ اس نے میرے اندر وہ کر خزانے کا راز معلوم کر لیا ہے۔"
 پارس نے کہا "ہاں۔ یاد آ رہا ہے۔ اتانا مجھے اپنا معمول بنا کر کہہ رہی تھی کہ میں اس کے ساتھ جزیرہ ساؤ جاؤں گا۔ وہ میری مدد سے صوبہ پرانے خزانہ حاصل کر سکتی ہے۔"
 "کیا تم اتانا کی مدد کرو گے؟"
 "تم بھی حسین ہو اور اتانا بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ شاید تم میں سے جو جیت لے، وہی مجھے پالے۔"
 "ایک برعاطی جیسی باتیں نہ کرو۔ تم اس پر قہقہو گے بھی نہیں۔"
 "بالکل نہیں۔ دیے بھی اچھی چیز پر قہقہو نہیں چاہیے۔"
 وہ خنجر نکال کر بولی "تم اس پر قہقہو گے۔"
 "اس کے لیے قریب جانا ہو گا۔ جاؤں؟"
 "کیوں اس مت کرو۔ کام کی باتیں کرو۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ اتانا اس خزانے کی طرف بھی نہ جاسکے۔"
 "تم اس خزانے کو اہمیت کیوں دے رہی ہو جب کہ ہم ٹیلی ویشن جاننے والوں کے قدموں میں ساری دنیا کی دولت آسکتی ہے؟"
 "وہ تاریخی خزانہ ہے۔ ہزاروں سال پرانا ہے۔ اس خزانے

میں ایسے ہیرے جواہرات ہیں جنہیں آج کی دنیا دیکھ کر حیران رہ جائے۔"
 "اسے حاصل کرنے میں دشواری کیا ہے؟"
 "اتانا نے میرے چور خیالات پڑھے ہیں۔ اس نے مجھیں بتایا ہو گا کہ اس خزانے تک پہنچنے میں مشکلات کیا ہیں؟"
 "اتانا نے مجھے نہیں بتایا تھا۔ مجھ سے کہا تھا جب ہم جزیرہ ساؤ کے محل میں پہنچیں گے تو وہ مجھے بتائے گی۔ پلیز تم مجھے بتادو۔"
 "ساری دنیا میں یہ مشہور ہے کہ زمین میں دیے ہوئے خزانے پر سانپ پھردیتے ہیں لیکن ساؤ کے خزانے پر سانپ نہیں ہیں۔"
 "پھر پریشانی کیا ہے؟"
 "وہ خزانہ محل کے خانے میں ہے۔ اس خانے میں جانے والے پھر واپس نہیں آتے۔ جو انہیں واپس لانے جاتا ہے وہ بھی نیچے جا کر پیشے کے لیے گم ہو جاتا ہے۔"
 پارس یہ باتیں چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا۔ ملی ڈوٹا نے ایک شخص پر تخریبی عمل کر کے اسے اپنا معمول بنا کر اس خانے میں بھیجا تھا اور اس کے دماغ میں یہ کردہاں کے حالات معلوم کرتی رہی تھی۔
 جب اس آواز کار نے خانے میں قدم رکھا تو اسے سونے کی اینٹیں اور آنکھوں کو چکا چوند کرنے والے ہیرے جواہرات نظر آئے۔ وہاں اسے کوئی دوسرے ٹوکنے والا نظر نہیں آیا لیکن جب اس نے ایک جگہ گاتے ہوئے ہیرے کو اٹھانا چاہا تو وہ ہیرا خود ہی بڑی تیزی سے آکر اس کی پیشانی پر لگا اور یوں گھسی بندھن کی کولی لگی ہے۔
 وہ چکر اکر گر پڑا۔ اس ہیرے کی چوٹ سے پیشانی پر گڑھا بڑھ گیا تھا۔ ملی ڈوٹا نے اسے ٹیلی ویشن کے ذریعے سنبھالا۔ اسے حکم دیا کہ ہیرے جواہرات ایک بیگ میں بھر کر فوراً اور آجائے۔
 وہ حکم کی قیبل کرنا چاہتا تھا لیکن سونے کی اینٹیں اپنی جگہ سے اٹھ اٹھ کر تیزی سے آکر اس کے سر، منہ اور جسم کے دوسرے حصوں پر لگنے لگیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہاں ناپید ہرے دار ہیں۔ وہ دکھائی نہ دینے والے اسے اینٹوں سے مار رہے ہیں۔
 وہ بچھن مارتا ہوا زینے کی طرف بھاگنے لگا کہ میڑھیاں چڑھ کر اوپر جا سکتے لیکن کسی نے اس کے منہ پر کسی چیز سے ضرب لگائی۔ وہ الٹ کر گر پڑا اور تکلیف کی شدت سے ترپنے لگا۔
 لیکن اس کے منہ اور جسم پر زور دار ضربیں پڑتی رہیں۔ حتیٰ کہ مار کھاتے کھاتے اس کا دم نکل گیا۔
 ملی ڈوٹا کو ایک آواز کار کی موت سے کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ اہم معلومات ہوئیں۔ اس نے دوسری بار دوسرے آواز کار کو ایک گولی دی۔ وہ خانے میں قدم رکھتے ہی گولی نکل کر ناپید ہو گیا۔
 خزانے میں ہر جگہ گھومنے لگا۔ وہ خیال خزانے کے ذریعے بولی "ہاں جو ناپید ہو پھرا رہا ہیں ان کے لیے تم کسی ناپید بن گئے ہو۔ وہ تم پر

اتنا حملے نہیں کر سکیں گے۔"
 آواز کار نے پوچھا "میں تم کو کیسے کیا کرنا چاہیے؟"
 "میں لباس میں چھپایا ہوا بیگ نکالوں۔ اس میں ہیرے جواہرات موجود۔ اس وقت جب کوئی چیز تمہاری طرف آئے، تم اٹھو۔"
 اس نے آس پاس دیکھا پھر گولی اگل کر اپنی داڑھ میں دالی۔
 "میں بن کر ہیرے موتی اٹھا نہیں سکتا تھا۔ اٹھانے کے لیے اس نے جسم باری تھا اس لیے وہ خانے میں نمودار ہو گیا۔
 اس نے بھی پہلے آواز کار کی طرح ایک ہیرے کی طرف ہاتھ بٹایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے اٹھاتا ہی ہیرا خود اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی پیشانی پر لگا۔ پہلی مار کھاتے ہی وہ گولی نکل کر ناپید ہو گیا۔
 وہ بولی "تم تو ایک ہیرا بھی اٹھانہ سکتے۔ یہ خزانہ کچھ اس طرح ہل کر کہ ایک ایک ہیرے، ایک ایک موتی کو اٹھاتے جاؤ اور آواز دینا ہوتے رہو۔"
 اس نے یہی کیا۔ نمودار ہوتے ہی خزانے کی طرف ہاتھ بٹایا۔ ناپید ہو پھرا اور اس کی موجودگی کا علم ہو چکا تھا۔ وہ بھی اٹھ اٹھ کر نمودار ہوتے ہی سونے کی اینٹیں اٹھ لے گئے۔
 "وہ ہیرا ناپید ہو گیا۔ کتنے گے 'میں ہیرا' یہ ممکن نہیں ہے۔ خزانے کو ہاتھ نہیں لگایا جاسکتا۔ چند سینکڑوں ہی کی اینٹیں نے مجھے یہی طرح فریختی کر دیا ہے۔"
 "واپس آؤ۔ میں کوئی دوسری تدبیر کروں گی۔"
 وہ میڑھیاں چڑھتا ہوا چور دروازے کے پاس آیا۔ وہاں سے اڑبانے کے لیے چور دروازے کو کھولا تھا اور کھولنے کے لیے اس نے جسم میں نمودار ہونا ضروری تھا۔ وہ پھر ایک بار نمودار ہوا۔
 وہاں خزانہ دروازہ کھولنے ہی ناپید ہو جانے لگا۔
 لیکن ناپید ہلا میں بہت پھرتلی تھیں۔ دروازہ کھولنے سے پہلے ایک تیر آکر اسے لگا۔ وہ کراہتے ہوئے گرا پھر میڑھیوں پر سے اٹھکا ہوا نیچے خانے میں آکر پیشے کے لیے ٹھنڈا بڑھ گیا۔ وہاں انسانی ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی چند دنوں میں ڈھانچا بننے والا تھا۔
 ملی ڈوٹا اس کے مردہ دماغ سے واپس آگئی۔ یہ معلوم ہو گیا کہ وہاں ایسے ناپید ہو پھرا رہا ہے جو تیر بھی چلاتے ہیں۔ جب تک خزانے کو ہاتھ نہ لگایا جائے تب تک وہ پھرا رہا حملہ نہیں کرتے اور خزانہ حاصل کرنے کی نیت سے آئے اسے مار ڈالتے ہیں اور قتل سے واپس نہیں جاتے نہ پڑتے۔
 پارس یہ تمام معلومات ملی ڈوٹا کے چور خیالات سے حاصل کر چکا تھا لیکن یہی ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس کے دماغ میں نہیں آتا ہے اور نہ ہی اس کے خیالات پڑھتا ہے۔ اس نے انجیان بن کر ڈانڈ کی زبان سے خانے اور خزانے کے بارے میں یہ سب باتیں بھرا کر "تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں۔ وہاں ناپید بن کر

جانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکا کیونکہ خزانہ سمیٹ کر لانے کے لیے ٹھوس جسم لازمی ہے۔"
 "یہ تو کچھ میں نہیں آتا۔ بڑی مشکلات ہیں۔ پتا نہیں وہ کس قسم کی ناپید ہلا میں ہیں؟"
 "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ناپید کیسے ہو جاتی ہیں۔ ہم تو گولیوں کے ذریعے دکھائی نہیں دیتے لیکن ان پھرا ہلاوں کے پاس گولیاں کہاں سے آگئیں جب کہ وہ ہزاروں برسوں سے اس خزانے کی حفاظت کر رہے ہیں۔"
 "یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہ ہزاروں برسوں سے ناپید ہیں اور زندہ ہیں۔ کیا ہزاروں برس پہلے جو ناپید تھے یہ ان کی اولادیں ہیں؟"
 "کاش ہماری بھی اولاد ناپید ہوتی۔"
 "کیوں نہ کرو۔"
 "یہ کیوں نہیں ہے۔ جب ان کی ہو سکتی ہیں تو ہماری بھی ہو سکتی ہیں۔ اس کا ایک قاعدہ یہ ہو گا کہ خاندانی منصوبہ بندی والوں کو ہماری اولادیں نظر نہیں آئیں گی۔ وہ الزام نہیں دے سکیں گے کہ ہم آبادی بڑھا رہے ہیں۔"
 "پلیز کام کی بات کرو۔ خزانہ حاصل کرنے کی تدبیر کرو۔"
 "میرا خیال ہے کہ جزیرہ ساؤ چلیں۔ وہیں محل میں کہ تدبیریں کریں گے۔"
 "اور گاؤں میں تو یہ بھول ہی گئی کہ اتانا میرے اندر چھپی ہوگی اور ہماری تمام باتیں سن رہی ہوگی۔"
 "پریشانی کیا ہے۔ تم باتیں نہیں کر سکتے۔ اب بھی وہ تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر رہی ہے کہ ہم کیسے منصوبہ بنا رہے ہیں۔ تم اس سے چھپ کر جزیرہ ساؤ جاؤ گی اور وہ تمہارے دماغ میں چھپی رہے گی۔"
 "کیا مصیبت ہے۔ میں اس سے کیسے بچھا چھڑاؤں؟"
 "صرف ایک لات۔"
 اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ وہ لات والی بات بھول گئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جن صاحب کی ایک لات کھاکار پارس تخریبی عمل کے سحر سے آزاد ہو گیا تھا۔ وہی اتانا سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن لات کھانے سے ذرہ ہی تھی۔
 اس دوران پارس نے اپنے ایک خیال خزانے کے والے کو بلایا تھا کہ وہ جن صاحب کا گوارا داکر سکے۔ ملی ڈوٹا نے کہا۔ "پارس! میرے لیے کچھ کرو۔ میں نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں مگر لات نہیں کھانا چاہتی۔"
 پارس اچانک اچھل کر کھڑا ہو گیا ایک سمت دیکھنے لگا۔ وہ بولی۔ "کیا ہوا؟"
 وہ ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے بولا "جن صاحب آگئے"

ہیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آ رہے ہیں؟
وہ سہم کر بولی "نہیں۔ یہ پہلے بھی مجھے نظر نہیں آئے تھے۔
اب بھی دکھائی نہیں دے رہے ہیں لیکن یہ کیوں آئے ہیں؟"
وہ کان پر ہاتھ رکھ کر کچھ شے گنا گن پھر بولا "جن صاحب فرما رہے
ہیں" تم لات کھانے سے انکار کر رہی ہو۔ عورتا لات تو ہیں
البتہ۔"

"ہاں کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہ عورت جنات کی لات کی توہین کر رہی ہے اس لیے ناقابل
البرداشت اٹالات ٹھوکر ٹھاکہ لگتی ہیں جن صاحب توہین برداشت نہیں
کریں گے اور تمہیں اچھی طرح ٹھوکر کلات ماریں گے۔ میں جاتا
ہوں۔ تمہاری نجات کی گھڑی آگئی ہے۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ جلدی سے آکر اس سے پلٹ گئی۔
"نہیں میں لات نہیں کھاؤں گی۔ مجھے بچاؤ۔"

پارس کے قلعے سے ایک کراہ نکلی۔ وہ بلی ڈوتا سے الگ ہو کر
ایک طرف جا کر گرتے ہوئے بولا "جن صاحب! کیا کر رہے ہیں۔ یہ
ادھر تھی اور آپ نے اُور حلات ماری۔ ہائے آہا۔"
وہ دوڑتی ہوئی صوفے کے پاس آکر بولی "پارس! جلدی بتا دیہ
جن صاحب اس وقت کہاں ہیں؟ دوواڑے کی طرف تو نہیں ہیں۔
کیا میں باہر بھاگ جاؤں؟"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا ورنہ پھر جھٹلات پڑے گی۔"
وہ سہم کر آہستہ آہستہ پیچھے جانے لگی۔ پارس نے کہا "جن
صاحب کی توہین نہ کرو۔ لات کھاؤ۔ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اٹالات کے
توہین عمل سے نجات مل جائے گی۔"

"میں اٹالات سے مقابلہ کروں گی۔ بازی پلٹ دوں گی۔ جلدی
اٹاتا کو اپنی معمول اور تابعدار بنالوں گی۔"
"اٹالات کے خلاف نہ بولو۔ جن صاحب اس کے عاشق ہیں۔
اب تو تمہاری شامت آگئی ہے۔"

بلی ڈوتا کے پیچھے پارس کا ایک ماتحت نمودار ہوا۔ اس نے
ایک زور کی لات ماری پھر تادیبہ ہو گیا۔
وہ دہشت زدہ ہو کر پیچھے مارتے ہوئے سامنے صوفے سے
گرا اپنا بھر صوفے پر سے الٹ کر فرش پر آکر گر پڑی۔

ایک تو دہشت طاری تھی۔ دوسرے یہ کہ لات زوردار تھی۔
جیتتا بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے گی تو مطمئن ہوگی کہ
اسے اٹالات سے نجات مل گئی ہے جب کہ پٹاری اٹالات سے جاتی بھی
نہیں تھی۔

○●○

منگی مخلوق اب تھکے پاریں بننے والے ہیں لیکن ان کے
حوالے سے کچھ باتیں نہ گئی ہیں۔
جیسا کہ معلوم ہے، منگی فوج کو ہلاک کرنے اور منگی ماسٹر کو
اس دنیا سے بھگانے کے سلسلے میں دوسری عورتوں نے اور وہاں کے

سراغزبانوں نے اہم رول ادا کیا تھا۔ ان کی اس کمزوری کو
طرح سمجھ لیا گیا تھا کہ وہ تمام بندر عورتوں کے دیوانے ہیں
عورتیں ہی انہیں ٹھکانے لگا سکتی ہیں۔

اور ایسا ہی ہوا تھا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح
اور تیز طرار دوسری عورتیں ان بندروں کو فرقا فرما کر
تھیں۔ وہ اپنے منگی ماسٹر اور کانڈر سے چھپ کر تادیبہ میں
عورتوں کے گھروں میں رات گزارنے جاتے تھے۔ ان کا
ایک رنگین رات گزار کر صبح سے پہلے اپنے منگی شرمیں پہنچ جاتے

لیکن ان کی رات کی مچ نہیں ہوتی تھی۔ وہ دھمکے
ہلاک کئے جاتے تھے اور ان کی لاشیں چھپادی جاتی تھیں۔
طرح منگی ماسٹر اور کانڈر حیران ہوتے رہتے تھے کہ ان کے
ٹار کہاں غائب ہو رہے ہیں اور ان کی تعداد تیزی سے کون کون

دوسری دھمکے ہیں پردہ ان کی ہلاکت کا سامان کرتے رہے اور
دکھاوے کے طور پر انگریزی کرتے رہے کہ منگی فوج کے
ہلاک کئے جا رہے ہیں یہ وہ اپنی اپنی عورتوں کے ساتھ فرار ہو رہے
ہیں۔

انگریزی کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سارے منگی فوجی مارے
اور منگی ماسٹر اپنے کانڈر اور چند جان ثادوں کے ساتھ غلطی
کی طرف چلا گیا۔

جن عورتوں کے گھروں میں واردات ہوتی تھی اور وہاں
منگی مین مارا جاتا تھا اس منگی مین کے لباس سے وہ دنیا حاصل
جاتی تھی جس میں تادیبہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول
کرتے تھے۔ اس کے سر سے برین گاؤڈ بھی نکال لیا جاتا تھا
کے ذریعے وہ ٹیلی بیٹھی کے حلوں سے محفوظ رہتا تھا۔

اس طرح دوسری فوج اور انٹیلی جنس والوں کے پاس
بنانے والی گولیوں، فلائنگ کیپول اور برین گاؤڈ کا ذخیرہ
تھا۔ اب دوسری ڈاکٹر اور سائنس دان بھی یہ چیزیں تیار کرنے
مصرف ہو گئے تھے۔

وہاں کے چھ سراغزبانوں نے چوبیس تربیت یافتہ فوجیوں
الگ الگ نہیں بنائیں۔ یعنی ہر ٹیم میں چار فوجی جوان ادا
سراغزبان افسر تھا۔ ان کا عزم تھا کہ وہ سب امریکا جائیں گے
ہر ٹیم اپنے اپنے طور پر تادیبہ بن کر انٹانفارمر مشین سے گزرنے
کی کوشش کرے گی۔

اور اب وہ ایسا کر رہے تھے۔ وہ جدید ہتھیار اور تادیبہ
والی غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد ٹیلی بیٹھی کا
حاصل کرنے کی ایک کامیاب جدوجہد کر رہے تھے۔

ان سارے ہتھیاروں کے دوران دوسری عورتیں بڑی رازدارانہ
سے اپنا الویڈر حاصل کر رہیں۔ ان میں سے ایک مین کا نام

اور دوسری کا نام تنالیہ تھا۔ ایک پیچیں برس کی جہاں دیدہ اور
مرد عورت تھی۔ جہاں دیدہ کلانے کے لیے پیچیں برس کم ہوتے
ہیں لیکن تناشانے اتنی ہی عمریں بڑے ٹیپ و فرازدیکے تھے۔
وہ انٹیلی جنس میں وہ بڑے خطرات سے ٹکیتی رہی تھی۔
چونکہ فوج میں تھی اس لیے زبردست فائز بھی تھی۔

تنالیہ بیس برس کی تھی۔ اس نے اپنی مین کی تمام مکاریاں
بھی تھیں۔ حسین اور ذہین بھی تھی اور خطرناک حد تک سنگین
بھی۔

دوس میں جب سرکاری سطح پر منگی فوج کو ہلاک کرنے کا مشن
شروع ہوا تو تناشانے میڈیکل سرٹیفیکٹ کے ذریعے خود کو بیمار
بابت کر کے چھٹی لے لی۔ اس طرح سرکاری مشن سے الگ
ہو گئی۔

پھر اس نے درپردہ ایک منگی مین کو چھانسا۔ منگی مین نے کہا کہ
وہ رات کو تادیبہ بن کر اپنے منگی شرم سے نکلے گا اور فلائنگ کیپول
کے ذریعے چند منٹوں میں ماسکواس کے گھر پہنچ جائے گا۔

دونوں ہنوں نے گھر کے احاطے میں ایک گڑھا کھودا۔ جب
وہ منگی مین رات کی تاریکی میں آیا تو گھر کے اندر پہلے اسے کھانے
پینے کی چیزیں پیش کی گئیں۔ اس نے کھایا۔ وہ اس کی زندگی کا پہلا
اور آخری ذریعہ کھانا کھانا کھانے کے بعد ان کے کھوٹے ہوئے
گڑھے میں پہنچ گیا۔

اس رات ان ہنوں نے بیس عدد تادیبہ بنانے والی گولیاں اور
چار فلائنگ کیپول حاصل کئے۔ ایک برین گاؤڈ بھی حاصل
ہو گیا۔

اس پہلی کامیابی کا یہ فائدہ ہوا کہ دونوں ہمیشہ تادیبہ بن کر
منگی شرمیں پہنچ گئیں۔ وہاں انہوں نے دو منگی مین کو اپنے حسن
و شباب کی جھمک دکھائی۔ اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ جب وہ
آئے تو ان کا انجام بھی پہلے منگی مین کی طرح ہوا۔

اس طرح انہوں نے ہر دوسرے تیسرے دن واردات کر کے
تقریباً بیس منگی مین کو ٹھکانے لگایا اور تقریباً چار سو تادیبہ بنانے والی
گولیاں پچاس کیپول اور بیس عدد برین گاؤڈ حاصل کئے۔ تناشانے
نے کہا "ہمارے پاس ان غیر معمولی چیزوں کا بڑا ذخیرہ ہو گیا ہے۔ ہم
بڑے بڑے شہ زور خائین کا سامنا کر سکتے ہیں۔ برین گاؤڈ کے
باعث کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا ہمارے دماغ کے اندر نہ آ سکے گا
اور نہ چور خیالات بڑھ سکے گا۔"

تنالیہ نے کہا "سسر! میرا بڑا دل چاہتا ہے کہ ٹیلی بیٹھی سمجھ
لاؤں اس کے لیے میں نئی ترکیبیں سوچتی رہتی ہوں۔"
"میں سوچتی ہوگی کہ تادیبہ بن کر انٹانفارمر مشین کے قریب
ہوں۔ جب بھی کسی امریکی کو اس مشین سے گزارا جائے گا، تم
اس کے اندر ساکر اس مشین سے گزر کر ٹیلی بیٹھی کا علم حاصل کر لو
گی۔"

"بالکل ہیں۔ میں یہی سوچتی ہوں۔"

تناشانے کہا "ٹیلی بیٹھی کا علم حاصل کرنے کا یہی ایک طریقہ
ہے۔ میں نے بھی یہی منصوبہ بنایا ہے۔ ہم امریکا جائیں گے۔"

پھر انہوں نے امریکا پہنچ کر یہی کیا۔ اس جزیرے میں تھیں
جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین تھی۔ وہاں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ چند
نئے تربیت یافتہ امریکی جوانوں کو اس مشین سے گزارا جا رہا تھا۔
دونوں ہنوں نے بھی اس بہتی گنگ میں ہاتھ دھویا۔

سپر پارہ بننے کے لیے جتنی قوتوں اور غیر معمولی صلاحیتوں کی
ضرورت ہوتی ہے، وہ سب انہیں حاصل ہو گئی تھیں۔ وہ دانشور
میں ایک بھگا حاصل کر کے رہنے لگیں۔

یہ وہ وقت تھا جب لندن میں سربراہوں کی کانفرنس ہو رہی
تھی۔ میں سویٹا کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہ دونوں ہمیشہ تادیبہ
بنی ہوئی تھیں۔ تنالیہ نے مجھے اور سویٹا کو دیکھ کر کہا "سسر! بڑی
خواہش تھی کہ انہیں بھی دیکھوں۔ کیا یہ اصلی ہیں۔"

"یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ جب بھی انہیں ٹریپ کیا گیا تو پتا
چلا، اصلی نہیں ہیں۔ دشمن بیشہ اصلی فرار اور سویٹا پر حملے کرنے
میں ناکام رہے ہیں۔"

"لیکن میں ان کی اصلیت معلوم کر سکتی ہوں۔ جب یہ دونوں
بند کرے میں تمہا ہوں گے تو ان کی پرائیویٹ گفتگو سے ان کے
اصلی یا نقلی ہونے کا پتا چل جائے گا۔"

"تم ایسا کر سکتی ہو لیکن محتاط رہنا ہوگا۔ سویٹا اور فراد کو
تمہاری موجودگی کا علم ہو گا تو پھر تمہاری شامت آجائے گی۔"

"سسر! مانا کہ فراد اور اس کی ٹیلی کے لوگ بڑے شہ زوردار
ناقابل شکست ہیں لیکن ایسے بھی سپر مین نہیں ہیں کہ کبھی شکست یا
دھوکا نہ کھاتے ہوں۔ تم جانتی ہو، میں کس طرح دوسروں کو اونیٹائی
ہوں۔"

"زیادہ نہ بولو۔ میں ایسی قوتیں حاصل کرنے کے پہلے دن سے
تمہیں سمجھاتی آ رہی ہوں کہ فراد اور اس کی ٹیلی سے بیشہ کتراتے
رہنے کی کوشش کرتی رہتا۔"

"میں کوشش کروں گی لیکن سسر! ابھی سویٹا کے قریب رہوں
گی۔"

"اس شرط پر اجازت دے رہی ہوں کہ تم کبھی خود کو ظاہر
نہیں کرو گی۔ اپنی آواز بھی نہیں سناؤ گی اور کبھی ان کے دماغ میں
جانے کی حماقت نہیں کرو گی۔"

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گی۔ آپ کو بھی فراد کے قریب رہنا
چاہیے۔ ہو سکتا ہے، ہمیں خلاف توقع کچھ اہم معلومات حاصل
ہو جائیں۔"

"میںاں بڑے ممالک اور خطرناک تحقیقوں کے سربراہان
ہیں۔ میں ہر ایک کے بند کرے میں جا کر ان کی پرائیویٹ باتیں
سنوں گی۔ تمہیں سویٹا کے پاس جانے کی اجازت اس لیے دے

ہو گئیں۔ نشانے لگا کر اسرا نیکل کا بہت مضبوط ستون ہے۔ اس ستون کو کھڑ نہیں ہوتا چاہیے۔
 ”ہم اسرا نیکل اور یودی قوم کو کھڑ نہیں ہونے دیں گے ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔“
 ”ہم اس اصول پر قائم رہیں گے کہ ہمیں گوئی اور ہیری بن کر رہنا ہے۔ ہماری کو شش رہے گی کہ کسی پر ظاہر نہ ہوں۔“
 ”اس طرح اپنی قوم کی خدمت کیسے ہوگی؟“
 ”میں اپنا کو کھڑ نہیں ہونے دوں گی۔ وہ یودی ہے۔ کھڑ یودی رہے گی۔ ابھی میں اسے سلاطین کی اور اس پر توبی عمل کروں گی۔ وہ آئندہ میری معمول بن کر رہے گی۔ میں اس کے داغ میں نہ کر اس طرح مملکت اسرا نیکل اور یودی قوم کی خدمت کروں گی کہ سب ہی اسے اپنا کی وفاداری اور خدمت گزاری سمجھتے رہیں گے۔“
 ”واقعی اس طرح ہم خاموش اور گنم رہیں گے۔ کبھی کوئی دشمن ہمارا سراغ نہیں لگا سکے گا۔“
 ”ملاستی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ گنم رہو۔ کوئی تمہاری شہر گ تک نہیں پہنچے گا۔“

○●○

میرا کام اتنا ہی تھا کہ میں اپنا کے پاس بننے کی خبر عام کروں۔ دشمنوں کو اپنا کی طرف متوجہ کروں اور جب وہ تمام مخالف ٹیلی جیجی جانے والے اپنا کے داغ میں پھنسے گئیں تو میں ان کے معاملات سے دور ہو جاؤں۔
 جناب تیریزی نے ہدایات دی تھیں، جن پر میں عمل کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا تھا، ”اپنا کو کسی سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں دور سے تمہارا دیکھوں گا تو مجھے پہلے معلومات حاصل ہوں گی۔“
 معلوم یہ ہوا کہ فرانس کا یجیجی ہنر کچھ عرصہ پہلے ٹیلی جیجی کی دنیا میں داخل ہوا تھا۔ اس نے اپنے ملک کی بہتری کے لیے کچھ کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس نے ڈی دن سچا کو اپنی معمول بنا رکھا ہے۔ دوی جیسی آتما بخشی والی کو بھی چند روز کے لیے اپنی معمول بنایا تھا پھر وہ میرے اور پارس کے تعاون سے یجیجی ہنر کے پکے میں نہیں رہی۔ اسے اس کے توبی عمل سے نجات مل گئی تھی اور وہ ایسی بے مروت تھی کہ اس نے پلٹ کر پارس کا شہر یہ ادا نہیں کیا۔ نہ ہی کبھی رابطہ کر کے یہ معلوم کیا کہ وہ کہاں ہے اور کن حالات سے گزر رہا ہے؟
 اس نے ہنر سے اپنا کو بھی اپنی گرفت میں لے کر اپنی معمول اور تابعدار بنانے کی کوششیں کیں اور دوسروں کی طرح ہاکام رہا۔ مجھے یہ ہنر جیسے گھص کا پتا چلا جو فرانس کے کسی ٹیلی جیجی جاننے والوں کا سربراہ تھا اور دوی اور اپنا جیسی بڑی بڑی ہتھیوں کو شکار کرنے کی تدابیر کرتا رہتا تھا۔
 میں نے اپنا کی ذہنی کے دوران دوی کو دیکھا۔ وہ بھی اسے

اپنی معمول بنانے کے لیے آئی تھی۔ یجیجی ہنر اور جان کو لے کر سمجھنا کہ دوی تھی کہ وہ تینوں مل کر اپنا کو اپنے قبضے میں رکھیں گے اور اپنے احکامات پر اس سے عمل کرنا نہیں گئے لیکن وہ تینوں ہاکام ہو کر اپنا کے داغ سے چلے گئے تھے۔
 میں نے فون کے ذریعے امریکا کے جان کو لے کر رابطہ کیا پھر اس سے کہا ”میں ہوں فریاد علی تیورا“
 وہ حیرانی سے بولا ”آپ؟“ آپ مجھے سے مخاطب ہیں؟
 یقین نہیں آ رہا ہے لیکن آپ کہہ رہے ہیں تو پھر آپ ہی ہیں۔
 ”تمہیں یاد ہے۔ تمہارے آئندہ کار میرے اور سونیا کے اندر تھے اور میں نے سونیا سے کہا تھا کہ اپنا جلدی ماں بننے والی ہے۔“
 ”جی۔ سنی ماں، میرے آئندہ کا دلوں نے مجھے اپنا کی یہ خبر سنائی تھی۔“
 ”صرف تمہارے نہیں، یجیجی ہنر اور اپنا کے بھی آئندہ کار ہمارے اندر تھے۔ سب ہی کو ہمارے ذریعے یہ خبر ملی تھی۔“
 ”میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ نے کسی زبردست پلاننگ کے تحت یہ خبر ہم سب کے پاس پہنچائی تھی۔“
 ”وہ زبردست پلاننگ یہی تھی کہ تم تمام ٹیلی جیجی جانے والے اپنا کے داغ میں آؤ اور اپنے ارادوں میں ہاکام ہو جاؤ۔ تمہیں یہ سبق حاصل ہو جائے کہ کاتب تقدیر کو اپنا کی صلاحتی منظور ہے اس لیے تم سب کی ٹیلی جیجی اور غیر معمولی صلاحیتی اسے نقصان نہ پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لامحدود علوم صلاحیتیں اور قوتیں دی ہیں لیکن قدرت کے آگے تمام قوتیں اور صلاحیتیں سکڑ کر حقیر سا ذہن بن جاتی ہیں۔“
 جان کو لے کر پوچھا ”ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ لوگ اپنا کی حفاظت کیوں کر رہے ہیں؟ کیا آپ کے پچھلے تجربات نے یہ نہیں سکھایا کہ اپنا اور اس کے ذریعے دوسرے یودی بھی آپ کے سچے دوست نہیں بن سکیں گے؟“
 ”ایسا دوستی کے لیے نہیں کیا گیا ہے۔ ہم نے نیکی کی ہے اور اسے دنیا میں ڈال دیا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ کسی سے ہم حاصل کرنے کے لیے نیکی کی جائے۔“
 ”آپ چھپا رہے ہیں بیٹا نہیں چاہتے۔“
 ”چلو سمجھ لو۔ جب یہ دیکھ رہے ہو کہ ہم اس کی حفاظت کر رہے ہیں تو پھر آئندہ بھی تمہیں اپنا کے داغ میں نہیں جانا چاہیے۔“
 ”کیا آپ مجھے روکنے کے لیے میرے پاس آئے ہیں؟“
 ”ہاں۔ یہ میرا مشورہ نہیں، دارنگ ہے۔ پہلی بار تم سب اس کے داغ میں پہنچ کر ہاکام واپس آگئے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن اس بار خاصا نقصان اٹھاؤ گے۔“
 ”مثلاً کیا نقصان؟“
 ”سنگی ماسٹر سونیا کے ساتھ ایک جزیرے میں گیا ہے۔ تم اپنا

کے پاس جاؤ گے تو سنگی ماسٹر اٹھتے ہیں پتھر کر تمہارے سروں پر سوار ہو جائے گا۔ اس دارنگ کے بعد بھی تم اپنا کے پاس جانا چاہو تو ضرور جاؤ۔“
 میں نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ جان کو لے کر تمام امریکی اکابرین بھی سنگی ماسٹر کی واپسی نہیں چاہیں گے۔ اگر سنگی ماسٹر تھا ہوتا تو وہ اس سے... نمٹ لیتے لیکن سونیا اس کی سرپرستی کر رہی تھی اور کسی پلاننگ سے سنگی فون کو خلائی ذلوں سے پلاننگ ماسک پیدا کر سکتی تھی۔
 پھر میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ فوجی افسر سے رابطہ کیا اور اس سے کہا ”میں ہوں فریاد علی تیورا“
 ”آپ ہیں؟ لیکن جناب! میں کیسے یقین کروں؟“
 میں نے فون بند کر دیا۔ اس کے داغ میں پہنچ کر کہا ”اب میں تمہاری کھوپڑی کے اندر ہوں۔ فون بند کر کے پھر یجیجی ہنر سے رابطہ کرو۔“
 ”لیکن میں... میں یجیجی ہنر کے نمبر نہیں جانتا ہوں۔“
 ”میں تمہارے چور خیالات پڑھ کر نمبر پتا کر سکتا ہوں۔ بہتر ہے خودی رابطہ کرو۔“
 وہ تذبذب میں تھا کہ مجھے یجیجی ہنر پتہ چاہیے یا نہیں۔ میں نے کہا ”تم اسحق ہو، دیکھو میں اس کے پاس کیسے پہنچتا ہوں۔“
 وہ چند سیکنڈ بعد ہی دوبارہ ریسور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔
 رابطہ ہونے پر یجیجی ہنر کی آواز سنائی دی ”ہلو کون ہے؟“
 میں نے اس اعلیٰ فوجی افسر کی زبان سے کہا ”میں جنرل بول رہا ہوں۔ میرے داغ میں فریاد صاحب ہیں۔ آپ بھی آجائیں۔“
 ”یجیجی ہنر کے اس کے داغ میں آیا پھر لولا، ”کیا واقعی فریاد صاحب موجود ہیں؟“
 ”ہاں۔ میں بول رہا ہوں۔ تم ایک بار اپنا کو ٹیپ کرنے میں ہاکام رہے۔ دوسری بار کب اس کے پاس جاؤ گے؟“
 ”یہ میری مرضی پر ہے۔ میں جب چاہوں گا“ اس کے داغ میں جاؤں گا۔“
 ”تم نے پہلی بار جانے کا انجام دیکھ لیا۔ کیا یہ سمجھ میں آیا کہ جان کو لے کر اور دوی کے تعاون سے باوجود تم ہاکام کیوں رہے؟“
 ”میں روحانیت کو نہیں مانتا لیکن ایسی ہی کسی پراسرار قوت نے اس کی حفاظت کی ہے اور ایسی قوت کا تعلق آپ سے ہے۔“
 ”کیا تم دوبارہ اپنا کے پاس جاؤ گے تو یہ پراسرار قوت پھر تمہیں ہاکام نہیں بنائے گی؟“
 ”ہاں، مجھے شک ہی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ نے اپنا کے داغ پر قبضہ کر لیا ہے؟“ اس لیے آپ نہیں چاہتے کہ میں اسے چھینوں۔“
 ”اگر میں قبضہ کر لیتا تو تم بار بار اس کے پاس جا کر ہاکام رہتے۔ اپنا کی کے قبضے میں نہیں ہے اور نہ آئندہ کسی کے زیر اثر آئے گی۔“

”جب وہ میرے بھی زیر اثر نہیں آئے گی تو آپ کو پریشانی کیا ہے؟ میں اس کے پاس جاتا رہوں گا اور ہاکام ہوتا رہوں گا۔“
 ”تم نہیں جاؤ گے۔ پہلی بار تمہیں اس کے پاس جانے کی سزا نہیں ملی۔ اس بار جیسے ہی اپنا کے اندر پہنچو گے تمہارے آری ہیڈ کوارٹر کے باوجود رابطہ خانے میں زبردست دھماکے ہوں گے۔“
 ”میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ سخت حفاظتی انتظامات کروں گا۔“
 ”میرے آئندہ آئندہ کار کی ریموٹ کنٹرول پر چھپانے جا نہیں گے۔ اسٹیشن کون دیکھے گا؟ کون پکڑے گا؟“
 اسے چپ تک گئی پھر وہ سوچ کر بولا ”آپ اپنا کو اپنی معمول نہیں بناتے ہیں پھر ہمیں کیوں روک رہے ہیں؟ کیوں اس کی حفاظت کر رہے ہیں؟“
 ”یہ میرے ذاتی معاملات ہیں۔ کیا میری دارنگ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟ میں چاہتا ہوں۔ تم غور کرو، اپنی شامت لانا چاہو تو اپنا کے پاس آ جاؤ۔“
 میں نے جنرل کے داغ میں خاموشی اختیار کی۔ اس نے مجھے دو چار بار آوازیں دیں۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ جنرل نے کہا۔ ”یجیجی ہنر چاہتا ہے لیکن ہمارے باوجود رابطہ خانے کے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ کیا میں فوراً حفاظتی انتظامات شروع کروں؟“
 ”ایسا نہ کرو۔ فریاد کے چیلنج کے سلسلے میں کسی سے کچھ نہ کہو ورنہ پورے آری ہیڈ کوارٹر میں افزائش اور کھلی پھیلنا ہو جائے گی۔“
 ”پھر آپ فریاد کو اس کے ارادے سے کیسے باز رکھیں گے؟“
 ”میں اپنا کے داغ میں نہیں جاؤں گا۔ اسے نقصان نہیں پہنچائیں گا تو فریاد بھی ہمارے آری ہیڈ کوارٹر کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔“
 میں مطمئن ہو کر جنرل کے داغ سے چلا آیا۔ اس طرح میں نے جان کو لے کر اور یجیجی ہنر کو اپنا کے پاس جانے سے روک دیا تھا۔
 پھر میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور دوی کی تار کے داغ میں پہنچا۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکے میں نے کہا ”میں ہوں فریاد۔ تم اپنے داغ میں رہنے نہیں دو گی۔ سانس روک لو گی لہذا میرے پاس آؤ۔“
 میں دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ وہ میرے پاس آ کر بولی۔
 ”میں حیران ہوں۔ آپ کو میری یاد کیوں آئی ہے؟“
 ”میں یاد نہیں کرتا کیونکہ تمہارا یاد کرنے کا رشتہ پارس سے ہے۔“
 ”پلیز، آپ پارس کا ذکر نہ کریں۔ میں اس ہیرانی کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتی۔“
 ”اگر وہ ہیرانی ہوتا تو تمہیں یجیجی ہنر سے نجات نہ دلا تا اور

ہمارے ذریعے ہمارے پاس ناویہ بنانے والی گولیاں اور فلائنگ کیپول نہ پہنچاتا۔

”آپ احسان نہ جتائیں۔ وہ احسان کرتا ہے تو نقصان بھی پہنچاتا ہے۔ اس نے مجھے ہندو بن کر دھوکا دیا اور اپنی دھرم جتنی بنا کر فریب رہتا رہا۔“

”اگر تم نہ دو۔ تم نے اس پر غریبی عمل کر کے اسے ہندو بنایا تھا۔ اس سے شادی کرنے کے لیے خدا سے مندر لے گئی تھیں۔ اسے دھوکا دے کر اور ہندو بنا کر خوش ہو رہی تھیں۔ جب میرے بیٹے نے ہمارے عمل کا توڑ کیا تو تمہاری انا کو تھیں بیچ رہی ہے۔“

”میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ آپ نے مجھ سے رابطہ کیوں کیا ہے؟“

”تم الپا کے پاس بھی تھیں اور اپنی آتما ہستی کے باوجود اسے اپنی معمول اور تابعدار نہ بنا سکیں۔“

”میں ناگای سے باپوس نہیں ہوئی۔ اس انتظار میں ہوں کہ جان کو لیں اور میری ہنر کو ذرا دلاں اور تمہا الپا پر غریبی عمل کروں۔“

”کیا تم اس پر اصرار قوت سے لڑ سکو گی جو الپا کی حفاظت کر رہی ہے؟“

”ایسا آپ لوگ کر رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ آپ میرا راستہ روکیں گے؟“

”راستہ روکنے ہی کے لیے تمہیں اپنے پاس بلایا ہے۔ تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ دوسری بار الپا کے دماغ میں جاؤ گی تو بہت نقصان اٹھاؤ گی۔“

”آپ دھمکی دے رہے ہیں؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ میں دھمکی سے سسم جاؤں گی؟“

”کیا اس سوال کا جواب دو گی کہ روحانی قوت کے آگے تمہاری آتما ہستی کام کیوں نہیں آتی؟“

”میں نے جان کو لیں اور اپنی ہنر کی موجودگی میں آتما ہستی سے کام نہیں لیا۔ آئندہ میں آتما ہستی سے الپا کے دماغ پر حاوی ہو جاؤں گی۔“

”ابھی پانچ منٹ کے بعد تمہیں ختم آئے گی اور تم سوجاؤ گی۔“

”ایسا نہیں ہوگا۔ میں جاگتی رہوں گی۔“

”تم آتما ہستی کو آزاد۔ میں پیش گوئی کر کے جا رہا ہوں۔ تم پانچ منٹ کے بعد سوجاؤ گی پھر پانچ منٹ تک سوتے رہنے کے بعد خودی بیدار ہو جاؤ گی۔“

”میں نے آتما سے رابطہ کر کے کہا ”تمہیں الپا کے سلسلے میں معلوم ہو گا کہ جناب تمہاری نے اسے محفوظ رکھا ہے۔“

”میں جانتی ہوں، آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”جناب تمہاری نے ایک بار روحانی قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔ دوسری بار تم ایک چھوٹا سا مظاہرہ کرو۔ دوسری بار کو صرف پانچ منٹ کے لیے سلا دو۔ اس طرح کہ وہ پانچ منٹ کے بعد خود جاگ جائے۔“

”میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جو روحانی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں وہ دنیاوی معاملات میں اپنی روحانی قوت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ البتہ قدرت کی طرف سے اشارہ ملتا ہے۔ تب روحانیت سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ الپا کی بیٹی کی اہمیت تھی اور جناب تمہاری نے اس سلسلے میں مخالفانہ قوتوں کو مات دینے کے لیے روحانی قوت کا مظاہرہ کیا تھا اس لیے آتما بھی ایک چھوٹے سے روحانی مظاہرہ پر آمادہ ہو گئی تھی۔“

”دس منٹ کے بعد دوسری نے میرے دماغ میں آکر کہا ”میں ہوں شٹی آمار۔“

”کیا یہ شٹی ہے؟ دوسری بار کیوں آئی ہو؟“

”میں واقعی پانچ منٹ کے لیے سو گئی تھی۔“

”تمہیں آتما ہستی کے ذریعے جاننا چاہیے تھا۔“

”میں نے بہت کوششیں کی تھیں۔ میں حیران ہوں کہ آتما ہستی کے باوجود سو گئی اور پھر خودی بیدار ہو گئی۔“

”چھاتو کچھ عقل آئی؟“

”ہاں۔ مگر یہ کیسے ہوا؟ کوئی میرے اندر نہیں آیا تھا۔ اگر کوئی آکر مجھے سلاتا تو مجھے اس کی موجودگی کا علم ہو جاتا۔ میں خود بخود کیسے سو گئی تھی؟“

”ابھی صرف پانچ منٹ کے لیے سو گئی تھیں۔ اگر الپا کے پاس جاؤ گی تو ہمیشہ کے لیے سوجاؤ گی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ اور سوجاؤ کیا قیامت تک سونے کے لیے الپا کے پاس جانا چاہو گی؟“

”میں نے سانس روک دی۔ وہ میرے اندر سے نکل گئی۔“

”اسرائیل میں آج صبح رات گزر چکی تھی۔ الپا کمری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ تاشا کی سوچ کی لہریں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ الپا پر غریبی عمل کر رہی تھی۔ اسے اپنی معمول اور تابعدار بن رہی تھی۔“

”میں الپا کے دماغ سے نکل آیا۔ اب تک سبھی کو الپا کے اندر آنے سے روک رہا تھا لیکن تاشا کو نہیں روکا۔ اسے چھوٹ دے دی۔ یہ جناب تمہاری ہی ہدایت تھی۔“

○☆☆○

بابا صاحب کے ادارے کے جاسوس دنیا کے تمام اہم ممالک کے تمام اہم خیوں میں موجود تھے۔ خصوصاً روس، امریکا اور اسرائیل کے جتنے حساس ادارے تھے ان میں وہ کسی نہ کسی حیثیت سے موجود تھے۔ پہلے ان اداروں میں رہنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ وہاں ملازمت حاصل کی جاتی تھی اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی کر کے ان اداروں میں اپنے لیے بھرپور اعتماد قائم کیا جاتا تھا لیکن ناویہ بنانے

اور قوم کو اخلاقی اور تمدنی طور پر کمزور کیا جائے تو وہ قوم آپ ہی آپ تباہ ہو جاتی ہے۔“

”ایسا تو ہم کتنے ہی اسلامی ممالک میں کر رہے ہیں۔ ان اسلامی ملکوں میں ایسی ادویات اور انجکشن وغیرہ پہنچا رہے ہیں جن کے استعمال کے نتیجے میں ایک بیماری دور ہو جاتی ہے لیکن دوسری چار بیماریاں لگ جاتی ہیں۔“

”میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ میں نے ہارمونز کا انجکشن تیار کیا ہے۔ اگر صرف ایک انجکشن کسی مرد کو لگادیا جائے تو چوتھیں مہینوں کے اندر اس کی جنس تبدیل ہو جائے گی۔ وہ مرد نہیں رہے گا لیکن مکمل عورت بھی نہیں بن سکے گا۔ درمیان کی چیز بن کر رہ جائے گا۔“

”مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ان کا سر جھکانے کے لیے ایسی ہی مہم شروع کرنا چاہیے لیکن انجکشن بہت زہراثر ہے۔ اس کے اثر کو ذرا کم کیا جائے۔ اگر نورانی جنس تبدیل ہوگی تو شہہ ہوگا کہ سازش کے تحت ایک مسلمان مرد کو خراب کیا گیا ہے۔“

”دوسرے نے کہا ”یہ شہہ نہیں ہونا چاہیے۔ انجکشن کا پاور کم کرو۔ جسے انجکشن لگایا جائے اس کی جنس رفتہ رفتہ سال دو سال میں تبدیل ہو۔ کسی بھی اسلامی ملک میں رفتہ رفتہ خضوں کی تعداد بڑھے گی اور مردوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی تو سب ہی تشویش میں مبتلا ہوں گے لیکن کسی کو ہماری کبھی لیبارٹریوں پر شہہ نہیں ہوگا۔“

”یہ انجکشن اس ملک میں اسمگل کئے جائیں گے تو بڑے بڑے سراغ رساں بھی یہ معلوم نہیں کر سکیں گے کہ جنس تبدیل کرنے والی دوائیں کہاں سے آ رہی ہیں؟“

”میاں کے قریب ایک جزیرے میں یہ خفیہ اجلاس ہو رہا تھا۔ اس اجلاس میں شریک ہونے والے ڈاکٹر سائنس دان، سیاست دان اور فوجی افسران شریک تھے۔ انہیں فوج کی نگرانی میں وہاں پہنچایا گیا تھا۔ کسی بھی غیر ضروری شخص کو اس جزیرے میں جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔“

”لیکن ناویہ سراغ رساں اجازت کے محتاج نہیں تھے۔ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اس اجلاس کی کارروائیاں دیکھ رہے تھے۔ چاہے وہاں کتنے ناویہ ہوں گے، ان میں سے دو کا قتل بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔“

”ان میں سے ایک جاسوس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر سونا کے پاس آکر کہا ”میدم! آری آئی لینڈ کی رپورٹ ہے۔“

”ہاں۔ سناؤ۔“

”وہ اجلاس کی رپورٹ تفصیل سے سنائے گا۔ وہ سختی رہی پھر بولی ”واقعی ہتھیاروں سے لڑنے اور ملکوں کو فتح کرنے کا دور گزر چکا ہے۔ خفیہ حملے کی طرح سے کئے جاسکتے ہیں۔ سب سے خطرناک حملہ یہ ہے کہ بڑی رازداری سے وہ خبرداروں کے ذریعے اپنے مطلوبہ ملک میں بیماری پھیلائی جائے۔“

”ایک نے کہا ”اب وہ دور نہیں رہا کہ کسی ملک سے کھلی جنگ لڑ جائے۔ اب ہتھیاروں سے کم اور حکمت عملی سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔“

”دوسرے نے کہا ”ایک ثقافتی جنگ ہوتی ہے۔ رسائل، لٹریچر، فلمیں اور فلموں کے ذریعے بے شری پھیلائی جاتی ہے۔ کسی ملک

میں کسی اور اسے میں کس کر جاسوسی کرنے والی مشکلیں

بابا صاحب کے ادارے کے ہزاروں جاسوس ملٹی بیٹھی کا

میں اس ادارے میں جو ٹرانزاکٹر مشین بھی

ان سے ہزاروں ملٹی بیٹھی جاننے والے پیدا ہو گئے تھے اور انہیں

ہندوستان کے والی گولیاں دی گئی تھیں۔ وہ فلموں سے اوچھل ہو کر

میں اس ادارے میں جاتے تھے اور ان ممالک کے اکابرین کے خفیہ

میں بیچ کر ان کے خفیہ منصوبے معلوم کر لیتے تھے۔

”امریکا اور اسرائیل نے ایک خفیہ اجلاس میں یہ طے

کرنا تھا کہ کسی بھی طرح بابا صاحب کے ادارے کو ختم کیا جائے

ہرگز یہ اداہ قائم رہے گا تو سپرادر ممالک سے ٹکرا رہے گا

اور اسلامی ممالک کے لیے بیشہ ذحال بننا رہے گا۔

بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونا تقریباً ناممکن تھا۔

ڈاکٹر اور شٹی نے ایک آواز کا کارو ناویہ بنا کر بھیجا تھا کہ وہ کام

رہے تھے۔ اس ناویہ کو بھی نہیں کر لیا گیا تھا۔ شاشا اور شٹی کو

اپنی جرات کرنے کی ایسی سزا دی گئی تھی کہ وہ دنیا سے نابود ہو گئے

تھے۔“

”تلفین کے سامنے یہی مسئلہ تھا کہ وہ ناویہ ہو کر بھی اس

ادارے میں نہیں جاسکتے تھے۔ ایک نے کہا ”پلاسٹک سرجری کے

ذریعے چہرے بدل کر جاسکتے ہیں۔ وہاں جو بڑے عہدے دار ہیں یا

دوسرے ملٹی بیٹھی جاننے والے ہیں ہم انہیں زپ کریں گے۔“

”اس فیصلے میں ہمیں پھر ایک آپ کے ذریعے ان کی صورت اور

ان کی شخصیت اختیار کر کے اس ادارے کے اندر جائیں گے اور

نام پڑ نہیں کریں گے۔“

”ایک نے کہا ”تجربہ اچھی ہے لیکن وہ روحانیت کے ذریعے نظر

نہ آنے والوں کو دیکھ لیتے ہیں تو کیا ہوسپ میں آنے والوں کو پہچان

نہیں سکیں گے؟“

”ہوسکتا ہے، پہچان لیں۔ ہوسکتا ہے، نہ پہچان سکیں۔ ہمیں

ایک بار یہ طریقہ بھی آزمانا چاہیے۔“

”ٹھیک ہے، آزمانا جائے گا لیکن ہمیں یہ اچھی طرح سمجھ لینا

چاہیے کہ ہم روحانی قوتوں سے مقابلہ کرنے کی تدابیر کر رہے ہیں۔

میں اپنے مذہبی پیشواؤں سے معلوم کرنا چاہیے کہ ان کی روحانی

آزادی کاؤ کس طرح کیا جاسکتا ہے۔“

”ہم آج ہی اپنے عالموں اور پیشواؤں سے رجوع کریں

گے۔“

ایک نے کہا ”اب وہ دور نہیں رہا کہ کسی ملک سے کھلی جنگ

لڑ جائے۔ اب ہتھیاروں سے کم اور حکمت عملی سے زیادہ کام لیا

جاتا ہے۔“

”دوسرے نے کہا ”ایک ثقافتی جنگ ہوتی ہے۔ رسائل، لٹریچر،

فلمیں اور فلموں کے ذریعے بے شری پھیلائی جاتی ہے۔ کسی ملک

جاسوس نے کہا "مرد جنگیں لڑتے ہیں۔ مرد امور مملکت سنبھالتے ہیں۔ اگر انہیں خراب بنادیا جائے تو دشمن کی اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوگی کہ اس ملک میں مودی نہیں رہیں گے۔"

"ہاں۔ انسانی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی ناقابل فراموش اور خاموش جنگ ہوگی۔ کوئی ہتھیار استعمال نہیں ہوگا۔ کسی کی جان نہیں جائے گی لیکن اس ملک سے مراد ایک ختم ہو جائے گی اور یہ اس قوم کی بڑی دولت تیز نگہت ہوگی۔"

"میزم! جس نے یہ انجکشن تیار کیا ہے" اسے ڈاکٹر گارسن کہتے ہیں۔ وہ شکار گھڑی کی لپٹ میں بیٹھا ہے۔

"کیا وہ انجکشن شکار گھڑی کی لپٹ میں بیٹھا ہے۔ وہ دوسرے ممالک میں پھیلانے کے لئے ہے؟ تم نے اس ڈاکٹر کے خیالات پڑھے تھے؟"

"میں میڈم! ڈاکٹر گارسن نے ایک بہت بڑے برنس ڈیلر کو لاکھوں کی نقد ادائیگی یہ انجکشن فروخت کی ہے اور لاکھوں ڈالر کمائے ہیں۔ اس نے یہ بات اجلاس میں نہیں بتائی ہے۔ وہ حکومت سے اپنی برنس ڈیلنگ چھپا رہا ہے۔"

"اس برنس ڈیلر کا نام اور پتا معلوم کرو۔"

"برنس ڈیلر کا نام جس کا رُخ ہے۔ وہ نیوارک میں رہتا ہے۔ میں ابھی ڈاکٹر گارسن کو مائل کر رہا ہوں کہ وہ فون پر اپنے برنس ڈیلر جس کا رُخ ہے بات کرے۔ اس طرح میں اس کے داغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"جیس کا رُخ ہے داغ میں جگہ مل جائے تو یہ معلوم کرو کہ اس کا برنس کہاں تک پہنچا ہوا ہے اور وہ کن ممالک میں وہ انجکشن فروخت کرے گا؟"

سونیا کا ماتحت جاسوس ڈاکٹر گارسن کے داغ میں آیا۔۔۔۔۔

اجلاس ختم ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر گارسن دوسرے اکابرین کے ساتھ جزیروں سے واپس آیا تھا۔ وہ رات میانی کی ایک سرکاری رہائش گاہ میں گزارنے والا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ ڈنکرے بعد برنس ڈیلر جس کا رُخ ہے فون پر گفتگو کرے گا۔

جاسوس نے اس وقت تک انتظار کیا۔ جب ان کے درمیان رابطہ ہوا تو جاسوس نے گارسن کے ذریعے جس کا رُخ کی آواز سنی۔

کارٹرنے پوچھا "ہیلو ڈاکٹر! تم بڑوں کی خفیہ میٹنگ کیسی رہی؟"

ڈاکٹر گارسن نے حیرانی سے پوچھا "ہماری خفیہ میٹنگ کے بارے میں تم کیسے جانتے ہو؟"

"میں ایک بہت بڑے خفیہ ریکٹ کو چلاتا ہوں۔ اپنے معاملات سے تعلق رکھنے والی ہر بات سے باخبر رہتا ہوں۔"

"میں نے ایک ضروری بات سمجھانے کے لئے فون کیا ہے۔"

"تم بھی سمجھاؤ گے کہ انجکشن بہت پاورفل ہے۔ یہ مجھے لگایا جائے اس کی بعض چیزیں گھنٹوں میں تبدیل نہ ہو۔ رنڈن رنڈن جو میں مہینوں میں تبدیل ہو تو مناسب ہوگا۔ کسی کو شبہ نہیں ہوگا کہ ایسا باقاعدہ سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔"

"میں مسٹر کارٹر! خفیہ اجلاس میں یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ خفیہ باتیں آپ کو کیسے معلوم ہو گئیں؟"

"یہ نہ پوچھو۔ ہمارے کچھ خفیہ ذرائع ہیں۔ تم یہ بتانا کہ کارٹرنے کی کیا بات ہے؟"

گارسن نے کہا "انجکشن کی ایک شیشی ہے جو قہقہہ کی طرح لی جائے۔ باقی تین حصہ ڈسٹرواٹر لیا جائے۔ تب اسے انجکشن جائے۔"

جیس کا رُخ نے کہا "تل رانٹ۔ ہر انجکشن کے ساتھ ہدایت نامہ رکھا جائے گا۔"

جاسوس نے سونیا کے پاس آکر اسے یہ بات بتائی کہ "جیس کا رُخ ایک بہت بڑا ڈرگ ریکٹ چلا رہا ہے۔ اس کے ذریعے ایسے ہیں کہ وہ خفیہ اجلاس کی باتیں بھی جانتا ہے۔ اس نے اندازہ لگایا کہ جس کا رُخ ملی بیٹھی جاتا ہے یا پھر اس کی ہماری طرح خفیہ اجلاس میں کارٹروائی دیکھی ہے۔"

سونیا نے تائید کی "ہاں۔ وہ زبردست ہو سکتا ہے اور ہمارے بھی ہو سکتا ہے۔ اگر تم نے اس کے داغ میں جانے کی کوشش نہ کی تو دانش مندی کی ہے۔"

"شکر ہے میڈم! مجھے آپ کا ماتحت بننے کا اعزاز حاصل ہے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتا ہوں۔ اب اس کا رُخ کے پاس پہنچا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں نیوارک جاؤں اور اس کے بچے کو اسے زخمی کر دوں پھر اس کے داغ میں پہنچوں۔"

"کیا تم نے گارسن کے داغ سے اس کا پتا معلوم کیا ہے؟"

"میں میڈم! وہ پتا غلط نہیں ہے۔ گارسن اس بچے پر ایک کارٹرنے مل چکا ہے۔"

"مجھے پتا تھا ڈاکٹر! فلنگ کیپول کے ذریعے آؤں گے پھر نیوارک پہنچوں۔ میں بھی آ رہی ہوں۔"

جاسوس نے پتا بتایا پھر میانی سے نیوارک کے لیے روانہ ہو گیا۔

جیس کا رُخ نیوارک کی تیسویں (30th) اسٹریٹ کے ایک اپارٹمنٹ میں تھا۔ وہ ان امریکی تربیت یافتہ فوجی جوانوں میں سے تھا جنہیں فرانزفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی بیٹھی سکائی گئی تھی۔ ٹھیک ایسے وقت جب کارٹرنے کو مشین سے گزارا جا رہا تھا۔

دوس کا فرسٹ ریکٹ کا فرسٹ آفیسر کرشوو سکی بھی وہاں تھا۔ اس نے سایہ بن کر جس کا رُخ کے ساتھ اس مشین سے ٹکرائی بیٹھی سکی تھی۔

کارٹرنے سرکاری طور پر صرف ٹیلی بیٹھی سکائی گئی تھی۔ اسے ناویہ بنانے والی گولیاں نہیں دی گئی تھیں۔ کرشوو سکی بن کر اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے کارٹرنے پر غالب آکر اس کی ترقی عمل کیا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔

اسے امریکا کا مخالف اور دوس کا حمایتی بنا کر پلاننگ کر رہا

کے ذریعے اس کا چہرہ اور شخصیت بدل دیں پھر وہ اپارٹمنٹ حاصل کر کے کارٹرنے کے ساتھ رہنے لگا۔

اس دوران کرشوو سکی کو گارسن کے داغ میں اتفاق سے پہنچنے کا موقع ملا تو اسے ہارمونز کے جس تبدیل کرنے والے انجکشن کے بارے میں معلوم ہوا۔ اس نے جس کا رُخ کو برنس میں پھر گارسن سے ملایا۔ اس انجکشن کو خریدنے کا سودا کیا۔ اگر گارسن راضی نہ ہوتا تب بھی اس کے داغ پر قبضہ بنا کر ان انجکشن کا شاک حاصل کر لیا جاتا۔

ڈاکٹر گارسن لاچکی تھا، آسانی سے سوئے پر راضی ہو گیا۔ کرشوو سکی نے کارٹرنے کو برنس ڈیلر بنا کر انجکشن کی ٹیکنیک پٹیاں حاصل کیں پھر انہیں کسی دوسری جگہ لے گیا۔ کارٹرنے کو حکم دیا کہ وہ نیوارک میں رہے۔ وہ جلد واپس آنے کی کوشش کرے گا۔

کارٹرنے اپارٹمنٹ میں تھا نہیں تھا۔ دل بھلانے کے لیے ایک دوی حینہ بھی تھی۔ جب سونیا اپنے ماتحت کے ساتھ وہاں پہنچی تو حینہ سانی بن کر کارٹرنے کو شراب پلا رہی تھی۔

سونیا نے ایک کھڑکی سے جھانک کر انہیں دیکھا پھر ماتحت سے کہا "وہ بی بی ہے۔ تم اس کے داغ میں جا سکتے ہو۔"

"میں ابھی اس کے اندر گیا تھا۔ اس کے مختصر خیالات پڑھے ہیں۔ وہ دیکھی میں سوا لگا رہنے کا عادی ہے۔ فرنچ میں سوئے کی بوتلیں نہیں ہیں۔ اس کا ایک ماتحت بوتلیں لانے گیا ہے۔ ابھی آتا ہوگا۔ ہمیں ناویہ بن کر رہنا چاہیے۔"

وہ دونوں ناویہ ہو گئے۔ ماتحت کا رُخ کے خیالات پڑھ کر سونیا کو بتانے لگا "میڈم! یہ کوئی برنس ڈیلر نہیں ہے۔ یہ ایک دوی ٹیلی بیٹھی جانے والے کرشوو سکی کا ماتحت ہے۔ یہ پہلے امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والا اپنی قوم کا وفادار تھا۔ بعد میں کرشوو سکی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔"

"کیا کرشوو سکی یہاں موجود ہے؟"

"نہیں۔ وہ انجکشن کی تمام پٹیاں لے کر کہیں گیا ہے۔ جب وہ دوس سے آیا تو اس کے چار ماتحت تھے۔ ان ماتحتوں میں سے ایک وہ حینہ بھی جو کارٹرنے کو شراب پلا رہی تھی۔ دوسرا ماتحت وہ تھا جو سوئے کی بوتلیں لانے گیا تھا۔ تیسرا ماتحت اپنے آکا کرشوو سکی کے ساتھ گیا تھا۔ چوتھے کے بارے میں کارٹرنے نہیں جانتا ہے کہ وہ کہاں گیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد دوسرا ماتحت سوئے کی بوتلیں لے کر آیا۔

پولیس شاب ہو تو شراب اور مستی میں بی بی جاتی ہے۔ وہ مست ہو کر پہنچے لگے۔

ماتحت نے کہا "میڈم! کارٹرنے کے خیالات بتا رہے ہیں کہ تمام ماتحتوں کے پاس گولیاں ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں، ناویہ بن جاتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ہم بھی ناویہ نہ کر کارٹرنے کے مدہوش ہونے کا

انتظار کریں گے۔ ہمیں ان دو ماتحتوں کے بارے میں بھی کچھ معلوم کرنا چاہیے۔"

"یہ دونوں یوگا کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ کیا انہیں زخمی کیا جائے؟"

"ابھی نہیں۔ کارٹرنے کو پہلے مدہوش ہونے دو۔ اس کے خیالات پڑھو۔ میں کرشوو سکی کے بارے میں زیادہ معلومات چاہتی ہوں۔"

"وہ ٹیلی بیٹھی جانتا ہے۔ اس کے پاس ناویہ بنانے والی گولیاں ہیں۔ فلائنگ کیپول اور برنس گارٹرز ہیں۔ وہ دوس کی ملٹری انٹیلی جنس میں فرسٹ ریکٹ کا فرسٹ آفیسر تھا۔ وہ اپنی مصروفیات اور دوسرے خفیہ اڈوں کے بارے میں کارٹرنے کو کچھ نہیں بتاتا ہے۔ اس لیے ہمیں اس کے چور خیالات سے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا کرشوو سکی رات کو شراب پیتا ہے؟"

"میں ابھی معلوم کرنا ہوں۔"

وہ اس کے داغ میں گیا پھر واپس آکر بولا "میڈم! وہ نشے کی چیزوں کو کھاتھ نہیں لگاتا ہے۔ کارٹرنے مدہوش ہو گیا ہے۔ کیا میں اس کے کمرے میں جانا چاہیے؟"

وہ دونوں بیڈ روم میں آئے۔ کارٹرنے پر ہاتھ پڑھا۔ ناویہ ہوا تھا اور بڑبڑا رہا تھا "میں کسی کا غلام نہیں ہوں۔ کہاں ہے کرشوو سکی؟ برا آتا تھا ہے۔ میں اس کا تابعدار نہیں ہوں۔"

کرشوو سکی کے دونوں ماتحت ہنسنے لگے حینہ نے کہا۔

"ہمارے آگے اس کی مرضی کے خلاف اسے اپنا تابعدار بنانا ہے۔ یہ نشے کے وقت اپنے اندر کی نفرت ظاہر کرنا ہے۔"

کارٹرنے مدہوشی میں کہہ رہا تھا "میں امریکی ہوں۔ کسی دوی کی تابعداری نہیں کروں گا، کبھی نہیں کروں گا۔"

دوسرے ماتحت نے حینہ کو اپنے قریب کھینچ کر کہا "یہ تو ابھی سوچا ہے گا، آؤ ہم اپنی رات رنگیں کریں۔ تم مجھے پلاؤ، میں تمہیں پلاؤں۔"

وہ بولتی اور گلاس لے کر ایک میز کے پاس آئے پھر بیٹھے سے پہلے اپنی اناہ میں بی بی ہوئی گولیاں منہ سے باہر نکالیں۔ انہیں میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے لیے پیگ بنانے لگے۔

ایسے ہی وقت سونیا اور جاسوس نمودار ہوئے۔ انہیں دیکھ کر وہ ہولکا گئے۔ انہوں نے ناویہ ہونے کے لیے گولیوں کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے مگر انہیں اٹھا کر منہ میں نہ رکھ سکے۔ دونوں کے منہ پر ایک ایک گھونسا پڑا۔ انہوں نے سمجھنے کی کوششیں کیں لیکن اچھے نام نہان نہیں تھے، نہ کامیاب نہ کرتے رہے اور کامیاب حملوں سے مار کھاتے رہے حتیٰ کہ لوملانو ہو کر پکڑا کر گر پڑے۔

سونیا ان کے زخمی ہوتے ہی ناویہ بن گئی۔ اپنے ماتحت سے کہا "ان کے خیالات پڑھو پھر جس کا رُخ پر ترقی عمل کرو۔ میں

اس اپارٹمنٹ کی تلاش کی گئی تھی۔

وہ دونوں فرش پر پڑے گرا رہے تھے۔ سونیا کے ماتحت نے کہا۔
 ۳۱ مئی اور کرسٹوفسکی کی ہنسی بیان کرتے رہو۔ میں تمہارے چور
 خیالات سے تمہارے بیان کی تصدیق کرتا رہوں گا۔
 وہ دونوں اپنی حقیقت بیان نہیں کرنا چاہتے تھے مگر ان کے چور
 خیالات سچ اگل رہے تھے کہ وہ اپنے لیڈر کرسٹوفسکی کے ساتھ
 دوس سے آئے ہیں۔ یہاں ان سب نے ٹرانسفارمریشن کے
 ذریعے ملٹی بیجنی کا نظم حاصل کیا ہے۔

تمام دوسری سونیا کو اپنی بدترین دشمن سمجھتے تھے کیونکہ اس نے
 دوس کے شالی حصے میں ملٹی مخلوق کے لیے ایک شر ایجاد کیا تھا۔
 کرسٹوفسکی اور دوسرے فرسٹ رینک کے افسروں نے قسم کھائی
 تھی کہ سونیا سے انتقام لیں گے اور اسلامی ملکوں میں خرابی
 کارروائیاں کریں گے۔

فرسٹ رینک کے باقی پانچ افسروں نے بھی کرسٹوفسکی کی طرح
 ملٹی بیجنی کا نظم حاصل کیا تھا اور وہ سب اپنے اپنے طور پر مختلف
 اسلامی ممالک کو ہارٹ بٹلے کی ابتدا کر رہے تھے۔

سپر پار کسلانے والے ممالک ایران اور لیبیا کو اپنا بدترین
 دشمن سمجھتے تھے۔ ان دشمنی ماتحتوں کے چور خیالات نے بتایا کہ پہلے
 ان ممالک میں اپنی خفیہ ایجنسیاں قائم کی جائیں گی پھر ہارمونز کے
 انجنیشن کو آزمائشی طور پر دوسروں پر استعمال کر کے اس کے نتائج
 دیکھے جائیں گے۔

دوسری انجیلی جنس کے ان چھ افسروں نے بڑی قوتیں اور غیر
 معمولی صلاحیتیں حاصل کی تھیں اور پوری طرح منظم ہو کر چھ
 مختلف ممالک میں پھیل رہے تھے۔ ان چھ ممالک میں تین اسلامی
 تھے اور باقی تین میں سے امریکا، اسرائیل اور فرانس تھے۔ ان
 دسیوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جہاں ملٹی بیجنی جانے والوں کی تعداد
 زیادہ ہے اور جو ملک طاقتور ترین کریمزنا چاہتا ہے اس ملک میں
 ہارمونز کے عملے کے جائیں گے۔

سونیا ایک چھوٹا سا پیکٹ لے کر آئی۔ اس میں انجنیشن کی
 منہی شیشیاں اور ڈیپوزل سرنج تھیں۔ اس نے اپنے جاسوس
 ماتحت سے کہا ”دوسرے کمرے میں ایک بڑا سا کارٹن ہے۔ اس
 میں یہ انجنیشن رکھے ہوئے ہیں۔ ہم وہ کارٹن لے جائیں گے۔۔۔
 فی الحال انجنیشن کو ان پر آزاد۔“

کرسٹوفسکی کے ماتحت نے گڑگڑا کر کہا ”نہیں۔ یہ انجنیشن
 مجھے نہ لگاؤ۔ مجھے اپنا تابعدار بنالو مگر مجھ سے میری مروتاگی نہ
 چھینو۔“

جاسوس ماتحت نے ایک سرنج میں انجنیشن والی دلی۔ اس
 دوس کے داغ برفہ بتایا تاکہ وہ اعتراض اور جدوجہد نہ کر سکے۔
 پھر وہ اس کے کولے میں انجنیشن کر دی۔

سونیا نے کہا ”جیس کارٹر پر خوبی عمل کر کے وقت ضائع نہ

کرو۔ اسے بھی انجنیشن لگاؤ۔“

جاسوس ماتحت نے حکم کی تعمیل کی۔ کارٹر کو بھی انجنیشن
 لگاوا۔ اس کے بعد دوسری سینہ پر بھی وہ دوا آزمائی گئی۔ وہ حیرت
 ہارمونز کی زیادتی کے باعث جتنی بخوبی ہو سکتی تھی۔ سہرا اس کا
 نتیجہ چھپیں گھنٹوں کے بعد ظاہر ہونے والا تھا۔

سونیا نے پھر تادیبہ ہو کر کہا ”میں ان کے حال پر چھوڑ دوں۔
 مقررہ وقت کے بعد ان کا انجام دیکھا جائے گا۔ دوسرے کمرے
 سے وہ کارٹن اٹھاؤ۔“

وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ایک میز پر رکھا ہوا کارٹن
 رکھا ہوا تھا۔ اس میں ہارمونز انجنیشن کے کئی پیکٹس تھے۔ اس
 نے کارٹن کو اچھی طرح جانچا اور رکھا گیا۔ اسی وقت اچانک ٹانگیں
 کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ وہ گولی سیدھی سونیا کے ماتحت کے
 سینے میں آکر بیست ہوئی۔ وہ کارٹن کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔

اس بے چارے کی موت آگئی تھی۔ کرسٹوفسکی کا تیرا
 ماتحت جو کہیں گیا ہوا تھا، وہ اچانک آگیا تھا۔ اس نے ایک اجنبی کو
 کارٹن اٹھا کر جاتے دیکھا تو فوراً ہی نمودار ہو کر اسے گولی مار دی۔
 سونیا کے اس ماتحت کو گولی لگنے اور تادیبہ ہونے کا موقع نہیں ملا۔
 نامانی موت نے اسے دریغ لیا۔

کرسٹوفسکی کا وہ ماتحت تیزی سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں
 آیا۔ وہاں جیس کارٹر بیستر تھا اور دوسرے دو ماتحت فرش پر پڑے
 ہوئے تھے۔ اس آنے والے ماتحت کو ان کے ذریعے سونیا کی
 موجودگی کا علم ہونے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی سونیا نے اس کے
 پیچھے نمودار ہو کر اس کی گردن پر ایک زبردست گھونسا مارا۔ مار
 کھانے والے کا منہ کھلا اور داڑھ میں دلی ہوئی گولی منہ سے باہر
 آکر فرش پر گر گئی۔

اس نے تادیبہ بننے کے لیے گولی کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس
 سے پہلے سونیا وہاں پہنچ گئی۔ وہ فرش پر گولی کی طرف ہنک رہا تھا۔
 جھکے ہوئے منہ پر ایک لٹا پڑی۔ وہ الٹ کر دوسری طرف جاگرا۔
 ایک عورت سے مار کھا کر جھجکا گیا تھا۔ اس نے پھرتی سے اٹھ کر
 حملہ کرنا چاہا لیکن وہ نظر نہیں آئی۔

اس نے دیکھا ”دور فرش پر وہ تادیبہ بنانے والی گولی پڑی ہوئی
 تھی اور آس پاس وہ دشمن نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ یک بائی
 چھلانگ لگا کر گولی کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اسے اٹھا کر منہ
 میں ڈال کر فوراً حلق سے نیچے اتار لیا۔

پھر اسے اطمینان ہوا کہ وہ تادیبہ بن چکا ہے۔ اس نے سونیا کو
 دیکھا۔ وہ نمودار ہو کر اسے تلاش کر رہی تھی۔ وہ اس کی طرف
 جانے لگا۔ وہ غلامی میں تکتے ہوئے بولی ”میری طرف کیوں آ رہے ہو؟
 پھر شامت آئی ہے؟“

وہ ٹھک گیا۔ حیرانی سے بولا ”کیا تم مجھے دیکھ رہی ہو؟“
 وہ پلٹ کر بولی ”ہاں۔ اور میرے آواز آ رہی ہے۔ تم ادھر

”

اسے اطمینان ہوا کہ وہ نہیں دیکھ رہی ہے۔ وہ قریب جا کر
 اچانک نمودار ہو کر اس کی گردن دریغ سکتا ہے۔ وہ فوراً ہی قریب
 آیا لیکن اس سے پہلے کہ نمودار ہونے کے لیے گولی کو حلق سے
 چلا کر اس کے منہ پر ایک گھونسا بڑا۔ وہ لڑکھا کر پیچھے گیا۔ سونیا نے
 محسوس کر ایک کلک ماری۔ وہ پکارا کر کہہ گیا۔ آگے پیچھے دو لگانے لگا۔
 وہ سنبھل کر اپنے پیروں پر کھڑا رہتا چاہتا تھا لیکن سونیا کی دوسری
 ٹھوک کھاتے ہی زمین بوس ہو گیا۔

اس کی ناک اور ہاتھوں سے لوہا رہا تھا۔ سر بری طرح
 چکرا رہا تھا۔ اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ سونیا کی چنگی
 میں ایک گولی دلی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ”یہ تمہاری اصلی گولی
 ہے۔ میں نے فرش پر ایک نھا سافید چتر کھا تھا۔ تم نے اسے
 نگل لیا۔ وہ چوڑے کا پتھر تھا۔ تمہارے معدے میں چونا پک رہا
 ہو گا۔“

اس نے ایک دم سے اٹھ کر سونیا پر چھلانگ لگائی۔ سونیا ایک
 طرف ہٹ گئی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ ٹکلیف سے کراچے ہوئے
 اٹھنے لگا۔ اس بار سونیا نے اس پر تادیبہ توڑنے کے لیے سنبھلے اور پیچ
 نکلے کا موقع نہیں دیا۔ ایسے حلقوں کے نتیجے میں وہ نوٹ پھوٹ کر رہ
 گیا۔ فرش پر سے اٹھنے کے قابل نہیں رہا۔

سونیا ایک سرنج اٹھا کر اس میں دوں بھرنے لگی۔ وہ تڑپ کر بولا۔
 ”نہیں۔ یہ انجنیشن مجھے نہ لگاؤ۔ میں نہیں لگانے دوں گا۔“
 وہ تڑپنے لگا تاکہ وہ سرنج کی سوئی بیوست نہ کر سکے۔ سونیا نے
 اس کے منہ پر ایک ٹھوک ماری پھر دوسری ٹھوک کھانے کے بعد اس
 کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبنا چلا گیا۔

کرسٹوفسکی ان انجنیشن کے تمام کارٹن کو مختلف مقامات تک
 پہنچانے میں مصروف تھا اس لیے کئی گھنٹوں تک اپنے ماتحتوں سے
 رابطہ نہ کر سکا پھر اس نے رات کو سونے سے قبل جیس کارٹر سے
 دافنی رابطہ کیا۔ پتا چلا اس نے بت زیادہ لی پٹی تھی۔ اب وہ کمزوری
 نیند میں ہے۔

اس نے ماتحت حسینہ کے داغ میں آکر اس کے خیالات
 پڑھے۔ معلوم ہوا وہاں ایک صحت مند نوجوان عورت ایک جوان
 مو کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے ان تینوں کو ہارمونز کے انجنیشن
 لگائے ہیں۔ اس کے بعد تیسرے ماتحت نے آکر اسی عورت کے
 ماتحتی کو گولی مار دی لیکن وہ عورت زبردست فائز تھی۔ اس نے
 تیسرے ماتحت کو مار مار کر بے ہوش کر دیا پھر اسے بھی انجنیشن لگا کر
 وہ پورا کارٹن اٹھا کر لے گئی ہے۔

کرسٹوفسکی نے پوچھا ”کون کون تھی؟“
 ”معلوم نہیں کون تھی۔ اس کا ساتھی اسے یوں میڈم کہتا تھا
 جیس اس کا تابعدار ہو۔“

”اس کا ساتھی مار گیا۔ وہ تھا تھی اور تم چار تھے پھر بھی

اسے ختم نہ کر سکے۔“

”وہ مجب قسم کی فائز تھی۔ ایسے لڑتی تھی جیسے کھیل رہی ہو۔
 اس کی باتوں سے پتا چلا۔ وہ ملٹی بیجنی نہیں جانتی ہے۔ اس کے
 ساتھی نے ہمارے چور خیالات پڑھ کر ہمارے اور آپ کے بارے
 میں بہت کچھ بتایا ہے۔“

”یہ بہت برا ہوا کہ ہمارا کام شروع ہونے سے پہلے کسی
 خطرناک عورت کو ہمارے خرابی ارادوں کا پتا چل گیا ہے۔ اس
 عورت کی حقیقت معلوم کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔“

”سرا ہمارے لیے کچھ کریں۔ اس نے مجھے پہلے وہ دوا
 ہمارے اندر انجکٹ کی تھی۔ ہمارے اندر تبدیلی آ رہی ہوگی۔ باقی
 اٹھاہ گھنٹوں کے بعد ہماری جنس تبدیل ہو جائے گی۔ پلیز اس دوا کا
 تو ذکر کریں۔“

”میں کیسے تو ذکر کروں؟ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ کو شش کرتا
 ہوں۔ شاید اس مصیبت کا حل نکل آئے۔“

اس نے فون کے ذریعے ڈاکٹر گارسن سے رابطہ کیا پھر کہا۔
 ”میں جیس کارٹر بول رہا ہوں۔ ایک دشمن نے ہارمونز کے وہ
 انجنیشن میرے چار ماتحتوں کو لگا دیے ہیں۔ اگر ان کی جنس تبدیل
 ہوگی تو یہ میرے لیے شرم کی بات ہوگی اور میرا بہت نقصان بھی
 ہو گا۔ پلیز اس کا تو ذکر کرنے کے لیے کوئی دوسری دوا دو۔“

ڈاکٹر گارسن نے کہا ”دوسری۔ میں نے اس کے توڑ کے لیے
 کوئی دوا نہیں بنائی ہے۔ ویسے میں اس سلسلے میں سوچ رہا ہوں۔“
 ”تمہارے سوچنے سے میرے آدمیوں کا بھلا نہیں ہو گا۔ کوئی
 تدبیر کرو۔“

”ایک دوا نوٹ کرو۔ اسے ہر تین گھنٹے کے بعد کھاتے رہو۔
 اس دوا سے ہارمونز کی زیادتی میں کمی ہو سکتی ہے۔“
 ”ڈاکٹر! ان کی جنس تبدیل نہیں ہونی چاہیے۔“
 ”وہ تو ہوگی۔ میرے انجنیشن بہت پاور فل ہیں۔ ان کے توڑ
 کے لیے جو دوا میں انہیں کھلاؤ گے وہ کئی مہینوں میں اثر کرے
 گی۔“

”ڈاکٹر! تم جتنی دولت چاہو گے، میں جیس دوں گا۔ تم اس
 کے توڑ کے لیے دوا تیار کرو۔“

”میں مانتا ہوں، تم بڑی فراخ دلی سے رقم دیتے ہو لیکن کوئی
 دوا تیار کرنے“ اسے آزمانے پھر اس کی خامیاں دور کرنے میں
 مہینوں لگ جاتے ہیں۔“

”پھر بھی کو شش کرو۔ چندا میں اس کا تو ذریافت کرو۔“

اس نے جو دوا نوٹ کی تھی اسے اپنے ماتحتوں کو بتایا۔ انہیں
 ہدایات دیں کہ ہر تین گھنٹے بعد اسے استعمال کرتے رہیں۔ پھر وہ
 دافنی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ کون ہے وہ عورت؟ کون ہے وہ بلا
 جو اس کے خرابی منصوبوں سے آگاہ ہو چکی ہے؟

آج وہ تھا تھی۔ آئندہ منظم ہو کر مقابلے پر آئے گی تو براہم

بن جائے گی۔

وہ پریشان ہو کر مٹنے لگا۔ سوچتے سوچتے ایک دم سے ذہن میں بات آئی کہ جو عورت آئی تھی وہ ٹیلی بیٹھی نہیں جانتی تھی۔ اور ٹیلی بیٹھی نہ جاننے والی اور نہ سیکھنے والی ایک ہی زبردست عورت تھی۔ سوچا۔

وہ مکار زمانہ کسی بھی ٹرانزفا ر مشین سے گزر سکتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے میں بھی یہ مشین تھی لیکن اس نے ٹیلی بیٹھی نہیں سیکھی۔ اسے اپنی ذہانت پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ ٹیلی بیٹھی کے مخالفانہ ہتھیاروں کو اپنی حکمت عملی سے کند کر دیتی تھی۔ اس کا نام سننے ہی لوگ کہتے تھے "A THUNDERBOLT FROM THE BLUE" سے لپکتے والی بجلی۔۔۔۔۔

کرسٹو وکی دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر یوں بیٹھے لگا جیسے جھاگ بیٹھ رہا ہو۔

○☆☆○

فنی اور علی اب تک فخر الدین کے قتل کے کیس میں اچھے ہوئے تھے۔ یہ اچھن کسی حد تک سلجھ رہی تھی۔ ایک جبران نامی شخص نے فنی اور علی پر بھی قاتلانہ حملے کرائے تھے اور ناکام رہ کر خود جرم موت مارا تھا تھا۔

فخر الدین کی ڈائری پڑھنے سے معلوم ہوا "ایک صاحب ثروت پیرابن پیر سکندر خانی ہیں جو بیاس سے امریکا تک بے حساب دولت اور جائیداد کے مالک ہیں۔ ان کے علاقے میں بچے سے بوڑھے تک سب ہی ان کے مرید تھے۔ وہاں کے ناخواندہ لوگ ان کے سامنے عقیدت سے سجدے کرتے تھے۔

ان کی سیاسی حیثیت بھی بہت مضبوط تھی۔ برہن حکومت قائم کرنے والے ان پیر صاحب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان کے علاقے میں جتنے پولیس قاتلے تھے وہ ان کے... خود ساختہ قوانین کے مطابق کام کرتے تھے۔

اتفاقاً فخر الدین سے پیر صاحب کا سامنا ہو گیا۔ وہ ایک محفل میں ثابت کر رہے تھے کہ وہ پیچھے ہوئے پیر ہیں۔ وہ اپنے خاندانی بیروں اور بزرگوں کی طرح لوگوں کے دلوں کے بعد معلوم کر لیتے ہیں۔ سب ان کی تفریض کر رہے تھے۔ پیرابن پیر سکندر خانی نے ایک شخص سے کہا "بھئی تم اپنی پریشانیاں چھپا کر اس محفل میں مسکرا رہے ہو۔ مسکراؤ آپ محفل ہی سیٹھان اپنے دل کا خون نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ بولا "پیر صاحب! کوئی آپ سے اپنا راز نہیں چھپا سکتا لیکن آپ مجھے محفل میں مسکرانے کی اجازت دیں۔"

"حق سے مسکراؤ۔ ہم نے تمہاری پریشانیاں دور کر دی ہیں۔ تمہارا بیٹا گھر واپس آیا ہے۔ اس پر جو الزام لگایا گیا تھا، ہم نے اسے غلط ثابت کر دیا ہے۔ تمہارے بیٹے نے پچاس ہزار روپے چرائے نہیں تھے اپنی محنت سے کمائے تھے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "آپ بہت عقیم ہیں۔ واقعی پیرابن پیر ہیں۔"

"بھئی تعریف نہ کرنا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ہم اپنی تفریض سنا پند نہیں کرتے ہیں۔"

پیرانہوں نے فخر الدین سے کہا "آپ ہماری محفل میں نے ہیں۔ خاموش ہیں۔ کیا یہاں بورہور ہے ہیں؟"

"آپ میرے بھی دل کا حال معلوم کر سکتے ہیں کہ میں بورہور ہوں یا نہیں؟"

پیر صاحب نے فخر الدین کی آواز اور لہجہ سننے ہی اس کے دماغ میں چٹلاک لگائی۔ فخر الدین نے سوچ کے ذریعے کہا "اے پیر صاحب! مجھے یقین تھا کہ آپ بچے ہوئے نہیں ہیں، ٹیلی بیٹھی کے ذریعے لوگوں کو آؤٹ کرتے ہیں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں آپ۔ میں آپ کو "تم" سے بھی نیچے لاسکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی قدر کرتا ہوں۔ ہم بعد میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔ آپ ابھی میرا بھرم رکھیں۔"

"میں ایک ہی شرط پر بھرم رکھوں گا۔ آپ ابھی یہ محفل برخواست کریں گے اور آج کے بعد پیرابن پیر سکندر خانی کریں گے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ پیری مریدی ہمارے آباد اجداد کے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔"

"بڑے شرم کی بات ہے کہ آپ باپ دادا کے زمانے سے جھوٹ بولتے اور مکاری کرتے آ رہے ہیں۔"

پیر سکندر خانی نے گھور کر دیکھا پھر حاضرین سے نرم لہجے میں کہا "فخر الدین صاحب، بجلی بار تشریف لائے ہیں۔ میں ان سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ کل اسی وقت تشریف لائیں۔"

وہاں جتنے لوگ بیٹھے تھے "ایک ایک کر کے اٹھ کر چلے گئے۔ وہ دونوں تنہا رہ گئے۔ پیر سکندر خانی نے کہا "پلیز آپ اپنا تعارف کرائیں۔"

"بندے کی سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے۔ میں اپنے رب سے ڈرتا ہوں اس لیے نہ کبھی جھوٹ بولا ہوں اور نہ کسی کو دھوکا دیتا ہوں۔"

"کیا آپ میرے راستے کی دیوار بنے آئے ہیں؟"

"میں اتفاق سے اوھر چلا آیا۔ آپ کی نیک نامی سنی تھی مگر یہاں آکر افسوس ہوا ہے۔"

"آپ میرے خلاف محاذ نہیں لگے؟"

"مجھے آپ سے ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر اعتراض ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔"

"آپ خدا کی خدمت گار نہیں ہیں۔"

"میں زبان سے برائی نہیں کرتا۔ کانوں سے برائی نہیں سنتا۔ انہوں نے برائی نہیں دیکھا۔ آپ کے حوالے سے ہونے والی باتیں ابھی نہیں دیکھوں گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ آپ خندی ہیں۔ فرمائیں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"آپ فراڈ پیری مریدی سے باز آجائیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے تم از کم ایک ہفتے کی ملت دیں۔"

"جوتے کرنے کے لیے صرف ایک ہل کافی ہوتا ہے پھر بھی میں بننے کی ملت دیتا ہوں۔"

فخر الدین وہاں سے چلا آیا۔ وہ اپنی کوٹھی میں تنہا تھا۔ آدھی رات سے پہلے دروازے پر دستک ہوئی۔ کوئی دروازے کو زور زور سے دھکا دھکا فخر الدین نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں ہوں۔۔۔ ایک مصیبت کی ماری۔ پلیز جلدی دروازہ کھولیں۔"

فخر الدین نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک جوان کی خیمے، بالکل تنہا تھی۔ اس کے قریب یا دور کوئی چھپا ہوا نہیں تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ تیزی سے اندر آئی پھر اپنے گھروں سے دروازے کو بند کر دیا۔

فخر الدین نے اسے دیکھا۔ وہ بھرپور جوان تھی۔ ہانپنے کے دوران اس نے کہا "اس سے پہلے کہ آپ مجھے کمن سمجھ کر کوئی بڑبڑاؤں میں صاف صاف کہتی ہوں کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ کی دیوانی ہوں اور آپ کے لیے گھرے بھاگ کر آئی ہوں۔"

فخر الدین پر کھلا کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ تقریباً پچاس برس کا تھا۔ بالی ایک نوجوان لڑکی بڑی بے باکی سے اپنے عشق کا اظہار کر رہی تھی۔ یہ بات اس کی توقع کے خلاف تھی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ اسے بال خانی کے ذریعے اس لڑکی کے بارے میں کچھ معلوم کرنا ہے۔

وہ بولی "آپ حیران کیوں ہیں؟ کیا مجھے جوان اور خود کو بوڑھا سمجھ رہے ہیں؟ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ محبت کی عمر مقرر نہیں ہوتی۔ محبت کسی بھی دھڑکی نہیں ہوتی۔"

"نہیں۔ تم ایب نارمل ہو۔"

"میں نارمل ہوں۔ میں نے پہلی بار آپ کو بینک کے چیف ڈائریکٹ کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ دوسری بار آپ بینک میں نظر نہیں آئے۔ میں آپ کو تلاش کرتی رہی پھر میں نے آپ کو انارکلی کے علاقے آپ کا تعاقب اس کوٹھی تک کیا۔ مجھے اطمینان ہوا کہ آپ میری مصیبت آگے نہ لے گئے تھے یہاں ضرورت پانہ لے گئی۔"

وہ بولی "پیرابن پیر سکندر خانی کا ہوش آیا۔ وہ اس کے جذبات دھتے لگا۔ پور خیالات نے بتایا کہ وہ درست کر رہی تھی۔"

"تم نے ہوش میں ہو۔ میں۔۔۔ میں تمہارے بزرگوں جیسا ہوں۔"

"تمیں ہوش میں ہو؟ کس رشتے سے میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ مجھ سے نکاح پڑھوائیں۔"

"تم۔۔۔ تم ہوش میں ہو۔ میں۔۔۔ میں تمہارے بزرگوں جیسا ہوں۔"

"تمیں ہوش میں ہو؟ کس رشتے سے میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ مجھ سے نکاح پڑھوائیں۔"

ہے۔ اس کی ایک سو تیلی ماں اور سوتلا بھائی ہے۔ باپ مرکا ہے۔ دولت اور جائیداد پر قبضہ جانے کے لیے اس لڑکی کو مار ڈالنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔

لیکن دشمن چالاک ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی گھر سے باہر کہیں جائے اور اسے اغوا کر لیا جائے پھر اسے قتل کر دیا جائے۔ وہ بولی "فخر صاحب! میرا نام زلیخا ہے۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ میں یہاں سے جاؤں گی تو قتل ہو جاؤں گی۔ میرے قتل کا الزام سوتیلی ماں اور بھائی پر نہیں آئے گا کیونکہ میں وہاں یہ خبر چھوڑ آئی ہوں کہ اپنی مرضی سے وہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

"تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔"

"کیا مجھے قتل ہو جانا چاہیے؟"

"میرا مطلب ہے، تمہیں وہاں کوئی خط لکھ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"میں نے سوچا شاید اس طرح وہ مطمئن ہو جائیں کہ میں ان کے راستے سے ہٹ گئی ہوں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ مجھے باپ کی دولت اور جائیداد نہیں چاہیے۔"

"تم نے کیا سوچ کر گھر چھوڑا ہے؟"

"میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آپ کے ساتھ زندگی گزاروں گی۔"

"پاکل ہوئی ہو؟ کس رشتے سے میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ مجھ سے نکاح پڑھوائیں۔"

"تم۔۔۔ تم ہوش میں ہو۔ میں۔۔۔ میں تمہارے بزرگوں جیسا ہوں۔"

"تمیں ہوش میں ہو؟ کس رشتے سے میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ مجھ سے نکاح پڑھوائیں۔"

"تم۔۔۔ تم ہوش میں ہو۔ میں۔۔۔ میں تمہارے بزرگوں جیسا ہوں۔"

"تمیں ہوش میں ہو؟ کس رشتے سے میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ مجھ سے نکاح پڑھوائیں۔"

"تم۔۔۔ تم ہوش میں ہو۔ میں۔۔۔ میں تمہارے بزرگوں جیسا ہوں۔"

"تمیں ہوش میں ہو؟ کس رشتے سے میرے ساتھ رہو گی؟"

"آپ مجھ سے نکاح پڑھوائیں۔"

"تم۔۔۔ تم ہوش میں ہو۔ میں۔۔۔ میں تمہارے بزرگوں جیسا ہوں۔"

”نہ! مجھے امتحان میں نہ ڈالو۔ میری ایک جوان بیٹی ہے۔ میں اس بیٹی سے کیسے نظریں ملاؤں گا؟“

”میں آپ کی بیٹی کے سامنے بھی نہیں آؤں گی۔ اس شر سے دور کہیں گناہم زندگی گزاروں گی۔ آپ بھی میری خیریت معلوم کرنے آئیں گے تو میری عید ہو جائے گی۔“

”تم جوش اور جذبات میں ہو۔ میری بات مانو، گھرواپس جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

”میں سمجھ گئی۔ آپ کو مجھ سے محبت تو کیا، بھعدوی بھی نہیں ہے۔“

یہ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر جانے لگی۔ اس کے چور خیالات تیار ہے تھے کہ وہ اپنے گھر نہیں جائے گی، کیس جاکر جان دے دے گی۔

فخرالدین نے مجبور ہو کر اس کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ اسے واپس آنے پر مجبور کیا۔ اس نے دوبارہ اندر آکر دروازے کو بند کیا پھر حیرانی سے کہا ”میں واپس نہیں آنا چاہتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیوں ہے شرم نہ کر پھر آئی ہوں۔“

”میں نے تمہیں مجبور کیا ہے۔ میں ٹیلی بیٹھی جانتا ہوں۔ اس علم کے ذریعے تمہارے دشمنوں کو تمہارے قدموں میں جھکا سکتا ہوں۔“

”اگر آپ کا علم سچا ہے تو صرف مجھے اپنے قدموں میں جھکا رہے دیں۔“

”میں تمہاری ماں اور بھائی کے دماغ میں پہنچ کر ضروری معلومات حاصل کروں گا۔ انہیں فون پر مخاطب کرو۔“

نہ! نے فون کے پاس آکر رسیور اٹھایا۔ نمبر ڈائل کے پھر رابطہ ہونے پر کہا ”میں بول رہی ہوں۔“

سوئلی ماں نے پوچھا ”تم... تم کہاں منہ کالا کرنے لگی ہو؟“

فخرالدین نے رسیور رکھ دیا۔ اس کی سوئلی ماں کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بیڑا داری تھی کہ لائن کٹ گئی ہے یا کالٹ ہوئی ہے؟

نہ! کی سوئلی ماں کا ایک بیٹا پٹلے شوہر سے تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کے بیٹے کی شادی نہ! سے ہو جائے تاکہ دولت اور جائیداد کا بٹوارہ نہ ہو۔ نہ! اپنے حصے کی دولت لے کر دوسرے گھر نہ جائے۔

یہ تو اس کے گھریلو معاملات تھے لیکن فخرالدین کو یہ بات کھٹک رہی تھی کہ پیرا بن پیر سکندر ثانی اسے ہانسنے کے لیے کوئی گھری چال نہ چل رہا ہو۔

فخرالدین نے اس کی سوئلی ماں اور سوئلی بھائی کے چور خیالات اچھی طرح پڑھے۔ ان لوگوں کا پیرا بن پیر سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ یہ قصہ ہی الگ تھا۔

اس نے نہ! سے کہا ”میں کسی گھری سازش کا شکار ہوں۔ ایسے میں تم آئی ہو۔ مجھے کسی کو شش کرو۔ مجھ پر جو مجبور آئے گی وہ تم پر بھی آئے گی۔“

”آپ کی تمام میچتیں میرے سر آئیں۔ میں خود کو ذرا نصیب سمجھوں گی۔ یہ اچھا ہے کہ آپ ٹیلی بیٹھی جانتے ہو۔ میرے اندر کی بات جان سکتے ہیں کہ میں جان دینے کی حد تک کو چاہتی ہوں۔ آپ کو چھوڑ کر مر سکتی ہوں۔ میں نہیں سکتی۔“

”میں نہیں چاہتا، تم قتل ہو جاؤ یا مجھ سے مایوس ہو کر جا کر اپنی جان دے دو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ تم محفوظ دوں گا لیکن میرے ذہن میں دشمن کی طرف سے ایک بار رہ گئی ہے۔ ابھی وہ چھانسنے لگنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے فوری دیر خاموش رہنے دے۔“

اس نے آنکھیں بند کر کے پیرا بن پیر سکندر ثانی کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لہجے کو اپنی گرفت میں لیا پھر اس کے دماغ میں پڑ گیا۔

وہ سمجھ رہا تھا، پیر سکندر صحت مند ہے۔ اس کی سوچ کی طرف کو محسوس کرتی ہی سانس روک لے گا۔ اسے اپنے دماغ سے بھاگے گا لیکن اس نے اس کی آمد کو محسوس نہیں کیا کیونکہ رات کے اس حصے میں شراب پی رہا تھا۔

وہ پیرے اشتیاد و متند تھا۔ یورپ اور امریکا میں راتیں گزارتا تھا۔ چنے کی عادت تھی اس لیے پی رہا تھا۔ اس کے چور خیالات بتانے لگے کہ وہ دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں ہم عمر ہیں مگر ہم مزاج نہیں ہیں۔

ایک بھائی شراب و شہاب کا رسیا تھا۔ دوسرا پانچوں وقت نمازی تھا۔ مصر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی یونیورسٹی انتظامیہ کا ایک ممبر تھا۔ دراصل اسی کا نام سکندر ثانی تھا۔ وہ یہاں فراڈ پیرتا ہوا تھا، اس کا نام مختار شاہ تھا۔ چونکہ سکندر بچپن سے نیک اور دیندار تھا اور پورے علاقے میں عزت و نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اس لیے مختار شاہ خود کو سکندر ثانی سمجھ کر آتا تھا اور بھائی کی نیک نامی سے فائدہ اٹھاتا رہتا تھا۔

سکندر ثانی مصر میں کیوں رہتا تھا؟ پاکستان کیوں نہیں آتا؟ اس کا ذکر بعد میں ہو گا۔ فی الحال جو شراب پی رہا تھا اور فخرالدین جس کے خیالات پڑھ رہا تھا اس کا نام مختار شاہ تھا۔

اس پیرا بن پیر کھانے والے مختار شاہ کا تعلق ایک بہت بڑے انڈر گراؤڈ ڈرگ مافیا سے تھا۔ اس نے فخرالدین سے ایک بہت بڑی ملتی تھی لیکن وہ نہ تو جعلی پیری مریدی سے باز آنا چاہتا تھا نہ ہی ڈرگ مافیا سے الگ ہونا پسند کر سکتا تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ پاکستان سے کچھ روز کے لیے جلا جائے گا۔ اپنے دین دار بھائی سکندر ثانی کو بھلا چھوڑ کر جوت میں رہ جائے گا۔ ایسے میں فخرالدین اسے فراڈ پیر ثابت

کر سکے گا بلکہ فخرالدین کو کوئی بہت بڑا قدم اٹھانے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس سے پہلے ہی اسے قتل کر دیا جائے گا۔

○☆☆○

فخرالدین اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ فنی اور علی اس کی ڈائری پڑھ رہے تھے۔ اس میں لکھا تھا کہ دوسرے دن فخرالدین نے نہ! سے کورٹ میج کل کی تھی۔ کورٹ میج کے لیے پہلے درخواست دی گئی تھی۔ میڈیکل سرٹیفیکیشن وغیرہ کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اس سلسلے میں کئی دن لگ جاتے ہیں لیکن فخرالدین نے ٹیلی بیٹھی کے ذریعے تمام کام ایک ہی دن میں نٹالے تھے۔ پھر اس نے نہ! کے ساتھ ایک ہفتے تک ازدواجی زندگی گزار دی تھی۔ نہ! کو اس کی سوئلی ماں کے پاس لے جا کر دمکی دی تھی کہ آئندہ اس کے خلاف سازش کی گئی تو وہ دماغی مریض بنادے جائیں گے۔

اس نے نمونے کے طور پر سوئلی بھائی سے ہاتھوں کی طرح وکٹیں کراہیں تو اس سم گئی۔ اپنے بیٹے کی قسم کھائی کہ کبھی نہ! کے خلاف نہیں سوئے گی۔

ایک ہفتے بعد فخرالدین کو کسی نے قتل کر دیا۔ ڈائری کے باقی اوراق سادہ رہ گئے۔

فنی نے کہا ”اس ڈائری کو پڑھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اس فراڈ پیر مختار شاہ نے میرے ابا کو قتل کرایا ہے۔“

علی نے کہا ”ہاں۔ اگر کچھ شبہ رہ گیا ہے تو اس فراڈ پیر کی گردن دو پڑے۔ بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

”اس سلسلے میں میری فنی نہ! کا کردار کچھ مشکوک ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”اس نے آپ کو مسجد کے مینار پر ملاقات کرنے کے لیے بلایا تھا۔ آپ اس مینار پر گئے لیکن وہ نہیں گئی، اپنی جگہ قاتلوں کو بھیج دیا۔“

علی نے کہا ”ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے نہ! کی فنی کے چور خیالات پڑھے تھے۔ اسیں سوئلی ماں اور بھائی نے ایک کمرے میں قید کیا تھا۔ تمہارے ابا کی ہلاکت کے بعد وہ پھر نہ! کی پر ظلم کرنے لگے ہیں۔“

فنی نے خیال خوانی کے ذریعے نہ! کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا ”مٹی! یہ تم ہو، خدا کا شکر ہے، تم نے مجھ سے رابطہ کیا ہے۔“

”آپ نے علی کو مینار پر بلایا تھا۔ خود کیوں نہیں آئیں؟“

”تم کچھ کتنی ہو، میں اس کمرے میں قید ہوں۔ دروازے اور کھڑکیوں کو باہر سے بند کیا گیا ہے۔“

”آپ ناخاموش کو مخاطب کریں۔“

نہ! زور زور سے دروازہ پٹنے لگی اور کہنے لگی ”امی! مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔ میں عدت کے دن پورے ہونے کے بعد آپ

روشنی کے مینار

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خزانہ ۱۶ روپے

عظمت کے مینار

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خزانہ ۱۶ روپے

ایمان کا سفر

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خزانہ ۱۶ روپے

پچرا گھر

قیمت ۱۰ روپے ڈاک خزانہ ۱۶ روپے

آدھا چہرہ

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خزانہ ۱۶ روپے

کالی کمائیاں

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خزانہ ۱۶ روپے

ہٹ ویوٹ کی چوکیاں

قیمت ۲۰ روپے ڈاک خزانہ ۱۶ روپے

کے بیٹے سے شادی کر دی گئی، پلیز دروازہ کھولیں۔
بند دروازے کے دوسری طرف سے آواز آئی "میں تیرے
جھانسنے میں نہیں آؤں گی۔ اب تو تجھے انوکھا جائے گا۔ میں تیرے
انوکھا ہونے کی رپورٹ درج کراؤں گی۔ جب پولیس تجھے تلاش
کرنے کی تو انہیں کسی جھڑپی یا ہندی تالے سے تیری لاش ملے
گی۔"

فنی اس بولنے والی کے اندر پہنچ گئی۔ اس کا بیٹا کہہ رہا تھا۔
"میری آج ہی رات کو یہ کام ہو جانا چاہیے۔"

فنی نے اس عورت کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ اس نے اپنے بیٹے
سے کہا "بے گناہیہ کام آج ہی رات کو تیرا باپ کرے گا؟"

یہ کہنے ہی اس نے بیٹے کو زوردار چھڑ مارا۔ وہ بھٹا کر بولا "کیا
آپ بائبل ہو گئی ہیں۔ اگر میں آپ کی پٹائی کیوں تو؟"

یہ کہنے ہی وہ اپنی ماں کے بال دونوں مٹھیں میں جکڑ کر
جھجھوڑنے لگا۔ علی اس سے ایسی حرکت کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔
"مقتول فخر الدین نے تمہیں وارننگ دی تھی کہ زلیخا پر ظلم کیا
جائے گا تو تمہیں دماغی مریض بنادیا جائے گا۔"

فنی نے کہا "تم نے سوچا" وہ بے چارے قتل ہو چکے ہیں۔
اب زلیخا کو کوئی تمہاری سازشوں سے نہیں بچائے گا۔"

وہ دونوں ہاتھ جو ذکر اور کان پکڑ کر گڑ گڑانے لگی "ہمیں
معاف کر دو۔ ہم آئندہ کبھی زلیخا پر ظلم نہیں کریں گے۔"

انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ زلیخا باہر آ گئی۔
فنی نے کہا "آپ اپنی کار میں ابھی آجائیں۔ ہم کو غشی میں
ہیں۔"

زلیخا نے سوتیلی ماں اور بھائی کو ناگوار سی دیکھا پھر ان کے
درمیان سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں گئی۔ وہاں سے ایک
اچھٹی پھر کو غشی کے باہر آکر کار میں بیٹھ گئی۔ فنی اور علی اس وقت
تک اس کے دماغ میں رہے، جب تک کہ وہ کار ڈرائیو کرتے
ہوئے اس کو غشی سے دور نہیں چلی گئی۔

پھر وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئے۔ فنی نے کہا "فزا ڈیئر مختار شاہ
کا پتا معلوم ہے۔ آپ بتائیں اس سے کس طرح منسا جائے؟"

علی نے کہا "آج اس نے جبران اور دوسرے آٹھ کاروں کے
ڈریسٹ ہم پر کئی قاتلانہ حملے کرائے ہیں، بے چارہ ٹھک گیا ہو گا۔"

"آپ اسے بے چارہ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ جس کی زندگی کے چند گھنٹے باقی رہ گئے ہوں اسے بے
چارہ ہی کہنا چاہیے۔ شام کے سامنے کمرے ہو چکے ہیں۔ رات
ہو رہی ہے۔ اب وہ غم غلط کرنے کے لیے بول کوٹھے گا۔"

"ہم یہاں سے کب چلیں گے؟"

"ہماری نئی ٹیم آ رہی ہیں۔ ان کے ساتھ ابھی ڈنر کرنا
چاہیے۔ ڈنر کے بعد ہم انہیں یہاں جھوڑ کر اس پیرا این جی کے
پاس جائیں گے۔"

آدھے گھنٹے بعد زلیخا وہاں پہنچ گئی۔ وہ ان کی پہلی ملاقات
تھی۔ فنی اور زلیخا ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں۔ یہ وہ ماں
سے لپٹ کر باپ یاد آ رہا تھا اور زلیخا یتیم بننے سے لپٹ کر شوہر کو
یاد کر رہی تھی۔

پھر وہ تینوں کو غشی کے اندر آئے۔ علی نے کہا "فنی! ہم نے
ہوٹل سے جو کھانا منگایا ہے اسے گرم کرلو۔"

فنی نے زلیخا سے کہا "آپ واش روم میں جائیں اور فریش
ہو جائیں۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔"

وہ دونوں بچن اور واش روم میں چلی گئیں۔ علی کھڑکیوں اور
دروازوں کو اندر سے بند کرنے لگا۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ تینوں کھانے کی میز کے اطراف آکر بیٹھ
گئے۔

علی نے کہا "آہا۔ کھانے کی مہک ایسی ہے کہ بھوک بڑھ گئی
ہے۔"

فنی اور علی نے اپنی اپنی داڑھ میں دلی ہوئی گولیاں نکال کر
ایک چھوٹی سی پلیٹ میں رکھیں۔ زلیخا نے پوچھا "کیا ہے؟"

"یہ ایسی گولیاں ہیں جنہیں نگل کر ہم نادیہ بن جاتے ہیں۔
کوئی ہمیں کچھ نہیں سکتا۔"

"یہ تو بڑی جرأت انگیز گولیاں ہیں۔ یہ منہ میں رکھی گئی تھیں
لیکن تم دونوں نظر آرہے تھے۔"

"ہم اسے پیشہ داڑھ میں دبا کر رکھتے ہیں۔ نادیہ ہونے کے
لیے اسے نگھنا پڑتا ہے۔"

فنی نے کہا "کھانا غصہ اہور ہا ہے۔"

وہ اپنی اپنی پسند کی ڈش بنے لگے۔ زلیخا خاموش بیٹھی ہوئی
تھی۔ علی نے پوچھا "آپ کیوں نہیں کھا رہی ہیں؟"

زلیخا کے دونوں ہاتھ میز کے نیچے تھے۔ جب اس نے اوپر کئے
تو پتا چلا وہ ہتھول پکڑے ہوئے تھی۔

فنی اور علی ٹھک گئے۔ زلیخا نے کہا "تم دونوں کتے پھر تلے
ہو؟ کتنی پھرتی ہے گولیاں اٹھا کر نگل سکو گے اور میں کتنی پھرتی سے
گولیاں تمہارے جسموں میں اتار سکو گی۔ ایک ذرا حرکت کرو
اور دیکھو کہ کس طرح پلک جھپکنے سے پہلے موت آتی ہے۔"

"اور ہاں، میرے دماغ میں کھس کر زلزلہ پیدا کرنا چاہو گے تو
یہ حسرت ہی رہ جائے گی۔ یہاں پیرا این جی کا قبضہ ہے۔ تمہاری سوچ
کی لہریں ناکام واپس جائیں گی۔"

علی نے فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ زلیخا نے
سانس روک لی۔ سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔

زلیخا نے پوچھا "حسرت پوری ہو گئی؟ اب میں اپنی حسرت
پوری کر رہی ہوں۔"

اس نے علی کا نشانہ لے کر زنگیر دیا دیا۔
کیا اسی طرح قصے تمام ہوتے ہیں؟

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ موت جد مرخص کرے اور مرندہ
مر جائے۔ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو موت کا راستہ بدل دیتے
ہیں۔ اسے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں یا آگے رخا دیتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ "ماتا پھر نہیں گئے۔"

علی اور فنی کے لیے موت لازمی ہو گئی تھی اور بچاؤ کا کوئی
راستہ نہ تھا۔ نادیہ باندیہ والی گولیاں جو ان کی داڑھ میں دلی
رہی تھیں وہ کھانے سے پہلے منہ سے نکال دی گئی تھیں اور سامنے
ایک پلیٹ میں رکھی ہوئی تھیں۔ موت انہیں اتنی مہلت نہیں
دے رہی تھی کہ وہ پھرتی سے گولی اٹھا کر منہ میں ڈالنے آسکے۔

اگر پھر غائب ہو جاتے۔ اتنی مہلت موت بھی نہیں دیتی۔ یہ ایک
سوچی سمجھی پلاننگ تھی کہ جب وہ دونوں کھانا کھانے سے پہلے
گولیاں منہ سے نکال دیں اور اس بات کی ذرا سی بھی گنجائش نہ
رہے کہ وہ کسی لمحے میں نادیہ بن سکتے ہیں تو فوراً انہیں ہسٹو کی
ذہر رکھا جائے۔ ان کا یہ پلان کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ دونوں موت
کی ٹھوکروں میں آ گئے تھے۔ زلیخا نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔

یہ علی کا نشانہ لیا پھر زنگیر دیا دیا ایک بار نہیں دوبار پھر تیسری بار
فنی لگیں۔

علی اور فنی کھانے میں مصروف تھے جیسے پہلے سے یقین ہو کر
موت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ زلیخا نے حیرانی و پریشانی سے
اپنے ہتھول کو دیکھا جس طرح علی اور فنی نادیہ گولیوں سے خالی
ہو گئے تھے اسی طرح زلیخا کا ہتھول بھی گولیوں سے خالی تھا۔ میگزین
میں کچھ نہیں تھا۔

علی نے قہر چپاتے ہوئے کہا "کھانا غصہ اہور ہا ہے اور کھانا
ہتھول سے نہیں کچھے اور کانٹے سے کھایا جاتا ہے۔ تم ان ٹیک بور
نہل۔"

زلیخا حیرانی سے سوچ رہی تھی "میں نے اسے پوری طرح لوڈ کیا
تھا اور... میں نے اسے خود سے الگ نہیں کیا تھا۔ پرس میرے
ساتھ ساتھ تھا پھر... پھر یہ خالی کیسے ہو گیا؟"

فنی نے قہر چپاتے ہوئے کہا "ممی! آپ خواہ مخواہ پریشان
ہو رہی ہیں۔ جب آپ واش روم میں گئی تھیں تبھی میں نے آپ
کا ہتھول خالی کر دیا تھا۔"

اس نے ہتھول کو ایک طرف پھینک دیا اور دونوں ہاتھوں سے
لو کو قہم لیا۔ کچھ مضطرب سی رہی پھر بولی "میں کچھ کتنا چاہتی
ہوں!"

"آپ کچھ نہ کہیں اس لیے کہ ہم آپ کے خیالات پڑھ رہے
ہیں۔"

وہ چیخ کر بولی "میں بولنا چاہتی ہوں۔ جب تک اپنی زبان سے
کہہ نہیں سکتی ہوں گی میرے اندر کا غبار باہر نہیں آئے گا۔ میں بہت
پریشان ہوں۔"

"مجھ بات ہے، ہم اس شرط پر نہیں گے کہ آپ کھانا شروع
کریں گی اور باتوں کے دوران کھاتی رہیں گی۔"

"میں تم دونوں کو اسی میز پر قتل کرنا چاہتی تھی۔ کیا اسی میز پر
مجھ سے کھایا جائے گا؟ پلیز کھانے کی مہذبہ نہ کرو میں نہیں کھاؤں گی۔
پہلے میری بات سن لو۔"

علی نے کہا "پیرا این جی اتم کی کے دماغ پر قبضہ نہائے یہاں
ہمارا قاتل یاد رکھ رہے ہو۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ تم ہی کو اپنا
آٹھ کار بنائے رکھتے اور ہم قریب کھاتے رہتے۔"

فنی نے کہا "آپ اب تم ہی کے ذریعے یہ معافی پیش کرنا
چاہتے ہو کہ یہ بھاری بے قصور ہیں۔ بے شک ہم مانتے ہیں کہ ان
کا قصور نہیں ہے۔ تم نے انہیں آٹھ کار بنائے رکھا ہے اور اب
انہیں ہمارے سامنے مظلوم ثابت کر کے یہ چاہتے ہو کہ ہم آئندہ
بھی ان پر اعتماد کریں۔ تم نے خوبی عمل کے ذریعے انہیں معمول
اور تابعدار بنائے رکھا ہے اور یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں تمہاری
گرفت سے نجات دلائیں اور ایسی ہی کو ششوں کے دوران کسی
وقت تمہارے ہاتھوں سے مارے جائیں۔"

علی نے کہا "بہتر ہے کھل جاؤ" انہیں بولنے نہ دو۔ ان کی
زبان سے خود بولود نہ ہم ان کے اندر آکر قبضہ نہائیں گے تو
تمہیں بھانپا پڑے گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پیرا این جی نے زلیخا کی زبان
سے کہا "میں مانتا ہوں تم دونوں قاتل کراس کے دماغ پر قبضہ نہائے گے
تو میں اکیلا کروڑ پڑ جاؤں گا اور مجھے بھانپا پڑے گا۔"

علی نے کہا "پہلے چیلنج چیس کھٹوں میں تم پر کئی جان لیوا حملے
کر چکے ہو۔ ابھی ہماری طرف سے حملہ شروع نہیں ہوا ہے۔"
فنی نے کہا "اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ہم یقین کر لیتا چاہتے
تھے کہ میرے ابو کو کس نے قتل کیا ہے۔"

پیرا این جی سکندر ثانی نے پوچھا "کیا تمہیں مجھ پر شبہ ہے۔"
"پہلے شبہ قاتل یقین ہو گیا ہے۔"
"تم میرے بارے میں غلط رائے قائم کر رہی ہو۔"
"ہرگز نہیں" میں نے اپنے ابو کی ڈائری پڑھی ہے۔ تم نے خود
کو قاتل کی حیثیت سے چھپانے کے لیے ڈائری گوجرانے کی ہر ممکن
کوشش کی ہے۔"

"چھاتو ڈائری تمہارے پاس ہے لیکن تمہارے ابو نے اگر
اپنی ڈائری میں مجھے قاتل لکھا ہے تو میں کسی موت کے بغیر تو قاتل
نہیں لکھاؤں گا۔ کون سی عدالت مجھے سزا دے گی۔"

"ہم عام عدالتوں میں نہیں جاتے۔ ٹیلی ویژن کی دنیا میں
ہماری ایک عدالت ہے۔ وہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے
ہیں۔"

وہ بولا "فراڈ علی تیمور اور اس کی فیملی کی حیثیت تاریخی ہو چکی
ہے۔ تمہارے باپ کا بڑا رعب اور دیدہ ہے۔ ایک دہشت گردی
رہتی ہے کہ جنگ جاری رہی تو انجام کار جیت تمہاری اور تپائی

کریں گی اور باتوں کے دوران کھاتی رہیں گی۔"

"میں تم دونوں کو اسی میز پر قتل کرنا چاہتی تھی۔ کیا اسی میز پر
مجھ سے کھایا جائے گا؟ پلیز کھانے کی مہذبہ نہ کرو میں نہیں کھاؤں گی۔
پہلے میری بات سن لو۔"

علی نے کہا "پیرا این جی اتم کی کے دماغ پر قبضہ نہائے یہاں
ہمارا قاتل یاد رکھ رہے ہو۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ تم ہی کو اپنا
آٹھ کار بنائے رکھتے اور ہم قریب کھاتے رہتے۔"

فنی نے کہا "آپ اب تم ہی کے ذریعے یہ معافی پیش کرنا
چاہتے ہو کہ یہ بھاری بے قصور ہیں۔ بے شک ہم مانتے ہیں کہ ان
کا قصور نہیں ہے۔ تم نے انہیں آٹھ کار بنائے رکھا ہے اور اب
انہیں ہمارے سامنے مظلوم ثابت کر کے یہ چاہتے ہو کہ ہم آئندہ
بھی ان پر اعتماد کریں۔ تم نے خوبی عمل کے ذریعے انہیں معمول
اور تابعدار بنائے رکھا ہے اور یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں تمہاری
گرفت سے نجات دلائیں اور ایسی ہی کو ششوں کے دوران کسی
وقت تمہارے ہاتھوں سے مارے جائیں۔"

علی نے کہا "بہتر ہے کھل جاؤ" انہیں بولنے نہ دو۔ ان کی
زبان سے خود بولود نہ ہم ان کے اندر آکر قبضہ نہائیں گے تو
تمہیں بھانپا پڑے گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پیرا این جی نے زلیخا کی زبان
سے کہا "میں مانتا ہوں تم دونوں قاتل کراس کے دماغ پر قبضہ نہائے گے
تو میں اکیلا کروڑ پڑ جاؤں گا اور مجھے بھانپا پڑے گا۔"

علی نے کہا "پہلے چیلنج چیس کھٹوں میں تم پر کئی جان لیوا حملے
کر چکے ہو۔ ابھی ہماری طرف سے حملہ شروع نہیں ہوا ہے۔"
فنی نے کہا "اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ہم یقین کر لیتا چاہتے
تھے کہ میرے ابو کو کس نے قتل کیا ہے۔"

پیرا این جی سکندر ثانی نے پوچھا "کیا تمہیں مجھ پر شبہ ہے۔"
"پہلے شبہ قاتل یقین ہو گیا ہے۔"

"تم میرے بارے میں غلط رائے قائم کر رہی ہو۔"

"ہرگز نہیں" میں نے اپنے ابو کی ڈائری پڑھی ہے۔ تم نے خود
کو قاتل کی حیثیت سے چھپانے کے لیے ڈائری گوجرانے کی ہر ممکن
کوشش کی ہے۔"

"چھاتو ڈائری تمہارے پاس ہے لیکن تمہارے ابو نے اگر
اپنی ڈائری میں مجھے قاتل لکھا ہے تو میں کسی موت کے بغیر تو قاتل
نہیں لکھاؤں گا۔ کون سی عدالت مجھے سزا دے گی۔"

"ہم عام عدالتوں میں نہیں جاتے۔ ٹیلی ویژن کی دنیا میں
ہماری ایک عدالت ہے۔ وہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے
ہیں۔"

وہ بولا "فراڈ علی تیمور اور اس کی فیملی کی حیثیت تاریخی ہو چکی
ہے۔ تمہارے باپ کا بڑا رعب اور دیدہ ہے۔ ایک دہشت گردی
رہتی ہے کہ جنگ جاری رہی تو انجام کار جیت تمہاری اور تپائی

کریں گی اور باتوں کے دوران کھاتی رہیں گی۔"

"میں تم دونوں کو اسی میز پر قتل کرنا چاہتی تھی۔ کیا اسی میز پر
مجھ سے کھایا جائے گا؟ پلیز کھانے کی مہذبہ نہ کرو میں نہیں کھاؤں گی۔
پہلے میری بات سن لو۔"

علی نے کہا "پیرا این جی اتم کی کے دماغ پر قبضہ نہائے یہاں
ہمارا قاتل یاد رکھ رہے ہو۔ ہم اتنے نادان نہیں ہیں کہ تم ہی کو اپنا
آٹھ کار بنائے رکھتے اور ہم قریب کھاتے رہتے۔"

فنی نے کہا "آپ اب تم ہی کے ذریعے یہ معافی پیش کرنا
چاہتے ہو کہ یہ بھاری بے قصور ہیں۔ بے شک ہم مانتے ہیں کہ ان
کا قصور نہیں ہے۔ تم نے انہیں آٹھ کار بنائے رکھا ہے اور اب
انہیں ہمارے سامنے مظلوم ثابت کر کے یہ چاہتے ہو کہ ہم آئندہ
بھی ان پر اعتماد کریں۔ تم نے خوبی عمل کے ذریعے انہیں معمول
اور تابعدار بنائے رکھا ہے اور یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں تمہاری
گرفت سے نجات دلائیں اور ایسی ہی کو ششوں کے دوران کسی
وقت تمہارے ہاتھوں سے مارے جائیں۔"

علی نے کہا "بہتر ہے کھل جاؤ" انہیں بولنے نہ دو۔ ان کی
زبان سے خود بولود نہ ہم ان کے اندر آکر قبضہ نہائیں گے تو
تمہیں بھانپا پڑے گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر پیرا این جی نے زلیخا کی زبان
سے کہا "میں مانتا ہوں تم دونوں قاتل کراس کے دماغ پر قبضہ نہائے گے
تو میں اکیلا کروڑ پڑ جاؤں گا اور مجھے بھانپا پڑے گا۔"

علی نے کہا "پہلے چیلنج چیس کھٹوں میں تم پر کئی جان لیوا حملے
کر چکے ہو۔ ابھی ہماری طرف سے حملہ شروع نہیں ہوا ہے۔"
فنی نے کہا "اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ہم یقین کر لیتا چاہتے
تھے کہ میرے ابو کو کس نے قتل کیا ہے۔"

ہماری ہوگی۔" پھر وہ ہنسنے لگا۔ "مگر ضروری نہیں ہے کہ صرف ایک ہی شخص کے مقدور میں مسلسل جیت رہے اور وہ ہمیشہ فتح حاصل کرتا رہے اور اس کے مقدور میں ناکامی نہ ہو۔" نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوتا۔"

وہ بڑے سنبھرتے ہوئے "میں ثابت کروں گا کہ میرے مقابلے میں اگر تم لوگوں نے اپنے مقدور میں ناکامی اور شکست لکھی ہے۔" علی نے کہا "ہم نے کبھی دشمنوں پر غالب آنے اور ہمیشہ کامیابیاں حاصل کرنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بعض اوقات ہمیں بھی ناکامیاں ہوتی ہیں، ہم نے بھی غمخواریں کھائی ہیں لیکن تم جیسے چوبیس گھنٹوں سے ہم پر بار بار حملے کرتے رہے اور ناکام ہوتے رہے۔ اس کے باوجود بڑا بول بول رہے ہو۔"

فنی نے کہا "بہتر ہے اب میری مٹی کے داغ سے چلے جاؤ۔" وہ فنی کی طرح اپنی جگہ حاضر ہو کر عبادت کو، توہ کر اور اپنے گناہوں کی معافی مانگوں گے کہ تم اس رات کی صبح نہیں دیکھ سکو گے۔"

"میں جابجا ہوں اور دیکھوں گا کہ تمہارے چیلنج میں کتنا دم ہے۔"

زنگا کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا جیسے وہ کسی ہتھیار کے خیال سے چونک گیا ہو۔ اس نے خالی خالی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا پھر پوچھا "یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ابھی میں نہیں بول رہی تھی لیکن میری زبان متحرک تھی۔ کوئی میری زبان سے بول رہا تھا۔"

فنی نے کہا "یہ ٹیلی پتھی اور توخیری عمل کی پیروی کیا ہے۔ ایک پیرابن پیر سکندر ثانی نے آپ کے داغ پر قبضہ جتا رکھا ہے۔ آپ ہمیں ہسپتال سے ہلاک کرنا چاہتی تھیں جب کہ آپ ہماری دشمن نہیں ہیں۔ وہ آپ کے ذریعے ہمیں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔"

"اس نے مجھے کیوں آواز دیا تھا؟ وہ کیوں میرا دشمن ہے؟"

"آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اس نے آپ کو محض ایک مہو بنایا ہوا ہے۔ آپ کو یہ سن کر افسوس ہو گا کہ آپ کو میرے ابو سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ اس نے آپ کو معمول بنا کر میرے ابو سے عشق کرنے اور انہیں چھاننے پر مجبور کیا تھا۔"

"فنی! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ میں تمہارے ابو کو دل و جان سے چاہتی تھی اور اب بھی چاہتی ہوں۔"

"آپ اب بھی اس فراڈ پیر کے شیطانی عمل کے زیر اثر ہیں۔ جب ہم اس کے عمل کا تو ذکر کریں گے اور آپ کا پیرابن وائش کریں گے تو آپ یہ بھول جائیں گی کہ آپ فخر الدین کی بیوی تھیں پھر وہ ہو گئیں۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ آپ کنواری نہیں رہی ہیں۔ اس شیطانی نے آپ کو محرزہ کر کے آپ کی دوشیزگی کے خوابوں کو خاک میں ملادیا ہے۔"

زنگا نے اپنے سر کو تھام کر کہا "دوسرے لفظوں میں مجھ پر

جادو کیا گیا ہے۔"

علی نے کہا "آپ بھی سمجھیں۔ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ ٹیلی پتھی اور توخیری عمل کی پیروی کیا ہے۔ آپ کی سمجھ میں نہیں آئی گی۔ بہتر ہے آپ کچھ کھائیں پھر آرام سے سو جائیں۔ اس طرح فانی تھکن دور ہو جائے گی۔"

"نہیں بیٹے! میں کھانا نہیں سکوں گی اور شاید سو بھی نہیں سکوں گی۔ مجھ پر قیامت گزر رہی ہے۔ فنی کے بیان کے مطابق فنی زندگی بچے سے کچھ ہو گئی ہے۔ میں بے خبر ہوں۔ کیا ایسے میں بھوک لگے گی اور نیند آئے گی؟"

فنی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں آپ کو کھائیں گی۔ دیکھیں آپ کیسے کھائیں گی۔"

فنی اس کے قریب آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ علی نے کہا "اور آپ دیکھیں گی کہ آپ کو نیند کیسے آتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ زنگا کے داغ میں پہنچ گیا اس کے بعد وہ اپنے اختیار میں نہیں رہی۔ فنی اپنے ہاتھ سے اسے کھلانے لگی اور وہ انکار کے بغیر کھانے لگی۔ کھانے کے بعد علی نے اسے ایک بیڈروم میں پہنچا دیا۔ وہ بہتر پریٹ گئی۔ اس کے ساتھ ایسے حالات پیش آ رہے تھے کہ وہ واقعی سو بھی نہیں سکتی تھی لیکن نیند لانے کے لیے ٹیلی پتھی ایک زود اثر دوا ہے۔ اس کی مدد سے زنگا کبھی نیند میں ڈوبتی چلی گئی۔

پھر فنی اور علی اس کے خیالات پر غور کرنے لگے۔ اس کے چار خیالات وہی بتانے لگے جن کا علم پہلے سے تھا۔ یعنی اسے خبر نہیں تھی کہ اس نے ایک ساکن کی زندگی گزار رہی ہے اور اب وہ ہو گئی ہے اور اپنے مختل شوہر کے بچے کی ماں بننے والی ہے پھر اپنی علی اس پر توخیری عمل کر کے پیر سکندر ثانی کے شیطانی عمل کا توڑ کرنے لگا پھر اچھی طرح اس کا پیرابن وائش کرنے کے بعد اپنے عمل کے ذریعے یہ باتیں نقش کرنے لگا کہ وہ اپنی دوشیزگی والی زندگی کی طرف لوٹ آئے گی (جب کہ دوشیزگی نہیں رہے گی) اور اس کا داغ لاک رہے گا۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر دشمنوں کو بھگا دیا کرے گی۔

علی نے توخیری عمل مکمل کرنے کے بعد اسے صبح تک گہری نیند سونے کا حکم دیا پھر اس کے داغ سے چلا آیا۔



الپا کو جس حد تک تحفظ پہنچنا تھا اس حد تک میں نے جناب حمزہ کی احکامات کی تعمیل کی۔ سب سے پہلے میں نے امریکی ٹیلی پتھی جاننے والے جان کو کون کو دھمکی دی۔ اسے منع کیا کہ آگے وہ الپا کے داغ میں نہ جائے۔ پہلی بار وہ الپا کی زچگی کے دوران گیا تھا۔ اس کے داغ کو اپنی مٹھی میں لینے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا بلکہ اپنے ساتھ ٹی بٹن اور دیوی شی تارا کو بھی ناکام ہونے دیکھا تھا۔

میں نے فون کے ذریعے سب سے پہلے جان کو کون سے رابطہ کیا اور الپا کے داغ میں نہ جانے کی ہدایت کی۔

"کیا آپ مجھے روکنے کے لیے آئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ میرا مشورہ نہیں، وارنرنگ ہے۔ پہلی بار تم سب اس کے داغ میں پہنچ کر ناکام واپس آ گئے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن اس بار خاصا نقصان اٹھاؤ گے۔"

"شٹا کیا نقصان؟"

"مٹکی ماسٹر سونا کے ساتھ ایک جزیرے میں گیا ہے۔ تم الپا کے پاس جاؤ گے تو مٹکی ماسٹر واشنگٹن پہنچ کر تمہارے سروں پر سوار ہو جائے گا۔ اس وارنرنگ کے بعد تم الپا کے پاس جانا چاہو تو ضرور جاؤ گے۔"

یہ ایسی دھمکی تھی کہ اسے چپ لگ گئی۔ ماضی میں مٹکی مخلوق نے امریکا، روس اور اسرائیل میں ایسے ایسے جان لیوا سانحے پیدا کئے تھے کہ وہ سپر ہیرو کھلانے والے ممالک انہیں بھلا نہیں سکتے تھے۔ اب تو مٹکی مخلوق کا تصور کرنا بھی انہیں گوارا نہیں تھا۔ کیا یہ کہیں مٹکی ماسٹر کو پھر پھر پہنچانے کی دھمکی دے رہا تھا۔

جان کو کون کو وعدہ کرنا پڑا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اس کے بعد میں نے فرانس کے ایمریٹل بٹن سے رابطہ کیا اور کہا "تم ایک بار الپا کو زپ کرنے میں ناکام رہے۔ دوسری بار کب اس کے پاس جاؤ گے؟"

"یہ میری مرضی پر ہے۔ میں جب چاہوں گا" اس کے داغ میں جاؤں گا۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے اسے دھمکی دی "پہلی بار تمہیں اس کے اندر جانے کی سزا نہیں ملے گی۔ اس بار جیسے ہی الپا کے اندر پہنچو گے تمہارے آؤں ہیڈ کوارٹر کے باہر اور اسلحہ خانے میں بددست دھماکے ہوں گے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ سخت حفاظتی انتظامات کروں گا۔" وہ بولا۔

"میرے تاویذ آواز کار کئی ریگنٹ کنٹرولر پر مچانے جائیں گے۔ انہیں کون دیکھے گا؟ کون پکڑے گا؟"

میرے اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ان دونوں کو روکنے کے بعد میں نے دیوی شی تارا کی خبر لی۔ اس جیسی منظور عورت شاید ابھی پیدا ہوئی ہوگی۔ میری دھمکی سن کر وہ بولی "آپ دھمکی دے رہے ہیں؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ میں دھمکی سے سہم جاؤں گی۔"

"کیا اس سوال کا جواب دو گی کہ روحانی قوت کے آگے تمہاری آتما غنتی کام کیوں نہیں آتی؟"

وہ الپا کے پاس جانے سے باز نہ آئی۔ اسے اپنی آتما غنتی پر بھی ناز تھا۔ کوئی ٹیلی پتھی جاننے والا اس کے داغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ آتما فرہاد نے روحانی ٹیلی پتھی کے ذریعے اسے توڑی

دیر کے لیے ملے لیا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوئی تو اسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ الپا کے پاس جانے کی تو اسے روحانی ٹیلی پتھی کے ذریعے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اس نے بھی یہ طے کیا کہ فی الحال الپا کی طرف رخ نہیں کرے گی میں نے ان تینوں کو عارضی طور پر روک دیا۔ یہ ابھی طرح جانتا تھا کہ چور چوری سے جاتا ہے، بہتر ایچری سے نہیں۔ الپا سب سی کے لیے اہم تھی۔ کوئی بھی اسے اپنی معمول بنا کر پورے اسرائیل پر حکومت کر سکتا تھا۔

وہ تینوں آئندہ بڑی رازداری سے اس کے پاس جانے والے تھے لیکن جب تک وہ وہاں جاتے تب تک نتاشا نے الپا پر توخیری عمل کر کے اسے اپنی معمول اور تابعدار بنالیا۔

دوس کی نتاشا اور نتالیہ کا ذکر کچھ باب میں ہو چکا ہے۔ ان دونوں بہنوں نے بڑی جدوجہد اور چال بازیوں سے تاویذ گولیاں، فلائنگ کیپول اور ٹیلی پتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ وہ دونوں یہودی تھیں اور یہ نہیں چاہتی تھیں کہ الپا مسلمانوں سے متاثر ہو۔ جناب حمزہ نے اسے زچگی کے دوران تمام خاتونوں سے بچایا تھا۔ اسے ایک نئی زندگی دی تھی اس لیے نتاشا اور نتالیہ کی طرح دوسرے یہودی اکابرین بھی شبہ کر رہے تھے کہ الپا مسلمانوں سے متاثر ہوگی اور آئندہ بابا صاحب کے ادارے کے خلاف کبھی محاذ نہیں بنائے گی۔

میں نے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو بیٹا! یہاں ہے؟"

"آپ تو جانتے ہیں بابا! آپ کی طرح ہماری زندگی بھی ہنسنے کھیلنے اور خطرات سے بچنے لڑنے گزار رہی ہے۔ بانی داوے آپ نے کیسے یاد کیا؟"

میں نے اسے الپا کے بارے میں بتایا کہ کس طرح اس کی زچگی کے دوران کوئی ٹیلی پتھی جاننے والے دشمنوں نے اس کے داغ پر قبضہ جمانے کی کوششیں کی تھیں لیکن ہم نے انہیں ناکام بنایا تھا۔

چونکہ بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے اسے روحانی امداد حاصل ہوئی تھی اس لیے یہودی اکابرین اب اس پر شبہ کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے متاثر ہے اور آئندہ کبھی بابا صاحب کے ادارے کے خلاف محاذ نہیں بنائے گی۔

پھر میں نے پارس کو نتاشا اور نتالیہ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے الپا کو اپنی معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔ وہ دونوں بھی یہودی ہیں اور چاہتی ہیں کہ الپا کے داغ پر قبضہ جتا کر یہودیوں کے مفادات کے مطابق اسے مسلمانوں کے خلاف کام کرنے پر مجبور کر دیں۔

میں نے کہا "ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ الپا پر مسلمانوں کی حمایت کا الزام نہ آئے۔ ہم الپا کی حمایت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہمیں جس حد تک اس کے کام آتا تھا کام آچکے ہیں۔ اب نہیں

کا ہر گناہ ہے۔

”واہ بیٹا! کام بگڑنے کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیا ہے۔“

”یہ سب ہی کی رائے ہے کہ تم بنا کر بگڑاؤ اور بگڑاؤ نہ کرنا ہے کے نام پر وہ اب کچھ ایسا کہو کہ تمام یہودی اکابرین کا اعتماد الپا پر بحال ہو جائے۔“

”نیک ہے بیٹا! میں اسرائیل پہنچ رہا ہوں۔“

پارس جگہ میں قحطی ملی ڈونا اور انا کے درمیان دیوار گھڑی کے پنڈول کی طرح ٹٹکا ہوا بھی اور صبحی اُٹھ رہا تھا۔ ملی ڈونا نے اس کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ وہ جزیرہ ساؤ کے محل میں جائیں گے اور وہاں کے خانے میں رکھے ہوئے خزانے کو کسی طرح حاصل کریں گے۔ یہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس خزانے کو حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ جو چیز حاصل نہ ہو اس کے حصول کے لیے انسان ضدی بن جاتا ہے۔ یہ ملی ڈونا کی ضد تھی کہ جان کی بازی لگا کر بھی وہ خزانہ حاصل کرے گی۔

وہ خزانہ ہتھیاروں، جسمانی قوتوں یا لشکر تھی سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ شاید کسی چال بازی سے حاصل کیا جاسکتا تھا اور اس مقصد کے لیے بھلا پارس نے زیادہ چال بازی کون ہو سکتا تھا؟

پارس نے ملی ڈونا سے کہا ”میں فی الحال تمہارے ساتھ جزیرہ ساؤ نہیں جاسکوں گا۔ تم خزانہ حاصل کرنے کا پروگرام ایک ہفتے کے لیے منسوخ کر دو۔“

”کیوں منسوخ کر دو؟ کیا انا تمہیں بگاڑ رہی ہے؟“

”یہ بات نہیں ہے۔ تم عورتوں کی یہ بری عادت ہے کہ کسی بھی معاملے میں دوسری عورت کا حوالہ دے کر محروم شدہ کرنے لگتی ہو اور سوکن کی طرح لڑنے لگتی ہو جب کہ میں بچاؤ کئی بار شاویاں کرنے کے بعد بھی کھڑا رہا ہوں۔“

”تم یہ بتاؤ کہ میرے ساتھ جزیرہ ساؤ کیوں نہیں جاؤ گے؟“

”مجھے ایک خوش خبری ملی ہے کہ میرے پاؤں ہماری دھڑے ہیں۔“

”کیا؟ اب تم کوئی فضول سی بات کر گئے۔“

”مگر نہیں۔ میں حقیقت پسند ہوں اور یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ جب عورت ماں بننے والی ہوتی ہے تو ماں اور ہونے والے بچے کے اخراجات مرد کے سر پر پڑتے ہیں۔ اس پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ وہ چل نہیں پاتا۔ پاؤں میں من مہر کے ہو جاتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ عورت کے پیڑ ہماری ہوتے ہیں یا مرد کے۔“

”یہ کیا الٹی منطق بیان کر رہے ہو؟ بچہ بتاؤ مجھ سے کیوں کھڑا رہے ہو؟“

”میں بچ کر رہا ہوں اور تم یقین نہیں کر رہی ہو۔ میری مگر دلی میری ماں بننے والی ہے۔“

”کیا؟“

”میرا مطلب ہے میری گھروالی میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔“

”تمہاری گھروالی کہاں ہے؟ آگئی؟ آج کل تمہاری کوئی بیوی نہیں ہے۔ ایک دیوی شی آرا تھی۔ اسے میں نے تم سے چھڑا دیا ہے۔“

”اُو! تمہاری جیسی عورتیں جب یہ نیک کام کرتی ہیں تو ہم مردوں کا بھلا ہوتا ہے۔“

”اب باتوں میں نہ ٹالنا۔ بتاؤ کون تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے؟“

پارس نے سر کھاتے ہوئے کہا ”میں یکی بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں کہ وہ کون ہو سکتی ہے۔ اب میں بیس جاؤں گا اپنے کالج میں پہنچ کر ایک ایسی فرصت دیکھوں گا۔ خیال خوانی کے ذریعے ان سب سے رابطہ کروں گا پھر یہ پتا چلے گا کہ کون میرے بچے کی ماں جان بننے والی ہے۔“

”تم کئی مہینوں سے میرے ساتھ ہو۔ مجھ سے پہلے دیوی کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی امید سے نہیں ہے۔ کوئی تیسری اگر یہ دعویٰ کرتی ہے تو تمہیں اٹو بھاری ہے۔ جب تم نے کسی کے ساتھ وقت ہی نہیں گزارا تو کسی کے بچے کے باپ کیسے بن سکتے ہو۔“

”تمہاری دغا میں بڑے بڑے مجھے ہوتے ہیں۔ شاید میری کوئی چاہنے والی کوئی مجھ کو کھاری ہو۔“

”میں سمجھ رہی ہوں۔ تم اصل بات بتانا نہیں چاہتے۔ مجھے ٹال رہے ہو۔“

”تم کتنی سمجھ دار ہو۔ میرا اتنا وقت ضائع کرنے کے بعد تمہاری سمجھ میں آیا ہے کہ میں ٹال رہا ہوں۔“

وہ بڑی لگاؤ سے بولی ”دیکھو ہم ایک جان دو قالب ہو چکے ہیں۔ مجھے اپنا راز دار کیوں نہیں بتاتے ہو۔ اگر کہیں جارہے ہو تو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ میں قدم قدم پر تمہارے کام آؤں گی۔“

”میں نہیں چاہتا تم اتنی کم عمری میں کام آجاؤ اور میں آجین بھرنا رہوں۔“

”تم میری باتوں کو ذرا میں اڑا رہے ہو۔“

”میرا حال میں کافی وقت ضائع کر چکا ہوں۔ اب سیدھی آخری بات یہ ہے کہ اب ایک ہفتے بعد ہماری ملاقات ہوگی۔ اس وقت تک کے لیے گڈ بائ۔“

یہ کہنے ہی وہ ناپید ہو گیا۔ وہ چیخ کر بولی ”سنو! راک جاؤ! ابھی نہ جاؤ۔ پہلے میری بات سن لو۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ اچانک چھوڑ کر جارہے ہو۔ میں ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔ پھر مجھ سے بات کرو۔“

وہ تھوڑی دیر بعد پوٹے پوٹے چپ ہو گئی۔ پارس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ جھنجھلائی۔ غلام میں کھونسا دکھانے لگا۔

”اُوارہ! بد معاش لنگے! ایک بار میرے سامنے آؤ میں تمہارے تھوڑے دوں گی۔“

نہ توڑنے کے لیے پھر اس کا منہ دکھائی نہ دیا۔ وہ دونوں انہوں سے سرعام کر رہی تھی۔ اسے پارس پر غصہ آ رہا تھا لیکن اندر پار برا ہوتا تو اس غصے میں نفرت نہیں ہوتی۔ وہ ایک گری سانس لے کر سوچنے لگی ”آخر جانے گا کہاں؟ میں تو چچا نہیں چھوڑوں۔ ناپید ہو کر فرانس، انگلینڈ اور امریکا جاؤں گی۔ وہ کسی نہ کسی بہ شرم ضرور ملے گا۔ میں دیکھوں گی کہ آخر وہ کیا کرتا رہتا ہے۔“

پارس قل ایب پہنچ گیا۔ اب تمام ٹیلی بیٹھی جانے والے تھیں کو یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ وہ اسرائیل پہنچا ہوا ہے۔ افواہات، ریڈیو اور ٹیلی وژن وغیرہ کے ذریعے دور تک خبریں پہنچ جاتی ہیں لیکن خاص سطحوں میں خبریں پہنچانا ہوتا تو عورت کے پیٹ میں بات ڈال دی جائے۔ وہ بات نشراتی اداروں سے پہلے طلبہ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔

پارس نے دیوی شی آرا کے پیٹ کا انتخاب کیا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے خطاب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ پارس نے اس کی بار اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا ”میں ہوں تمہارا گمشدہ بیٹی۔ میرے دل اور دماغ میں کافی جگہ ہے۔ چلی آؤ۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہوا۔ دیوی نے اس کے پاس آکر پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟ میں کیسے یاد آگئی؟“

”مجھے زور کا ٹھک لگا تھا۔ ایسا زبردست ٹھک کہ سانس رکھنے نہ رہ گئی۔ میں سمجھ گیا۔ ایسی جان لیوا دشمنی سے تم ہی نے یاد کیا ہے۔“

”تو اس شروع کردی؟ کام کی بات کو میں بہت مصروف ہوں۔“

”تم موت بولو تم بیس میں نہیں مل سکتی۔ قل ایب میں ہو۔“

”آئی! پارس نے حیرانی ظاہر کی۔ اس بندہ رستور میں میں بیٹھا ہوں۔ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قل ایب شہر ہے۔“

”تمہارے چور خیالات میں اتنا فحش کے ذریعے بھی نہیں ہو سکتی لیکن اس رستور میں اور خصوصاً اس میز کو خوب پہچانتی ہوں۔ یہاں میں تمہارے ساتھ کئی بار آچکی ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے تم میرے ساتھ گزارا ہوئے رنگین و مین کھات اور مشقات کو یاد رکھتی ہو۔“

”تم بھر فضول باتیں کر رہے ہو۔“

”اور کیا کروں؟ تم نے یاد کیا ہے تو تم ہی بتاؤ اتنے پیار سے تمہارا کیا ہے؟“

”میں اور تمہارے جیسے دھوکے باز سے پیار کروں! اب یہ کہی نہ ہو گا اور یہ کیا ہو اس سے میں نے کب تمہیں یاد کیا ہے؟“

”تو پھر مجھے ٹھک کیوں لگا تھا؟“

”یاد دیکو یا کو تمہاری کسی ہوتی سوتی ہے۔“

”ہاں جو ہوتی ہے وہ سوتی ہے۔“

”دیکھو میں چلی جاؤں گی۔ میں سمجھ رہی ہوں تم نے خواہ خواہ میرا دماغ چھاننے کے لیے مجھے بلایا ہے۔“

”تم چھاننے کی نہیں چھاننے کی چیز ہو۔ تمہارے جیسی عورتیں چھانے بغیر ہم نہیں ہوتیں۔“

”میں جاری ہوں۔“

وہ جانے کی دھمکیاں دے رہی تھی مگر جانیں رہی تھی۔ پارس نے اس کے اندر یہ جنس پیدا کر دیا تھا کہ وہ قل ایب میں ہے مگر کیوں ہے؟ وہ اسی جنس کی بنا پر اس کے دماغ میں گھس رہی تھی۔ سوچ رہی تھی کس طرح وہاں اس کی موجودگی کے اسباب معلوم کئے جائیں۔

پارس نے جب دیکھا کہ وہ جنس میں جلا ہو گئی ہے تو اس نے ہچکچاہٹ لیتے ہوئے کہا ”اُ! مجھے نیند آ رہی ہے۔ اب جاؤ۔“

”سننے فریش موڈ میں بائیں کر رہے تھے اتنی جلدی نیند آنے لگی؟ تمہاری بد معاشی سمجھ میں نہیں آتی۔“

”بھئی جب تم کہہ رہی ہو کہ مجھے یاد نہیں کیا تھا تو پھر میں تمہارا وقت کیوں ضائع کروں۔“

اس بار وہ بڑی لگاؤ سے بولی ”میں تمہیں یاد کرتی ہوں۔ عورت کو سمجھا کہ وہ زبان سے انکار کرتی ہے مگر دل سے پیاری پیار کرتی ہے۔“

”ارے تمہارا تو موڈ ہی بدل گیا۔ تو پھر چلو ہم پیار کریں مگر کیسے کریں؟ میں یہاں ہوں اور بائیں تم کہاں ہو؟“

”میں تمہارے پاس آسکتی ہوں مگر کوئی رویہ نیک جگہ ہونی چاہیے۔ تل ایب بھی کوئی دماغ کی جگہ ہے؟“

”میں یہاں شوق و محبت کرنے نہیں آیا، کچھ ضروری کام ہے۔“

اس نے پھر جنس بھڑکا دیا۔ وہ بولی ”ایسا کیا ضروری کام ہے؟“

اس نے پھر ہچکچاہٹ لیتے ہوئے کہا ”اُ! مجھے نیند آ رہی ہے۔“

”اسرائیل میں اس وقت دوسرے ہے۔ تم بھی بے وقت نہیں سوتے ہو نیند کا زمانہ نہ کرو۔“

”میں پچھلی تمام رات جاگتا رہا۔ یہاں کچھ ایسی مصروفیات تھیں کہ میں اب تک سو نہ سکا۔ اب میں کم از کم چھ گھنٹے تک نیند پوری کروں گا۔ اس وقت تک کے لیے مجھے معاف کرو۔“

اس نے سانس روک لی۔ دیوی کی سوچ کی لہر اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ وہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر جھنجھلائی۔

یہ بات اس کے اندر ایک دھماکا بن گئی تھی کہ پارس وہاں کچھ اہم معاملات میں مصروف ہے۔

اب یہ بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ معاملات کیا ہیں؟ فساد کی جلی تو الپا کی دوست بن گئی ہے۔ اب پارس کی جو بھی مصروفیات ہوں گی وہ یقیناً دوستانہ انداز میں ہوں گی۔

وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ بے چینی سے ادھر ادھر شعلی رہی پھر ایک جگہ بیٹھ کر خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جان کو لے کر پاس پہنچی۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ دوسری بار اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے بولی "میں ہوں دیوی۔"

جان کو لے کر اسے ایک نیلی فون نمبر پر کھینچ کر پھر سانس روک دی کیا آپ دیوی شی نارا ہیں؟

"ہاں" میں بول رہی ہوں۔ جان کو لے کر بات کرنا چاہتی ہوں۔

"پلیز آپ میرے دماغ میں پہلی آئیں۔ مسٹر جان موجود ہیں۔"

وہ اس شخص کے دماغ میں آئی "ہیلو مسٹر جان! آریو بیز؟"

"ہاں" مجھے کیسے یاد کیا؟

"کیا تمہیں پتا ہے پارس تل ایب میں ہے؟"

"معلوم تو نہیں تھا لیکن اب یہی توقع رہی ہے۔ الپا سے دوستی ہو چکی ہے تو اب فساد کے رشتے دار وہاں آتے جاتے رہیں گے۔"

"پارس کی وہاں موجودگی سے ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ان کے درمیان کوئی اہم معاملہ ہے۔ اگر عام معاملات ہوتے تو ایسا صاحب کے ادارے کے عام افراد میں آکر مصروف رہتے۔"

جان کو لے کر قائل ہو کر کہا "ہوں! تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ ان کے درمیان کیا گھجری پک رہی ہے۔"

"میں نے کسی یہودی اکابرین کے دماغوں پر قبضہ بنا رکھا ہے۔ ان کے ذریعے وہاں کے اہم معاملات کو سمجھ لیتی ہوں۔ تم بھی یہی کرتے ہو گے۔"

"ہاں۔ ہمارے پاس تو معلومات کا یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے۔ میں اور میرے جاسوس بھی یہی کرتے ہیں اور اب تو نادیہ بن کر جاسوسی کرنے کی صلاحیتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔ شاید کسی اعلیٰ حاکم کے دماغ سے معلوم ہو جائے کہ پارس کیا کر رہا ہے۔"

دیوی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ وہ بھی کسی اعلیٰ حاکم یا فوج کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں جا کر پارس کے سلسلے میں کچھ معلوم کر سکتی تھی۔ لیکن ابھی اس کا پیٹ ہلکا نہیں ہوا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے فرانس کے بیجی کے پاس پہنچ گئی۔

بیجی نے بھی پہلے جان کو لے کر اسے اپنے دماغ میں نہیں

آنے دیا۔ اس نے بھی ایک فون نمبر کے ذریعے رابطہ کر کے بیجی کے ایک ماتحت نے فون پر کہا "دیوی جی! آپ میرے دماغ پر آکر بیجی صاحب سے باتیں کر سکتی ہیں۔"

اس نے اس کے اندر آکر کہا۔ "ہیلو بیجی! تمہیں پارس تل ایب میں ہے۔"

بیجی نے پوچھا "کیا وہ تمہیں چھوڑ کر الپا سے دوستی کر رہا ہے؟"

"وہ کسی سے بھی دوستی کرے میری بلا سے۔ لیکن الپا دوستی صرف میرے لیے ہی نہیں، تم سب کے لیے بھی نشوونما ہو گی۔ کیا میں غلط کر رہی ہوں؟"

"ہوں! یہ تو سوچنے کی بات ہے۔ جب فساد کا بیٹا وہاں آئے تو الپا کے ساتھ نہ جانے کیا باتیں ہو رہی ہوں گی اور نہ جانے کیسے منصوبے بنائے جا رہے ہوں گے۔"

"جان کو لے کر اسرائیل میں اپنے کئی آلہ کار رکھے۔ اس کے علاوہ اپنے نادیہ جاسوس کے ذریعے بھی وہاں کے لینا رہتا ہے۔ کیا تم نے بھی اسرائیل میں اپنے جاسوس چھوڑ دیے ہیں؟"

"بے شک۔ جب میں ٹیلی پیٹھی کی دشمنوں بھری دنیا میں رکھ چکا ہوں تو مجھے مختلف ذرائع سے بہت کچھ معلوم کرنے کے بہت کچھ کرنا پڑا ہے۔"

"ہم ٹیلی پیٹھی جاننے والے ایک دوسرے کے دوست ہوتے لیکن کچھ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ ہم عارضی طور پر ایک دوسرے سے سمجھوتا کر لیتے ہیں۔ کیا مجھ سے سمجھوتا کر لیتے ہو؟"

"کیسا سمجھوتا؟ تم تو اب کبھی بیٹھے نہیں دیتی ہو۔ مجھ نے ٹیلی پیٹھی جاننے والے سے سمجھوتا کر کے مجھے برابری کا دے دی ہے۔"

"طعنہ نہ دو۔ یہ پرانی کمات ہے کہ وقت پڑنے پر مجھ سے بھی باپ بھائیلا جاتا ہے۔ میں سمجھوتا کر رہی ہوں۔ اسے اپنی افزائی سمجھو تو تمہاری کسی سے میرے لیے کوئی فرق نہیں لگتا۔"

"گاہ۔"

"تم تو برامان گئیں۔ تم جو بھی سمجھوتا کرو مجھے منظور ہے۔"

"تم اپنے مخصوص ذرائع سے یہ معلوم کرو کہ پارس میں کیا ہے۔"

لیجے۔ الپا سے کب اس کی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ تمہارے جاسوس اس سلسلے میں جو بھی معلومات حاصل کریں وہ مجھے بتانے دوں گے۔ تم سب سے بھیجیں گے۔ تمہیں گے اور ان کی دوستی کو شک کرنے کی تدابیر کریں گے۔"

"ہم سب سے زیادہ تمہارے پاس معلومات کے ذرائع ہیں۔ کیا تم اپنی معلومات سے آگاہ نہیں کر سکتی؟"

"ضرور۔ تالی دونوں ہاتھوں سے جھپتی ہے۔ میں الپا کو مسلمانوں کے محررے نکالنے کے لیے پوری سنجیدگی کے ساتھ تم سے تعاون کروں گی۔"

دیوی جان کو لے کر اور ٹی ہنزاب خاموش بیٹھے والے نہیں تھے۔ انہوں نے کسی یہودی اکابرین کے دماغ میں جگہ بنائی ہوئی تھی۔ وہ ان کے پاس جانے لگے۔ جان کو لے کر اسرائیل فوج کے اعلیٰ افسر سے رابطہ کر کے کہا "تمہارے ملک میں پارس کیا کر رہا ہے؟"

اعلیٰ افسر نے جراتی سے پوچھا "کیا پارس یہاں ہے؟"

"نہج ہے، تم بے خبر ہو۔ فساد کا بیٹا کوئی معمولی شخص تو نہیں ہے کہ اس کی موجودگی کا ہمیں علم نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ الپا نے پارس کی موجودگی کو راز میں رکھا ہے۔"

"ہوں! الپا اپنا اعتماد کھو رہی ہے۔ اگر واقعی اس نے پارس کو رازداری سے مسلمان بنایا ہے تو اسے یہ میزبانی بڑی مشکلی پڑے گی۔"

بیجی نے ہنسنے ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں زہر افگنا شروع کیا۔ دیوی نے بھی وہاں کے اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو بھڑکانا شروع کیا تاکہ وہ الپا کا محاسب کریں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ یہودی کبھی یہ برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے کہ کسی یہودی کی مسلمان سے عقیدت مندانہ دوستی ہو۔ یہ بات ان کے دماغوں میں پک رہی تھی کہ الپا جناب حمیری کی عقیدت مند ہو چکی ہے۔

یہودی اکابرین نے برین آؤم سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا۔ "آپ اسرائیلی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کے انچارج ہیں اور الپا اب تک مملکت اسرائیل کا سب سے مضبوط ستون سمجھی جاتی رہی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہتا پڑا ہے کہ اب ہمیں اس پر اعتماد نہیں رہا۔"

برین آؤم نے پوچھا "کیسی کیا بات ہو گئی ہے؟"

"آپ انجان نہ بنیں۔ الپا کی کوئی بھی بات آپ سے چھپی نہیں رہتی ہے مگر اب آپ بھی ہم سے اس کی باتیں چھپانے لگے ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، آج آپ لوگ اتنی بے اعتمادی سے کیوں بول رہے ہیں۔"

"جب آپ انجان بن رہے ہیں تو ہم کھل کر سوال کرتے ہیں۔ پارس کتنے دنوں سے الپا کا مسلمان ہوا ہے؟"

"پارس اور الپا کا مسلمان! آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ ہمارے یہاں کوئی ایسی خوشی کی تقریب نہیں ہوئی کہ جس میں ہم کسی مسلمان کو مسلمان بنائیں۔ پھر بھلا الپا کس خوشی میں پارس کو اپنا مسلمان بنائے گی؟"

"اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو گی کہ مسلمانوں کے ذریعے اسے ایک نئی زندگی ملی ہے اور جناب حمیری کی پیش گوئی کے

مطابق الپا کی بیٹی آئندہ فساد کی جلی میں شامل ہونے والی ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "اس سے تو مسلمانوں کے ساتھ جشن منانا چاہیے لیکن وہ چھپ کر پارس کے ساتھ جشن منا رہی ہے۔"

برین آؤم نے کہا "دیکھئے آپ الپا کے سلسلے میں ایسی باتیں کر رہے ہیں جن پر میں کبھی یقین نہیں کر سکتا۔ ہم ابتدا سے جانتے ہیں کہ الپا ایک کٹر یہودی ہے۔ اگر کسی مسلمان سے دوستی کرنے کی شرط ہو تو وہ ایسی فراڈوں ہی زندگیاں حاصل کرنے سے انکار کر دے گی۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم آپ پر اعتماد کرتے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں کہ الپا کو ہمارے سامنے حاضر کریں۔ ہم اسے صفائی کا موقع دیں گے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ پارس ہمارے ملک میں موجود نہیں ہے اور مسلمانوں سے الپا کو کوئی رابطہ نہیں ہے تو پھر اس پر ہمارا اعتماد بحال ہو جائے گا۔"

یہ طے پایا کہ شام کو گورنر ہاؤس میں اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے الپا کو پیش کیا جائے گا۔ اس سے پہلے برین آؤم نے الپا سے کہا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا واقعی پارس یہاں موجود ہے؟"

الپا نے کہا "میں بالکل بے خبر ہوں۔ ایک عرصہ گزر چکا ہے، نہ میں نے اس کی صورت دیکھی ہے اور نہ اس کی آواز سنی ہے۔"

"پھر یہ جھوٹی خبر کیسے پھیل گئی کہ پارس یہاں ہے اور وہ تمہارا خاص مسلمان ہے۔ یہ بات مجھے بہت پریشان کر رہی ہے کہ ہمارے تمام اکابرین تمہارے خلاف بول رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کسی نے یہاں پارس کو دیکھا ہو۔ مگر میں اس سے رابطہ کر کے معلوم تو کروں کہ میرے خلاف کیوں ایسی غلط باتیں پھیل رہی ہیں؟"

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے پارس کو مخاطب کیا "ہیلو پارس! میں الپا بول رہی ہوں! سانس نہ روکنا۔"

"میں روکنا گا۔ ابھی مرنے کا ارادہ نہیں ہے۔"

"کیا تم ہمارے ملک میں ہو؟"

"ہاں۔ پاسپورٹ اور ویزا لانا بھول گیا تھا اس لیے سرکاری طور پر خبر نہ ہو سکی۔ تعجب ہے، تمہیں کیسے خبر ہو گئی؟"

"تمہارے آنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم ٹیلی پیٹھی جاننے والے کسی کی اجازت کے بغیر کسی بھی ملک میں پہنچ جاتے ہیں۔ ہم پر نہ کوئی اعتراض کر سکتا ہے اور نہ کوئی اپنے ملک سے ہمیں نکال سکتا ہے۔"

"تمہیں پریشانی کیا ہے؟"

"میرے اور تمہارے سلسلے میں یہ غلط خبر پھیل رہی ہے کہ میں نے رازداری سے تمہیں اپنا مسلمان بنا رکھا ہے۔"

"اس میں رازداری کی کیا بات ہے؟ کیا تمہارے بڑے ایسی مسلمان نوازی پر اعتراض کریں گے؟"

”کریں گے نہیں، کر رہے ہیں۔ دیکھو پارس! اب میں مسلمانوں کے خلاف نہ کچھ کرنا چاہتی ہوں نہ کرنا چاہتی ہوں اور میری اس بات کا برا بھلا نہ مانا کہ میں دوستی بھی نہیں کرنا چاہتی۔“

”نہ ہمارے خلاف کچھ کرنا چاہتی ہو نہ دوستی کرنا چاہتی ہو۔ پھر اپنے لوگوں سے صاف صاف کہہ دو کہ میں تمہارا صمان ہوں اور نہ تم ہیڑیان۔“

”کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ؟“

”میرے جانے سے بات اور بگڑے گی کہ تم نے خود کو الزامات سے بچانے کے لیے مجھے یہاں سے رخصت کیا ہے۔“

”وہ سوچ میں پڑتی پھر دو! ہاں تم جاؤ گے تو یہی سمجھا جائے گا کہ مجھ سے دوستی نہ جانے کے لیے تم میری بات مان کر یہ ملک چھوڑ کر چلے گئے ہو۔“

”تم اس لیے مشکل میں پڑ گئی ہو کہ تمہاری مشکل میں کام آئے تھے اگر کام نہ آتے، نہیں مرنے کے لیے چھوڑ دیتے یا تمہیں دشمن ٹیلی جیتی جانے والوں کی معمولی بے دیتو تمہارے یودی اکابرین تم سے محروم ہو کر مہر کر لیتے۔ انہیں تمہاری موت منظور ہوتی تمہاری ہماری دوستی نہیں۔“

یہ ایسی دل کو لگنے والی بات تھی کہ الپا بہت متاثر ہوتی لیکن اس کے دماغ پر تماشائے تفسد جمار کھا تھا اور تباہی بھی موجود تھی۔ انہوں نے اسے متاثر نہیں ہونے دیا۔ تماشانا جانا چاہتی تھی کہ پارس اس ملک میں کیوں آیا ہے۔ الپا نے تماشائی مرضی کے مطابق پوچھا ”یہ تو معلوم ہو کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟“

”میں اپنے راز دوستوں کو نہیں بتاتا جب کہ تم دوست ہو نہ دشمن۔“

”ہم درپردہ دوست رہیں گے۔“

”اب تمہاری عمر بڑے میں دوستی کرنے کی نہیں رہی۔“

”تم ٹال رہے ہو۔ میں جناب حمزہ سے معلوم کر سکتی ہوں۔“

”انہوں نے نیکی کی ہے اور دریا میں ڈال کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔“

”ایک بات بتاؤ۔ اگر میرے اکابرین مجھے غدار سمجھیں گے اور مجھے سزا دیں گے تو کیا تم مجھے سزا سے نہیں بچاؤ گے؟“

”میرے بزرگ تمہارے برے وقت میں کام آئے وہ وقت گزر چکا ہے۔ اب ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہارے اکابرین آئندہ تم سے اچھا سلوک کریں یا برا اس کے ہم ذمے دار نہیں ہیں۔“

”میری بات سمجھو۔ میں کسی برے وقت میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔“

”مجھ پر کیوں برا وقت اٹا چاہتی ہو؟ پلیز جاؤ۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔“

”میری ایک بات مان لو۔ میں تم سے چھپ کر ملنا چاہتی ہوں۔“

”شرم نہیں آتی۔ ماں باپ کو ڈھونڈا دے کہ چھپ چھپا کر ملے آؤ گی۔ اپنے خاندان کی عزت خاک میں ملاؤ گی۔ جاؤ یہاں سے۔“

اس نے سانس روک لی۔ الپا اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ تماشاجھلگئی۔ وہ پارس سے یہ انگڑائیں میں ناکام رہی تھی کہ وہ اس ملک میں کیوں آیا ہے؟ تماشائے نے سن سے کہا ”سزا پزیر“

تو عجب قسم کا بندہ ہے۔ بات کو کیس سے کیس لے جاتا ہے اور اصل بات کو ٹال دیتا ہے۔“

تماشائے نے کہا ”مکار زمانہ سونانے اس کی پرورش کی ہے۔ بہت زعمہ دل ہے اور بہت خطرناک بھی۔“

”مجھے تو خطرناک نہیں، مکار لگ رہا تھا۔“

”بہی اس کے قریب میں نہ آنا۔ اس کے قریب جانے والی لوکیاں ہٹنے ہٹنے ایک دن سر پڑ کر روئے لگتی ہیں۔“

”سزا! تم نے میری زبردست حریت کی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں بھی اس کے قریب میں آ جاؤں گی؟“

”مگر میں تمہاری پشت پر رہوں گی اور تمہاری عمرانی کتنی رہوں گی تو وہ بھی تمہیں ڈھونڈا نہیں دے سکے گا بلکہ ڈھونڈا کھائے گا۔“

”تو پھر مجھے اجازت دو۔ میں اسے ٹرپ کر دوں گی۔ وہ اپنے دماغ میں کھینچے نہیں دے گا تو اس کے دل میں کس کر معلوم کر لے گی کہ یہاں کیوں آیا ہے۔“

”ہاں۔ اس کی آمد نے تجس میں جھلا کر دیا ہے۔ یہ معلوم کرنا ہو گا کہ یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے؟“

تماشائے نے کہا ”مسلمان کا بچہ ہے۔ یہاں ہماری تپائی کے لیے آیا ہے۔“

دونوں بہنوں نے یہ طے کیا کہ اس کا سراغ لگایا جائے گا۔ وہ کہیں نظر آئے گا تو بہت محتاط رہ کر اسے گھیرنے کی کوششیں کی جائیں گی۔

ادھر الپا نے برین آدم سے کہا ”جنگ برادر! یہ خبر درست ہے کہ پارس یہاں موجود ہے۔ میں نے ابھی اس سے رابطہ کیا تھا۔ میں نے اس سے معلوم کرنے کی کوششیں کیں کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے لیکن اس نے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔“

”جب وہ بات چھپا رہا ہے تو پھر یقیناً یہاں ہمیں نقصان پہنچانے آیا ہے۔ انہوں نے پہلے مہربانی کی پھر ہمیں نقصان پہنچا کر اپنی صفائی میں نہیں گئے کہ وہ تو مہربان دوست ہیں۔ نقصان کسی اور نے پہنچایا ہے۔“

”جنگ برادر! مسلمانوں کی یہ مہربانی ہمیں مٹ گئی پڑی ہے۔“

شام کو گورنر ہاؤس میں الپا کی قیچی ہوئی۔ اس نے تمام اعلیٰ حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کے سامنے حاضر ہو کر کہا ”میں

یہاں سے اس ملک کی خدمت کرتی آ رہی ہوں۔ میں نے اپنی قوم کو باریک بینی سے مشکلات سے نکالا ہے۔ میں نے تمہارا اپنی حکمت عملی سے فوج کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری بے حساب خدمات کے صلے میں آج مجھ پر وارہونے کا شہ کیا جا رہا ہے۔“

برین آدم نے کہا ”اگر الپا کے خلاف ثبوت ہیں تو وہ ہم سب کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ الپا کو کوئی معمولی عورت نہیں ہے کہ اس پر بے بنیاد الزام لگا کر اس کی توہین کی جائے۔ اگر الزام ثابت ہو گا تو میں الپا کے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔“

فوج کے اعلیٰ افسران نے کہا ”بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن کے پیچھے ثبوت نہیں چھوڑے جاتے۔ ایسے جرائم کو حالات کے مطابق عقل سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے الپا کو کوئی زندگی دی ہے۔ کیا اتنے بڑے احسان کے بدلے وہ بھی مسلمانوں کے خلاف قدم اٹھائے گی؟“

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا ”جناب حمزہ! یہ پیش گوئی کی ہے کہ الپا اپنی آئندہ کسی فہادی فیملی میں شامل ہوگی۔ سوال پیدا ہوتا ہے اپنی اپنی ماں کی مرضی کے بغیر ایک مسلمان فیملی میں کیسے جائے گی؟“

الپا نے کہا ”جناب حمزہ! یہ پیش گوئی کی ہے، میں نے تو یہ کہ میں نے تو تسلیم نہیں کیا ہے کہ میری بیٹی ایک دن سلطان بنے گی۔“

برین آدم نے کہا ”الپا کی زچگی کے دوران میں مسلمانوں نے لک لک دو کی۔ الپا نے انہیں مدد کے لیے نہیں بلایا تھا۔ یہ تو محفوظ رہنے کے لیے خدا سے دعا مانگ رہی تھی۔ دو مسلمانوں نے کی۔ یہ تمام ٹیلی جیتی جانے والوں سے محفوظ رکھا۔ الپا نے ایسی جگہاں کرنے کی التجا نہیں کی تھی۔ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے پھر الپا کیا کر سکتی ہے؟ یہ خیال کیوں قائم کیا جا رہا ہے کہ پارس مسلمانوں سے دوستی کر رہی ہے؟“

”مسٹر آدم! مسلمانوں نے الپا پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کیا اس مسئلے میں شے کی متقاضی نہیں ہے کہ یہ احسان کا جواب دوستی اور محبت سے دے گی۔“

ایسے ہی اعلیٰ افسر نے اس کا فخر میں منہ ڈر کر کہا ”ابھی فوج نے اطلاع دی ہے کہ باقا میں جو ہماری سب سے بڑی میڈیکل ہسپتال ہے وہاں بم دھماکا ہوا ہے۔ پوری لیبارٹری شعلوں میں مگر نہ بچے۔“

”جنگ! دھماکا! ایسی دشمنی کون کرے گا؟“

”دشمن کریں گے۔ ہمارے ایک نہیں، کئی دشمن ہیں۔“

اطلاع دینے والے افسر نے کہا ”جو لوگ اس لیبارٹری سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے ایک ڈاکٹر اور ایک اسٹنٹ کا بیان ہے کہ انہوں نے دھماکے سے پہلے وہاں پارس کو دیکھا تھا۔“

”کیا؟“ سب ہی نے چونک کر اس کو دیکھا۔

برین آدم نے پوچھا ”آپ حضرات کا کیا خیال ہے؟ کیا اب بھی آپ یہ کہیں گے کہ الپا ہمارے بدترین دشمنوں سے دوستی کر رہی ہے؟“

الپا نے کہا ”اس لیبارٹری میں بڑی رازداری سے تادیہ گولیاں تیار کی جا رہی تھیں۔ یہ گولیاں ہمارے فوجیوں کے لیے بہت اہم ہیں۔ ہمارے جاسوس ان گولیوں کے ذریعے بڑی آسانی سے سرخسائی کرتے ہیں۔ جو گولیاں میرے ملک کی فوج اور انٹیلی جنس کے لیے بے حد ضروری ہیں، کیا میں انہیں خالص کر دوں گی؟ جہاں یہ تیار ہوتی ہیں، کیا اس لیبارٹری کو تباہ کر دوں گی؟“

الپا نے ان سوالوں کے جواب میں ٹھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”ان حالات میں ہمیں ایک دوسرے کو الزام نہیں دینا چاہیے۔ الپا کے لیے یہ بہتر منافع ہے کہ وہ پارس کے خلاف محاذ بنائے اور اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دے۔“

برین آدم نے کہا ”بیٹھ الپا! یہ فہاد اور اس کی فیملی کے افراد سے جنگ کرنی آتی ہے۔ ہمارے کسی فوجی سورہانے یہ جنگ نہیں لڑی۔ کتنے ہی حاکم آئے اور گئے۔ وہ سب الپا کی حب الوطنی کی تمہیں کھاتے رہے۔ اب فرما رہے ہیں کہ الپا اپنی حب الوطنی ثابت کرنے کے لیے پارس کو یہاں سے بھاگنے پر ابھی تک آپ نے اس کی وطن دوستی کو تسلیم نہیں کیا ہے تو لغت ہے آپ پر۔“

اس اعلیٰ افسر نے غصے سے کہا ”مسٹر آدم! ایسا بڑا پورے سوچ۔ تم مجھ پر لغت بھیج رہے ہو؟ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی الپا اور برین آدم تادیہ ہو گئے۔ سب نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ ایک حاکم نے پوچھا ”میڈم! آپ تادیہ کیوں ہو گئیں؟“

برین آدم کی آواز سنائی دی ”اگر ہم ایک لمحے کی بھی دیر کرتے تو وہ اعلیٰ افسر ہمیں گولی مار دیتا۔“

اعلیٰ افسر نے کہا ”میں نے غصے سے دھمکی دی تھی۔“

”تم غصے سے گولی بھی مار سکتے تھے۔“

دوسرے نے کہا ”اگر یہ گولی چلائے گا تو ہم اسے گولی مار دیں گے۔“

”واہ! کیا لطیف ہے۔ جب وہ گولی چلا ہی دے گا اور ہم مر جائیں گے تو کیا ہمارے قاتل کو مارنے سے ہمیں دوسری زندگی مل جائے گی؟“

”آپ حضرات نے الپا کو ناقابل اعتماد کہا اور یہ بھول گئے کہ برے وقت میں کون اس ملک اور قوم کے کام آئے گا؟ پارس نے ایک تخریب کار روانہ کی ہے۔ آپ جائیں۔ پارس کو گرفتار کریں اور اسے سزا دیں۔ الپا غدار نہیں ہے لیکن یہ ایک ہتھے تک

دوپوش رہے گی۔ آپ یہ سمجھیں کہ آپ نے اسے بے اعتمادی سے مار ڈالا ہے یا زچگی کے دوران میں دشمن اسے آپ سے چھین کر لے گئے ہیں۔ اب آپ الپا سے محروم ہو کر کیا کریں گے؟ کس طرح ایک دشمن کو اپنے ملک سے بھاگنے پر مجبور کریں گے؟ امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والے جان کون نے اپنے آلا کار فوجی افسر کے ذریعے کہا "ہم فوجیوں نے چوڑیاں نہیں پٹنی ہیں۔ ہم الپا جیسی ایک عورت کے محتاج نہیں ہیں۔"

فرانس کے ٹیلی بیٹھی جانے والے بحری ہنزے کے آلا کار ایک افسر نے کہا "ایک الپا کے نہ رہنے سے دنیا کا کاروبار نہیں رکے گا۔ ہمارے ناویدہ فوجی جوان پارس کو تلاش کریں گے۔ وہ جہاں بھی نظر آئے گا اسے گولی مار دیں گے۔"

الپا نے کہا "تم نہیں بول رہے ہو۔ تمہارے پیچھے دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والے بول رہے ہیں۔ تم میں سے کتنی ہی فوجی افسران جان کون، بحری ہنزہ اور دیوی کے معمول اور تابعدار بنے ہوئے ہیں اور یہ راز ہمارے ملک کے اکابرین سے چھپا رہے ہیں لیکن میری اس سچائی پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔"

دیوی کے ایک آلا کار افسر نے کہا "تمہارے کہہ دینے سے ہم کسی دشمن ٹیلی بیٹھی جانے والے کے آلا کار نہیں بن جائیں گے۔ تم الزام دے رہی ہو لیکن ہم پارس کو موت کے کھٹا آثار کر ثابت کر دیں گے کہ تم نے اسے یہاں بلایا ہے اسی لیے ایک ہفتے تک دوپوش رہنے کے بجائے اسے تخریب کاری کی چھوٹ دے رہی ہو۔"

وہ بولی "ہم میں سے کون کتنی باتیں میں ہے؟ یہ ایک ہفتے میں معلوم ہو جائے گا۔ اگر ایک ہفتے بعد تم سب ناکام رہو گے تو میں پارس کو یہ ملک چھوڑنے پر مجبور کر دوں گی اور جب ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی تو تم تینوں آلا کار بننے والے افسروں کو گولی مار دوں گی۔ کسی بھی دشمن کے آلا کار کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

برین آدم نے کہا "الپا کے اس پیچھے کے ساتھ ہی ہم جا رہے ہیں۔ آئندہ ایک ہفتے کے بعد طاقت ہوگی۔"

وہ اجلاس ختم ہو گیا۔ وہ تینوں آلا کار افسران اس قلم میں جلا ہو گئے کہ پارس کو کس طرح تلاش کر کے اس پر غالب آیا جائے۔ دیوی، جان کون اور لی ہنزہ کی یہ خواہش تھی کہ ایک ہفتے کے اندر کامیابی حاصل کی جائے اور یہ ثابت کر دیا جائے کہ اسرائیلی فوج اور انٹیلی جنس بڑی مصلحت ہے۔ انہوں نے پارس کو اس کے برے انجام تک پہنچا کر الپا کو خدہ کر ثابت کیا ہے۔

یہ بہت بڑا چیلنج تھا۔ وہ کامیابی حاصل کر کے الپا کو ہمیشہ کے لیے اسرائیل کے تمام اکابرین کی نظروں سے گرا سکتے تھے۔ اسے زبردست خود ہیرو بن کر اسرائیلی حکام اور پوری فوج کو اپنے اشاروں پر چمکاتے تھے۔ انہوں نے اپنے تمام ناویدہ سرائی رسائل کو تل ابیب اور اس کے مضافاتی علاقوں میں پھیلایا۔ وہ اسے

تمام چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں اور کرائے کے کاجوں اور گلیوں میں تلاش کرنے لگے۔

الپا کے مقابلے میں وہ تین تھے۔ یعنی دیوی، جان کون اور لی ہنزہ۔ دیوے الپا بظاہر ایسی تھی۔ ایک تھی تفرقہ اندیشی تھی لیکن اس کے ساتھ تماشائیاں اور تالیہ بھی تھیں۔

وہ دو ہمیشہ یہ فیصلہ کر چکی تھیں کہ الپا کی قدردانیت نہیں دیں گی۔ اسے بدستور مملکت اسرائیل کا اہم ستون جان کر کی پشت پر رہ کر وہاں حکومت کرتی رہیں گی۔ یہودی ہونے کے حوالے سے وہ نیک نیتی کے ساتھ ایسا کر رہی تھیں۔

انہوں نے الپا کے ماتحت ٹیلی بیٹھی جانے والوں کو حکم دیا کہ وہ ناویدہ نہ کر پارس کو تلاش کریں۔ وہ دونوں خود ناویدہ ایسی ایسی جگہ جاتی تھیں جہاں پارس کو ڈھونڈ لینے کی توقع تھی۔

چھ زبردست ٹیلی بیٹھی جانے والے اور ناویدہ بن جانا والے اپنی اپنی ناویدہ فوج کے ذریعے اس اکیلے کو تلاش کرنے لگے۔ پھر اس اکیلے نے اپنے مخصوص انداز میں شرارتیں شروع کر دیں۔ دوسری صبح تمام شہری پریشان ہو گئے۔ تل ابیب کے کسی بھی بے بازار میں کسی بھی جانور کا گوشت فروخت ہونے لگے نہیں آیا۔ تمام قسائیوں نے اپنے اپنے علاقوں کے کھانے روٹ ورج کرانی کے کچھلی رات انہوں نے اپنے موٹیلوں پر رکھے تھے۔ صبح چار بجے جب انہیں کانٹے اور ان کا کونڈا بازوؤں میں پھنجانے کا وقت آیا تو وہ تمام بندھے ہوئے جانور ہو گئے تھے۔ رپورٹ میں یہی لکھوایا گیا کہ چار موٹیلوں کو مار لے گئے ہیں۔

شہریں دو چار جگہ چوری ہو سکتی تھیں۔ پچیس، پچاس چارے جا سکتے تھے لیکن ایک ہی دن میں تقریباً پندرہ ہزار چارے جانے کی رپورٹ حیران کن اور پریشان کن تھی۔ اور ورج کرانی جانے والی رپورٹ کو بخٹایا نہیں جا سکتا تھا۔ پشہ ورج قسائی تھے۔ بازار میں گوشت نہ لاکر اپنا نقصان میں کرتے تھے۔

پھر چند گھنٹوں کے بعد ہی شہریوں کی طرف سے اور پریشان کن اطلاعات ملنے لگیں۔ اطلاعات یہ تھیں کہ انٹیلی جنس میں، شاہراہوں میں اور بازاروں میں مختلف آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ گائے، بکریوں اور سونوں کی کبھی اتنے قریب سے آتی ہیں کہ عورتیں اور بچے خوف زدہ ہوتے بھاگتے گتے ہیں اور بھاگ کر جدمر جاتے ہیں۔ یہ بھی آوازیں سنائی دینے لگی ہیں۔

یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ان تمام جانوروں کے ساتھ ساتھ ناویدہ گولیوں کا سٹوف لایا گیا ہے اور وہ سب چار کھانے بعد ناویدہ ہو گئے ہیں۔ سب کے ذہنوں میں ایک ہی سوال

کس ختم حریف نے ایسی حرکت کی ہے؟
دیوی نے پارس کے پاس آکر پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"
"کس حرکت کے بارے میں پوچھ رہی ہو؟"
"نجان نہ ہو۔ تم نے شہر کے بے شمار جانوروں کو ناویدہ بنانے والی گولیاں کھلا دی ہیں۔"

"الزام نہ دو۔ میں اکیلا ہوں۔ ہزاروں جانوروں کو کیسے یہ گولیاں کھلا سکتا ہوں۔"
"مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔ تم اکیلے نہیں ہو۔ بلکہ صاحب کے ادارے کے بے شمار جاسوس یہاں ناویدہ بن کر رہتے ہیں۔ وہ تمہارے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"بڑی مشکل ہے۔ تمہارے جان کون کے اور لی ہنزہ کے کئی جاسوس ناویدہ ہیں۔ الپا کے بھی ناویدہ ماتحت ہیں۔ چلو میرے بھی ناویدہ ماتحت ہیں۔ پھر بے چارے جانوروں کا کیا قصور ہے کہ وہ ناویدہ نہیں ہو سکتے؟ ہمیں اسے ایک تجربہ سمجھو۔ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی ناویدہ ہو سکتے ہیں۔"

اپنے وقت الپا بھی اس کے اندر پہنچ گئی، کہنے لگی "میں سب سن رہی ہوں۔ تم نے شہر کے جانوروں کو ناویدہ بنا کر اچھا نہیں کیا ہے۔ جگہ جگہ ان کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں لیکن وہ نظر نہیں آ رہے ہیں۔ پورے شہریں خوف اور بے چینی پھیل گئی ہے۔" الپا کی آمد کا مطلب یہ تھا کہ اس کے ساتھ تماشائیاں اور تالیہ بھی آئی تھیں۔ وہ دونوں پہلی بار پارس کے اندر آکر اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ تالیہ کو پارس کی اس شرارت میں بڑا مزہ آ رہا تھا کہ اس نے جانوروں کو ناویدہ بنانے والی گولیاں کھلا دی تھیں۔ شہریوں کو ناویدہ جانوروں کی آوازیں سے ڈرنا نہیں چاہیے تھا کیونکہ وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ کسی کو سینگ نہیں مار سکتے تھے۔ اس کے باوجود ان کے ڈرنے سے تالیہ لطف اندوز ہو رہی تھی۔

پارس نے الپا کو جواب دیا "شہری خواہ تم کو گولوں کی طرح خوف زدہ ہو رہے ہیں۔"

"یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ ہم خوف زدہ ہیں؟"
"کیا تم سب کے دلوں میں یہ خوف نہیں ہے کہ میں یہاں بہت بڑا نقصان پہنچانے آیا ہوں؟"
"یہ غلط نہیں ہے۔ تم نقصان پہنچا رہے ہو۔ تم نے ہماری ایک بہت بڑی لیبارٹری کو تباہ کر دیا اور اب شہریوں کا سکون برباد کر دیا ہے۔"

"لیبارٹری کو میں نے تباہ نہیں کیا ہے۔ میں وہاں بے شک گیا تھا لیکن اپنی گھروالی کے تعاقب میں تھا۔ جب عورت کے تعاقب میں ہو جائیں تو مرد کو چھپ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہئیں۔ یہاں میں کام کرنے والوں نے مجھے دیکھا مگر وہ بچلن حرافہ بیوی ناویدہ تھی۔"

دیوی نے تڑخ کر کہا "بد چلن اور بد معاش تم ہو۔ میں تمہاری بد معاشیاں دیکھتی رہتی ہوں۔ میں نے تمہیں وہاں قائم نہ رکھتے دیکھا تھا۔"

"گھروالی تم نے قبول کیا کہ دھماکے سے پہلے وہاں موجود تھیں۔" "ہاں تھی۔ کیا مجھے کوئی سزا دے سکتا ہے؟"

"تم نے یہاں فوجی افسران کو اپنا آلا کار بنایا ہے۔ ان سے وعدہ کرتی ہو کہ الپا کے خلاف ان کی یونٹیں مضبوط کر دیں گی اور مملکت اسرائیل کو تباہی سے بچاؤ کی پھر تم نے لیبارٹری کو تباہ کیوں کیا؟"

"میری مرضی ہے۔ تم پوچھنے والے کون۔۔۔۔۔۔"
دیوی کہنے کہنے رک گئی۔ وہ روانی میں اقرار کر رہی تھی کہ لیبارٹری میں اسی نے دھماکا کیا تھا۔ وہ غصے سے بولی "یو ڈی ڈاک! مجھے تمہاری مکاریوں سے نفرت ہے۔"

"تم اس ڈی ڈاک کے ساتھ سوئی رہی ہو۔ ہر سال میں نے الپا کی موجودگی میں ثابت کر دیا ہے کہ یہاں میں دھماکے کی مجرم تم ہو۔"

"ادھر! الپا میرا کیا گالے لے گی۔ وہ مملکت اسرائیل کی سب سے اہم ستون کھاتی ہے۔ میں اس ستون کو گراؤں گی۔ اس کا آخری وقت قریب آچکا ہے۔"

الپا نے کہا "ایک کتیا خود ساختہ دیوی بن کر اپنی اصلیت بھول رہی ہے کہ ایک کتیا کی طرح ماضی میں کتنی ہی ٹھوکریں کھا چکی ہے۔ آدھ تین ٹھوکرے یہ ہے کہ اس کے گھروالے نے اسے لات مار کر اپنے سے دور کر دیا۔"

وہ غصے سے چیخ کر بولی "پارس نے مجھے نہیں ٹھکرایا ہے۔ میں نے اسے ٹھوکر ماری ہے۔"

پارس نے کہا "جب تک ٹھوکر مارنے کی معقول وجہ بیان نہ کی جائے تب تک سمجھ میں نہیں آئے گا کہ کس نے کسے ٹھوکر ماری ہے۔ میرے پاس ٹھوکر مارنے کی معقول وجہ ہے۔"

دیوی نے کہا "تم وجہ بیان نہیں کرو گے۔ کیوں کرو گے؟"

"میری معقول بات بھی تمہیں کیوں لگتی ہے۔ میں جانتا ہوں اس وقت میرے دماغ میں صرف تم اور الپا ہی نہیں ہو۔ جان کون اور بحری ہنزہ بھی پیچھے ہوئے ہیں۔ وہ سب تسلیم کریں گے کہ میں نے معقول وجہ سے تمہیں ٹھوکر ماری ہے۔"

الپا نے کہا "معقول وجہ بیان کرو؟"

"میں دیوی شی نارا کی ظاہری چمک دکھ سے دھوکا کھا گیا۔ سب ہی دیکھ چکے ہیں کہ یہ سختی حسین اور پرکشش لگتی ہے لیکن شادی کی رات معلوم ہوا کہ پتیل پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہے۔ اوپر سے پتیلی ہے، اندر سے بوجھ تو سہلی ہے۔ شادی کی رات میری آنکھ کھلی۔ آپ میرے ساتھ حساب کریں کہ یہ میں برس کی عمر میں ٹیلی بیٹھی کے میدان میں آئی تھی اور اب بائیس برس گزر

کچے ہیں۔ یعنی اس کی عمر چالیس برس سے زیادہ ہے۔ مجھے غصہ آیا کہ ایک بڑھیا نے سرخ جوڑا پہن کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ مجھ سے یہ فریب برداشت نہ ہوا اور میں نے اسے ٹھوکر مار کر اپنی زندگی سے نکال دیا۔

”تم جھوٹے ہو۔ مکار ہو۔ باتیں بناتے ہو۔ میری عمر اتنی نہیں ہے۔ میں بوڑھی نہیں ہوں۔“

”سینکڑ ہینڈ گاڑی کو اشارت کو تو وہ تمہاری طرح گھر گھر گھر گھر کی آوازیں شور مچاتی ہے۔“

”سینکڑ ہینڈ ہو گے تم اور تمہارا پورا خاندان۔۔۔“

”کیا میں سانس روک لوں؟“

”جھگوان کرے بیش کے لیے تمہاری سانس رک جائے۔“

اپا نے کہا ”آہ! بے چاری سینکڑ ہینڈ۔“

وہ اپا کو گالیاں دینے لگی۔ جان کون نے کہا ”میں گالیاں دینے اور چیخنے چلانے سے دشمن خوش ہوتے ہیں گے۔“

بھگرنی ہنسنے کا ”تم یہاں کسی اور مقصد سے آئی تھیں اور کسی اور معاملے میں الجھ رہی ہو۔ کیا اتنی دیر تک پارس کے داغ میں رہ کر کچھ معلوم ہوا کہ یہ کس علاقے میں ہے۔“

وہ چپ ہو گئی۔ شاید مجھے سے ہاپ رہی تھی۔ جان کون نے کہا ”سسر! اس! ابھی تو کھانا کھیلے معلوم ہوا تھا کہ تم قتل ایب میں ہو لیکن ابھی تمہارے چور خیالات سے معلوم ہوا ہے کہ تم قہرہ میں دریائے نیل کے ساحل پر ہو۔“

دیوی نے کہا ”اس کے چور خیالات سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ عجیب و غریب داغ دکھتا ہے۔ ہلک جھپٹنے کی داغ کو مردہ ہلاتا ہے پھر دوسری آواز اور اجڑا پنا کر دوسری شخصیت اختیار کر لیتا ہے۔“

نی ہنسنے کا ”دیوی بی! آپ اسے عجوبہ بنا رہی ہیں۔“

”میں اس کی رنگ رگ سے واقف ہوں۔ پورے یقین سے کہتی ہوں کہ یہ ابھی قتل ایب میں موجود ہے۔“

اپا نے کہا ”تم سب فضول باتیں کر رہے ہو۔ مجھے پوچھتے تو وہ کہہ کر جانو دوں گا تو یاد دہانہ کر ہمیں کیوں پریشان کر رہا ہے؟“

پھر اپا نے پارس کو مخاطب کیا لیکن جواب نہیں ملا۔ خزانے سٹائی دینے لگے۔ دیوی نے تھمکا کر کہا ”دیکھو۔ اس کی مکاری دیکھو۔ کیا اتنی جلدی کوئی خزانے لینے والی خیر ہو سکتا ہے؟“

جان کون اور نی ہنسنے سوچا۔ اگر جہاک اس کے داغ میں زلزلہ پیدا کر جائے تو یہ سنبھل نہیں پائے گا۔

انہوں نے بیک وقت زلزلہ پیدا کیا۔ انہیں ایسا لگا جیسے خالی میدان میں تھوڑا چلا رہے ہوں۔ کوئی زخمی نہیں ہوا ہے۔ جسے ہونا چاہیے اس کے خزانے بدستور سٹائی دے رہے تھے۔

وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے پہلی بار پارس کے داغ کو آڑا دیا تھا۔ دیوی اس سے پہلے کئی بار اس کے داغ کے عجائب گھر کے نشانے دیکھ چکی تھی۔ یہ ان کے لیے شدید حیرانی کی بات تھی کہ

جس کے داغ میں تمام دشمن اگر جمع ہوئے ہیں وہ سو رہا ہے۔

اپا نے کہا ”پارس! پلیز مذاق نہ کرو۔ تم جاگ رہے ہو۔ میری بات کا جواب دو۔“

جواب نہیں مل رہا تھا۔ کیسے ملتا؟ گری خیر سوئے والے نہ کچھ سنتے ہیں۔ نہ بولتے ہیں۔ وہ سب اسے بار بار آوازیں دے کر تھک کر بیٹھا ہو کر اس کے داغ سے چلے آئے۔

دیوی، جان کون اور نی ہنسنے اپنا ایک مشترکہ آلہ کار بنایا تھا۔ وہ تینوں اس کے داغ میں آکر ایک دوسرے سے متھک کر تھے۔ اس وقت بھی وہ مشترکہ آلہ کار کے داغ میں آئے۔ نی ہنسنے کہا ”یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پارس عجوبہ ہے۔“

جان کون نے کہا ”جتنا عجوبہ ہے اتنا ہی خطرناک بھی ہے۔“

دیوی نے کہا ”خطرناک اسی وقت تک ہے جب تک کہ دبووش ہے۔ ایک بار ہمارے سامنے آجائے تو ہم اسے پیچ لٹکے گا۔“

موقع نہیں دیں گے میں تو اسے دیکھتی ہی گولی مار دوں گی۔“

”ہم اسے کب زندہ چھوڑیں گے لیکن معلوم ہو تو کہ وہ کہاں ہے؟“

”وہ قہرہ میں ہے لیکن دیوی جی کتنی ہیں قتل ایب میں ہے۔“

دیوی نے کہا ”اس کے چور خیالات دشمنوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ تم دونوں بھی ہلک جاؤ گے۔ میری بات کا یقین نہ ہو تو اسے تلاش کرنے دیا ہے نیل کے ساحل پر جاؤ۔ میں اسے جلد ہی یہاں دھمکتا نکالوں گی۔“

دوسری طرف اپا پریشان تھی۔ اسے پارس سے کام کی باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ دیوی وغیرہ کی مداخلت کے باعث وہ یہ بھی نہ کہہ سکی کہ آئندہ وہ جانو دوں گا تو یاد دہانے والی حرکتیں نہ کرے اور بھی بہت سی اہم باتیں کرنی تھیں۔ نشانے اس کی سوچ میں کہا ”کوئی بات نہیں۔ جب وہ خیر سے پیدا ہو گا تو دوبارہ اس کے داغ میں جا کر بات کروں گی۔“

نتالیہ نے رات کے کھانے کے بعد کہا ”سسر! مجھے خیر آ رہی ہے۔ میں سوئے جا رہی ہوں۔“

”جاؤ آرام کرو۔ میں صرف پارس کو ہی نہیں، دیوی کو بھی ٹیپ کرنے کی فکر میں ہوں۔ پارس نے جس طرح دیوی کو پیش دلا دیا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ دیوی اپنی توہین برداشت نہیں کرتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسے بہت جلد غصہ آتا ہے۔“

”سسر! میں پارس کی ذہانت پر حیران ہوں۔ اس نے کس طرح اسے غصہ دلا کر یہ اگوا لیا کہ اسی نے لب کو بم سے آڑا دیا تھا۔“

نشانے کا ”غصہ انسان کو احمق بنا دیتا ہے۔ میں دیوی کی اسی کمزوری سے کیلیوں گی۔ جاؤ تم سو جاؤ۔“

نتالیہ اپنے بیڈ روم میں آکر لیٹ گئی۔ اس نے سسر سے کہا

”خاندان آ رہی ہے لیکن بستر لیٹ کر سوئے گی۔ اسے پارس کی باتیں یاد آئے لگیں۔ اس کی باتوں میں جو ہیرا پھیری ہوتی تھی وہ نتالیہ کو اچھی لگتی تھی۔“

پھر یہ بات متاثر کر رہی تھی کہ وہ محض دلچسپی پیدا کرنے کے لیے ہیرا پھیری نہیں کرتا تھا بلکہ اس طریقہ کار سے اپنے خاتون کو الجھاتا تھا اور ان سے اپنے مطلب کی باتیں اگوا لیتا تھا۔

وہ بستر کرکٹیں بدل کر قریب سے یہ سوچ رہی تھی کہ وہ نہیں سو رہا ہے۔ سونے کا ہانہ نہ کرے سب ہی کو اپنے داغ سے جانے پر مجبور کر چکا ہے۔ بھلا کوئی ایسے وقت سو سکتا ہے جب کہ داغ میں ایک نہیں کئی دشمن موجود ہوں؟

وہ کوٹ بدل کر زبردستی بولی ”مکارا!“

پھر اسے مکار کہہ کر ستر کرانے لگی۔ بڑی دیر بعد اسے خیال آیا کہ وہ کوٹیں بدل رہی ہے مگر کسی کوٹ نیند نہیں آ رہی ہے۔ اس کے اندر ایک ہی بات گردش کر رہی تھی، کیا واقعی وہ سو رہا ہے؟ کیا سب کو اپنے اندر سے بھگانے کے بعد خزانے لے رہا ہوگا؟

اس نے ان سوالوں کے جواب میں خودی سوچا ”نہیں۔ اب کیوں سونے گا؟ وہ جاگ رہا ہو گا اور جاگنے کے بعد کسی معاملے میں مصروف ہو گا۔“

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی ”کیا میں اس کے داغ میں جھانک کر دیکھوں؟ جھانکنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا؟ وہ مجھے نہیں جانتا ہے۔ میں چپ چاپ وہاں آ جاؤں گی۔“

وہ آرام سے بیٹھ گئی۔ پارس کی آواز اور لہجے کو یاد کر کے اپنی گرفت میں لینے لگی پھر اس نے خیال خونی کی پرواز کی اور سیدھی اس کے داغ میں پہنچ گئی۔

وہ خزانے میں لے رہا تھا مگر سو رہا تھا۔ اپنے داغ کی اسکرین پر خواب دیکھ رہا تھا۔ اسکرین پر باریک ریشمی پردے لہرا رہے تھے ان پردوں کے پیچھے ایک دوشیزہ اس طرح دکھائی دے رہی تھی کہ صاف چھٹی بھی نہیں تھی اور سامنے آتی بھی نہیں تھی۔

وہ کہہ رہا تھا ”ہائے! اب آئی ہو۔ کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔ آوازیں دیتے دیتے میرا گلا جھجھک رہا ہے۔“

پھر ہونے کی بات پر نتالیہ کو ہنسی آئی۔ وہ بولا ”واہ! ایسا شرلی نہیں ہے۔ کیا اتنا سنگین کرکے اولاد ہو؟“

نتالیہ نے سوچا۔ اسے ہنسا نہیں چاہیے تھا۔ یہ سمجھ رہا ہے کہ خواب والی دوشیزہ نہیں رہی ہے۔ پھر اس نے سوچا ”اس سے یہی سمجھ دیا جائے۔ میں کچھ بولوں گی تو یہ اسے خواب والی کی جھٹکے گا۔ بڑا مزہ آئے گا۔ یہ دوسروں کو اگوا کرتا ہے۔ میں اسے اگوا کر دوں گی۔“

پارس نے پوچھا ”اے پردہ نشیں! چپ کیوں ہو؟ میرے

سامنے آؤ اور دنیا کی ہر عورت کی طرح بولنے کا ریکاڈ تو نہ شروع کرو۔“

نتالیہ نے کہا ”میں دبو دبو نہیں آؤں گی۔“

”کیوں نہیں آؤ گی؟“

”اسی ملاقات کا کیا فائدہ؟ آؤ کھلے ہی ہم ایک دوسرے کے لیے تم ہو جائیں گے تمہیں تعبیر نہیں ملے گی اور مجھے تم نہیں ملے گی۔“

”ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔ تم میرے خواب میں آئی ہو، آؤ کھلے ہی چلی جاؤ گی لیکن اپنے حسن کا جلوہ تو دکھاؤ۔“

”مجھے افسوس ہے میں پردے سے باہر نہیں آسکوں گی۔ صرف اپنی آواز سنائی رہی ہے۔ اگر مجھے دیکھنا اور حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ۔ پردہ ہٹاؤ اور مجھے دیکھ لو مجھے پالو۔“

نتالیہ اس کے داغ میں رہ کر اس کے خواب کی اسکرین دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باریک ریشمی پردوں کی طرف آ رہا تھا لیکن ایک پردہ ہٹا رہا تھا تو وہ دوسرے پردے کے پیچھے سے جھلکنے لگی تھی پھر دوسرے پردے کی طرف لپک کر جاتا تھا تو وہ تیسرے پردے کے پیچھے پہنچ جاتی تھی۔ پتا نہیں اس کے خواب میں وہ کون تھی؟ وہ جو کوئی بھی تھی ”نتالیہ کو اس آؤ کھلے میں بڑا مزہ آ رہا تھا۔“

جب وہ خواب والی بار بار پچھنے لگی تو اس کے چپتے وقت نتالیہ ہنسنے لگی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب والی ہنسنے ہنسنے چھپ رہی ہو۔ پارس نے پوچھا ”آخر تم کتنے پردوں کے پیچھے ہو؟ میں دیکھنا چاہتا ہوں تم کتنی حسین اور دل نشیں ہو۔“

”میں تم سے خواب میں نہیں ملوں گی۔ تمہاری کھلی آنکھوں کے سامنے آؤں گی۔ مجھے بتاؤ کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟“

”تم جہاں کوئی سسر کے مل چلا آؤں گا۔“

”میں کیسے یقین کروں کہ تم آؤ گے؟ اور آؤ گے تو نظر آؤ گے؟“

”یہ تم سے کہنے کا وہ دیا کہ میں تاویذ بن کر رہتا ہوں۔ ایسا تو میرے دشمن سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ میں ایک کمبو جوان کے سرور میں رہتا ہوں۔“

”اگر میں آؤں گی تو کیسے پہچانوں گی؟ کس سرور میں ہو؟“

”ہاں! یہ مسئلہ ہے کہ میں بھی تمہیں کیسے پہچانوں گا کیونکہ یہاں خواب میں تم اپنا جلوہ نہیں دکھا رہی ہو۔“

”یہاں مجھے دیکھنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کیونکہ میں بھی تمہاری طرح دبو بدل کر آؤں گی۔ ہمیں یہ ملے کر لینا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کو کیسے پہچانیں گے؟“

”یہ مسئلہ ہونے کے باوجود مسئلہ نہیں ہے۔ میں اپنے کوٹ کے کار میں پھول لگاؤں گا۔ تم اپنے ہاتھوں میں پھول لگاؤ گی۔“

”محبت کرنے والے پھولوں رنگوں اور خوشبوؤں سے پہچانے

جاتے ہیں۔ جہاں ہم ملیں گے وہاں اور دو چار محبت کرنے والے پھول لگا کر آئیں گے تو ہم ایک دوسرے کو کیسے پہچانیں گے؟

”آسان طریقہ ہے۔ میں اپنے کار میں اور تم اپنے بالوں میں گوبھی کا پھول لگا کر آؤ گی۔“

”مذاق نہ کرو مسئلہ حل کرو۔“

”میں نیوی بیوٹر کا سوٹ پہن کر کار میں سفید پھول لگاؤں گا۔ تم کیا پہنو گی؟“

”میں اور بھ کرے بلاؤں اور بلیک اسکرٹ میں رہوں گی۔ میرے بالوں میں زور رنگ کا پھول ہو گا۔“

”ہائے! اس طرح ملاقات کا وقت مقرر کرتے ہوئے دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے کہ اب میری آنکھ کھلنے والی ہے۔ افسوس آنکھ کھلتی ہی تمہاری آواز بھی تم ہو جائے گی۔“

”کوئی بات نہیں۔ ہم کل صبح ریزاؤں گاڑن میں کیونچے کے فوارے کے پاس ملیں گے۔“

پارس نے آنکھیں کھول دیں پھر سوچنے لگا ”ہم نے کتنی ترقی کی ہے۔ اب خوابوں میں لڑکیوں سے ملنے کا وقت اور جگہ بھی مقرر کر لیتے ہیں۔ پہلے زمانے میں کبوتروں کے ذریعے خط بھیجتے تھے یا عشق کی لگی میں فراق کے کیت گاتے تھے یا ملاقات کرنے کے لیے پہلے فون کرتے تھے لیکن فون لڑکی کا پاپ اٹھاتا تھا۔ خواب میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ لڑکی کا پاپ آجائے یا نہیں کون حسینہ تھی؟ کل اس کا دیدار کروں گا۔ اگر اپنی آواز کی طرح شرلی ہوئی تو اس کے ساتھ محبت کی ایک لازوال داستان شروع کروں گا۔ پردے والی اتم سن رہی ہو نا؟“

تالیہ پہلے تو اس کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی پھر اس نے پردے والی کہہ کر مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ چونکے کی بات ہی تھی۔ جب خواب ٹوٹ چکا تھا اور کوئی اس کے متقابل نہیں تھی تو وہ پھر کے مخاطب کر رہا تھا؟

وہ دھڑکنے ہوئے دل سے سوچنے لگی ”مجھے خیال ہی نہ رہا کہ اس کی آنکھ کھلنے سے پہلے چلے جانا چاہیے۔ یہ ابھی مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہا ہے۔“

پارس نے پوچھا ”خاموش کیوں ہو؟ میرے دماغ کے خالی مکان میں آئی ہو تو کچھ بولو۔ اس پردے والی کی طرح آنکھ کھلی نہ کھلی۔“

تالیہ پریشان ہو گئی۔ وہ اس کی موجودگی کو سمجھ رہا تھا اور یہ عجیب بات ہے کہ خواب دیکھنے کے دوران میں سمجھ رہا تھا۔ وہ بولا۔

”میں تو ہی نیوی بیوٹر کا سوٹ پہن کر آؤں گا۔ تمہیں اپنے لباس اور پھول کی پہچان یاد ہے نا؟“

وہ حیرت سے چیخ پڑی ”تم خواب نہیں دیکھ رہے تھے۔ مجھے آؤ تمہارے تھے؟“

”تم بھی تو یوں باتیں کر رہی تھیں جیسے وہ خواب والی حسینہ بول

رہی ہو۔ کیا اس طرح تم مجھے اٹو نہیں بنا رہی تھیں؟“

”تم کیے فرائز ہو۔“

”مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں فرائز کرنے والوں کے ساتھ فرائز کرتا ہوں لیکن جسے دل دیتا ہوں اسے دل میں بٹھالیتا ہوں۔“

”میں کیسے یقین کروں کہ مجھے دھوکا نہیں دو گے؟“

”اس کا انحصار تم پر ہے۔ دل دو گی دل لو گی۔ دھوکا دو گی تو دھوکا کھاؤ گی۔“

”مجھ سے دل کی نہیں دوستی کی بات کرو۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔ بڑے مزے مزے کے تماشے کرتے ہو۔ اگر مجھ سے بچی دوستی کرو گے تو میرا وقت بڑے مزے سے گزرے گا۔“

”اگر ریزاؤں گاڑن میں اسی جگہ لو گی اور میرے خلاف کوئی چال نہیں چلو گی تو ایک بچی دوستی کی حق دار رہو گی۔“

”میں تم سے متاثر ہوں۔ تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔“

”کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ تم کسی کی معمول اور تابعدار نہیں ہو؟“

”میں میں اس طرح زندگی گزارتی ہوں کہ آج تک کوئی ٹیلی ویجنی جانے والا مجھے جانتا، پہچانتا نہیں ہے۔ تم پہلے شخص ہو جس نے میری آواز سنی ہے۔“

”کچھ اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو؟ میں تمام ٹیلی ویجنی جاسنے والوں اور وائیو کو جانتا ہوں۔ تم میرے لیے نئی اور انجینی ہو۔“

پارس کو اندازہ تھا کہ اس وقت اس کے دماغ میں مناشا یا تالیہ میں سے کوئی ہو گی۔ یہ حقیقت وہ خود اس سے انکشاف چاہتا تھا۔ وہ بولی ”ہاں! میں ٹیلی ویجنی کی دنیا میں انجینی ہوں۔ میں چاہوں گی کہ میرے بارے میں ابھی کچھ نہ پوچھو۔ جب ہم ملیں گے اور ایک دوسرے پر اعتماد کریں گے تو پھر رفتہ رفتہ تم میرے بارے میں سب کچھ معلوم کر لیتے۔“

”تم کتنی ہو تو میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا مگر یہ تو بتاؤ تم مجھ میں دلچسپی کیوں نہ رہی ہو؟“

”مجھے تمہاری شرارتیں بہت اچھی لگ رہی ہیں۔ تم نے جانوروں کو تادیب بنا کر بڑی عجیب و غریب شرارت کی ہے۔ میں نے خوب انجوائے کیا ہے۔“

”اب میں نئی شرارت کرنے جا رہا ہوں۔“

”اچھا؟ وہ خوش ہو کر بولی ”اب کیا کرو گے؟“

”کل صبح کیونگی تو مزہ آجائے گا۔“

وہ ٹھنک کر بولی ”صبح نہیں ابھی بتاؤ۔ پلیز!“

”ابھی مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔ اگر تم میری شرارتوں میں دلچسپی لیتا چاہتی ہو تو آؤ۔ میں جو کر رہا ہوں وہی کرو۔“

”شرارت دلچسپ ہو گی تو آؤں گی۔ پہلے بتاؤ کیا کر رہے ہو؟“

”تم جانتی ہو کہ بہت سے بچے ضرورت سے زیادہ شرارتیں کرتے ہیں۔ ماں باپ تک انکرتے ہیں۔ ایسی اولاد کا نہ ہونا اچھا ہے۔ جب میں ایسے بچوں کو تادیب بنا دوں گا۔ وہ زندہ رہیں گے لیکن والدین کو طعنے اور کوسنے کے مطابق تادیب ہو چکے ہوں گے۔ ایسے والدین کو یہ نصیحت ملنی چاہیے کہ وہ اپنے شرارتی بچوں سے اتنے بچرانہ ہوں کہ ان کے مرنے کی بدعا دیں۔ شرارتی بچے بہت ذہین ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ محبت کا سلوک کیا جائے تو آگے جا کر والدین کے لیے وہاں جان نہیں بنے۔“

تالیہ نے قائل ہو کر کہا ”یہ بڑی دلچسپ شرارت تھی ہو گی اور مجھ نصیحت بھی۔ میں ضرور آؤں گی۔ یوں کب شروع کر رہے ہو اور میں کمال ہوں؟“

”میں اسی لیے جاگ رہا ہوں کہ اب مجھے یہاں سے لٹکانا ہے۔ تم اس وقت کہاں ہو؟ میں وہیں آ جاؤں گی۔“

وہ گہرا کر بولی ”میں انہ۔ آنا۔ سسر دیکھ لیں گی۔“

اس نے گہرا میں ہی بتا دیا کہ اس کی کوئی سسر بھی ہے اور پارس نے سمجھ لیا کہ وہ سسر مناشا ہو گی۔ وہ بولا ”آری کے جو بنگلوں میں ان میں سے بنگلا نمبر ۲۰۱ چھت پر آ جاؤ۔ چھت پر اس لیے بلا رہا ہوں کہ تمہارے پاس فلائنگ کیپول ہو گا۔“

”ہاں! میرے پاس بہت کچھ ہے۔ یہ بتاؤ کتنی دیر میں پہنچوں؟“

”ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد میں وہاں ملوں گا۔“

وہ دائمی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس وقت گھڑی میں رات کا ایک ٹاٹا تھا۔ وہ تادیب نہ کر اپنے بیڈ روم سے باہر آئی۔ مناشا کے بیڈ روم میں آ کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اسے اطمینان ہوا پھر وہ اپنے بنگلے کی چھت پر آئی۔ وہاں پہنچ کر ایک فلائنگ کیپول کو منہ میں رکھا پھر ریزاؤں کرتے ہوئے پارس کے بتائے ہوئے بنگلا نمبر ۲۰۱ کی چھت پر پہنچ گئی۔ وہ تادیب تھی، جسمانی طور پر نمودار ہو کر خود کو کئی پرالم میں ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔

اس چھت پر پارس بھی تادیب تھا۔ پہلے وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ تھا آئی ہے چونکہ وہاں دونوں تادیب تھے اس لیے ایک دوسرے کو کچھ نہیں پارسے تھے۔ آخر پارس نے آواز دی ”کیا تم کو خود ہو؟“

”ہاں۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“

”تو پھر نمودار ہو کر پہلے میرا اعتماد حاصل کرو پھر میں نمودار ہو جاؤں گا۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ نمودار ہو گئی۔ چھت پر جیسے چاند کل آیا۔ چودھویں کا مکمل چاند۔ پارس اسے چند لمحوں تک دیکھتا رہا پھر اس کے سامنے ٹھوس جسم کے ساتھ ظاہر ہو گیا۔ وہ اسے ایک ٹک دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا ”تمہارے حسن کی چاندنی ایسی ہے کہ میں بے اختیار ظاہر ہو گیا ہوں۔ اگر تمہارے سامنے کبیں

چھپے ہوئے ہوں گے تو مجھے آسانی سے کوئی مار سکیں گے۔“

وہ حیرت زدہ ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات پر چونک کر بولی ”آں! تم نے کچھ کہا؟“

”میں حیران ہوں کہ تم تھکتی ہو۔“

”ہاں۔ یہ بات میرے اندر گونج رہی تھی کہ مجھے تم سے ملنے سے پہلے اپنے تحفظ کو یقینی بنالیتا چاہیے۔ میں نے تمہارے فرائز اور چال بازیوں کے متعلق بہت کچھ سنا ہے لیکن تم نے کہا تھا تم فرائز کرنے والوں کے ساتھ فرائز کرتے ہو۔ میں نے یہی سن کر تم پر بھروسہ کر لیا اور یہاں تھکا چلی آئی۔ اسے میری نادانی سمجھ لو لیکن میں خوب شرارتیں کرنا اور بٹنا بولنا چاہتی ہوں اسی لیے تم مجھے اچھے لگتے ہو۔“

”تو پھر خوب شرارتیں کرو اور خوب ہنسی رہو۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔“

”لیکن وہ شرارتیں کہاں ہیں جنہیں تم تادیب بنانا چاہتے ہو؟“

”وہ اپنے اپنے کمروں میں ہیں اور انہیں کھانے پینے کی چیزوں میں تادیب کر لوں گا سفوف لگا کر یا جا رہا ہے۔“

”تم تو یہاں ہو کیا تمہارے آدمی ایسا کر رہے ہیں؟“

”ہاں۔ اس شرمیلے انکھوں پہنچے ہیں۔ کہ میرے کم سو دو بچوں کو تادیب بنانا ہی چاہیے۔ میرے درجنوں محبت یہ کام کر رہے ہیں۔ میرے ساتھ چلوں تمہیں دکھانا ہوں۔“

وہ دونوں مختلف بنگلوں میں اور مختلف اپارٹمنٹس میں جانے لگے۔ پارس وہاں کسی نہ کسی محبت کو مخاطب کرتا تو وہ نمودار ہو کر کہتا تھا ”میں سراسر اس کھر کے بچے کو خوراک دے دی گئی ہے۔ وہ اپنے بستر سو رہا ہے لیکن نظر نہیں آ رہا ہے۔“

تالیہ نے پارس سے پوچھا ”یہ بچے کب تک تادیب رہیں گے؟“

”وہ اس کی خوراک اس حساب سے دی گئی ہے کہ وہ کل دوپہر تک نمودار ہو جائیں گے۔“

وہ دونوں مختلف رہائش گاہوں میں جا کر تادیب کئے جانے والے بچوں کے بارے میں معلوم کرتے رہے پھر ایک ٹائٹ کلب کے رستوران میں آ گئے۔ ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ پارس نے پوچھا ”کیا بیوی کی؟“

تالیہ نے پوچھا ”کیا تم پیٹے ہو؟“

وہ بیٹھے ہوئے بولا ”میں جام سے جام کھانے والی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں بھی نشہ نہیں کرنا کیا تم جیتی ہو؟“

”میں کھانے سے پہلے صرف ایک بیگ لیتی ہوں۔ اس سے زیادہ سسٹریا جازت نہیں دیتی۔“

”یعنی اجازت مل جائے تو ایک بیگ سے زیادہ چٹا چاہو گی؟“

”تم ساتھ دو گے تو ضرور چٹا اور مستی میں جینا چاہوں گی۔“

”ہے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں درخشاں ہو گیا۔“

جانا ہوں مگر مجھے نشہ نہیں ہوتا۔“

”یہ کیسے ممکن ہے؟ پینے سے ضرور نشہ ہوگا۔ ہمیں بھی ہوگا۔ تم کوئی چیز نہیں ہو۔“

اس نے دو بوتلوں کا آڈر دیا۔ ایک بوتل سے اس نے تنالیہ کے لیے ذیل پیسنگ بنایا پھر دوسری بوتل کھول کر اپنے منہ سے لگالیا۔ وہ گھبرا کر کہی ”یہ کیا کر رہے ہو؟ پانی یا سوڈا ملائے بغیر پوے تو پکڑا کر کر دو گے۔“

مگر وہ بی رہا تھا۔ بوتل منہ سے الگ نہیں کر رہا تھا۔ غلغٹ پیتا چلا جا رہا تھا۔ اگرچہ وہ پیسلے کی طرح زہریلا نہیں تھا تاہم

اندرونی جسمانی نظام جو برسوں سے زہر کا عادی ہو چکا تھا وہ اب بھی شراب کو پانی بنا دیتا تھا۔ تنالیہ اسے آنکھیں مجاز مجاز دیکھ رہی تھی۔ اس نے بوتل خالی کر کے میز پر رکھ دی۔ اسے مسکرا کر دیکھنے لگا۔

وہ برٹش ہو کر بوتل ۳ تم ہنسنے والے ہو۔ سچ بتاؤ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

وہ ہنس کر بولا ”میں ہوش و حواس میں ہوں۔ اپنا گلاس اٹھاؤ اور شروع ہو جاؤ۔“

وہ گلاس اٹھا کر پینے لگی۔ آدھا گلاس پینے کے بعد بوتل ”واقعی تم بارہل ہو جبکہ تمہیں سمجھنا چاہیے۔“

اس نے پھر گلاس منہ سے لگالیا۔ جب وہ خالی ہوا تو پارس نے اسے دوسرا ذیل پیسنگ بنا کر دیا۔ وہ پینے کی عادی نہیں تھی مگر یہ سوچ رہی تھی کہ سامی کا ساتھ نہیں دے کی تو بڑی سبکی ہوگی۔ وہ غصہ غصہ کر رہی تھی۔ نشہ جو رہا تھا۔ دنیا بہت رنگین اور سامنے بیٹھا ہوا بہت خوبود کھائی دے رہا تھا۔

وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی ”تم بڑے دہ ہو۔“

”کیا ہوا؟“

”وہ ہوس۔ جادوگر۔ تم نے مجھ پر جادو کر دیا ہے۔ تمہاری شخصیت مجھے اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے۔ کیا میں بھی نہیں کھینچتی ہوں؟“

”تم تو کھینچنے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔“

اس نے دوسرا گلاس بھی خالی کر دیا۔ اب اسے ایک کے دو نظر آ رہے تھے۔ دو دیوار گھومتے ہوئے سے لگ رہے تھے۔ پارس نے پل ادا کیا پھر اسے سارا دے کر اپنے ایک بازو میں دیوچ کر کلب کے باہر لے آیا۔ ایک عیسی ڈرائیور نے چھیل سیٹ کا

دروازہ کھولا۔ وہ وہاں بیٹھ گئے۔ وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بیڑا بنے لگی ”آئی لو۔ میں نہیں جانتی دشمن سے کیسے بچا رہا جاتا ہے؟ اب بھی نہیں سمجھ رہی ہوں مگر ہمارا ہو گیا ہے سو آئی لو۔“

پارس نے اس کے سر کے پیچھے لگے ہوئے برین گارڈ کو اس سے الگ کر دیا تھا۔ وہ آلہ برین گارڈ خیال خوانی کی لمبوں کو داغ

میں آنے سے روکتا تھا۔ تناشا اور تنالیہ اس آلے کے ذریعے دشمن کی جیتی جانے والی سے محفوظ رہتی تھیں۔ پارس نے برین گارڈ کو اس کے سر سے الگ کر کے اس کے داغ میں پکڑا رہا تھی۔ مظلوم کیا پھر وہ برین گارڈ اس کے سر سے لگا دیا۔

دونوں ہمیشہ قل ایب کے منگے علاقے میں رہتی تھیں۔ پارس نے ایک خوب صورت سے بچلے کے سامنے عیسی رکوائی۔ تنالیہ سارا دے کر عیسی سے باہر لایا۔ ڈرائیور کو کرایہ دیا۔ جب وہ چلا گیا تو وہ تنالیہ کو بازوؤں میں اٹھا کر احاطے کی روش سے گزرا ہوا دروازے پر آیا۔ وہاں اسے بازوؤں سے اٹار کر ایک دیوار کے سارے کھڑا کیا پھر کال بیل کے ٹن کو دیا۔

دوسری بار بیل بجانے سے دروازے کے پیچھے کھٹکا سا ہواچہ ہی دروازہ کھلنے لگا۔ وہ تادیب ہو گیا۔ تناشا نیز کے خارش تھی۔ اس نے چونک کر چھوٹی ہنس کر دیکھا۔ وہ دیوار کا سارا لے کر کھڑی تھی۔

وہ لپک کر اس کے پاس آئی۔ اس کے دونوں بازوؤں کو تمام کر لیا۔

”تنالیہ! تم اپنے بندہ میں تمہیں سمجھنا چاہیے۔“

وہ ذرا رک کر پھر بوتل ۳ آری ہے۔ تم نے شراب پی ہے کیا اتنی رات کو کسی بارے آری ہو؟“

تناشا دھڑک دھڑک کر بولی ”تم اتنی بد ہوشی میں تھا نہیں آئی ہو۔ کسی نے تمہیں یہاں تک پہنچایا ہے۔ کون تھا وہ؟ مجھے بتاؤ؟ کون تھا؟“

وہ ذرا لڑکھڑا کر بولی ”کہاں ہو تم؟ اے خبردار! مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔“

وہ اسے سارا دے کر اندر لے جاتے ہوئے بولی ”چپ نہیں تم کیا کر رہی ہو۔ یہ تو بتاؤ جس کے ساتھ کی تھیں؟ اس کا نام کیا ہے؟“

”وہ۔۔۔ اس کا نام محبت ہے۔ وہ۔۔۔ میرے خوابوں کا شہزادہ ہے۔“

وہ سسر کے سارے چلے ہوئے بندہ میں آئی۔ سسر نے اسے بستر پر لٹا دیا پھر اس کے سر سے برین گارڈ کو الگ کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے خیالات بدلتے گئے۔ تب اسے مظلوم ہوا کہ چھوٹی ہنس تنالیہ پارس سے محبت کرنے لگی ہے اور وہ اس کے ساتھ گھر سے باہر تھیں گئے گزارا کر چکی ہے۔

تناشا کے قدموں تلے سے زمین ٹھنکنے لگی۔ ہنس ایسے دشمن سے محبت کرنے لگی تھی جو سب سے زیادہ مکار تھا۔ کسی کے ہا میں نہیں آتا تھا۔ بڑے سے بڑے دشمنوں کو ہنس مذاق میں مال دیتا تھا۔

ابتدا سے تناشا کا یہ عزم تھا کہ وہ الپا کو مسلمانوں کا احسان مند ہونے اور ان سے متاثر ہونے نہیں دے گی۔ اب تو اس کی اپنی ہنس ایک مسلمان سے عشق کرنے لگی تھی۔ اس طرح وہ ہنس بڑی بازی ہار رہی تھی۔

نی الحال تو یہ فیٹ عادی ہو گئی تھی کہ پارس نے تنالیہ کے ذریعے ان کی موجودہ رہائش گاہ دکھائی ہے۔ وہ نشے میں تھا نہیں آئی ہوگی۔ پارس اسے یہاں تک لایا ہوگا اور تادیب میں کر رہی تھی۔

ایک زبردست مکار دشمن بالکل قریب ہو، نظر نہ آتا ہو اس سے بچنے کے لیے کوئی صورت نہ ہو، عقل یہ کہتی ہو کہ وہ دشمن سایہ بن کر جسم کے اندر سما گیا ہے۔ چھوٹی ہنس کے داغ پر اور بڑی ہنس کے جسم پر قبضہ کر چکا ہے تو اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اس کا چاہا نہ تھا ایک ہی بازی ہار رہی تھی۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی ”ہم ہو؟ تم یہاں موجود ہو؟“

پارے ہنس نے ہنس سے بات کر۔ اپنی خاموشی سے مجھے خوف زدہ نہ کرو۔“

کرے میں گہری خاموشی رہی۔ کوئی نہیں بول رہا تھا۔ وہی چھ دیواروں سے بول رہی تھی۔ وہ دونوں مٹھیاں بچھ کر کہنے لگی۔

”میں کہتی ہوں بولو۔ میں نے نیلی جیتی کی دنیا میں قدم جانے کے لیے دن رات محنت کی ہے۔ درخشاں مٹھی میں کو ہلاک کر کے تادیب کر لیاں۔ فلائنگ کیپول اور برین گارڈ وغیرہ حاصل کئے ہیں۔ تادیب کرنا زنا زنا مرخصین سے گزر کر نیلی جیتی کیسی ہے۔ ہم

ہنوں کو سب سے بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی ہے کہ الپا کو اپنی مظلوم بن کر ہم پورے اسرائیل پر حکومت کرنے والے ہیں۔ ایسے میں تم نے اچانک ہمیں آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں میں پھینک دیا ہے۔ نہیں ہم سے اتنی بڑی شکست اور ناکامی برداشت نہیں ہوگی۔ میرا تو دم نکل جائے گا۔ مجھ سے بات کر۔ کچھ بولو۔ اپنی آواز سناؤ۔ میں تم سے سمجھنا نہ کر رہی ہوں۔“

وہ بول رہی تھی۔ بوتلی جاری تھی لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ پھر وہ ٹھک کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ہانپنے لگی ”اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے؟“

پارس موجود تھا۔ خاموش رہ کر اسے پیش میں جھٹکا رہا تھا۔ اس کے اندر ایسی شدید بے چینی پیدا ہو گئی تھی کہ اسے کسی پھلو قرار نہیں آ رہا تھا۔ وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ وہ وہاں سے جا چکا ہے۔ تنالیہ کے خیالات نے بتایا تھا کہ وہ ناٹ کلب سے عیسی میں اس کے ساتھ آیا تھا۔ اسے اس کے ساتھ بچلے کے دروازے پر پہنچنے تک ہوش تھا پھر بد ہوشی میں آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور وہ اپنی سسڑی آواز میں سستی رہی تھی۔

جب وہ تنالیہ کے ساتھ بچلے کے دروازے تک آیا تھا تو بچلے کے اندر کہیں نہیں آئے گا؟ وہ ہنوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرنے کے لیے ضرور وہاں موجود ہوگا۔ یہ بات تناشا بھی طرح سمجھ رہی تھی۔

ایک کھنچے بعد صبح ہو گئی۔ وہ کرسی پر بیٹھی رہی۔ غصے سے ہنس کو دیکھتی رہی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

کامیابیوں پر پانی پھر گیا تھا۔ وہ تنالیہ سے بہت پار کرتی تھی۔ اس کی جگہ کوئی دوسری ہوتی تو اسے اتنا بڑا نقصان پہنچانے کی سزا دیتی اسے تڑپا کر مار ڈالتی۔

سزا دینے کے خیال سے تناشا کو ایک ترکیب سوچی۔ اس نے سوچا۔ تنالیہ کی طرح پارس بھی اس کا دیوانہ ہو گا تو تنالیہ کو سزا پاتے ہوئے نہیں دیکھ سکے گا۔ اسے سزا سے ضرور بچائے گا۔ اس طرح یہاں موجود کی ثابت ہو جائے گی۔

وہ ہنس کو دل سے ہاتھ تھکی۔ اسے سزا دینا اور تکلیف پہنچانا گوارا نہ تھا لیکن اس نے خود کو سمجھایا کہ وہ نشے میں سو رہی ہے۔ اسے سزا دینے سے نشہ ٹوٹ جائے گا۔ اس طرح وہ بیدار ہو کر ہوش میں نہ کر رہا تھا۔

وہ کرسی سے اٹھ کر تنالیہ کے قریب آئی پھر بوتل ۳ مگر تم میری آواز سن رہی ہو تو آنکھیں کھولو۔ میں تمہیں اس غلطی کی سزا دینے والی ہوں۔ اگر ہوش میں نہیں آؤ گی تو میں تمہارے داغ میں ڈرل رہا پیدا کر دوں گی۔“

یہ باتیں سننے ہی پارس تنالیہ کے اندر پہنچ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی سسین اور نازک اندام محبوبہ کو کوئی نقصان پہنچائے۔ اس طرح تناشا کا مقصد پورا ہونے والا تھا۔ یہ پتا چلنے والا تھا کہ وہ وہاں موجود ہے اور اپنی مشق کی حفاظت کر رہا ہے۔

جب تناشا کے آواز میں دینے پر اس نے آنکھ نہیں کھلی تو اس نے اس کے داغ میں پہنچ کر ایک ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ تنالیہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔

وہ سہ مجاز مجاز کر خلا میں دیکھا اور پھر دوسرے ی لے میں چاروں شانے چت ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ سب کچھ ایسے ہوا جیسے وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ کر اٹھی ہو اور پھر خواب کو خواب سمجھ کر سو گئی ہو۔

تناشا حجب سے دیکھنے لگی۔ داغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا ہو گیا کیا جانے تو چھین نکل جاتی ہیں۔ تنالیہ کو بھی چٹنا چاہیے تھا۔ دماغی تکلیف کی شدت سے تڑپا چاہیے تھا۔ تناشا کے کھے یہ شدید حیرانی کی بات تھی کہ نہ ہنس کے حلق سے جھجھکی نکلتی اور نہ ہی اس نے مایہ آپ کی طرح تڑپے کا تناشا دکھایا تھا۔ اس اٹھ کر بیٹھی تھی پھر لپٹ گئی تھی۔

اس نے تنالیہ کے داغ میں پہنچ کر اس کی دماغی حالت مظلوم کی۔ یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ وہ پیسلے کی طرح بد ہوشی کی حالت میں سو رہی تھی۔ جیسے چند لمحات پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا ”ابھی کچھ دیر پہلے میرے اندر کچھ ہوا تھا؟“

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا ”ہاں! ابھی میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا تھا، کسی نے میرے سر پر جھوڑا مارا تھا۔ میں گھبرا گئی تھی پھر اطمینان ہوا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے۔ اب میں آرام سے سو رہی ہوں۔“

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

وہ صبح ہوئی۔ اس کی ایک عشقیہ ڈانٹانی سے تمام شاندار

”میں تمہاری سسٹر بول رہی ہوں۔ آج تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ میں نے تمہیں سزا دینے کے لیے تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ تم نے دماغی تکلیف محسوس کیوں نہیں کی؟“

اس کے خوابیدہ دماغ نے کہا ”مجھے کیا پتا کہ تم نے کب مجھے تکلیف پہنچائی تھی اور اگر پہنچائی تھی تو یہ ابھی بات نہیں ہے سسٹر! میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ میں نے محبت کی ہے اور محبت کرنا جرم نہیں ہے۔“

”مناوان لڑکی محبت کرنے کے لیے وہی دشمن ملا تھا؟“

”جب دشمن سے محبت ہو جائے تو پھر وہ دشمن نہیں رہتا۔ سسٹر! وہ بہت اچھا ہے۔ اگر ہم اسے دشمن نہ سمجھیں اس سے جھوٹ نہ بولیں اور اسے کبھی دھوکا نہ دیں تو ہمیں اس سے اچھا اور سچا دوست کبھی نہیں ملے گا۔ میں جانتی ہوں تم بھی اس سے دوستی کرلو۔“

”مجھے ایسے سمجھاری ہو جیسے مجھ سے بڑی ہو اور مجھ سے زیادہ تجربے کار ہو۔“

”کبھی کبھی چھوٹیوں کی بات مان لینے سے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ تم ذرا خود سوچو۔ میں اس کی دوست رہوں گی اور تم دشمن رہو گی تو بات کیسے بنے گی۔“

”تم میری بہن ہو، مجھ سے کبھی محبت کرتی ہو تو جتنا زیادہ ابھی تمہارے اندر موجود ہے؟“

”ہائے اب تو وہ مرے دم تک میرے اندر رہے گا۔“

”پلیز ڈانٹنا کہ نہ بولو۔ جس بہن کو تم مایاں کی جگہ سمجھتی رہی ہو اسے باتوں میں نہ ڈالو۔“

”تم نے مجھ سے لے کر آج تک جتنی محبتیں دی ہیں میں ان محبتوں کی قسم کھا کر کہتی ہوں، پارس ابھی میرے اندر نہیں ہے۔“

”اگر میں ہے تو پھر تم میری دی ہوئی سزا سے کیسے محفوظ رہیں؟“

”جو جتنا وہ میں نے قسم کھا کر کہہ دیا۔ تم جانتی ہو میں نے کبھی تمہاری جیوتی نہیں قسم کھائی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ تم اپنی دانست میں سچ کہہ رہی ہو، لیکن ہو سکتا ہے وہ تمہارے اندر چھپا ہوا ہو اور تمہیں خبر نہ ہو۔“

”اس طرح تو تم ہمیشہ شکوک و شبہات میں جھلا رہو گی اور یہ سمجھتی رہو گی کہ وہ میرے ذریعے تمہاری مصروفیات سے باخبر رہتا ہے۔“

”ایسا تو وہ ضرور کرے گا۔ وہ اب تک یہ معلوم کر چکا ہو گا کہ ہم نے اپنا کو اپنی معمول بنایا ہے اور آئندہ اس کی پشت پر کہ اس ملک پر حکمرانی کریں گے۔“

”ہم دونوں کمان اور پراسرارین کی زندگی گزارنا چاہتے تھے تاکہ کبھی کوئی دشمن نہ ہم سے ٹکرائے نہ ہم پر حاوی ہونے پائے

لیکن میں ہی دل کے معاملے میں الجھ گئی۔ اب کیا کیا جا سکتا ہے؟ حالات سے سمجھو تاکہ نا ہو گا۔ تم ذرا غور کرو پارس کی دوستی سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔ وہ ہماری مرضی کے مطابق ہمیں تمام امور پر اسرار رہنے دے گا اور ہمیں اپنا کے دماغ پر بھی حکمرانی کرنے دے گا۔“

”یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ مسلمان خود اپنا کو احسان مند بنا کر اس پر حکمرانی کرنا چاہتے ہیں اس لیے پارس ہمیں اپنا کے دماغ سے اکٹھا پیچھے گا۔“

”میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ ہم اس سے ٹھکس اور دباؤ اختیار کریں گے تو وہ ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میں نہیں یقین دلائی ہوں۔ وہ ہم سے ہمارا موجودہ مقام نہیں جھینے گا۔ تم ایک بار اس پر غور کرو۔“

”ہوں اب تو میں ایک راستہ نہ گیا ہے۔ ہم تو اس کے سامنے ایک مکمل کتاب کی طرح ہیں۔ وہ ہماری زندگی کا ایک ایک صفحہ پڑھ چکا ہے۔ اب تو ہم اسے راضی رکھ کر ہی اپنے موجودہ مقام پر قائم نہ کئے ہیں۔“

”تمہاری باتوں سے ظاہر ہوا ہے کہ تم مجبوراً دوستی کر لگتی اور مجبوری سے کی جانے والی دوستی پائیدار نہیں ہوگی۔“

”ابتداء میں بے یقینی رہے گی۔ جب میں دیکھوں گی کہ وہ ہمیں قریب نہیں دے رہا ہے اور ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہا ہے تو پھر میں پورے اعتماد کے ساتھ اسے دوست سمجھوں گی۔“

”ٹھیک ہے، مجھے اب سونے دو۔ تمہاری باتوں سے آدھا جاگ رہی ہوں، آدھا غلطی ہو۔“

”یہ کہتے ہی اس کی سوچ کی لہریں خاموش ہو گئیں۔ ناشائے پوچھا ”کیا واقعی سوری ہو؟“

اس کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ جیسے نیند میں اسے سنا لے دے رہا ہو۔ وہ یوں بھی مدھم مدھم تھی اسے خبر نہیں تھی کہ سسٹر نے کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اب تک ناشائے جو گفتگو ہوتی رہی وہ پارس سے ہوتی رہی۔ پارس ’نالیہ کی سوچ کے ذریعے بولتا رہا اور قائل کرتا رہا کہ ناشادوستی کی تو جتنی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ برقرار رہیں گی ورنہ وہ خاک میں مل جائیں گی۔“

دوسرے دن پھر شرمیں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ پہلے جانور غائب ہوئے تھے اب بچے غائب ہو گئے۔ جو جانور غائب ہوئے تھے وہ وہ میں نمودار ہو گئے تھے۔ بچوں کے بارے میں وہ نہیں جانتے تھے کہ دوبارہ نظر آئیں گے؟ مختلف قہانوں میں رپورٹیں درج کرائی گئیں۔ اعلیٰ حکام تک شکایتیں پہنچائی گئیں۔ انہوں نے برین ٹوم سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا ”ایسا کہاں ہے؟ اس شرمیں عجیب تماشے ہو رہے ہیں، پہلے جانور غائب ہوئے تھے اب بچے غائب ہو گئے ہیں۔“

برین ٹوم نے کہا ”مجھے افسوس ہے کہ ایسا ہو رہا ہے اور آدھا

کی پولیس اور انتظامیہ متشدد دیکھ رہی ہے۔“

”آپ ہمیں طے نہ دیں، ایسے وقت آپ کو اور اپنا کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں۔“

”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اپنا ایک ہفتے تک روپوش رہے گی۔ آپ کے ایک اعلیٰ حاکم نے اور چند فوجی افسران نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اپنا کے مقابلے میں اس ملک کی زیادہ خدمت کریں گے اور پارس کو یہاں سے بھاگ کر مجبور کرویں گے۔ یہ دعویٰ کرنے والے کہاں سو رہے ہیں؟“

”یہ وقت آپس میں لڑنے کا نہیں ہے۔ آپ سب کو مل کر دشمن سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ وہ دعویٰ کرنے والے اپنے طور پر کشیش کر رہے ہیں۔ اپنا کو بھی لپی کرنا چاہیے۔“

”اپنا کو اعتماد کے قابل نہیں سمجھا گیا ہے۔ ان دعویٰ کرنے والے اس کے خلاف منظم سازش کی ہے۔ اب تو وہ سازش کرنے والے اس ملک کو بھجائیں گے یا اپنا اس شرط پر اپنے فرائض ادا کرے گی کہ جس مشن میں وہ ناکام رہے ہیں اس مشن میں کامیاب ہوتے ہی ان سازش کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گی۔“

”یہ سراسر غلط ہے۔ اسے قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔“

”قانون ہمیشہ اپنا کے ہاتھوں میں رہا ہے۔ اس نے دشمنوں سے اس ملک کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے طور پر خود فیصلے کئے ہیں۔ وہ کبھی کسی عدالت کے فیصلے کی محتاج نہیں رہی۔“

”یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اپنا اور آپ باہمی ہو چکے ہیں؟“

”آپ جو بھی سمجھیں، جو بھی اپنا کے خلاف سازش کرنے والوں کا ساتھ دے گا ہم اسے اقدار میں نہیں رہنے دیں گے۔ اپنا برا چاہنے والوں کو ہم کس طرح اقتدار سے محروم کریں گے یہ آنے والا وقت بتائے گا۔“

ایک گفتگو کے دوران میں ایک اعلیٰ حاکم جو تک گیا۔ اپنے تئیں ایک بچے کی آواز سنانا دی وہ کہہ رہا تھا ”یہ کیا مصیبت ہے؟“

مساب کو کچھ رہا ہوں کچھ مجھے نہیں دیکھ رہا ہے۔ جس کے پاس بنا ہوں اسے نظر نہیں آتا ہوں۔“

وہ اعلیٰ حاکم بوکھلا کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ادھر ادھر دیکھ کر ہلا ”یہ کون بول رہا ہے؟ کیا تم زیادہ بن جانے والے بچوں میں سے ہو؟“

بچے کی آواز آئی ”ہاں۔ میں وہی ہوں، تم حاکم ہو یا عوام؟ تمہاری حکومت میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم بچوں پر یقین نہیں کرتے اور تمہیں بیش کر رہے ہو۔“

”تم سچے ہو اور بیوں سے بھی بڑی باتیں کر رہے ہو۔ تم نے مجھے لکھا تھا کہ اب اگر میرے سامنے ہوتے تو ہمیں گولی مار دیتا۔“

”تم کمانڈر کے سامنے ہوں مگر تمہارا باپ بھی مجھے گولی نہیں

مارے گا۔ جس نے بھی مجھے زیادہ بتایا ہے اس نے بڑی مہربانی کی ہے۔ اب میں تمہارے جیسے غلط کام کرنے والے حکمرانوں کو ان کے منہ پر گالیاں دے سکتا ہوں۔“

”تم اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہے ہو اپنی باتوں سے بچے نہیں لگ رہے ہو۔“

”میں بچہ ہوں، مجھے اپنا پنا نہ سمجھو۔“

واقعی ایسا باتیں کوئی بچہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ پارس کی شرارت تھی وہ بچے کی آواز میں بول رہا تھا۔ اسی طرح وہ فوج کے اس اعلیٰ افسر کے پاس گیا جو دیوی کا آواز کار بنا ہوا تھا۔ اس نے بچے کی آواز میں کھنکھار دیا وہ افسر چونک کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ اتفاق سے دیوی اس افسر کے دماغ میں تھی۔ اس نے پوچھا ”یہ کیسی آواز تھی؟“

”پتا نہیں، کسی بچے کی آواز لگ رہی تھی۔“

پھر اس نے بلند آواز میں پوچھا ”یہاں کون ہے؟“

بچے کی آواز سنانا دی ”تمہارا باپ، تمہیں شرم نہیں آتی؟“

یہاں آرام سے بیٹھے ہو اور شر کے بچوں پر مصیبت آئی ہوئی ہے۔“

افسر نے کہا ”دیوی بی، یہ تو زیادہ بن جانے والا بچہ ہے۔“

بچے کی آواز نے پوچھا ”یہ چیل کی کون ہیں؟“

”شٹ اپ چیل کی نہیں۔ دیوی کی۔“

”یہ کیا پتہ ہے؟“

”یہ تم تمام بچوں کو مصیبت سے نجات دلانے والی ہے۔“

”تم نظر آ رہے ہو۔ وہ نظریوں نہیں آتی، کیا ہماری طرح وہ بھی زیادہ ہے؟“

”مفتول باتیں نہ کرو یہاں سے جاؤ۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پارس دوسرے کمرے میں گیا پھر وہاں سے کچن میں پہنچ کر کیکس کھول دی۔ اس کے بعد کچن کی چٹنی ہوئی تلی دکھائی دے رہا تھا وہ زیادہ ہو گیا۔ کیکس دور تک پھیل گئی۔ آگ بھی تیزی کے ساتھ اتنی دور تک پھیل گئی کہ وہ آواز کار افسر اپنے کمرے سے نہ نکل سکا۔ کمرے کا اور کوئی دوسرا دروازہ نہیں تھا۔ ایک کڑی تھی جس میں لوہے کی جالیاں لگی تھیں۔ دوسرے فوجی جوان باہر سے اس کڑی کو توڑنے کی کوشش کرنے لگے لیکن آگ تیزی سے پھیلنے ہوئی اس کمرے میں بھی آگنی تھی۔ وہ بجلیں مار رہا تھا۔ ادھر سے ادھر بھاگتے ہوئے کہہ رہا تھا ”مجھے بچاؤ، دیوی بی، مجھے بچاؤ۔ تمہارے سوا کوئی مجھے اس آگ سے نہیں نکال سکے گا۔“

دیوی نے تو اب تک آگ لگانا ہی سیکھا تھا، آگ بجھانے کی زحمت کرنا نہیں سیکھا تھا۔ ٹیلی فنی کے ذریعے اپنے اس بہت بڑے آواز کار کو بجا نہیں پائی تھی۔ وہ باہر کھڑے ہوئے دوسرے افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس بچے کو جلد ہی دیکھ رہی تھی۔ آواز کار افسر

کی چھین دھبی پڑتے پڑتے مر گئی تھیں۔ وہاں کھڑے ہوئے فوجی افسروں اور جوانوں کے سر جبک گئے تھے ایک افسر نے کہا "ہاں نہیں آگ کیسے لگ گئی؟" بچے کی آواز سنائی دی "گئی نہیں" میں نے لگائی ہے۔ وہ سب چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ سب ایک دوسرے سے کہنے لگے "یہ تو کسی بچے کی آواز ہے۔" "ہاں۔ میں یاد دہ پڑے ہوں۔ کسی دشمن نے مجھ جیسے کتے ہی بچوں کو یاد دہ بنا کر ان کے والدین سے جدا کر دیا ہے تم سب کیسے فوجی ہو! اپنے ملک کے بچوں کی حفاظت نہیں کر سکتے ہو۔ وہ جل کر مرنے والا افسر کہہ رہا تھا کہ اس کی کوئی دیوی اماں ہمیں مصیبت سے نجات دلانے والی ہے لیکن وہ اماں تو اپنے بچے کو بولنے سے نہ بچا سکی۔"

دیوی نے افسر کی زبان سے کہا "۳۰ خورار مجھے اماں نہ کہتا۔"

"کیوں نہ کہوں! کیا تم اپنی عمر چھپا رہی ہو۔ ابھی تم نے اپنے ایک بچے کا انجام دیکھ لیا ہے اگر میں اسی طرح یاد دہ بنا دیا تو تمہارے لیے بھی مصیبت بن جاؤں گا۔"

دیوی سوچ میں پڑ گئی۔ اس کا ایک بہت بڑا آواز کار فوجی افسر جل رہا تھا۔ ایک بچے نے اسے مارا تھا اور وہ آتما ہشتی والی دیوی ہو کر اس کا کچھ بکا ڈھیس پائی تھی۔ وہ جان کولن کے پاس آکر بولی۔ "یاد دہ بن جانے والے ایک بچے نے فوج کے ایک اعلیٰ افسر کو ہلاک کر دیا۔ اس بچے کے پیچھے ضرور پارس ہو گا۔"

جان کولن نے کہا "ایک اعلیٰ حاکم جو میرا آواز کا رہے اسے ایک بچے کا گالیاں دی ہیں۔ اب سمجھ میں آ رہا ہے، پارس ان بچوں کے ذریعے ہمیں پہنچ کر رہا ہے۔"

دیوی نے کہا "یہ واقعی ایک پہنچ ہے کہ ہمارے بڑے بڑے آواز کار ان بچوں سے گالیاں کھا رہے ہیں اور ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہم ان بچوں کا کچھ نہیں بکا ڈھیس تو پارس کا کیا بکا ڈھیس گے۔ ہمیں کسی طرح پارس کو دھانا ہو گا۔"

ایسے وقت یجری بنز نے آکر کہا "ایک بچہ میرے آواز کار افسر کو بہت پریشان کر رہا ہے۔ اس نے اس افسر کی کار میں آگ لگا دی ہے۔"

جان کولن نے کہا "سمجھنے کی بات ہے کہ وہ بچے ہمارے ہی آواز کاروں کے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ یہ سب پارس کی شرارتیں ہیں۔"

دیوی نے کہا "میں ابھی اس کے پاس جاتی ہوں" اس بار پھر آتما ہشتی کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کر دی گئی۔ جان کولن اور لی بنز نے کہا "ہم بھی چلیں گے اور تمہارے

ساتھ اس کے اندر نہ کر کوئی نئی بات معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔" ان تینوں نے پارس کی آواز اور لیے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پیچھے وہاں پہنچے جتنا لگے۔ انہیں پارس کے خزانے سنائی دے رہے تھے۔

○●○

ایک شاعری جنگ ہوتی ہے۔ رسا کی، لہجہ، تصاویر اور ظہن کے ذریعے بے شری پھیلائی جاتی ہے۔ کسی ملک اور قوم کو اعلیٰ اور تہذیبی طور پر کھڑا کیا جائے تو وہ قوم آپ ہی آپ تیار ہو جاتی ہے۔

بے حیائی کے علاوہ تیار کیا بھلا کر بھی قوموں کو کمزور بنا جاتا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں ایک عرصے سے اسلامی ممالک میں ایسا کرتی آ رہی ہیں۔ وہاں ایسی ادویات اور انجکشن وغیرہ پھیلائے جاتے ہیں جن کے استعمال کے نتیجے میں ایک بیماری دور ہوئی ہے لیکن دوسری جان بنایاں لگ جاتی ہیں۔

اب ایک نئی خاموش جنگ کا آغاز ہونے والا تھا۔ ڈاکٹر گارن نے امریکی حکومت کی سرپرستی میں ہارمونز کے انجکشن تیار کئے تھے۔ یہ ساتھ ہارمونز کے انجکشن سے مختلف تھے۔ اس کی خاصیت یہ تھی کہ صرف ایک انجکشن کسی مرد کو لگا دیا جائے تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اس کی جنس تبدیل ہو جاتی تھی۔ پھر وہ رہتا تھا نہ عورت۔ دونوں کے درمیان والی چیزیں کر رہ جاتا تھا۔ مسلمانوں کو کمزور بنانے اور ان کا سر تھکانے کے لیے ایسی ہی مہم کا آغاز ہونے والا تھا۔ اگر مہم کامیاب ہوتی تو اس سے بلی زلت اور کیا ہوتی کہ مسلمان خسرے کھلانے لگتے۔

لیکن یہ دشمنوں کی کم بختی تھی کہ ان کی اس خفیہ سازش کا علم سونیا کو ہو گیا۔ چا چلا کہ ڈاکٹر گارن نے اپنی حکومت کی سرپرستی میں وہ انجکشن تیار کیا تھا لیکن دولت کمانے کے لیے درپردہ دہائی ٹیلی بیٹھی جانے والے کرسٹو سکس سے اس انجکشن کا سودا کر رہا تھا۔

کرسٹو سکس کی نیوا راک کے ایک اپارٹمنٹ میں اپنے ماحول کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک حینہ دو تین حواس کے ماتحت تھے اس نے ایک امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والے جس کا رز کو بھی اچھا معمول اور بائبل اڑھایا تھا۔

سونیا نے اچانک اس اپارٹمنٹ میں پہنچ کر ان پر حملہ کیا تھا۔ کرسٹو سکس کی قسمت اچھی تھی۔ وہ انجکشن کا اسٹاک دوسرا جگہ پہنچانے گیا تھا اس لیے سونیا کے حملے سے محفوظ رہا۔ باقی جس کا رز اور دوسرے ماتحت محفوظ نہ تھے۔ سونیا نے باری باری سب کی پٹائی کی پھر دوسری انجکشن ان سب کو لگا دی۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ہی بنائے ہوئے ہتھیاروں سے مارا جاتا ہے یا زخمی ہوتا ہے کہ کرسٹو سکس کے ہاتھوں ماتحت بھی اچھا

ی انجکشن کے نتائج دیکھنے والے تھے۔

کرسٹو سکس نے جب وہاں آکر دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ اس کے ہاتھوں ماتحتوں میں کوئی بے ہوش بڑا تھا کوئی زخمی تھا۔ اس کے ایک زخمی ماتحت نے اسے بتایا کہ ایک تھامورٹ نے ان سب کا یہ شریک ہے۔ صرف مارا چلا نہیں ہے۔ ہارمونز کے انجکشن انہیں لگا دیے ہیں اور ان انجکشن کا ایک بڑا کارشن اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ ایسا سونیا نے کیا ہے۔

وہ یہ سوچ کر پریشان ہونے لگا کہ سونیا کو اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا ہو گا۔ اس کے ہاتھوں ماتحت جو ٹوٹے پھوٹے پڑے ہوئے تھے ان کے خیالات پڑے جا چکے ہوں گے۔ یہ معلوم ہو چکا ہو گا کہ دوسری ٹیلی بیٹھی جاننے والے بھی میدان عمل میں آچکے ہیں۔ ان سب کے نام اور ان کے مقاصد بھی سونیا نے معلوم کرے ہوں گے۔ آئندہ اس کی جوابی کارروائیوں کے سامنے ٹھہرا ممکن نہیں ہو گا۔ چاہے چل سکا تھا کہ وہ کس طرح حملے کرے گی اور کب کب کرے گی۔ اب تو ہر طرف سے وہ بلا آتی دکھائی دینے لگی تھی۔

دیے اس کے جوابی حملے کا ایک نمونہ اس کے سامنے تھا۔ اس نے وہی انجکشن انہیں لگا دیے تھے اور پورا ایک کارشن اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ یہ صاف سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ آئندہ بھی ان کے خلاف وہ انجکشن استعمال کرے گی۔ جنہیں وہ انجکشن لگا گئے تھے ان کا نتیجہ چوبیس گھنٹوں کے اندر ظاہر ہونے والا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے ڈاکٹر گارن سے کہا کہ اس انجکشن کا ڈاکٹر گارن وہ اس کے ماتحت زخموں میں جانیں گے۔

ڈاکٹر گارن نے کہا کہ کوئی بھی دوا بنانے کے لیے وقت اور سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں تو ہارمونز کے توڑ کے لیے پہلے سے دوا میں موجود ہیں لیکن اس کے تیار کردہ انجکشن بہت زود اثر اور زیادہ طاقت کے ہیں۔ ان کے توڑ کے لیے خصوصی دوا تیار کرنی ہو گی۔ اس کی تیاری میں کئی ہفتے بلکہ مہینے لگ سکتے ہیں۔ اس کے اصرار پر ڈاکٹر نے اسے چند دوا میں نوٹ کر دیا۔ کرسٹو سکس نے اپنے ماتحتوں کو دوا میں استعمال کرنے کی ہدایت دی پھر ان سب کو اس اپارٹمنٹ میں چھوڑ کر دوسری خفیہ ہائٹس گاڑی چلا آیا۔

اس دوران میں وہ یاد دہ بنا رہا۔ اندیشہ تھا کہ اس اپارٹمنٹ میں وہ بلا کس موجود ہوگی۔ اب تو وہ اس کے اعصاب پر سوار رہنے والی تھی۔ اس نے ڈاکٹر گارن سے ہتھے انجکشن کے کارشن خریدے تھے انہیں ایران سے لے جانے کے انتظامات کر رہا تھا لیکن اب سمجھ گیا تھا۔ محتاط ہو گیا تھا۔ اسے ایسا لگتا تھا جیسے سونیا اس کی ناک میں ہے جیسے ہی وہ ان انجکشن کو میاں سے وہاں اسکل کرے گا وہ میں وقت پر آکر

اسے دہریچ لے گی۔

سونیا کے دو ٹیلی بیٹھی جاننے والے ماتحت کرسٹو سکس کی ناک میں تھے اس کے ماتحتوں کے اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ کرسٹو سکس بھی ان سے دور نہ کر ان کے خیالات پڑھ کر بدلتے ہوئے حالات معلوم کر رہا تھا۔ حالات کیا بدلتے تھے ان کی جنس بدل رہی تھی۔ ان کے بولنے کے انداز میں نسوانیت اور ان کی چال میں نزاکت گہنی تھی۔ اس کا ایک ماتحت دوسرے ماتحت سے کہہ رہا تھا "۳۰ خورار ہم نے تو اتنی جوابی فوجی مردوں کی طرح گزار دی۔ ہائے ہائے آدمی جوابی فوجی گزارنے کے بعد ہم پر ہمارا آئی ہے۔" "تو اب کرسٹو سکس ہمارا آئی ہے۔"

تیسرے ماتحت نے کہا "میری عمر اب تیس برس ہے۔ ابھی تو میں جوان ہوں۔"

چوتھی ماتحت ایک حینہ تھی۔ وہ تو پہلے ہی ایک عورت تھی۔ چھوڑوں سے بھر پور تھی۔ اب وہ جذبے طوفانی ہو گئے تھے۔ وہ ایک ایک ماتحت کی گردن میں بائیں ڈال کر کہہ رہی تھی "تم سب کو کیا ہو گیا ہے؟ میں اپنی عمر سے زیادہ کم سن ہو گئی ہوں اور تم سب مجھ سے کمزور ہے ہو۔"

ایک نے کہا "۳۰ خورار! اب تو ہم تمہاری برادری میں شامل ہو گئے ہیں۔ تم کوئی دوسرا گھر دیکھو۔ کسی گھر میں ایک سے زیادہ گھروں میں تو ہمارا بھی بھلا کر دو۔"

جس کمرے میں پہلی رات جیس کا رٹھ ہوش ہو کر سو گیا تھا وہاں سے موسیقی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان ماتحتوں نے اس کمرے میں آکر دیکھا تو جنہیں کارٹر آکر کرسٹو سکس پر فوج کر رہا تھا۔ اسے اٹھ کر جنہیں بہت پسند تھا لیکن اب وہ میڈوٹا کی طرح ادا نہیں دکھا رہا تھا۔

کرسٹو سکس نے دونوں ماتحتوں سے سر قدام لیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بے قماشے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑی جدوجہد سے ان ماتحتوں کو ٹیلی بیٹھی سکھائی تھی۔ انہیں دشمنوں سے نمٹنے کی تربیت دی تھی۔ اب ان کے جذبے کہہ رہے تھے کہ وہ دشمن کا گلا گھونٹیں گے۔

ایسے وقت کرسٹو سکس نے اپنے ایک ماتحت کے ذریعے ایک اجنبی کی آواز سنی۔ اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "کرسٹو سکس! اگر تم اس کے دماغ میں موجود ہو تو مجھ سے باتیں کرو۔ میں میڈم سونیا کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا! جواب دینا چاہیے یا نہیں؟ سونیا کے خادم نے کہا "اگر موجود نہیں ہو تو کسی وقت آکر اپنے اس ماتحت کے خیالات پڑھ لیتا کہ تمہیں معلوم ہو کہ ہم تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں اور اگر موجود ہو اور ہم سے چھپنا چاہتے ہو تو سوچ لو کہ تک پہنچ سکو گے۔ میڈم سونیا ہمیں پاتال سے اور سمندر کی گہرائیوں سے بھی دھونڈ نکالیں گی۔"

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ وہ ایسی بلا ہے جو قبر تک پہنچا نہیں چھوڑتی۔ اس نے کنکھار کر گھا صاف کرتے ہوئے کہا "میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں اور میں کرسٹو دیکھ سکتا ہوں۔ میں خود میڈم سے کسی طرح رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے رابطہ کر لیا۔"

"اتنی دیر سے خاموش کیوں تھے؟"

"میں اندازہ لگا رہا تھا کہ تم واقعی میڈم کے باختم ہو یا نہیں اور اگر ہو تو میں چاہوں گا کہ ان سے براہ راست گفتگو کر دو۔"

"انتظار کرو" میں ابھی میڈم سے پوچھتا ہوں۔"

وہ انتظار کرنے لگا۔ سونیا کے خادم نے آکر ایک فون نمبر بتایا اور کہا "اس نمبر پر جن کی آواز سنائی دے وہی ہماری میڈم ہوں گی۔"

اس نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ بولا "ہیلو میڈم! مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ مجھے آپ سے گفتگو کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔"

"ہالہلو میڈم! والے پہلے ہی فقرے میں اپنی اصلیت ظاہر کر دیتے ہیں۔"

وہ گڑبڑا کر پھر بولا "بائی گاڈ! میں چاہی رہی ہوں کہ آپ اتنی عظیم ہیں کہ آپ سے گفتگو کرنے والے خود پر فخر کرتے ہیں۔" "اوپر سے فخر کرتے ہیں اندر سے جبر کرتے ہیں۔ تم مجھ سے نقصان اٹھانے کے بعد بھی فخر کر رہے ہو تو اتحدہ ممالک میں کبھی فخر کرنے کا موقع دیتی رہوں گی۔"

وہ جلدی سے بولا "نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں چاہتا ہوں آپ سے نقصانات اٹھانے کے بعد بھی دوستی ہو جائے تو یہ میرے لیے فخری بات ہوگی۔"

"جب بھی میری سریر سوا میرے ہیں تو مخالفین دوستی کی پیش کش کرنے لگتے ہیں اور پھر دوستی کی آڑ میں دشمنی کے جوہر دکھاتے ہیں۔"

"میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"اگر موقع دوں گے تو جانے ہو کیا ہوگا؟"

"میں سمجھ سکتا ہوں۔ آپ نے میرے انجکشن میرے ہی لوگوں پر آنا ہے اور ابھی آپ تکے پاس پورا ایک کارٹن موجود ہے۔ نیپولن انجکشن ہیں۔"

"میں ایک کارٹن تک محدود نہیں رہوں گی۔ یہ مطلق کر چکی ہوں کہ ڈاکٹر گارسن کے تیار کردہ انجکشن امریکی سرکار نے کہاں اسٹاک کئے ہیں۔ میں جب چاہوں ضرورت کے مطابق وہاں سے بہت کچھ حاصل کر سکتی ہوں۔"

"میں جانتا ہوں آپ سے کچھ بعید نہیں ہے۔ آپ جہاں سے جو چاہیں حاصل کر سکتی ہیں۔"

"اور جو چاہوں وہ کر سکتی ہوں۔ تم کسی ایک مسلمان کو انجکشن لگاؤ گے تو میں تمہارے روس کے دس بڑے حصے واروں کو خرابا دوں گی۔ ایک مسلمان کا انتقام دس روسی اکابرین سے لوں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں یہ انجکشن مسلمانوں پر نہیں آناں گی۔"

"میں جو کہوں گی وہ کرو گے؟"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کر کے فخر محسوس کروں گا۔"

"بات بات پر فخر نہ کرو۔ جو گڑھا کھودتے ہیں انہیں اس گڑھے میں گراؤ۔ وہ انجکشن امریکیوں نے تیار کرائے ہیں تم انہی کے چند اکابرین پر آزادوں میں تماشہ دیکھو گی۔"

"آپ نے معلوم ہے میں ابھی اس پر عمل کروں گا۔"

"فحیک ہے۔ اب جاؤ۔ دوستی کرنے کے لیے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ تم میری مرضی کے مطابق کام کرتے رہو گے تو میرا اتحاد بھی حاصل کرو گے اور مجھ سے کچھ کچھ فائدہ بھی حاصل کرتے رہو گے۔"

یہ کہتے ہی سونیا نے رابطہ منقطع کر دیا۔ تمام روسی اس لیے سونیا کے دشمن تھے کہ اس نے منگلی مخلوق کو ان کے ملک میں لاکر آباد کیا تھا۔ کرسٹو دیکھ سکتے تھے علاوہ دوسرے کئی منگلی جتنی جانے والے دوسروں نے یہ حکم کمانی تھی کہ زیادہ سے زیادہ غیر معمولی قوتیں حاصل کر کے سونیا کو چل ڈالیں گے۔

انہوں نے اس اتفاق جذبے کے تحت منگلی جتنی کاظم حاصل کیا پھر تادیبہ بنانے والی گولیاں، فلائنگ کیپول اور برین گاڑا بھی غیر معمولی چیزیں بھی حاصل کیں۔ روسی انجلی جنس میں بہت ہی تجربے کا اور ذرا خزانہ قسم کے جاسوس تھے۔ انہوں نے اپنی انگ انگ چھ نہیں بنائیں۔ ہریم میں ان کے چار راکٹ تھے۔ ان سب نے پھر پھر غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کی تھیں۔ اب وہ منگلی جتنی کی دنیا میں بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرا سکتے تھے۔ اسے بدبختی ہی کہا جائے گا کہ کرسٹو دیکھ سکتا تھا کہ سونیا سے کڑا کر کسی حد تک ٹوٹ گیا۔

چونکہ وہ براہ راست نہیں ٹکرایا تھا اس لیے خود ٹوٹنے سے بچا گیا لیکن اپنے خاص اور اہم اہم قوتوں کا ٹوٹنا بھی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے مزید نقصانات سے بچنے کے لیے سونیا سے سمجھ کر لیا لیکن خود بھی بہت زیادہ غیر معمولی قوتیں اور صلاحیتیں حاصل کرنا تھا اس لیے اتنی آسانی سے شکست تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

اب اس کا منصوبہ یہ تھا کہ سونیا کو راضی رکھنے کے لیے ان کے کام آئے گا لیکن دوسرے ذرائع سے اس کے خلاف مخالفتیں گے۔ اس منصوبے کے مطابق وہ دوسرے روسی جاسوس کے پاس آیا۔ اسے تمام حالات بتائے۔ اس کے سامنے یہ تمام باتیں سن کر کہا "ہم چھ جاسوس ہیں اور ہر چار چھ نہیں ہیں۔ ایک ہمہ

ہنگی تو اپنی بی بی اس بلا کا حصہ کتنی رہیں گی۔"

دوسرے جاسوس روزانو دیکھ سکتے تھے کہ "قرنہ کرو۔ تم اسے فرماؤ اور ہم اپنا کام دکھا سکتے گے۔ ہم وہ تمام انجکشن اس کے سامنے رکھیں گے کہ انہی کے نقصانات کریں گے۔"

جانبہ سامنے نالین نے کہا "اور ہندوستان کیا کرنا ہے؟ منگلی نے روزہ بادیہاں کے کھنڈر کے محلے کی کھوپڑیوں پر قبضہ کرنا نہیں تھا۔ یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ پھر ایرانی کھنڈر کو خیال خوانی پہنچے ہیں میں گے تو ہماری مطلوبہ چیزیں اس ملک کے اندر پہنچ چکی ہیں۔"

روزانو دیکھ سکتے تھے کہ "سونیا اگر تم سے نہ بھی کہتی تب بھی ان کیوں کہ یہ سبق سکھانا چاہیے۔ انہوں نے انجکشن تیار کرانے کا کام بھی ان کو ملنا چاہیے۔"

قریباً بارہ بجنے کے بعد تین بج سائے آئے گے۔ واشنگٹن میں ایٹمی قوتوں کا فخرس ہو رہی تھی۔ یورپ اور ایشیا کے اہم ممالک کے سربراہ بادی بادی تقریریں کر رہے تھے۔ پھر اقتصادی تقریر کے امریکی سربراہ مائیک کے پاس آیا۔ حاضرین نے حیرانی سے اس کی چال میں زنانہ پن گھبرا گیا تھا۔ اس نے مائیک پر کہا۔

"نہ زمانہ جاؤں! اتنے بڑے بڑے سربراہوں کے درمیان مجھے لبرٹی تو دیتے بڑھادی ہے۔ اب جسے دیکھو دی اپنے گھر لگائیں اس کی اہلیت تمام سربراہوں کو کیسے خوش کروں گی۔"

امریکا کے تمام اعلیٰ عہدے دار ایک دم سے پریشان ہو کر اٹھ رہے ہوئے فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے مائیک کے پاس آکر ہند کیا پھر سربراہ سے کہا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اور کس انہی کہہ رہے ہیں؟"

"میری شرمیلی آواز سے جل گئے" مائیک ہنر کیا۔ میرے بڑا دل نہیں میری آواز نہیں پہنچے تو رہے ہو۔ اے میری انہی جانے کی تو کیا ہو! میں تمہارے لگا لگا دکھاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ اچھل کر درمیان کے سامنے آیا اور اچھلنے لگا۔ منگلی افسران نے آکر اسے پکڑا اور اسے نیچے اتار دیا۔ ایک سردار نے مائیک آن کر کے کہا "معزز حاضرین! ہم معذرت

درخواست کرتے ہیں۔ اس کا فخرس کے جیڑہ میں پتا نہیں کیسے ایب نارمل ہو گئے۔ انہی منگلی منگلی چیک اپ کے لیے لے جا رہے ہیں۔"

اس سربراہ نے کہا "اے چیک اپ سے کیا نظر آئے گا؟ کچھ دیکھو کہ کچھ بڑھ گیا ہے۔ نہیں چیک کرتے شرم نہیں آئے۔"

منگلی فوجی جو ان سے زبردستی اٹھا کر لے گئے۔ ایک نے مائیک پر کہا "موجودہ حالات کے پیش نظر ہم اپنے قائم مقام سربراہ کے اشارے پر کرتے ہیں وہ اقتصادی تقریر کریں۔"

اس قائم مقام سربراہ نے مائیک کے پاس آکر کہا "میں نے تمام کام دیکھ لیا ہے اس لیے میں کچھ نہیں بولوں گی۔ بولوں گی تو

بولو گے کہ بولتی ہے۔ دیے بھی ہماری منصف بولنے کے سلسلے میں کافی بدنام ہے۔"

پھر تمام امریکی اکابرین پر بدحواسی طاری ہو گئی۔ سب یہ کہنے لگے "یہ کیا ہو رہا ہے۔ اسے خاموش کراؤ۔"

ایک مخالف ملک کے سربراہ نے کہا "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ تم امریکیوں کا انجام بھی ہوتا چاہیے۔ جلدی جلدی تبدیلی ہو جاؤ! ہم اپنے گھر میں بائیں گے۔"

اس سے پہلے ان اکابرین کی شاید ایسی توہین نہیں ہوئی ہوگی۔ وہ اس دوسرے کو بھی وہاں سے زبردستی پکڑ کر لے گئے پھر اعلان کیا کہ اقتصادی تقریر کے بغیر اس کا فخرس کا انتقام کیا جا رہا ہے۔

اس کا فخرس کے بعد خفیہ طور پر ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا اور بڑی تشویش کا اظہار کیا گیا کہ اچانک یہ بازی کیسے ہلٹ گئی ہے۔ انہوں نے تو وہ انجکشن دوسروں کے لیے تیار کرانے تھے ان کا اثر ان کے اکابرین پر کیسے ہو رہا ہے؟

ایک نے کہا "کتنے شرم کی بات ہے کہ بڑے ممالک کے سربراہوں کے سامنے جس تبدیلی ہوئی ہے۔ ہماری گردن شرم سے جھک گئی ہے۔"

"اس کا فخرس کو سیٹلائٹ کے ذریعے ہماری دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا۔ ساری دنیا نے یہ تماشہ دیکھا ہوگا۔ ہم تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب اچانک کیسے ہو گیا؟"

ایک فوجی افسر نے کہا "ہمارے سربراہ کے سیکرٹری نے بتایا ہے کہ کچھ رات اچانک ان کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنی وائف سے کہا تھا ان کے کولے میں سولی کی جھپن محسوس ہوئی تھی۔ جیسے انجکشن لگایا گیا ہو۔ ایسے وقت ان کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر انجکشن لگانے والے کو دیکھا تھا لیکن آنکھیں نہ کھول سکے۔ جب تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولنے کے قابل ہوئے تو آس پاس کوئی نظر نہ آیا۔ تب سے طبیعت بگڑتی تھی۔"

"اس رپورٹ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی نے ہمارے سربراہ کے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ تادیبہ بن کر آیا ہوگا۔ انجکشن لگانے کے دوران میں یقیناً نمودار ہوا ہوگا مگر چونکہ ہمارے سربراہ کا دماغ کسی کے قبضے میں تھا اس لیے وہ آنکھیں کھول کر انجکشن لگانے والے کو نہ دیکھ سکے۔"

ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "یہ معاملہ پوری طرح سمجھ میں آ رہا ہے۔ ہمارا حریف ہم پر استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ کس نے کیا ہے؟ ہم نے بہت خفیہ طور سے انجکشن تیار کرائے تھے پھر یہ کسی دشمن کے ہاتھ کیسے لگ گئے؟"

جان کوئن نے کہا "اس سوال کا جواب ڈاکٹر گارسن سے مل سکتا ہے۔ انجکشن کے سلسلے میں دی ہمارا رازدار ہے۔ میں ابھی

جا کر مظلوم کرتا ہوں۔ آپ حضرات انتظار کریں۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے گارس کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے چور خیالات پڑھنے لگے۔ تب یہ ہمیدہ کھلا کہ ڈاکٹر گارس نے جس کارڈ نامی پرنس میں کوہ انجشن خفیہ طور سے پہنچائی تھی۔ جان کولن نے کہا ”وہ انجشن حکومت کی پراپرٹی ہیں۔ تم نے دولت کمانے کے لالچ میں وہ پراپرٹی دوسرے کو بیچ دی۔ اپنی حکومت کو دھوکا دیا ہے۔ ایسا کرنے پر تمہیں موت کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔“

وہ گڑگڑا کر بولا ”میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ جس کارڈ میرے دماغ میں آتا تھا۔ اس نے اس انجشن کا راز مظلوم کر لیا۔“

جان کولن نے سمجھ لیا۔ وہ جس کارڈ کوئی پرنس میں نہیں بلکہ ایک امریکی ٹیلی جیٹھی جاننے والا ہے جو باغی ہو کر دشمنوں سے جاملتا ہے۔ اس نے جس کارڈ کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح یاد کیا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ خیال تھا کہ وہ سانس روک لے گا لیکن پتا چلا اسے بھی وہ انجشن لگایا گیا تھا جس کے نتیجے میں دماغ کچھ کمزور ہو گیا تھا۔

اس کے چور خیالات سے پتا چلا کہ وہ باغی نہیں ہوا تھا بلکہ ایک دوسری ٹیلی جیٹھی جاننے والے کر سنو سکی نے اسے زہر کیا تھا اور اسے اپنا آلہ کار بنایا تھا۔ جان کولن کو اس کے چور خیالات کے ذریعے پہلے کر سنو سکی کے بارے میں معلوم ہوا پھر پتا چلا کہ سونیا نے کر سنو سکی کے تمام ماتحتوں کو اس انجشن کے ذریعے ناکارہ بنادیا تھا۔ صرف کر سنو سکی اپنی خوش قسمتی سے بچ گیا تھا۔

جان کولن اس معاملے میں سونیا کا ذکر سن کر پریشان ہو گیا۔ ایک بہت بڑی دشمن کو ہار موزا انجشن کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا۔ اب اگر پلاننگ کے مطابق اسلامی ممالک میں انجشن کے اثرات نمایاں ہوتے تو سونیا اور میری پوری ٹیلی سمجھ لیتی کہ ان ممالک میں وہ سب کچھ امریکی سازش سے ہوا ہے۔

جان کولن نے کہا ”سونیا کے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔“

جیمس کارڈ نے کہا ”میں اس قاتل نہیں رہی تھی کہ سونیا کو دیکھ بھی سکتی۔ میں تو تنہا میں مد ہوش ہو گئی تھی۔“

”اے خبردار! مرد کی طرح بولو ورنہ کمپوزر میں ڈرل پیدا کروں گا تو عورت بننا بھول جاؤ گے۔“

”مجھ عورت کو کمزور سمجھ کر دھمکیاں دے رہے ہو۔ مرد ہو تو جا کر سونیا سے مقابلہ کرو۔“

”شٹ اپ! جتنا پوچھا جا رہا ہے اتنا ہی جواب دو۔ سونیا اس اپارٹمنٹ میں کیا کرتی رہی تھی؟“

”ہمارا مقدر بدلتی رہی تھی۔ ہم بچ رہے۔ ہمیں بھول بٹائی رہی تھی۔ میں نے ایک بار کہہ دیا۔ میں اس وقت ہوش میں نہیں تھی۔ مجھے کر سنو سکی کے ذریعے سونیا کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا

تھا۔“

”میں تو پوچھ رہا ہوں کیا معلوم ہوا تھا؟“

”پہلے یہ بتاؤ کیا تم کو جوان ہو؟“

”تمہیں میری جوانی سے کیا لیتا ہے؟“

”میں تم سے شادی کروں گی۔“

”محنت ہے تم پر؟“ وہ اس کے چور خیالات سے مظم لگا۔ کر سنو سکی اور اس کے ماتحتوں نے بتایا تھا کہ سونیا انجشن سے بھرا ہوا کارڈ لے گئی تھی۔

”او گاڈ!“ وہ پریشان ہو کر امریکی اکابرین کے اجلاس میں طور پر حاضر ہو گیا پھر بولا ”ہم ڈوب گئے ہار موزا انجشن کا اب راز نہیں رہا ہے۔“

سب نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ ایک حاکم نے پوچھا ”کہہ رہے ہو؟ ہمارا راز کسے معلوم ہوا ہے۔“

”سونیا کو۔“

سب کے دماغوں میں دھماکا سا ہوا۔ سب سی کو چپ کی گئی۔ چند لمحوں تک کوئی بول نہ سکا پھر ایک نے کہا ”یہ کیا ہو گا جن مسلمانوں سے یہ بات چھپائی جا رہی تھی؟ ان کی قوم ہو گی۔“

”اب ہم اس انجشن کو خاموش ہتھیار کی طرح استعمال نہیں کر سکیں گے۔“

”اور استعمال کریں گے تو صرف ہم پر اس انجشن کے کر سنے کا الزام آئے گا۔“

”سونیا کی چال بازی دیکھو۔ اس نے ہمارا حربہ ہم پر ہی استعمال کیا ہے اور بتا نہیں دے آئندہ کیا کرنے والی ہے۔“

ایک حاکم نے کہا ”مسٹر کولن! تم پھر کر سنو سکی کے ماتحتوں کے دماغوں میں جاؤ۔ کچھ اور اہم باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔“

”اور کچھ نہیں معلوم ہو گا۔ میں کسی کے دماغ میں نہیں جاؤں گا۔“

”جانے میں حرج کیا ہے؟“

”وہ سب بدل چکے ہیں یا بدل چکی ہیں۔ جن کے پاس ہاتھ وہ شادی کرنے کے لیے پیچھے نہ جائیں گی۔“

ایک جو نیوز افسر نے اجلاس میں آکر مداخلت کیا پھر کہا ”اپہنٹال سے آ رہا ہوں۔ ہماری سربراہ ڈاکٹروں کو پریشان کر رہی ہیں۔“

ایک اعلیٰ افسر نے ڈانٹ کر کہا ”میان سنس۔ اپنے سربراہ عورت بتا رہے ہو۔“

”سر! میں کیا مانوس گا۔ وہ تو بین بکلی ہیں۔ میرا مطلب ہے بچے ہیں۔ بار بار کرل صاحب کو پکار رہے ہیں۔“

کرل نے پوچھا ”مجھے کیوں پکار رہے ہیں؟“

”وہ آپ سے شادی کرنے کی ضد کر رہے ہیں۔“

”وہ سب من چھپا کر بیٹھے لگے کرل نے جھنجھلا کر کہا ”یہ کیا ہوا ہے؟ آپ لوگوں کو کبھی آری ہے۔ ذرا سوچیں۔ یہ سونیا کی بدلی حال ہے۔ وہ اسی طرح رفتہ رفتہ تمام اعلیٰ عہدیداروں کی تبدیل کنی رہے گی اور اتنے بڑے ملک کے اعلیٰ عہدیدار کی منگول خیر حرکتیں کرتے رہیں گے۔ کیا آپ اسی طرح بیٹھے ہیں گے؟“

وہ سب سنجیدہ ہو گئے۔ انہیں کرل اور سربراہ کی شادی کی بات بے اختیار منی آگئی تھی۔ سونیا کا وجود ان کے دماغوں پر غور سے کی طرح لگ رہا تھا۔

”دوسری طرف سونیا نے پارس کو پیغام بھیجا تھا کہ وہ اس سے رابطہ کرے۔ پارس نے پیغام ملتے ہی سونیا کے دماغ میں آکر پوچھا ”کیا تم خیریت تو ہے؟“

”کیا میں خیریت نہ ہونے پر تمہیں بتاتی ہوں؟“

”یعنی کہ خیریت سے ہیں۔ اب آپ کام بتائیں۔“

سونیا نے اسے ہار موزا انجشن کے سلسلے میں بتایا پھر کہا ”اگر انجشن تسمارے ہاتھ لگ جائے تو تم خطرات کو بھی خسراناو دو گے۔“

”ہائے مہا! آپ پہلی فلائٹ سے بھیج دیں۔ میں یہودیوں کے ہاتھ لگتی روشن کروں گا۔“

”میں فلائٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے لوگ فلائنگ کپیل کے ذریعے لے انجشن لارہے ہیں۔“

”میں انتظار کر رہا ہوں۔“

”شباب اگر نہیں اب آپ جدائی کی“

○●○

بڑا بین سر سکندر ثانی کی پچھلی زندگی کے اہم واقعات بیان کرنا ضروری ہے۔ ماضی کے واقعات کو سننے اور سمجھنے بغیر وہ فراڈ پر سمجھ نہیں آئے گا۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، سکندر ثانی کا ایک اور بھائی مختار تھا۔ دونوں ایک ہی دن دس منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے۔ دونوں ہم شکل تھے۔ قد اور جسامت میں ایک جیسے تھے لیکن مختار مختلف تھے۔ سکندر ثانی اپنے باپ کی طرح نیک دل اور نرم مزاج کا مالک تھا۔ مختار شاہ اپنے دل میں بغض اور کینہ رکھتا تھا۔ بچپن سے ہی دونوں کے مزاج کا فرق واضح ہو گیا تھا۔ قادیانہ میں سکندر ثانی آئندہ اپنے باپ کی جگہ میری کی سند پر بیٹھے گا اور اس کی سر پر میری کی دستار باندھی جائے گی۔

مختار شاہ کو بھائی کی یہ برتری ناگوار گزری تھی لیکن وہ مصلحتاً ہنس رہا تھا۔ جب وہ دس برس کے تھے تو ان کے بارے میں یہ طے پانا تھا کہ وہ بیوی ممالک میں رہ کر تعلیم حاصل کریں گے۔ مختار ثانی کو اس کے مزاج کے مطابق قادیانہ بھیج دیا گیا۔ وہ دینی تعلیمات کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا ”دنیا اسلام کی سب

سے بڑی لازہ بریونیو رشی میں داخل ہو گیا۔ وہاں بھی اس نے نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ باپ نے کہا ”واپس آ جاؤ اور مسٹر جی سنبھالو۔“

اس نے جواب دیا ”بابا جانی! میں اللہ تعالیٰ کا ناجائز بندہ ہوں۔ ایک ہیرا کل بن کر بندوں کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ میں اسے ہیرا کل بناتا ہوں۔ باپ دادا سے وراثت میں ملنے والی میری میری مجھے گوارا نہیں ہے۔“

مختار شاہ لندن میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اس کے باپ نے سوچا کہ یہ تیز و تند مزاج کا حامل ہے۔ اسے نرم خویاں کے لیے یوگا کی مشقیں کرانا چاہیے۔ یوگ کے چند بڑے شہروں میں ایسے اسکول ہیں جہاں یوگا کے مراحل سے گزرنا سکھایا جاتا ہے اور ٹیلی ویشن کا علم سکھانے کے لیے بھی کلاسیں لی جاتی ہیں۔

مختار شاہ کو ایسے ہی ایک اسکول میں داخل کیا گیا۔ ان دنوں وہ دس برس کا تھا۔ وہاں آئندہ دس برس تک یوگا کی مشقیں کرنا رہا۔ شیخ جی کے ذریعے اپنے ذہن کو ایک نکتے پر مرکوز رکھنے کا عادی بناتا رہا۔ یوں اسے خلا سے آواز کی لہریں موصول ہونے لگیں اور وہ اپنی سوچ کی لہریں مطلوبہ مقام تک نشر کرنے لگا۔ اس طرح وہ بڑی خاموشی سے کامیابیاں حاصل کرتا رہا۔ وہ بڑا کامیاب تھا۔ اپنے باپ کو بھی نہیں بتایا کہ اس نے دنیا کو فتح کرنے والا علم حاصل کر لیا ہے۔

جب وہ دونوں بھائی پچیس برس کے ہوئے تو باپ نے ایک دوسرے ہیر صاحب کی صاحب زادیاں سے رشتے طے کئے۔ دونوں سے کہا کہ وہ پاکستان آئیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ کو دیکھ کر بہند کریں اور شادی کے لیے راضی ہو جائیں۔

مختار شاہ کے لیے حیناؤں کی کی نہیں تھی۔ وہ ٹیلی جیٹھی کے ذریعے دنیا کی حسین ترین عورتوں کو حاصل کر سکتا تھا لیکن انڈر گراؤنڈ ڈرگ مافیا کے تین بڑے سربراہوں نے حکم دیا کہ اسے پاکستان میں رہ کر اپنی ملانی اور سیاسی حیثیت بنانا چاہیے اور جنوبی ایشیا کے مافیا ذہن کی باگ ڈور سنبھالنا چاہیے۔ اسے جنوبی ایشیا کے مافیا ذہن میں بہت بڑا عہدہ مل رہا تھا۔ اس نے پلاننگ کی کہ پاکستان جائے گا۔ وہاں ہیرا این پر بننے کے لیے اپنے باپ دادا کی سند حاصل کرے گا۔ بہت بڑے ملائے کا ہیرا کمانے کے باعث اس کی سیاسی پوزیشن بھی بہت مضبوط ہوگی۔ اس طرح سیاست کی آڑ میں وہ ڈرگ مافیا کے لیے بڑی سوتیلیں فراہم کرتا رہے گا۔

ٹیلی جیٹھی جاننے والے کسی بڑی عظیم کے آلہ کار نہیں بننے۔ وہ کسی کی تابعداری کو گوارا نہیں کرتے۔ خود ایک تنظیم کے سربراہ بن جاتے ہیں۔ مختار شاہ کو بھی ڈرگ مافیا میں تین بیویوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہیے تھا لیکن ہیر بڑی چھٹی اپنے سے بڑی چھٹی کا شکار بن جاتی ہے۔ انڈر گراؤنڈ مافیا کے تین بڑے بھی زبردست ٹیلی جیٹھی جانتے تھے اور خیال خوانی کے علاوہ کئی خطرناک صلاحیتوں کے

حاصل تھے اس لیے مختار شاہان کے ذرا اثر کیا تھا۔

ویسے ان کے ذرا اثر رہنے کے باوجود جنوبی ایشیا میں مختار شاہ کا بڑا رعب اور دبہہ تھا۔ دوسری خطرناک شخصیتیں اس سے مرعوب اور خوف زدہ رہتی تھیں۔ اس نے ایسا ہی رعب اور دبہہ حاصل کرنے کے لیے پاکستان میں آتا اور شادی کر کے گھر بنانا منظور کیا تھا۔

لاہور میں دونوں بھائیوں کو سسرال سے ایک دعوت پر بلایا گیا۔ وہاں انہوں نے ہونے والی دہائیوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک کا نام سلیٹی اور دوسری کا نام زبیا تھا۔ دونوں خوب صورت تھیں لیکن زبیا کے حسن میں مغربی انداز کی خوشی تھی۔ مختار شاہ اس پر مرعوب تھا جبکہ وہ اس کے بھائی سکندر ثانی کی ہونے والی دہائی تھی۔ مختار شاہ کے ذہن میں سمجھنے سے یہ بات سائی ہوئی تھی کہ اس کا باپ اور گھر والے سکندر ثانی کو اس سے برتر سمجھتے ہیں۔ اسے مستند پیری پر بھٹانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے دہائی بھی زیادہ خوب صورت پسند کر کے لا رہے ہیں۔

اس نے گھر آکر باپ سے شکایت کی ”آپ ہمیشہ مجھ سے ناانصافی کرتے آئے ہیں۔ بسوں کے معاملے میں بھی آپ نے سکندر ثانی کے لیے بہتر اور میرے لیے کمتر دہائی پسند کی ہے۔ یہ سیدھی بات ہے، میں زبیا سے شادی کروں گا۔“

”تم تلقین اور تافرنان بیٹے ہو۔ تمہیں بھائی کی دہائی پسند کرتے ہوئے شرم آتی چاہیے۔ زبیا تمہارے بھائی کی امانت ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتا، میری شادی ہوگی تو زبیا سے ورنہ میں لندن واپس چلا جاؤں گا۔“

”تجھ سے اور توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے۔ جادوچ ہو جائے میں سمجھوں گا میرا ایک بیٹا مر گیا ہے۔“

باپ اس سے منہ پھیر کر چلا گیا۔ مختار شاہ بازی ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ زبیا اس کی ضد میں تھی۔ وہ اسے بر حال میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اسے لندن واپس نہیں جانا تھا۔ اپنے تین آقاؤں کے حکم کے مطابق اسے پاکستان میں ہی رہنا تھا۔

نہیں دے گا تب تک وہ پاکستان لوٹ کر نہیں آئے گا۔ اس پر عمل کرنے کے بعد اس نے اسے دو گھنٹے کی توہین دینے سے روک دیا۔ وہ دھمکتے ہوئے بیدار ہوا اور اپنے بیٹے روم سے نکل کر مختار شاہ کے بیٹے روم میں گیا۔ وہ مختار شاہ کا حوالہ دے کر مختار شاہ اپنے بھائی کے بیٹے روم میں گیا۔ کیونکہ آئندہ وہی سکندر ثانی بن کر رہنے والا تھا۔

دوسرے دن ماں باپ کے سامنے بہت بڑی تبدیلی ہوئی۔ مغربی پٹا مشرقی اور مشرقی پٹا مغربی بن گیا لیکن وہ پیدا کرنے والا ماں باپ اتنی بڑی تبدیلی کو سمجھ نہ سکے۔ سکندر ثانی اپنے حال کے حکم کے مطابق والدین سے مل کر لندن چلا گیا۔ والدین نے یہی سمجھا کہ تافرنان پٹا تھا۔ کیا ہے آئندہ بھی اسے سمجھا جھاکرواں بلایا جائے گا۔ مختار شاہ نے ڈرگ مانیا کے ایک سربراہ سے کہا کہ وہاں میں نے پلاننگ کے مطابق اپنے بھائی کو مختار شاہ بنایا ہے۔ پہنچ رہا ہے۔ اسے بڑی رازداری سے کہیں نظر بند رکھا جائے۔ یہ بھائی آئندہ بہت کام آسکتا ہے۔

ڈرگ مانیا کے لاؤنڈے اسے کہیں قید کر دیا۔ پاکستان میں شاہ مظہر ہو گیا کہ اس کی چال کشی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس طرح اس نے سکندر ثانی بن کر زبیا کو حاصل کیا۔ اپنی دہائی بنایا۔ دہائی بھی یہی سمجھتی رہی کہ وہ سکندر ثانی کی شادی ہے۔ شادی کے چندہ بعد ماں کا انتقال ہو گیا۔ پھر ایک سال بعد اس کے باپ نے بھی وفات پائی۔ باپ نے وصیت لکھی کہ اس کے مومن بیٹے سکندر ثانی کو مستند پیری پر بٹھایا جائے۔

وصیت پر عمل کیا گیا۔ مختار شاہ کو سکندر ثانی سمجھ کر مستند پیری پر بٹھایا گیا اور اسے مرحوم باپ داوا کی دوائی دے دی۔ وہ اپنے خاندان والوں کو اور علاقے کے بڑے عقیدت مندوں کو بے وقوف بنا کر بڑے پیر سکندر ثانی بن گیا۔ مختار شاہ تقریباً پانچ برس تک اسی علاقے کا امیر رہا۔ پھر بارہا۔ اس علاقے میں لاکھوں دوڑتے تھے جو پیر سکندر ثانی کے مطابق اپنی پسند کے امیدوار کو ووٹ دے کر کامیاب ہوتے تھے۔ اس طرح بھی کئی اقتدار میں آنے والی پائی آئندہ حکومت کے لیے پیر سکندر شاہ کی حمایت کی محتاج رہتی تھی۔ جن کے ذریعے انڈر گراؤنڈ مانی کو سوتیلیں حاصل ہوتی تھیں۔

اس عرصے میں وہ ملک کے اندر اور باہر شہر ڈھولے خطرناک دشمنوں کو مات دیتا رہا اور بڑی کامیابیاں حاصل کرنا۔ جب بھی ناکامی نہ ہو اور مسلسل کامیابیاں حاصل ہوتی تھیں۔ یہ خوش فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ فتح حاصل کرنے والا ہے۔ انھیں بن کر اس دنیا میں آیا ہے۔

اس کی خوش فہمی کو پہلی بار اس وقت ٹھیس پہنچی جب والدین سے اس کا سامنا ہوا۔ مختار الدین نے اسے وارننگ دی کہ اگر وہ بدچلتی ہو تو اسے کفر قرار دے گا۔ مختار شاہ کو پہلی بار کسی نے اس کی بدچلتی کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ ٹیلی ویژن کے ذریعے مختار الدین کے دماغ میں نہیں سکتا تھا۔ اس کی کمزوریاں معلوم نہیں کر سکتا تھا جبکہ فن کو خاک میں ملانے کے لیے سب سے پہلے اس کی کمزوریوں کو بھڑکانا ہے۔

اس کے بڑاڑوں مرید اس کے پاس دعا تعویذ کے لیے آیا کرتے تھے۔ ان میں جو حسین لڑکیاں اور کام کے موبہوتے تھے وہ بھی خوش فہمی کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنالیتا تھا۔ بے کسی معمول اور تابعداروں میں ”لنگھا“ اس کی سوتیلی ماں اور بھائی بھی تھے۔ اس نے پھر ایک بار لنگھا پر خوش فہمی عمل کیا۔ اس کے ذہن میں بات نقل کی کہ وہ مختار الدین کو بہت پہلے سے جانتی ہے۔ اس سے خوش کرتی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ مختار الدین کی عمر لنگھا کے مقابلے میں دہائی سے بھی زیادہ تھی۔ وہ اس سے کتراتا ہوتا تھا لیکن مختار شاہ نے اپنے عمل کے ذریعے لنگھا کو اس کی دہائی بنالیا تھا۔ لنگھا نے اسے آخر شادی پر مجبور کر دیا۔

اس طرح وہ لنگھا کے ذریعے مختار الدین کے حالات معلوم کرنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ مختار الدین اور اس کی بیٹی فہمی کا تعلق فریاد علی بنور کے ایک بیٹے علی بیور سے ہے۔ مختار الدین نے بابا صاحب کے ادارے سے ٹیلی ویژن کا علم حاصل کیا ہے اور فہمی بھی اسی ادارے میں ٹیلی ویژن کی سمجھ میں تھی۔ لنگھا نے اسے کہا کہ میرا اور بابا صاحب کے ادارے کا نام اس کے لیے خوش رکھا تھا۔ اس نے مانیا کے تین بیوروں سے رابطہ کیا پھر ہمارے ادارے سے مختار الدین کا ذکر کیا تو انہیں بھی خوشی ہوئی۔ وہ مختار شاہ کو باتیں سناتے لگے کہ کسی پھاڑے کے گرانے کی ضرورت کیا تھی؟ جبکہ وہ گرانے نہیں کیا تھا۔ تقدیر اس اونٹ کو پھاڑے کے نیچے لے آئی تھی۔

مانیا کے تین بڑے لاؤنڈے ”لاؤنڈے اور لاؤنڈے“ کھلاتے تھے۔ لاؤنڈے نے کہا ”جس رات کو شراب پینے کی عادت ہے۔ مختار الدین تمہارے اندر آئے گا تو وہ تمہاری فراڈ پیری کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھ سکتا۔“

”پھر کیا کیا جائے؟ کیا میں شراب پینا چھوڑ دوں؟“

اس رات یہی ہوا۔ اس کے پینے کے دوران میں مختار الدین اس کے اندر پہنچ گیا۔ نشے کے باعث وہ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ کر سکا اور مختار الدین نے نہ سمجھ سکا کہ مختار شاہ کا لاؤنڈے اندر چھپا ہوا ہے اور اس کے چور خیالات کو مختار الدین تک پہنچنے نہیں دے رہا ہے۔ وہ مختار شاہ کے بارے میں عام سی باتیں معلوم کر رہا تھا۔ ان باتوں سے صرف اتنا پتا چل رہا تھا کہ وہ فراڈ پیری بن کر علاقے والوں کو بے وقوف بنایا کرتا ہے لیکن اب مختار الدین کی وارننگ کے مطابق پیری مریدی سے باز آجائے گا اور پاکستان چھوڑ کر پوٹ چلا جائے گا۔

لاؤنڈے بڑی کامیابی سے مختار شاہ کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا اور مختار الدین کو انہیں رازوں تک پہنچنے نہیں دے رہا تھا۔ ایسے ہی وقت دوسرے لاؤنڈے نے لاؤنڈے کو مخاطب کیا۔ کیا اہم مسئلہ تھا کہ لاؤنڈے پانچ منٹ تک لاؤنڈے سے باتیں کرنے پر مجبور ہو گیا۔ جب مختار شاہ کے دماغ میں واپس آیا تو پتا چلا کہ اس کے چور خیالات پانچ منٹ کے لیے بے لگام ہو گئے تھے۔ مختار الدین یہ معلوم کر چکا ہے کہ اس کا تعلق انڈر گراؤنڈ ڈرگ مانیا سے ہے۔ پانچ منٹ میں وہ اس سے زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا۔ لاؤنڈے نے پھر ایک بار اس کے چور خیالات کو کنٹرول کر لیا۔ مختار شاہ کو مدھوش کی نیند سلاوا۔

لیکن یہ خوش فہمی کہ آئندہ مختار الدین اس کے چور خیالات بڑھ کر اور کئی راز معلوم کر سکتا ہے۔ لنگھا جتنی جلد ممکن ہو مختار الدین کو ہلاک کر دیا جائے اور جب تک وہ ہلاک نہ ہو جائے تب تک مختار شاہ شراب کو ہاتھ نہ لگائے۔ اسے شراب نوشی سے باز رکھنے کے لیے لاؤنڈے نے اس پر خوش فہمی عمل کر کے یہ حکم دیا کہ وہ آئندہ چند روز تک شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

اس طرح چند روز کے لیے شراب نوشی کی عادت چھوٹ گئی۔ مختار الدین دوسری بار اس کے اندر نہ جاسکا۔ یہ نہ معلوم کر سکا کہ مختار شاہ اپنے بھائی سکندر ثانی کو معمول اور تابعدار بنا کر کہیں قید کر چکا ہے اور خود سکندر ثانی کھلا رہا ہے۔

مختار شاہ کو اپنی آلہ کار لنگھا کے ذریعے معلوم ہوا کہ مختار الدین ڈائری لکھنے کا عادی ہے اور اس نے ڈائری میں یہ لکھا ہے کہ پیرانہ پیر سکندر ثانی کا قتل انڈر گراؤنڈ ڈرگ مانیا سے ہے۔ وہ اپنے لیے خطہ محسوس کر رہا ہے لنگھا یہ ڈائری بینک کے لاکر میں محفوظ رکھے گا تاکہ اس کی موت کے بعد اس کی بیٹی فہمی اور فریاد کا بیٹا اسی پڑھ کر مختار شاہ کو اس کے برے انجام تک پہنچا سکے۔

مختار شاہ نے بعد میں مختار الدین کو ہلاک کر دیا لیکن وہ ڈائری اس کے لیے مصیبت بن گئی۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے ہلاکت سے پہلے اسے لاکر میں رکھ دیا تھا یا وہ اس کے بیٹے روم میں کہیں رکھی ہوئی تھی؟

اس ڈائری کو حاصل کرنے کے لیے خاصا ہنگامہ رہا۔ علی اور

ضمی پر قاتلانہ حملے ہوتے رہے پھر بھی عتار شاہ، ڈائری حاصل نہ کر سکا۔ ضمی اور علی کو مظلوم ہو گیا کہ عتار شاہ، فخر الدین کا قاتل ہے اور اس کا حلق انڈر گراؤنڈ مانیا سے ہے۔

اب عتار شاہ اور تین بھڑوں کو یہ اندیشہ تھا کہ فریاد کا بیٹا میدان میں آیا ہے تو ان کی جڑوں تک پہنچ کر رہے گا لہذا ٹھوس پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے پہلی فرصت میں ضمی اور علی کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔

مجھے پسند ہے کہ اس شخص نے اس کی زندگی بھر کے لیے اس کی تعلیم کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس نے اس کی زندگی بھر کے لیے اس کی تعلیم کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس نے اس کی زندگی بھر کے لیے اس کی تعلیم کی بنیاد ڈالی ہے۔

آٹھ پوٹی کھیل رہا تھا۔ اس کے پاس نادیدہ بنانے والی گولی
 تھی وہ اسی کو خفی میں کیس چھاپا ہوا تھا۔
 نادیدہ بن کر تلاش کرنے والوں کو وہ نظر آیا۔ وہ دونوں ایک

منہوں کو یہ دکھانا مقصود ہوتا ہے کہ دوسرا بھائی جو والدین سے لڑ بھڑ کر لندن چلا گیا تھا وہ ناراضگی بھول کر سال میں ایک بار اپنے باپ کی قبر فاتحہ پڑھنے آتا ہے۔

آیا۔ اس کے ہاتھ میں چابیاں تھیں۔ وہ ان چابیوں سے سکندر ثانی کے ہاتھوں اور بیروں کی زنجیریں کھول کر واپس چلا گیا۔

مختار شاہ نے خیال خوانی کے ذریعے حکم دیا ”آرام سے سو جاؤ۔“

وہ جانتا تھا کہ بچھلے پانچ برسوں سے اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔ وہ چاروں شانے چت ہو کر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں پھر دشمن بھائی کی ٹیلی بیٹھی کے ذریعے رفتہ رفتہ سو گیا۔

وہ اسے اپنا معمول بنا کر اس کے دماغ میں وہی پرانی باتیں نقش کرنے لگا کہ اس کا نام سکندر ثانی نہیں، مختار شاہ ہے۔ وہ باپ دادا کی میری مریدی سے منحرف ہے۔ اپنے باپ کی قبر پر حاضری دینے آیا ہے پھر یہاں سے واپس چلا جائے گا اور زندگی رہی تو آئندہ سال آئے گا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ وہ ایک گھنٹے تو یہی نیند سوئے گا پھر اٹھ کر غسل کرنے کے بعد بہترین لباس پہن کر اپنے بھائی سکندر ثانی (فراز) اور خاندان والوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھے گا، اس کے بعد بابا جانی کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائے گا۔

وہ ایک گھنٹے کے لیے تو یہی نیند سو گیا۔ مٹی اور علی اس کے دماغ سے نکل آئے۔ دوبارہ اس کے دماغ میں جانے کے لیے مختار شاہ کی آواز اور لہجہ اختیار کیا جا سکتا تھا۔ اصلی سکندر ثانی کے دماغ میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ عامل اور معمول بھائیوں کے فرق کو پہچان سکتے تھے۔

اصل انتظار اس بات کا تھا کہ فراز مختار شاہ جسمانی طور پر نظر آئے۔ اب تک اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رہا تھا۔ جسمانی طور پر سامنے ہونے سے دشمن سے انتقام لیا جا سکتا تھا۔

مٹی اور علی دور سے دیکھتے رہے۔ وہ دونوں اپنے خاندان والوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر کوٹھی کے احاطے میں آئے پھر اپنے باپ کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے کے لیے بیٹھے۔

ایسے ہی وقت ایک جوان ایک گمن کے کرفراز مختار شاہ کے سامنے آیا۔ اسے نشانے پر رکھ کر واپس ”تم جعلی ہو۔ تم نے میری بہن کی عزت لوٹی ہے۔ تم جادو جانتے ہو۔ اس سے پہلے کہ جادو کرو تمہیں مار ڈالوں گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے ایک لمحہ بھی خائف نہیں کیا۔ تڑا تڑا گولیاں چلا دیں۔ مختار شاہ گولیاں کھا کر لڑکھڑا ہوا زمین پر گر کر پھر تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اس جوان نے گمن کو ایک طرف پھینک کر کہا۔ ”اب مجھے پکڑلو، تمہارے پکڑی لے چلو۔ مجھے پھانسی پر چڑھا دو۔ میں ایک غیرت مند بھائی کی طرح جان دوں گا۔“ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ مٹی اور علی کے لیے یہ واردات

غلاف توقع تھی۔ وہ اپنے باپ کے قاتل کو ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ایک غیرت مند بھائی نے اسے قتل کر دیا۔ وہ مایوس ہو کر بولی ”میری حسرت دل ہی میں رہ گئی۔“

علی نے کہا ”جی نہیں اس جعلی پیر نے کتنے گھر تباہ کئے کسی نہ کسی کے ہاتھوں مرنے والا تھا اس لیے ایک بہتر مند جو ان کے ہاتھوں مارا گیا۔“

پھر علی نے فرشتہ صفت سکندر ثانی کی زبان سے اپنے خاندان والوں کو مخاطب کیا ”اس جوان نے ایک ٹپک لہجہ میں اسے سزا سے بچاؤں گا۔ آپ مجھے بدکار مختار شاہ رسے ہیں۔ بدکار یہ تھا اور آج تک پارسائن کر آپ سب کو رو دیتا رہا۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے۔ مٹی بیٹھی جانتا تھا کہ اب مجھ پر شیطانی عمل کر کے مجھے مختار شاہ بنادیا اور خود سکندر ثانی یہاں میں کر رہا۔“

خاندان والے ایک طویل عرصے سے اصلی سکندر ثانی کو شاہ سمجھتے آ رہے تھے۔ وہ اتنی جلدی حقیقت کو تسلیم نہ کر سکتے تھے۔ مختار ثانی نے علی سے کہا ”آپ میرا جائز حق مجھے دلانا چاہتے ہیں۔ مجھے اصلی سکندر ثانی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ممکن ہے۔ میرا رفتہ رفتہ اپنے خاندان والوں اور تمام عقیدت مندوں کو متاثر کر لوں گا۔“

”اور اگر اعتماد حاصل نہ کر سکے تو؟“

”اب سب کو اعتماد کرنا پڑے گا کیونکہ منہ پیری سنبھالنے کے لیے میں ہی ایک جانشین رہ گیا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں میں حسن سلوک سے انہیں قائل کر لوں گا۔“

علی اور مٹی دافنی طور پر حاضر ہو گئے۔ یہ اطمینان فرا شیطانی مر گیا پھر اپنے ہاتھوں سے مارنے کی حسرت رہ گئی تھی۔

☆

کھوپڑی کے اندر دماغ اور دماغ کے اندر اندر ہاتھ اور اس اندر سے صرف سوچ کی لہریں نکلتی ہیں۔

تینوں لاؤز نے اس سے پوچھا ”ہماری بلا تک کسی دہی مختار شاہ کی سوچ نے کہا ”زبردست۔ ہم کیلا گیا ہے۔“ اس کا باپ فرما بھی بھی یہ جان نہیں سکے گا کہ اصلی سکندر ثانی مارا گیا ہے اور مختار شاہ آج بھی سکندر ثانی کے نام سے ہے۔“

تینوں لاؤز نے قہقہے لگائے پھر ایک نے کہا ”فراز کے لیے کی زبان کو زبردست ٹھوکر مارنے کی خوشی میں آج سے مجھے کی اجازت دی جاتی ہے۔ جیڑا، ہپ، ہپ، ہپ۔“

○

مٹی اور علی نے مختار شاہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے صرف چند قدم کے فاصلے پر قتل ہوتے دیکھا تھا لیکن وہ قتل ایک شیطانی جگر تھا۔ شیطانی کے دھوکے میں بے چارہ ایک فرشتہ مارا گیا تھا۔

پیر ابن جبر مختار شاہ چو تک شیطانی تھا اس لیے اس کا قصہ بھی شیطانی کی آنت کی طرح لہا ہے۔ اس قصے کو تفصیل سے بیان کرنے کی بجائے اس کی مثال بنایاں سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ قصہ طولانی ہے مگر سبق آموز دلچسپیوں سے مبرور ہے۔ سبق آموز اس لیے کہ شیطانی کی ہر حرکت ہمیں سبق سکھاتی ہے مگر ہم سمجھ نہیں پاتے۔

فراز پیر نے اسی دن سے خطرے کو محسوس کیا تھا جب اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ فراد کے بیٹے علی سے تعلق رکھنے والے فرخ الدین سے مل کر آیا ہے۔ چونکہ فرخ الدین ہمارے حوالے سے اس کے لیے ایک زبردست دشمن تھا اس لیے مختار شاہ نے اس معاملے کو اندر کرنا تو ان کے تین بیروں تک پہنچایا۔ وہ تین بڑے اندر گراؤں کے لاؤز نکلتے تھے۔ لاؤزوں کا لاؤز اور لاؤز تھری۔

جب تینوں لاؤز نے یہ سنا کہ مٹی بیٹھی جاننے والے فرخ الدین کا تعلق میرے بیٹے علی سے ہے تو وہ تینوں بھی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ ان دنوں فرخ الدین لاہور میں تھا تھا۔ انہوں نے اس کے خلاف مختلف چالیں چلیں پھر اسے قتل کر دیا۔

یہ قتل ان کے گلے پر کیا کیونکہ اس قتل کی تفتیش مٹی اور علی نے شروع کی اور اصل قاتل مختار شاہ تک پہنچ گئے۔ ایسے وقت تینوں لاؤز نے مختار شاہ کو مشورہ دیا کہ وہ سکندر ثانی کو لندن سے لے آئے اور اسے چھپا کے قید رکھے تاکہ اپنے کسی بہت برے وقت میں اپنے اس ہم شکل بھائی کو استعمال کر سکے۔

اس سے زیادہ برا وقت اور کیا ہو گا کہ مٹی اور علی کو لٹکانے کے ذریعے قتل کرانے کی آخری کوشش کی گئی۔ اس آخری ناکام کوشش سے یہ یقین ہو گیا کہ وہ دونوں اب ناپید ہو گئے۔ مختار شاہ کی کوٹھی میں آئیں گے پھر اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

مٹی نے شیطانی جگر شروع ہوا۔ وہ جو شیطانی مختار شاہ تھا اس نے فرشتہ سکندر ثانی بن کر خود کو زنجیروں میں جکڑ لیا اور جو فرشتہ سکندر ثانی تھا اسے حمزہ کر کے آزاد چھوڑ دیا۔ مٹی اور علی نے اسے زنجیریں پس کر قیدی بننے والے مختار شاہ کے چور خیالات پڑھے۔ اسی وقت تینوں لاؤز نے مختار شاہ کے دماغ پر پوری طرح نظر نہالیا تھا اس لیے یہ بعید نہ محسوس ہوا کہ وہ فراز پیر مختار شاہ کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔

دوسرے دن مختار شاہ اور سکندر ثانی کے والد کی برسی تھی۔ مٹی میں شریک ہونے کے لیے قیدی مختار شاہ کی زنجیریں کھول دی گئیں۔ اس نے اپنے بھائی سکندر ثانی کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی پھر وہ دونوں باپ کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائے آئے۔ ایسے ہی وقت چاکا ایک نوجوان ایک گمن لے کر ان کے سامنے آیا۔ اس نے سکندر ثانی سے کہا ”تم جعلی پیر ہو۔ تم نے میری بہن کی

عزت لوٹی ہے۔ تم جادو جانتے ہو۔ اس سے پہلے کہ جادو کرو تمہیں مار ڈالوں گا۔“

پھر اس سے قبل کہ کوئی اسے پکڑتا اس نے تڑا تڑا گولیاں چلا دیں۔ سکندر ثانی اسی جگہ کر تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ وہاں بیٹھے بھی عزیز واقارب تھے انہوں نے یہی سمجھا کہ جو فرشتہ صفت سکندر ثانی ہے وہ مارا گیا ہے اور انہوں نے درست سمجھا۔ مٹی اور علی نے غلط سمجھا کیونکہ انہوں نے اس فراز مختار شاہ کے چور خیالات پڑھے تھے اور لاؤز کی مکاریوں کے باعث یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ فرشتہ صفت سکندر ثانی زندہ ہے اور جس مختار شاہ نے اس فرشتے کو زنجیریں پس کر قید کیا تھا وہ ایک نوجوان کی گولیوں سے حرام موت مر چکا ہے۔

وہ تینوں لاؤز چاہتے تھے کہ بعید کھلنے سے پہلے اصلی سکندر ثانی مارا جائے۔ مٹی اور علی اسے ہلاک کرنے کے لیے اس کے دماغ میں پتھریں گئے تو انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہی فرشتہ سکندر ثانی ہے جسے تو یہی عمل کے ذریعے مختار شاہ بنایا گیا ہے۔

انہوں نے ایسا کچھ ہونے سے پہلے ایک نوجوان کے ہاتھوں اسے قتل کر دیا۔ وہ نوجوان دراصل فراز مختار شاہ کا معمول اور تابع تھا۔ جب وہ قبر پر پھول چڑھانے گئے تھے تو تینوں لاؤز نے اس جوان کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں رکھا تھا۔ گولیاں چلانے کے بعد بھی اس جوان کے دل و دماغ میں یہی بات تھی کہ اس نے ایک فراز پیر کو قتل کیا ہے کیونکہ تو یہی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہی باتیں نقش کرائی گئی تھیں۔ مٹی اور علی آئندہ جب بھی اس کے دماغ میں جاتے تو انہیں یہی معلوم ہو گا کہ اس جوان نے اپنے طور پر جائز انتقام لیا ہے۔

یہ ایسا جگر تھا کہ حویلی کے تمام افراد اور سکندر ثانی کے خاندان کے تمام لوگ پکڑ میں پڑ گئے تھے۔ انہوں نے برسوں سے جسے ایک ہیر کی حیثیت سے زندگی گزارتے دیکھا تھا اس فرشتے کو ان کے سامنے گولی مار دی گئی تھی۔ وہ اندر کی بات نہیں جانتے تھے کہ کس طرح وہ ہم شکل بھائی تبدیل ہو گئے تھے۔ ایک کی جگہ دوسرے نے لے لی تھی۔ شیطانی کو موت آنی تھی مگر اس کی جگہ فرشتے کو موت آگئی تھی۔

حویلی میں اس فرشتے کا سوگ منایا جا رہا تھا۔ مٹی اور علی کو مختار شاہ سے ہمدردی تھی۔ علی نے اس سے کہا ”تمہارے تمام عزیز واقارب تمہیں فراز مختار شاہ سمجھ رہے ہیں۔ تمہارے لیے یہ ثابت کرنا دشوار ہو گا کہ تم اصلی سکندر ثانی ہو۔“

”ہاں! وہ شیطانی آدمی مارا گیا۔ افسوس تو یہی ہے کہ یہ رشتے دار مجھے اپنے بزرگوں کی نافرمانی اولاد سمجھ رہے ہیں لیکن میں اپنے نیک اعمال سے رفتہ رفتہ انہیں اپنی طرف مائل کر لوں گا۔“ مٹی نے کہا ”جی نہیں“ انہیں قائل کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے میں کتنا عرصہ لگ جائے گا۔ ہم ٹیلی بیٹھی کے ذریعے

انہیں تمہاری طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔
دوسرے دن وہاں کے بزرگوں نے ایک چھوٹا سا اجلاس کیا
اور یہ مسئلہ اٹھایا کہ دستاویزی کسی کے سر پر رکھی جائے گی۔
ایک بزرگ نے کہا ہمیشہ سے اس خاندان کے فرید بن رہے
رہے ہیں۔ ابھی ان کی اولاد میں سے ایک عمار شاہ زندہ ہے۔ یہ
دستار اس کے سر پر رکھی جائے گی۔

دوسرے بزرگ نے اعتراض کیا "پہلے وہ خود کو پر بننے کا اہل
ثابت کرے۔ جس اولاد سے اس کے والدین ناراض رہے اسے
ہم اپنے سر پر کیسے بٹھا سکتے ہیں۔"

علی نے ایک بزرگ کے ذریعے کہا "مجھے خاندان کے بچے
دقیق طور پر گمراہ ہوتے ہیں پھر راہِ راست پر آجاتے ہیں۔ تم عمار
شاہ کو جس طرح آزمائا جاوے، آزما کر دیکھ لو۔ یہ اب پیر ابن ہیری
ثابت ہوگا۔"

ایک نے کہا "مرحوم سکندر خانی ہمارے دل کی باتیں ہیں تا
وہاں کرتے تھے کیا یہ عمار شاہ تباہ ہو سکتا ہے؟"

علی نے عمار شاہ کے اندر آکر اس کے ذریعے کہا "ہمارے
والدہ! واہ! اور پردا والوں کے بھید نہیں بتاتے تھے۔ میں نہیں جانتا
کہ مرحوم سکندر خانی کس لیے ایسا کرتے تھے لیکن میں آپ تمام
حضرات کے اطمینان کے لیے صرف آج آپ کے دلوں کی باتیں
بتاؤں گا۔ آپ وعدہ کریں کہ آج کے بعد پھر ایسی فرمائش نہیں
کریں گے۔"

ایک بزرگ نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "یہ درست ہے
کہ اللہ تعالیٰ جب رازوں کو سمجھنے کے علوم دیتا ہے تو وہ علوم جاننے
والے انہیں اپنے اندر عید چھپا کر رکھتے ہیں ظاہر نہیں کرتے۔"
جن بزرگ نے اعتراض کیا تھا، عمار شاہ نے ان کی طرف
اٹھ کر کہا "آپ سوچ رہے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کا اور اپنے
والدین کا نافرمان بندہ ہوں۔ مجھے ایسے غیر معمولی علوم حاصل نہیں
ہو سکیں گے۔"

بزرگ نے کہا "یہ درست ہے۔ میں یہی سوچ رہا ہوں لیکن یہ
بات موتی مثل سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ میں نے آپ کی مخالفت
کی اس لیے آپ کے بارے میں میرے یہی خیالات ہوں گے۔
آپ میرے اندر کی ایسی باتیں جو کوئی دوسرا نہ تباہ ہو۔"
"بتاؤں گا تو آپ کہیں گے، بھری مٹھل میں بھید کھول رہا
ہوں۔"

"آپ میرے کان میں بتاویں۔"
"کان میں بتاؤں گا تو دوسروں کو اپنے غیر معمولی علم کا کیسے
یقین دلاؤں گا۔"
"آپ درست بتائیں گے تو میں اپنی زبان سے سب کے
سامنے اعتراف کروں گا۔"
"نہیں۔ میرے علم کو چیلنج کیا گیا ہے، بھری مٹھل میں یہ کہا گیا

ہے کہ میرے باپ، واہ! کا علم مجھے وراثت میں نہیں مل سکا اس
لئے میں سب کے سامنے آپ کے دل کی یہ بات بتاتا ہوں کہ کہ
بوساے میں بھی جوان رہنا چاہتے ہیں۔"

وہ بزرگ ایک دم سے اچھل کر کھڑے ہوئے "تمہیں ایک
بزرگ کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آتی چاہیے۔ تم
مجھے ذلیل کرنے کے لیے ایسی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں ثابت کر سکتا ہوں۔ اس وقت بھی آپ کی جیب میں
بوزھوں کو جوان بنانے والے بھون کی ایک شیشی موجود ہے۔"
بزرگ نے فوراً ہی اپنی جیب پر ہاتھ رکھ لیا اور چچا کر لیا۔
"یہ بھوت کتنا ہے۔"

"میں آپ تمام بزرگوں سے عرض کرتا ہوں۔ جنہیں میری
بات کا یقین نہ آئے وہ ان کی جیب سے شیشی نکال کر دیکھ لیں۔"

وہ بزرگ فوراً ہی پلٹ کر دروازے کی طرف گئے پھر کہا "یہ
شرقا کی مٹھل نہیں ہے۔ یہاں بزرگوں پر کچھ اچھالی جاتی ہے
لا حول ولا قوت۔"

وہ جانا چاہتے تھے یا دوسرے لفظوں میں بھاگنا چاہتے تھے مگر
ان کا راستہ روک لیا گیا۔ ایک نے کہا "جب آپ نے ایک پیر
ابن ہیری کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے تو اس آزمائش کا نتیجہ ہمیں
معلوم ہونا چاہیے۔"

دوسرے نے بھرت کر ان کی جیب سے شیشی نکال لی۔ اس پر
لکھا تھا "مجون شباب آفریں۔"

سب نے اسے دیکھا اور بڑے مایاں پر لا حول بڑھی۔ وہ مجھلا
کر چلے گئے عمار شاہ نے کہا "میں پہلے کہ چکا ہوں کہ صرف آج
اس مٹھل میں دلوں کی باتیں بتاؤں گا۔ آج کے بعد کوئی مجھے
آزمائش میں نہ ڈالے لہذا جب تک میں یہاں بیٹھا ہوں آپ
حضرات فرماؤ فرماؤ اپنے دل کی باتیں مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔"

ایسا کن جانتا ہے کہ اس کے دل کا بھید بھری مٹھل میں مکمل
جائے سب چپ رہے۔ ایک دوسرے کو سمجھنے لگے۔ ان میں سے
کئی حضرات کچھ پوچھنا چاہتے تھے مگر شرابی کی جی کہ اندر کی بات
بھری مٹھل میں بتائی جائے گی۔ ایک بزرگ نے کہا "میری کچھ
گھڑیلہ پریشانیوں ہیں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ پریشانیوں
ہو جائیں اگر دور نہ ہو سکیں تو ہم ہو جائیں۔"

عمار شاہ نے ذرا دیر کے لیے آنکھیں بند کیں۔ اتنی دیر میں
علی نے اس شخص کے خیالات بڑے پھر عمار شاہ کی زبان سے کہے۔
"وہ تو جو ان جس نے تمہاری غریبی کا مذاق اڑایا ہے اور جھلنے
تمہاری بیٹی کو اپنی شریکِ جات بنانے سے انکار کیا ہے وہ آج کا
وقت آئے گا اور تم سے معافی مانگے گا اور تمہاری بیٹی کا رشک بھی
آج کے بعد تمہاری ساری پریشانیوں دور ہو جائیں گی لیکن بہتر
کہ ابھی تم جا کر اس سے ملاقات کرلو۔"
پھر علی نے قہمی سے کہا "تم اس شخص کے دماغ میں"

بہ وہ اس جوان سے ملاقات کرے تو اس جوان کی آواز اور لہجہ
نہیں کیا کرتا ہے۔"

قہمی اس شخص کے دماغ میں چلی گئی پھر اس مٹھل میں کسی اور
نے اپنے دل کی بات نہیں پوچھی۔ مٹھل پر خاست ہو گئی۔ صرف
"مجھے بعد ہی یہ خبر پھیل گئی کہ پیر ابن ہیری عمار شاہ کی بیٹی کو
دست ہوئی ہے۔ اس جوان نے معافی مانگ لی ہے۔ اس کی بیٹی کا
رشتہ بھی باقا ہے۔ اس جوان کے باپ سے زمین کا جو تنازعہ چل
رہا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ اس شخص کی تمام پریشانیوں بھی دور ہو چکی
ہیں۔"

یہ ایسے شواہد تھے جن کے بعد خاندان کے تمام بزرگوں کو اور
اس علاقے کے تمام لوگوں کو یقین ہو گیا کہ عمار شاہ کو پیری وراثت
میں مل چکی ہے۔ سب نے پیر ابن ہیری تسلیم کر لیا۔

شیطان پکڑنے کا کھل کھلائے تھے۔ جو سیاہ تھا وہ سیاہ ہی رہا
اور سب اسے سفید سمجھنے لگے۔ عمار شاہ اور تینوں لاڑوں کے لیے
یہ بات باعث اطمینان تھی کہ وہ قہمی اور علی کو دھوکا دینے میں پوری
طرز کامیاب رہے ہیں۔

قہمی کو یہ حسرت رہ گئی تھی کہ اس نے اپنے باپ کے قاتل کو
اپنے ہاتھوں سے جہنم میں نہیں پھینکا۔ ویسے وہ ایسے حالات میں
مارا گیا تھا کہ قہمی کو صبر کرنا پڑا۔ چلو اس کے ہاتھوں نہ سہی دشمن
اپنے برے انجام کو پہنچ گیا۔

دیکھا جائے تو عمار شاہ اور تینوں لاڑوں کو یہ بہت بڑی کامیابی
حاصل ہوئی تھی۔ قہمی اور علی آئندہ کبھی عمار شاہ کو نہ دشمن سمجھنے
والے تھے اور نہ کبھی اس کے راستے کی دیوار بننے والے تھے۔
عمار شاہ نے اپنے لاڑوں سے پوچھا "اب تو خدوہ کل گیا ہے۔ وہ
دونوں حویلی سے جانے کے بعد واپس تو نہیں آئیں گے؟"

ایک لاڑ نے کہا "نہیں واپس نہیں آنا چاہیے لیکن وہ
جیسں اصلی سکندر خانی سمجھ کر تمہارے بھروسہ میں گئے ہیں۔ اسی
بھروسے کی بنا پر انہوں نے تمہارے تمام خاندان والوں کو اور
علاقے کے لوگوں کو تمہاری طرف مائل کیا ہے۔ وہ سب تم پر اعتماد
کر رہے ہیں لیکن قہمی اور علی کی یہ بھروسہ جیسں مٹ گئی ہے۔"
عمار شاہ نے پوچھا "ان کی بھروسہ مجھے کیسے مٹ گئی ہے؟"

"نہیں بھروسہ کا جذبہ پھر تمہاری طرف کھینچ لگتا ہے۔ وہ
تمہاری خیریت معلوم کرنے اور تمہارے کسی کام آنے کے لیے پھر
اٹھک گی دن کی وقت آسکتے ہیں۔"

دوسرے لاڑ نے کہا "وہ اچانک آئیں گے تو چاہیں تم کن
حالات میں پائے جاؤ گے؟ شراب پی رہے ہو گے، کسی کے ساتھ
نر کا کر رہے ہو گے یا ہمارے اندر کراؤ خیز معاملات میں ملوث
ہائے جاؤ گے۔ بہر حال ہمارا بھید لگتا ہے۔"
تیسرے لاڑ نے کہا "میں یہ پہلو نظر انداز نہیں کرتا چاہیے

کہ وہ دونوں بھروسے کے جذبے سے تمہارے پاس کسی وقت بھی
آسکتے ہیں۔"

عمار شاہ نے کہا "یہ تو مصیبت ہو گئی۔ واقعی ان کی بھروسہ
مٹ گئی ہے۔ یہ جو ہم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے کیا یہ
خاک میں مل جائے گی؟"

"مگر نہ کرو۔ ہم ان سے جیسں محفوظ رکھیں گے۔ ہم نے
کامیابی کی خوشی میں جیسں شراب پینے کی اجازت دی تھی۔ اب
نہیں پو گے۔ ہم پھر تم پر خوشی عمل کریں گے اور تمہارے ذہن
میں یہ نقش کریں گے کہ تم شباب اور شراب کی طرف کبھی مائل
نہیں ہو گے۔"

"آپ نے دیکھا ہے۔ جب سے زیبائری زندگی میں آئی ہے
میں نے عیاشی ختم کر دی ہے۔ آئندہ بھی میں اس پر انکشاف کوں
گا۔"

"ٹھیکس کھا گئے ہو۔ اب وہ تمہاری بیوی نہیں رہی۔ تم مر چکے
ہو۔ وہ اب بیوہ ہے۔ اب تم اس کے دیور ہو اور وہ تمہاری بیوہ
بھالی ہے۔"

"یہ تو ہے۔ جب سے زیبائے خود کو بیوہ سمجھ لیا ہے تب سے
اجہنم میں ہوں کہ کیا کروں؟ کیسے اس کے قریب جاؤں؟ کیا اسے
بتا دوں کہ میں زندہ ہوں؟"

"عورت کو راز دار بنانے کی حماقت نہ کرنا ورنہ ہم جیسں کوئی
مادرین گے۔ اول تو وہ یقین نہیں کرے گی اور کہے گی تو کیا یہ خوشی
چھپا گئی کہ وہ بیوہ نہیں ساگن ہے؟"

"میں اسے راز دار بنانے کی حماقت نہیں کروں گا لیکن وہ
عدت کے دن پورے کرنے کی تو میں اس سے شادی کر سکوں گا۔ ہم
دستور کے مطابق بیوہ بھالی سے شادی کر سکتے ہیں۔"

"تم اپنے دستور کے مطابق جو کرو گے، اس پر ہم اعتراض
نہیں کریں گے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن تم پر دوبارہ خوشی عمل کرنا لازمی ہے۔
تمہارے دماغ میں جتنے عقلی خیالات ہیں ہم انہیں مٹا دیں گے۔"
انہوں نے یہی کیا۔ عمار شاہ کو خوشی عمل کے مضبوط قلعے میں
قید کر دیا۔ اس کے ذہن سے عقلی خیالات نکال دیے۔ اسے باہر
سے اور اندر سے نیک اور ہار سا بنایا۔ اب اس کی طرف سے کوئی
اندیشہ نہیں رہا تھا۔

لیکن اب دوسری طرف سے اندیشہ تھا۔ قہمی اور علی ان کے
سروں پر اب بھی غلج لگا رہے تھے۔ یہ پہلو بھی
پیش نظر تھا کہ وہ دونوں بھروسہ سے عمار شاہ کے پاس آئیں گے
اگر اس وقت عمار شاہ ان کے کسی کارندے سے باتیں کر رہا ہو تو
وہ اس کے ذریعے ان کی ساری چال بازیوں سمجھ لیں گے۔
انہوں نے عمار شاہ کو حکم دیا کہ وہ ایک ہفتے تک کسی بھی انداز
کراؤ خیز سرگرمی میں حصہ نہ لے۔ صرف اپنی حویلی اور اپنے علاقے

تک محدود رہے۔ اس دوران میں ہر حال میں ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔

ان تینوں لاڈوں کے پاس وہ غیر معمولی گولیاں تھیں جن کے ذریعے وہ نادیہ بن سکتے تھے۔ وہ نادیہ بن کر اپنے بہت سے پیچیدہ معاملات کو آسانی سے سلجھایا کرتے تھے۔ اب فنی اور علی کو قسم کرنے کے لیے انہیں نادیہ بن کر ہی ان کے قریب جانا تھا اور یہ بات وہ جانتے تھے کہ فریاد اور اس کی فیملی کے دہرو دشمنی سے جانے والے زندہ واپس نہیں آتے ہیں اور ان کی موت دوسروں کے لیے عبرت ناک بنتی رہی ہے۔

لاڈوں نے اپنے ساتھی لاڈوں سے کہا "کیا فریاد کی فیملی نے قیامت تک کامیابیاں حاصل کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے؟ کیا ہم علی کے مقابلے پر جائیں گے تو مردہ واپس آئیں گے؟"

لاڈوں نے کہا "پہلے کی بات اور ہے۔ پہلے ایسی نادیہ بنانے والی گولیاں نہیں تھیں۔ اب تو ہم محفوظ رہ کر فنی اور علی کو کوئی مار سکتے ہیں۔"

"وہ بھی نادیہ رہیں گے تب کیا ہوگا؟"

لاڈوں نے کہا "کوئی بیش نادیہ بن کر نہیں رہ سکتا۔ کھاتے پیتے اور لباس پہننے وقت یا ٹائلٹ جاتے وقت ٹھوس جسم میں ظاہر ہو نا لازمی ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ مختار شاہ نے بھی یہی سوچا تھا۔ اپنی معمولہ زندگی کو حکم دیا تھا کہ فنی اور علی کھانے سے پہلے جیسے ہی اپنے منہ سے گولیاں نکال کر باہر رمیں۔ وہ انہیں گولی مار دے۔ اتنی زبردست پلاننگ کے باوجود مختار شاہ انہیں ہلاک کرنے میں ناکام رہا تھا۔"

"دراصل انہوں نے بابا صاحب کے ادارے میں عجیب و غریب زندگی حاصل کی ہے۔ ان کے ذہنوں کو اتنا تیز بنا دیا گیا ہے کہ وہ دیکھتے ایک طرف ہیں لیکن ان کے ذہن چاروں طرف پوری بیداری سے مستعد رہتے ہیں۔ وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرتے ہیں۔"

"ہم بھی اپنی محروم روزگاہت سے ہر بڑے چھوٹے پہلو پر نظر رکھیں گے۔ کبھی ان کے دہرو نہیں جائیں گے نادیہ بن کر ان کے آپس میں رہیں گے۔ جب پوری طرح یقین ہو جائے گا کہ ہمارا حملہ کسی طور بھی ناکام نہیں ہوگا تب ہم چند ساعتوں کے لیے نمودار ہو کر انہیں گولی مار دیں گے۔"

وہ تینوں تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتے رہے۔ اب سوال پیدا ہوا تھا کہ اس بلے کے گلے میں کتنی کون بانٹے گا؟ کون علی کو قتل کرنے جائے گا؟ انڈر گراؤنڈ دنیا کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں۔ وہ تینوں بیک وقت ان تمام مصروفیات کو ملتی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک وقت میں کوئی ایک ہی علی اور فنی پر حملے کرنے جا سکتا ہے۔

ایک نے لاڈوں سے کہا "ہم یہاں کے معاملات سنہالیں

گے تم انہیں قتل کرنے جاؤ۔"

لاڈوں نے کہا "مجھے یہ کیوں کہہ رہے ہو۔ قہری کو بھی کر سکتے ہو اور تم خود جا سکتے ہو۔ ہم تینوں کسی زمانے میں پیش رو رہ چکے ہیں پھر میں یہ کیوں؟"

لاڈوں نے کہا "ہم تینوں میں سے کسی ایک ہی کو جانا ہے۔ میں نے تمہیں جانے کو کہا ہے۔ جانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ تم ہمارا مانو۔ مجھے کوئی نہیں چلا جائے گا۔"

لاڈوں نے کہا "بہتر ہے تم ہی چلے جاؤ۔"

اس نے لاڈوں قہری سے کہا "میں نے خود کو پیش کیا۔ تمہارا فرض ہے، تم بھی خود کو پیش کرو۔"

قہری نے کہا "چلو میں بھی خود کو پیش کر رہا ہوں۔ میں جانوں گا۔"

"اس طرح ہم تینوں جانے کے لیے تیار ہیں مگر جانا ایک ہے۔ لہذا اپنی پرچی نکالی جائے۔ جس کے نام کی پرچی نکلے گی وہ اس مشن پر جائے گا۔"

انہوں نے قہر اندازی کی۔ لاڈوں قہری کے نام پر اپنی نکل۔ اس کے چہرے کا رنگ اگڑا۔ وہ بولا "مجھے اعتراض نہیں ہے۔ یہی میرے نام کی نکل ہے۔ میں جاؤں گا لیکن میں ان دونوں کو قتل کرنے کے لیے جو بھی طریقہ کار اختیار کروں اس پر تم دونوں اعتراض نہ کرنا۔"

لاڈوں نے کہا "ہم ہر کام ایک دوسرے کے مشورے سے کرتے ہیں تاکہ ہم میں سے کسی کی پلاننگ میں کوئی خامی نہ جائے۔ وہ بھی مشوروں سے دہرو ہو جائے۔ پیر اپنا طریقہ کار بتاؤ؟"

قہری نے کہا "میں اپنے معمول اور تابعدار کے داغ میں کر اسے اپنا آلہ کار بنا کر انہیں قتل کروں گا۔ اس طرح مجھے ان کے دہرو نہیں جانا پڑے گا۔"

"وہ تمہارے آلہ کار کو دیکھتے ہی اسے چوخی کی طرح مل دیں گے۔"

"میں اسے نادیہ بناؤں گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ ہم تینوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اپنی نادیہ بننے والی صلاحیتیں کسی پر ظاہر نہیں کریں گے۔ تم ایک معمولی آلہ کار کو کوئی نکلنے دو گے تو وہ تمہارے اس راز سے واقف ہو جائے گا۔"

"پہلے میری پوری بات سنو۔ میں اسے چھوٹی سے چھوٹی کھلا دوں گا۔ وہ جو میں گھٹنے سے زیادہ نادیہ نہیں رہ سکے گا۔ جب وہ ان دونوں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائے گا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔ اس طرح تمہارے راز کو جاننے والا آلہ کار بھی تم ہو جائے گا۔"

وہ دونوں لاڈوں مطمئن ہو گئے۔ لاڈوں قہری نے اس مشن کی تیاری شروع کر دی۔ اس مشن کا نام تھا۔

"MISSION TO KILL OR BE KILLED"

(بادشاہی مہاراجہ)

☆☆☆

پارس نے پہلے ہی ملی ڈوٹا سے کہہ دیا تھا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے کہیں جا رہا ہے مگر اب یہ بتا چکا کہ کہاں جا رہا ہے تو اتنا تجسس نہ رہتا۔ اس نے یہ بھی بتانے سے گریز کیا کہ کیوں جا رہا ہے؟ اس نے سوچا ابھی وہ کچھ وقت ساتھ گزارے گا تو وہ اپنی باتوں سے اور اداؤں سے لہجہ اس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں اگلا لے گی۔ لیکن غم اور خوشی کے آنے کا وقت ہوتا ہے اور نہ جانے کا۔ اسی طرح پارس کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ ملی ڈوٹا اسے اداؤں کے جال میں الجھاتی وہ باتیں کرتے کرتے اچانک نادیہ ہو گیا تھا۔ وہ آوازیں دیتی رہی لیکن پھر اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

پارس کی اس حرکت نے اسے اور زیادہ تجسس اور بے چینی میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ اپنے ذرائع سے معلوم کرنے لگی کہ وہ کہاں گیا ہے اور اچانک کیوں گیا ہے؟ وہ تو چھلاوا تھا! جب گزر جاتا تھا تو پھر یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ دوبارہ کب نظر آئے گا؟ دشمن میرا اور میری فیملی کے افراد کا پتا معلوم کرنا چاہتے تو سب سے پہلے بابا صاحب کے ادارے سے رجوع کرتے تھے۔ انہیں ہمارے بارے میں وہاں سے صحیح رپورٹ مل جاتی تھی۔ ملی ڈوٹا بھی اس ادارے کے انچارج کو مخاطب کیا "میں پارس سے ملنا چاہتی ہوں اس سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"تم کون ہو؟ پارس سے کیوں ملنا چاہتی ہو؟ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"وہ گاؤں کا ایک اتنے سارے سوالوں کے جواب دینے ہوں گے کیا اتنے کم کافی نہیں ہے کہ میرا نام ملی ڈوٹا ہے۔"

"تمہارا نام کافی ہے۔ ہم سمجھ گئے تم جگہ سے ہو۔ پارس اچانک چلا گیا ہے اور تم اسے تلاش کر رہی ہو۔"

"جی ہاں۔ اس ادارے میں میرے متعلق اتنی ساری معلومات موجود ہیں۔ کیا مجھ پر خاص نظر رکھی جاتی ہے؟"

"نہاں بابا اس کے کسی بھی فیملی ممبر سے تعلق رکھنے والوں پر بیش خاص نظر رکھی جاتی ہے اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ تمہاری بھی دن رات کی مصروفیات کا ریکارڈ یہاں موجود ہے۔"

وہ انجان بن کر بولی "جھلا میری مصروفیات کیا ہیں؟ میں تو ملوکی سے زندگی گزار رہی ہوں۔"

"تمہاری سادگی پر قریان جانا چاہیے۔ ہزاروں سال پرانا خزانہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہو۔ کیا اس خزانے سے ملوکی اختیار کرو گی؟"

"آپ کو ایسی مشکو نہیں کرنی چاہیے۔ صرف ضروری سوالوں کے جواب دینے چاہئیں۔ آپ صرف ڈیوٹی کے مطابق بولا

کریں۔"

"میری ڈیوٹی یہی ہے۔ جو مجھے سے معلومات حاصل کرے اسے تفصیلی معلومات فراہم کروں۔ یہ بھی تمہارے لیے معلومات ہے کہ ہم تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔"

"پلیز! اتنا بتائیں کہ پارس کہاں ہے؟"

"پارس ٹل ایپ میں ہے مگر تم وہاں نہیں جا سکو گی۔"

"مجھے کون روکے گا؟"

"حالات روکیں گے۔"

"میں حالات سے نمٹنا جانتی ہوں۔"

"تو پھر تم کرکھاؤ۔ صالحہ جگہ پہنچ رہی ہے۔"

وہ چونک کر بولی "کون صالحہ؟"

"وہی سلطان صالح کی بیٹی جس کی جگہ تم صالحہ بن کر اس محل میں پیش کر رہی ہو۔ جس صالحہ کو تم نے قید کیا تھا وہ اب تک بابا صاحب کے ادارے میں تھی اور آج شام کی فلائٹ سے جگہ پہنچ رہی ہے۔"

تھوڑی دیر کے لیے ملی ڈوٹا بولنا ہی بھول گئی۔ ادارے کے انچارج نے کہا "کیا ہوا؟ تم تو حالات سے نمٹنے کا دعویٰ کرتی ہو۔ اب جب کہ صالحہ جگہ پہنچ رہی ہے تو کیا تم پارس کے پاس ٹل ایپ جا سکو گی؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ بے چینی سے اٹھ کر کھٹکے لگی۔ اس نے اپنے اہل سلطان صالح کو اپنا معمول اور تابعدار بنا رکھا تھا۔ اس کے داغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ اس کی اکلوتی بیٹی صالحہ ہے اور جو اصل بیٹی تھی اسے باپ کے داغ سے بھلا دیا تھا۔ شای خاندان کے باقی افراد نے صالحہ کو بچھلے دس برس سے نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ امریکا میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔

ملی ڈوٹا چاہتی تھی کہ صالحہ بھی واپس نہ آئے اس لیے اس نے صالحہ کو بھی شپ کیا۔ اسے اپنی معمول بنا کر ایک مکان میں قید کر دیا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ایک عمر رسیدہ میاں بیوی کو وہاں رکھا لیکن اتنی احتیاط سے سو رہی۔ ایک دن بابا صاحب کے ادارے سے نیلی بیٹی جانتے والے وہاں آئے اور اسے کھن میں سے بال کی طرح وہاں سے نکال کر لے گئے۔

یہ بات ملی ڈوٹا کو معلوم ہوئی تھی لیکن وہ یہ معلوم نہ کر سکی کہ صالحہ کہاں چلی گئی ہے؟ صالحہ کو اس کے غریبی عمل کے محرے آزاد کر دیا گیا تھا۔ وہ اسے تلاش نہ کر سکی۔ اسے مبرا کرنا پڑا مگر اب اسے پتا چلا کہ وہ بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ تھی اور آج شام کی فلائٹ سے جگہ پہنچ رہی تھی۔

ملی ڈوٹا کے لیے وہ آنے والی بہت بڑا خبر تھی۔ اس کی آمد کے بعد بہت سے بھید کھل سکتے تھے۔ ایسے میں وہ پارس کے پاس جاتی تو جگہ کے شای محل میں صالحہ اپنے قدم جمائیں۔ شای

”ابا صاحب کے ادارے میں کبھی جھوٹ یا غلط بات نہیں کی جاتی۔“

”آپ نے کہا تھا کہ صالحہ شام کی غلامی سے بچاؤ کی جگہ پر پہنچ رہی

یہ تو ایک موٹے داغ سے بھی سمجھا جاسکتا تھا۔ جب اس نے بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لی تھی تو وہاں سے یہاں تک اس کی حفاظت کے لیے بھرپور انتظامات کئے گئے ہوں گے اور اسے خود حفاظتی کے لیے ہائیڈرو گولیاں اور فلک کیپول دیے گئے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ ہائیڈرو سکول کی گارڈز

پارس نے پوچھا ”تم اس شای محل میں رہنا چاہتی ہو؟“
 نرملہ سال پرانا شای خزانہ حاصل کرنا چاہتی ہو؟“
 وہ بولی ”میں ایسے خزانہ محل تعمیر کر سکتی ہوں۔ مجھے تو خزانہ
 ملا ہے۔“

صالحہ نے کہا ”میری دونا نے خواہ خواہ مجھ سے دشمنی کی ہے لیکن میں اس سے دشمنی نہیں کروں گی۔ اس کی بہتری اسی میں ہوگی کہ وہ خاموش رہے۔ شہر اور ملک چھوڑ کر چلا جائے۔“

”بی بی صالحہ! دشمن کبھی نصیحتیں نہیں سمجھتے۔ سمجھ بھی لیں تو عمل نہیں کرتے۔ وہ خواہ مخواہ دشمنی کرنے والی انتقام لینے باز نہیں آئے گی۔“

دوسرے نوجوان محافظ نے کہا ”دراصل اسے خزانے کا لالچ ہے۔ اس سلسلے میں بابا صاحب کے ادارے تک یہ اطلاعات پہنچتی رہی ہیں کہ بلی ڈونا نے کئی بار اس خزانے کو حاصل کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اب مسلسل ٹاکمیں کے بعد آپ کو یہاں دیکھ کر وہ طیش میں آئے گی اور بدحواس ہو کر سوچے گی کہ اس خزانے کو کس طرح جلد سے جلد حاصل کرے۔“

صالحہ نے کہا ”ہاں۔ خزانے کی بات پر یاد آیا“ ابھی میں چائے پینے کے بعد جڑو ساؤ کے محل میں جاؤں گی۔“

”کیا آج رات اس محل میں قیام کریں گی؟“

”ہاں۔ وہیں قیام کروں گی۔ میری خواب گاہ کے نیچے یہ خانے میں جو خزانہ ہے اس میں ایسے نایاب ہیرے موتی ہیں جو آج کی دنیا میں کسی نے نہیں دیکھے۔ اس دنیا کے امیر کبیر لوگ جب انہیں دیکھیں گے تو دمک رہ جائیں گے۔ اس خزانے میں ایسا ہی ایک نہایت چمکتا دمکتا ہیرا ہے جسے ہم چند رکھی کتے ہیں۔ آج رات میں اس یہ خانے میں جاؤں گی اور وہاں سے ایک چند رکھی ہیرا لے کر آؤں گی۔ وہ مجھے بہت پسند ہے۔ میں اسے اپنے نیپکس میں لگاؤں گی۔“

بلی ڈونا اس کی باتیں سن رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی کہ آج ایک نایاب ہیرا پہلی بار خزانے سے اور یہ خانے سے باہر آئے گا پھر تو مشکل آسان ہو جائے گی۔ وہ ہیرا صالحہ سے میں حاصل کروں گی۔ وہ چند رکھی اس لیے یہ خانے سے باہر آ رہا ہے کہ وہ میرے نصیب میں ہے۔



مناشا نے ابتدا سے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ اپنی بہن منالیہ کے سوا کسی کو اپنے معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع نہیں دے گی۔ دونوں بھنیں ساری عمر الپا کے دماغ میں رہ کر اسرا نیل پر حکومت کرتی رہیں گی لیکن جب حالات غلاب توقع بدلتے ہیں تو پہلے سے بنائے ہوئے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

مناشا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی چھوٹی بہن منالیہ، پارس کے عشق میں گرفتار ہو جائے گی اور وہ مسلمان اس کی نادان بہن کے مار پیچہ الپا کے دماغ تک اور ان کے کئی رازوں تک پہنچ جائے گا۔

مناشا کو یہ پریشانی تھی کہ وہ پارس سے چھپ نہیں سکتی تھی۔ اس کا خیال یہ تھا کہ پارس ناہیدہ بنا ہوا ہے، اس کے آپس موجود ہے۔ بلکہ سالیہ بن کر اس کے جسم میں سایا ہوا ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گی، پارس آپس کے اندر موجود رہے گا اور اس کی خفیہ سرگرمیوں کو دیکھ کر ہنسا رہے گا۔

بچپلی رات منالیہ نے خوب بی بی تھی۔ مدہوشی میں اپنے بچے تک آنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ پارس نے اسے بچکے کے دروازے تک پہنچایا تھا۔ مناشا کو بہن پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ منشیہ پارس کو خفیہ رہائش گاہ تک لے آئی تھی۔ اس نے اس بات پر منالیہ کو سزا بھی دی لیکن سزا بے اثر رہی۔ یہ اندازہ ہوا کہ پارس نے اپنی محبوبہ کو سزا سے بچایا ہے۔ یعنی وہ ان دونوں بھنوں کے درمیان موجود ہے۔ یہی بات مناشا کو کھٹک رہی تھی کہ پارس اس کے اندر ضرور جگہ بنا کر رہے گا اور اب اس کا بیچھا نہیں چھوڑے گا۔ ان حالات میں وہ مجبور ہو رہی تھی کہ پارس سے دوستی کرے اور اس پر اعتماد کرے کہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا بلکہ اس کی ذات سے فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

مناشا نے بڑے لاڈ پیار سے منالیہ کی پرورش کی تھی اور مخالفین سے منشیہ کے لئے بڑی مکارانہ تربیت دی تھی۔ ایسی تربیت کے مطابق منالیہ اپنی سسر کی طرح چلاؤ اور مکار تھی۔ لیکن عشق کے معاملے میں وہ مکار نہ رہ سکی۔ بڑی محبت سے پارس کی طرف مائل ہو گئی۔ جب اس پر دل آیا تو وہ اپنے دماغ میں چھپی ہوئی مکاریاں بھول گئی۔ کچھ اس کی کم عمری کا تقاضا بھی تھا۔ وہ پارس کی زندہ دلی اور شرارتوں سے بھی متاثر ہو گئی تھی۔

دوسری صبح جب منالیہ کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے بیڑوم کی چھت کو ٹکٹے لگی۔ سوچنے لگی ”یہ تو میری خواب گاہ ہے۔ میں یہاں سونے کے لئے کب آئی تھی؟“

پھر اسے یاد آیا کہ بچپلی رات پارس کے ساتھ ایک بار میں تھی اور اس کے ساتھ بیڑوم کر خوب بی بی تھی۔ اسے نشے کے بعد یاد نہیں رہا تھا کہ وہ کہاں تھی اور اپنے بیڑوم میں کیسے پہنچ گئی ہے؟ بلی بلی سی یاد تھی کہ پارس نے اسے بچکے کے دروازے تک پہنچایا تھا پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی۔ کیا پارس بھی اس کے بیڑوم میں آیا تھا؟ کیا وہ یہاں رات گزار کر گیا ہے؟

وہ خود کو چھوٹے لگی۔ کچھ محسوس کرتے اور کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے لگی۔ اپنے اندر کسی تبدیلی کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر قہ آدم آئینے کے سامنے آئی۔ اپنے چہرے کو اور اپنے سراپا کو ہر زاویے سے دیکھنے لگی۔ آئینہ بھی کہہ رہا تھا کہ ”جیسی کل تھی ویسی ہی آج بھی ہے۔ اس میں کوئی انقلابی تبدیلی نہیں آئی ہے۔“

وہ پھر بستر پر گر جا رہی تھی۔ شائے چت ہو گئی۔ اسے پارس پر پتہ پار آ رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اس کی مدہوشی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ کچا پیار کرنے والے وی ہوتے ہیں جو جبر نہیں مبر کرتے ہیں۔ اپنی چاہنے والی کا دل رکھتے ہیں۔ اس کی رضا اور رغبت سے اسے حاصل کرتے ہیں۔ پارس نے اسے عزت آہو سے اس کے گھر پہنچ کر اپنی انسانیت کا اور اپنی شرافت کا ثبوت دیا تھا۔ یوں پہلے سے

زیادہ تالیہ کے خواص پر چھا گیا تھا۔

نئی بیٹی کی دنیا میں آنے کے بعد اس نے اپنی بہن مناشا سے خطرناک دشمنوں کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔ ان خطرناک دشمنوں میں پارس کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ہتھیاروں سے نہیں لڑاتا تو سونپا سے بھی ہوئی مکاریوں سے شکست دیتا ہے یا پھر اپنی خوروتی سے اور عاشقانہ انداز سے دل میں گھر کرتا ہے۔ پھر اس گھر کو خاک میں ملا دیتا ہے اس کے بعد اس سے عشق کرنے والی لڑکیاں سڑک کر روٹی رہ جاتی ہیں۔

تالیہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ دھڑکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھے اسے تصور میں دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی کہ پارس کے خلاف ہوس پرستی کے جو الزامات تھے وہ غلط ثابت ہوئے تھے۔ وہ اس کے بارے میں سوچتی رہی اور سکرانی رہی اب وہ اس سے خیال خروانی کے ذریعے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت مناشا آگئی۔

اسے دیکھتے ہی وہ بستر پر بیٹھ گئی پھر وہی "مورنگ سنز" ابھی تمہارے پاس آنے والی تھی۔
"مگر نہ آئیں۔ وہ تمہارا بیچا نہیں چھوڑ رہا ہوگا۔ ابھی تمہارے اندر موجود ہوگا۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔ نہ وہ میرے اندر موجود ہے نہ میں ابھی اس کے پاس گئی ہوں۔"

"کیا تمہیں اس غلطی کا احساس ہے کہ تم پارس کو ہم بہنوں کے معاملات میں لے آئی ہو۔ تمہاری ایک نادانی سے وہ اب تک ہمارے تمام رازوں تک پہنچ چکا ہوگا۔"

"میں نے نادانی نہیں کی، ایسی محبت کی ہے جو ہمیں نقصان نہیں پہنچانے کی۔ تم نے پارس کو اپنی نظروں سے اور دشمنوں کی نظروں سے دیکھا ہے۔ آج سے تم اسے میری نظروں سے دیکھو گی تو اسے ایک عقیم انسان پاؤ گی۔"

"کیا تم نے ایک ہی رات میں اس کی بڑی بھڑی معلوم کر لی ہے؟ اور فوراً ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ بہت عقیم ہے؟"

"میں جانتی ہوں، کسی بھی انسان کو پرکھنے میں ایک عرصہ لگ جاتا ہے بلکہ اسے سمجھنے میں زندگی گزر جاتی ہے۔ پھر بھی وہ سمجھ میں نہیں آتا لیکن عورت تنہائی میں مو کی شرافت سے اس کے کردار کی عظمت کو سمجھ لیتی ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ اس نے تنہائی میں تمہاری پوجا کی تھی؟ یہاں شرافت سے لاکر تمہیں چھوڑ دیا ہے؟"

"بالکل سچی بات ہے۔ میں اس کے ساتھ رات گزار کر بھی کنواری ہوں۔ اسے خواہ مخواہ بدنام کیا جاتا ہے کہ وہ عیاش اور ہریالی ہے۔"

"وہ بگڑا بگڑا ہے۔ شرافت کا مظاہرہ کہہ کہہ کر تمہیں چانس دیا ہے۔"

"یہ بھی غلط ہے کہ وہ چانس رہا ہے۔ میں خود اس کے پاس پہنچنے گئی تھی۔ اس نے مجھے نہیں بلایا تھا بلکہ وہ جانتا ہی نہیں تھا کہ ہم دونوں ہمیں کون ہیں اور کیا کر رہی ہیں۔"

"اب تو وہ ہمارا ایک ایک راز جان چکا ہے۔ تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہے کہ وہ آئندہ ہمیں قدم قدم پر نقصان پہنچانے والا ہے؟"

"جب وہ نقصان پہنچائے تو مجھے ضرور بتانا۔ ابھی کچھ ہوا نہیں ہے اور تم شور مچا رہی ہو۔ پلیز مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں ہاتھ دھو جا رہی ہوں۔"

مناشا نے جاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ جلدی تمہارے ہو کر آؤ۔ میں ناشتے کی میز پر انتظار کروں گی۔"

وہ چلی گئی۔ تالیہ نے پارس کے پاس آکر کہا "صبح بخیر!" وہ یوں "دوسرے بخیر" گھڑی دیکھو۔ تم کھوڑے بچ کر سوئی رہی ہو۔"

"ہائے تمہیں دل دے کر اطمینان سے سوئی رہی کہ اب مجھے کوئی نہیں چرائے گا۔"

"اب تو تم میری چیز ہو۔ تمہیں چرانے کا ارادہ کرنے والے جنم میں پہنچ جایا کریں گے۔"

"جب میں نے ٹیلی پیچی کا علم سیکھا اور میرے پاس ٹادیہ بنانے والی گولیاں آئیں تو میں نے سمجھا کہ اب میں ہر طرح محفوظ ہوں۔ پھر یہ دیکھا کہ ان چیزوں کی موجودگی کے باوجود دشمن حامی ہو جاتے ہیں لیکن مجھے بھی لڑکی اپنے مو کے سامنے رہے تو کوئی اسے نقصان پہنچانے کی جرات نہیں کرتا۔"

"تم میری محبت میں ایسا سمجھتی ہو اور درست سمجھتی ہو۔ میں کبھی تم پر آج نہیں آئے دوں گا۔"

"مجھے اپنے جانے والے محافظ اور محبوب پر اعتماد ہے۔"

"تمہاری سسر بھی اعتماد نہیں کریں گی۔ میں کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا پھر بھی وہ مجھ پر شبہ کرتی رہیں گی۔"

"جب تک کریں گی؟ رفتہ رفتہ انہیں تمہارے خلوص، نیک نیتی اور ہماری محبت کا یقین آجائے گا۔ ان کی بات چھوڑو۔ ہم اپنی باتیں کریں۔"

"تمہیں میری شرارتوں سے دلچسپی ہے۔ پہلے میں نے جانوروں کو ٹادیہ بنایا تھا۔ تمہیں پرامنہ آیا تھا۔ شر کے تمام لوگ پریشان ہو گئے تھے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں نے کئی عورتوں کو خوفزدہ ہو کر دوسرے کو بھانجے دیکھا تھا۔ انہیں اپنے قریب جانوروں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور وہ سمجھتی تھیں کہ جانور انہیں سینگ مارنے آ رہے ہیں۔ مجھے پرامنہ آ رہا تھا۔"

"اور بچوں کو ٹادیہ بناتے وقت تو تم بھی میری شرارتوں میں شریک تھیں۔"

"اے بچوں نے بھی خوب تمہا کیا تھا۔ اب بتاؤ ہم کون سی شرارت کریں گے؟"

"اس بار بڑے مزے کی شرارت ہے۔ کیا تم غسل وغیرہ سے فارغ ہو گئی ہو؟"

"ابھی ہاتھ دھو جاؤں گی پھر ایک گھنٹے میں فریش ہو جاؤں گی۔"

"اطمینان سے فریش ہو کر اس طرح ٹادیہ بن کر آؤ کہ تمہاری سسر کو پتا نہ چلے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے درمیان کوئی تیرا ہو۔"

"میں بڑی چالاکی سے چھپ کر آؤں گی۔ اچھا اب جاتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر وارڈ روم کے پاس آئی۔ اسے کھول کر لباس کا انتخاب کرنے لگی۔ وہ اپنے محبوب کی نگاہوں میں خوب سے خوب تر نظر آنا چاہتی تھی۔ مناشا نے آکر پوچھا "تم ابھی تک ہاتھ دھو نہیں گئیں؟"

"ہاں ابھی جا رہی ہوں۔"

"تم دیر تک سوئی رہیں اور یہ بھول گئیں کہ آج تمہارے اعلیٰ حاکم کی شادی تھی۔ بہر حال شادی تو ہو گئی لیکن رات کو ڈنر پانی ہے۔ الپا بھی وہاں جائے گی۔ ہمیں اس کے اندر موجود رہنا ہوگا۔"

"ڈنر رات کو ہوگا۔ ابھی کئی گھنٹے باقی ہیں۔"

"ایسے وقت میری ٹریننگ یاد رکھا کرو۔ پہلے سے یہ سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔ ابھی تمہیں اپنے طور پر سمجھنا چاہئے کہ آج رات کتنے خائنوں وہاں ہمیں بدل کر ٹادیہ بن کر آ سکتے ہیں؟ ان کے متاعہ کیا ہو سکتے ہیں؟ اور تم ایسے چھپ کر آنے والوں کا سراغ کیسے لگ سکتی ہو؟"

وہ ہاتھ دھو رہی تھی کہ بولی "میں ان تمام معاملات پر غور کروں گی۔"

○☆☆○

دیوی، جان کوئن اور میجرٹی بننے اپنے تمام ذرائع استعمال کر کے پارس کا سراغ لگانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس کی خفیہ رہائش گاہ کا علم انہیں نہ ہو سکا۔

وہ پریشان تھے۔ اس کی فرسٹوں سے اسے روک نہیں سکتے تھے اس نے ٹادیہ بچوں کے ذریعے ان کے آلاکار اعلیٰ افسروں کو ہلاک کر لیا تھا۔ آئندہ بھی نہ جانے کیا کرنے والا تھا یہ نہیں جانتے تھے۔ جان بھی لیتے تو اس کا کچھ باز نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے پارس کو ختم کرنے یا وہاں سے بھاگ دینے کے جو دعوے کئے تھے وہ غلط ہو رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس جن کو بولنے کیسے بند کیا جائے۔

دیوی، جان کوئن اور میجرٹی ہنر بنز ایک دوسرے سے رابطہ کرنا چاہتے تو مشترکہ آلاکار کے دماغ میں آ جاتے تھے۔ وہ تینوں بھر

اس کے پاس آکر تشویش کا اظہار کرنے لگے۔ ایک نے کہا "وہ عجیب طرح کی حرکتیں کر رہا ہے۔ اس کے اقدامات ایسے ہیں جیسے بچوں کا کھیل ہو لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ قیامت کی چالیں چل رہا ہے۔"

"اس نے ہمارے تمام دعوے غلط کر دیے ہیں، بیوری اکابرین کہہ رہے ہیں کہ ہم محض ہتھیار مارتے ہیں۔ ہم صرف دھول کی طرح بجتے ہیں اور اندر سے کھوکھلے رہتے ہیں۔"

دیوی نے کہا "وہ کم بخت ایسی ہی چالیں چل رہا ہے جیسے خائنوں کے بچے ہوں مگر دیکھ لو پچھاننا حرکتوں سے ہمیں ذلیل کر رہا ہے۔ اگر ہم نے اس کی آئندہ کسی چال سے پہلے کوئی چال نہ چلی تو پھر میاں کے اکابرین ہم پر اعتماد نہیں کریں گے۔"

"اس کے خلاف اسی وقت چالیں چلی جا سکتی ہیں جب اس کا کچھ پتا چھٹکانا معلوم ہو۔ سامنے ٹارگٹ نہ ہو تو نشانہ کس پر لگائیں۔"

"بڑی مشکل ہے۔ اس کی کوئی کمزوری بھی ہم نہیں جانتے۔ ورنہ نہ اس کی کسی کمزوری سے کھلیا جاتا تو وہ مجبور ہو کر ہمارے سامنے ضرور آتا۔"

"آج ایک اعلیٰ حاکم کی شادی ہوئی ہے، بڑی زبردست ڈنر پائی ہے۔ میرا خیال ہے وہ وہاں کچھ کڑوا کر سکتا ہے۔"

دیوی نے تائید کی "ہاں۔ وہ انہیں پریشان کرنے کے لئے ضرور کوئی ایسی سیدھی حرکت کرے گا۔ اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس سے میاں کے حکمرانوں کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔ وہ لیبارٹری تو میں نے تباہ کی تھی تاکہ اس پر الزام آئے۔ اگر اس نے جانی نقصان بھی پہنچایا تو ہمارے ہی آلاکار اس کی زد میں آئے۔ جنہوں نے اسے ختم کرنے کا دعویٰ کیا تھا انہی لوگوں کو اس نے ختم کر دیا۔"

جان کوئن نے کہا "اب تو ایک ہی بنیادی بات ہے کہ کسی بھی تدبیر سے اسے ظاہر ہونے پر مجبور کیا جائے۔"

"ہاں۔ وہ دکھائی دے گا یا اس کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا چلے گا تب ہی ہم کچھ کر سکیں گے۔"

دیوی نے کہا "میں ابھی جا رہی ہوں۔ ہم تینوں کو چاہیے کہ آج شام تک اس کی کوئی کمزوری معلوم کر لیں اور اس کا سراغ لگانے کی ترکیبیں اپنے اپنے طور پر سوچ کر آئیں۔ اب ہم اسی جگہ شام کو ملیں گے۔"

ابھی شام بہت دور تھی۔ اس اعلیٰ حاکم کی شادی دن کے گیارہ بجے ہوئی تھی۔ وہ چالیس برس کا تھا۔ اس کی دلہن اس کی آدمی عمر یعنی بیس برس کی تھی۔ حاکم صاحب بڑے شوخ مزاج تھے۔ شادی سے پہلے ہی نو خیز دلہن پر شہر ہو گئے تھے۔ اس نے حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں سے کہا "میں انوکھے انداز میں جی مون مناؤں گا۔ اپنی نو خیز دلہن کے ساتھ زمین اور آسمان کے درمیان

رنگین لمحات گزاراں گا لہذا میرے پرائیویٹ طیارے کو دلن کی طرح سجایا جائے۔
اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تھی۔ دلن کے ساتھ طیارے میں سوار ہونے سے پہلے پھر اس نے حکم دیا کہ طیارے کو پھر ایک بار پوری طرح چیک کیا جائے تاکہ اس کی کوئی خرابی مزاج پر گراں نہ گزرے۔

ادھر نتالیہ خوبصورت سا لباس پہنے پارس کے پاس آئی۔ پارس نے اسے دیکھ کر سرخرو سا ہو کر کہا ”تم اس لباس میں کھلا ہوا گلاب لگ رہی ہو۔ مجھے چاہیے پارس کو آزاد کش میں ڈال دیں ہو۔ میں سمجھتا نہیں چاہتا ڈرا دور دور رہتا چاہتا ہوں۔“
وہ قریب آکر اس کی گردن میں بائیں ڈال کر بولی ”کیا میں کوئی بیماری ہوں کہ مجھ سے دور رہنا چاہتے ہو۔“
”عمل تو جلال تو! میں کہاں جاؤں نہ پائے رفتن نہ جائے نامن۔“

”شاید تم فارسی بول رہے ہو۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟“
”مطلب یہ کہ تمہیں شرارتیں کرنے میں مزہ آتا ہے لہذا ابھی ہم شرارت کرنے جائیں گے۔“
”ہم کہاں جائیں گے؟“

”تمہیں تو پتا ہو گا کہ آج اس ملک کے اعلیٰ حاکم نے شادی کی ہے۔“
”ہاں۔ میں جانتی ہوں مگر ہمیں ان کی شادی سے کیا لینا ہے۔“
”وہ ابھی طیارے میں پرواز کرتے ہوئے ہی مون منانے والا ہے۔“

”یہ تو بہتی مون منانے کا فتنہ سنگ طریقہ ہے۔ آخر وہ طیارے میں ہی مون مناتے ہوئے کہاں تک جائیں گے؟“
”یہاں کے مغربی ساحل پر اور سنٹر پر وہ طیارہ اس وقت تک پرواز کرتا رہے گا جب تک کہ اعلیٰ حاکم اسے دن دے پر اتارنے کا حکم نہیں دے گا۔ جب تک وہ طیارہ پرواز کرتا رہے گا ساحل پر بیڑا بچے بچتے رہیں گے اور ناچ گانا ہوتا رہے گا۔“
”اس میں مون کو تو تاریخی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔“
”کیا خیال ہے، کیوں نہ اس تاریخی ہستی مون کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔“

”کیا کہہ رہے ہو کیا بے شری نہیں ہوگی؟“
”ہم ناہیدہ بن کر اس طیارے میں جائیں گے۔ اگر بے شری ہو تو اپنی آنکھیں بند کر لیں گے یا وہاں سے واپس آجائیں گے۔“

”تم بہت گہرے ہو کسی خاص مقصد سے جانا چاہتے ہو۔“
”میرے دو مقاصد ہیں۔ ایک ابھی بتا رہا ہوں دوسرا طیارے میں پہنچنے کے بعد بتاؤں گا۔“

”تمہارے ایک مقصد کیا ہے؟“

”اس طیارے میں حاکم اعلیٰ کے دو ناہیدہ مسلح محافظ ہیں۔ میں یہاں کے حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران کو تھانہ چاہتا ہوں کہ وہ اپنے ساتھ ناہیدہ محافظ رکھ کر اور زمین و آسمان کے درمیان معلق رہ کر بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔“
”یعنی تم ہی مون کے رنگ میں بھگ ڈالو گے۔“
”تم میری شرارتوں سے محفوظ ہوتی ہو۔ چلو باقی باتیں طیارے میں ہوں گی۔“

وہ فلائنگ کیپول کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے اس طیارے میں پہنچ گئے۔ دلنا دلسن پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے۔ طیارے کا دروازہ بند کر دیا گیا پھر وہ دن دے پر دوڑتے ہوئے پرواز کرنے لگا تو ساحل پر کھڑے ہوئے فوجی ہوائی فائرنگ کرنے لگے۔ پیڑ باجے بجنے لگے اور ناچ گانوں کا شرابا مہر لگے۔

اس طیارے میں سوار ہونے سے پہلے اعلیٰ حاکم کی طبیعت کچھ بگڑی تھی۔ وہ عجیب طرح کی بے چینی محسوس کرتا رہا تھا۔ جب طیارہ فضا میں متوازن ہو گیا تو دلنا دلسن سیٹ بیلٹ کھول کر آرام ہستہ آگئے تو فوجی دلن شرانے لگی۔ حاکم اعلیٰ نے اس کے چہرے کو چھو کر کہا ”اے بہتا تم کتنی حسین لگ رہی ہو۔“

دلن نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا۔
”کیا تم مجھے سسر کہہ رہے ہو؟“
”اگر تم مرد ہو تو برا در کتا مگر تم مجھے برادر نہ کہنا کیونکہ اب میں وہ نہیں رہ بلکہ وہ ہو گیا ہوں۔“
”وہ کیا؟ میں پریشان ہو رہی ہوں۔ پلیز صاف صاف بولو مگر سسر نہ بولو۔“

”کیوں نہ بولوں؟ میں تمہارے جیسی ہو گئی ہوں تو کیا مجھ سے جمل رہی ہو۔ اگر اس طیارے کی پرواز سے پہلے ایسی ہو جاتی تو شہر سے اپنا دل لے آتی۔“
دلن اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ بستر سے اتر کر چیخے ہوئے بولی۔
”کیا پاگل ہو گئے ہو یا واقعی جس بدل گئی ہے؟“
”بدل گئی ہے۔ اب ہم ہمیں بن کر زندگی گزاریں گے۔“
نتالیہ اور پارس ناہیدہ بنے ہوئے یہ تمنا دیکھ رہے تھے۔
نتالیہ نے پارس سے پوچھا ”یہ تبدیل کیسے ہو گیا؟ عورتوں کی طما کیوں بول رہا ہے؟“

”میں نے اس کی جنس بدل دی ہے۔“
”کیا واقعی؟ اسے اچانک کیسے بدل دیا ہے؟“
”میرے پاس ایسا جادو مہتر ہے جس کے ذریعے میں مرے ک مرئی بنادیتا ہوں۔ تمہیں شرارتیں پسند ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ فی شرارت کیسی لگ رہی ہے؟“
”میں کیا بتاؤں کتنا متوہم آ رہا ہے۔ سچ بتاؤ اسے تم نے ایسا کیا ہے؟“

”تمہاری موجودگی میں جب دوسری بار کسی کو تبدیل کروں گا تو جیسے یقین آجائے گا۔ ابھی تمنا دیکھو۔“
وہ دلسن اتنی دیر میں برسی طرح گہرا گئی تھی۔ ایسا ہی مون تو نہ کسی نے دیکھا ہو گا نہ سنا ہو گا۔ اتنے اہتمام سے اور اتنی شان و شوکت سے دلنا بن کر آنے والا دلسن کی بن بن رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر پائلٹ کبین کا دروازہ کھینچنے لگی اور چیخ کر کہنے لگی ”مجھے یہاں سے نکالو۔ ہمارے اعلیٰ حاکم کا دماغ چل گیا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے یہاں سے نکالو۔ پلیز! دروازہ کھولو۔“

اس کی چیخ پکار سن کر دو ناہیدہ محافظ نمودار ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے اوپ سے کہا ”ہم پائلٹ کبین میں تھے۔ آپ کی آواز سن کر آئے ہیں۔ براہ کرم کیا ہے؟“

”ہمارے اس اعلیٰ حاکم کی چیز بدل گئی ہے۔ یہ عورتوں کی طرح بول رہا ہے اور عورتوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے۔“
اعلیٰ حاکم نے ہاتھ چمکا کر کہا ”ری کم بخت! یہ میرا بیٹا ہے۔ دیکھ کر کیوں جمل بجن رہی ہے؟ یہاں تیرا دلنا نہیں آیا تو کیا ہوا میں فون کر کے ابھی اپنا دلنا کھلوالوں گی۔“

اس نے دونوں قد آور باڈی گاڑنے سے پوچھا ”تم میں سے کس کی شادی نہیں ہوئی ہے؟“
وہ دونوں گہرا کر چیخے ہٹ گئے۔ ایک نے جلدی سے کہا۔
”میری تو ہو گئی ہے۔“

”دوسرے نے کہا ”میں یہاں سے جاتی ہی کرلوں گا۔“
اعلیٰ حاکم نے دلن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”اس کی تو ہو گئی ہے۔ میں ابھی کنواری ہوں۔ طیارے سے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔“

”دوسرے باڈی گاڑنے پریشان ہو کر کہا ”جناب عالی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“
جناب عالی نے کہا ”میں عالی نہیں، عالیہ ہوں کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے اس طیارے میں ہی مون منانے کے لئے لاکھوں ڈالر خرچ کئے گئے ہیں۔ یہ رقم ضائع نہیں ہوگی۔ تجھ جیسے سیال پر خرچ ہوگی۔“

وہ چیخے ہٹ کر بولا ”پلیز! ایسا نہ کہیں ورنہ میں ناہیدہ بن جاؤں گا۔“
”اے کم بخت! ابھی تو ایک معمولی باڈی گاڑ رہے۔ ہی مون منانے کے بعد تو عالیہ کا عالی بن جائے گا۔ بڑے عمدے دار تجھے جناب عالی کہیں گے۔“

”میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی ملازمت پر۔ میں استغفیٰ دینے جا رہا ہوں۔“
یہ کہتے ہی وہ ناہیدہ بن گیا۔ دوسرے باڈی گاڑنے گہرا کر جناب عالی سے پوچھا ”آپ مجھے یوں میٹھی میٹھی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہیں؟“

”اس ملک میں میرے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ میں حکم دیتی ہوں! اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ آؤ میرے پاس آ جاؤ۔“

اس کا یہ انداز دیکھتے ہی دوسرا باڈی گاڑ بھی قائب ہو گیا۔ پارس نے نتالیہ سے کہا ”میں نے سوچا تھا ان دو باڈی گاڑ کو ہلاک کر کے ان کی سیکرٹری کے انتظامات کو ناقص ثابت کروں گا لیکن وہ دونوں ہماگ گئے۔ تم اس دلن کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پھیلے کبین میں لے جاؤ۔ میں اس نئے حاکم کو دین لارہا ہوں۔“

نتالیہ اس دلن کو نوپ کر کے کبین کے دروازے پر لٹائی۔ اس دروازے کو کھولنے کے لئے اسے نمودار ہونا پڑا۔ ایسے ہی وقت وہ دونوں گاڑ بھی نمودار ہو گئے۔ ایک نے نتالیہ کی گردن پر ہاتھ مارا۔ اس کی داڑھ میں دلی ہوئی گولی منہ سے نکل کر باہر گر پڑی۔ دوسرے نے ریوایور نکال کر اس کی کینٹھ پر رکھتے ہوئے کہا ”گولی چلائی نہ دکھانا۔ فوراً بتاؤ تم کون ہو؟“

”دوسرے نے کہا ”مظلوم ہوتا ہے“ یہ اکیلی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ جو بھی ہے، وہ ہمارے سامنے آجائے ورنہ ہم اسے ابھی گولی مار دیں گے۔“

پارس بڑے آرام سے ایک گاڑ کے اندر پہنچ چکا تھا۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ ہوتا ہی اس نے نتالیہ کی کینٹھ سے ریوایور ہٹا کر اپنے سامنے مسلح گاڑ کو گولی باردی۔ وہ گولی کماے ہی ٹھٹھا ہو گیا۔ ریوایور سا ٹھٹھا لگ رہا تھا اس لئے فائر کی آواز پائلٹ کبین تک نہیں گئی تھی۔

نتالیہ نے حیرانی سے اس گاڑ کو دیکھا۔ گاڑ نے کہا ”بیاری نتالیہ! میں پارس ہوں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔“

”تمہارا ہوتو نمودار کیوں نہیں ہو رہے؟“
”میں تو تمہارے سامنے ہوں۔ میرے بازوؤں میں آؤ۔“
گاڑ نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ نتالیہ نے اسے ایک زور کا تھپتھارہ دیا۔ وہ بولا۔ ”اُھا! مجھے ایک لڑکی نے تھپتھارا ہے۔ مجھے شرم سے مڑنا چاہیے۔“

یہ کہتے ہی اس نے اپنی کینٹھ سے ریوایور لگا کر ٹریگر دبا دیا۔ نتالیہ کے قدموں میں گر کر گر گیا۔ پارس نے نمودار ہو کر پوچھا۔
”کیسی رہی؟“
”وہ بولی ”یہ ڈراما کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“
”یہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ تمہارے تھپتھارے سے اے شرم سے مرنے پر مجبور کر دیا۔“

”تم بہت شریر اور ڈراے باز ہو۔ تمہارا ایک مقصد پورا ہو گیا۔ تم نے یہاں کی سیکرٹری کو ناکاہ بنا دیا۔ وہ دوسرا مقصد کیا ہے؟“
پارس نے دونوں لاشوں کو کھینچ کر پھیلے کبین میں پھیناتے

ہوئے کہا "ابھی بتاتا ہوں۔ ان دونوں گارڈز کی شامت آئی تھی۔ یہ میرے ہی ہاتھوں مرنا چاہتے تھے اس لئے نادیہ ہو کر یہاں سے نہیں گئے تھے۔ شاید حیارے سے باہر جانے کے لئے ان کے پاس فلائنگ کیپول نہیں ہیں۔"

وہ لکھن سہمی ہوئی تھی۔ "پارس نے کہا "اگر تم اس کیمین میں خاموشی سے قید رہو گی تو تمہیں زندہ سلامت زمین پر پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ دلاشیں دیکھ رہی تھی۔ خاموشی سے کیمین میں چلی گئی۔ اعلیٰ حاکم ایک طرف سہا ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے تنالیہ اور پاس کو دیکھتے ہوئے کہا "خدا تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھے۔ اگر یہ سلامت نہ رہی تو مجھ سے شادی کر لیتا لیکن ان کی طرح مجھے ہلاک نہ کرنا۔ میں زندہ رہوں گی اور تمہیں دعائیں دیتی رہوں گی۔"

پارس نے اس کی گردن دبوچ کر اسے کیمین کے اندر دھکا دیا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ حیارے کے اندر دھن کی طرح سہا ہوا وہ پورن دلہا دھن سے خالی ہو گیا تھا۔ پارس نے تنالیہ کو اپنی طرف کھینچ کر کہا "میرا دوسرا مقصد یہی تھا کہ اس حیارے میں ہم بتی مومن متائیں گے۔"

تنالیہ نے شہر اس کے سینے میں منہ پھسایا۔ حیارہ اسرائیل کے مغربی سمندر پر دور تک ایک دائرے کی صورت میں پرواز کر رہا تھا۔ ساحل سے سمندر کی طرف جا رہا تھا اور سمندر سے ساحل کی طرف آ رہا تھا۔ ساحل پر بیٹھا باجے ڈونڈر۔۔۔ سے بچ رہے تھے۔ جگہ جگہ رقص ہو رہا تھا۔ شادی کے گیت گائے جا رہے تھے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے ایک نئے طرز کا انوکھا بتی مومن منانے کی مبارکباد دی جا رہی تھی لیکن لاکھوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود سریش انشیل مل رہی تھیں، جن کے نصیب میں تھیں۔

وہ حیارہ مسلسل دو گھنٹے تک پرواز کرتے رہنے کے بعد دن دس پر اتر گیا۔ حکومت کے اعلیٰ عہدے والوں اور فوج کے اعلیٰ افسروں نے اس حیارے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ سب دلہا اور دلہن کو مبارکباد دینے کے لئے بے چین تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے سرکاری شعبوں کے اہم افراد بھی وہاں تھے۔ حیارے کی بیڑی لگائی گئی، بیٹھا باجے اور ڈونڈر سے بچتے۔ حیارے کا دروازہ کھلتے ہی دھن دھن کی طرح طے میں باہر نکلی جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے کا ایک اپ اور دوسرا دھمکیل کر اسے کارٹون بنا رہا تھا۔ وہ روئی ہوئی، جھنجھکی ہوئی باہر آئی۔ میزبانی سے اترتے ہوئے کہنے لگی "ہائے میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ آم کی جگہ اٹلی دے دی گئی ہے۔ میں تو بالکل لٹ گئی۔"

جو استقبال کرنے آئے تھے وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا ہو جائے گا۔ اس کے یکے والوں نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ

تمہارے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟ تمہارا دلہا کہاں ہے؟"

پھر سب کی نظریں حیارے کے دروازے پر گئیں۔ دلہا بلاؤز اور اسکرٹ پہنے کھڑا ہوا تھا۔ جتنے پریس فوٹر گرا فرزند آئے ہوئے تھے وہ سب ہکا بکا گئے۔ تصویریں اتارنا بھول گئے۔ ان کی کچھ میں نہیں آیا کہ اتنے بڑے حاکم کی تصویر ایسے طے میں اتاری جائے یا نہیں؟ وزیر اطلاعات اور اس شعبے کے اہم افراد فوٹر گرا فرزند سے ان کے گھرے جھپٹنے لگے اور تمام رپورٹرز سے چیخ کر کہنے لگے "ہماری اجازت کے بغیر نہ کوئی تصویر اتاری جائے گی اور نہ ہی کوئی خبر تار کی جائے گی۔"

اس دوران میں چند اعلیٰ حکام اور فوجی افسران نے اس اعلیٰ حاکم کو گھیر لیا تھا۔ اس سے چند باتیں کرتے ہی وہ سمجھ گئے تھے کہ اس کی جھبیل گئی ہے۔ وہ اسے واپس حیارے کے اندر لے گئے تاکہ باہر والوں کو حقیقت نہ معلوم ہو۔ یہ ان کے ملک اور قوم کے لئے بڑے شرم کی بات تھی کہ ان کا اعلیٰ حاکم زخمیاں کیا ہے۔ جب وہ حیارے کے اندر پہنچے تو انہوں نے دو بیڈی گارڈز کی لاشیں دیکھیں۔ حیارے کے پائلٹ اور کاپائٹ سے سوالات کیے گئے۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ لاشوں کے قریب سائنس دان رہا اور پڑا تھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ فائر کی آوازیں پائلٹ کیمین تک کیوں نہیں۔۔۔ تھیں۔۔۔ اندر جو کچھ ہوتا رہا اس کی خبر پائلٹ اور کاپائٹ کو نہیں ہوئی تھی۔ اعلیٰ حاکم سے پوچھا گیا "انہیں کس نے قتل کیا ہے؟"

اس نے فوجی افسر کو دیکھتے ہوئے کہا "وہ قتل کرنے والا پہلو تو نظر نہیں آیا تھا پھر نمودار ہو گیا تھا۔"

"وہ کون تھا؟"

اعلیٰ حاکم نے افسر کے سامنے انکر کہا "وہ تمہاری طرح ایک گھوڑو ان تھا۔ کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

پوچھنے کا انداز ایسا تھا کہ افسر گھر کا بچہ ہٹ گیا پھر بولا "میں بال بچے والا ہوں۔"

"میں حکم دیتی ہوں بال منذر والو اور بچوں کو سرکاری تحویل میں دے دو پھر مجھ سے شادی کر لو اس کے بعد متاؤں کی "وہ قاتل کون تھا۔"

وہ آپس میں کہنے لگے "یہ کھسک گیا ہے۔ یہاں جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بارے میں یہ ہمیں صحیح باتیں نہیں بتا سکے گا۔"

دھن کو حیارے کے اندر بلایا گیا اور اس سے سوالات کیے گئے۔ اس نے تمام تفصیلات بتائیں۔ وہ سب حیرانی سے سنتے رہے پھر ایک نے سوال کیا "جب یہ قتل ڈیڑھ گھنٹے پہلے ہوئے تھے تو اس کے بعد بھی حیارہ کیوں پرواز کرتا رہا۔ کیا تم انٹر کام کے ذریعے پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھیں؟"

"انہوں نے ہمیں پچھلے کیمین میں لاک کر دیا تھا۔ میں نہیں

جانتی کہ اس کے بعد بھی حیارہ ڈیڑھ گھنٹے تک کیوں پرواز کرتا رہا۔"

اعلیٰ حاکم نے ہاتھ نچا کر کہا "اے رہتا ایسی بھی نادان نہ ہو۔ ڈیڑھ گھنٹے تک میرے قریب رہتی مومن مانتے رہے تھے۔"

اب وہ سب اس بات پر حیران تھے کہ وہاں کس نے دلہا اور دلہن کی جگہ کی تھی؟ جس دھن سے پوچھا جا رہا تھا وہ تنالیہ اور پاس کو چوں سے نہیں پہچانتی تھی۔ جب یہ عجیب و غریب بتی مومن منانے والی باتیں دیوی، جان کولن اور میجر بنی ہنرک نے سُنیں تو انہوں نے وہاں کے اکابرین سے کہا "آپ لوگ آنکھیں بند کر کے یقین کر لیں کہ یہ بد معاشی پارس نے کی ہے۔"

انہوں نے یقین نہیں کیا، کہا "تم لوگ پارس کی دشمنی میں ایسا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

ایک حاکم نے کہا "ہم بہت دنوں سے سن رہے ہیں کہ پارس قتل ایب میں ہے پھر اس نے ہماری بہت بڑی لیبارٹری کو تباہ کیا ہے۔ بعد میں پتا چلا ہے دشمنی دیوی نے کی تھی پھر الزام دیا جا رہا ہے کہ پارس نے جانوروں کو نادیہ بنایا تھا۔ اس کے بعد بچوں کو نادیہ بنایا لیکن یہ تمام الزامات درست ثابت نہیں ہوئے ہیں۔ کسی بھی ثبوت کے بغیر پاس کو الزام دیا جا رہا ہے۔"

دوسرے حاکم نے کہا "یہ جو ہمارا اعلیٰ حاکم تبدیل ہو گیا ہے تو اس کا الزام بھی کسی ثبوت کے بغیر پاس پر لگایا جا رہا ہے۔ غیب یہ ہے کہ اس تمام عرصے میں پارس نے کبھی ہم سے رابطہ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی ہمیں نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دی ہیں۔ یہاں تک کہ ہمیں اس کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ بس سنتے آ رہے ہیں کہ وہ اس شہر میں ہے۔"

فوج کے ایک افسر نے کہا "دیوی! آپ برا نہ مائیں۔ نادیہ بنانے والی گولیاں آپ تمام ٹیلی چیٹی جاننے والے بھوں کے پاس ہیں آپ لوگ بھی جانوروں اور بچوں کو نادیہ بنا کر پریشان کر سکتے ہیں۔"

دیوی نے کہا "ہم ایسا کر سکتے تھے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔"

"جب آپ ہماری ایک لیبارٹری کو تباہ کر سکتی ہیں تو اس کے آگے بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں اور ان سب کا الزام پاس پر لگا سکتی ہیں۔"

جان کولن نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ بیودی اکابرین پاس کے لئے اب نرم گوشہ رکھتے گئے ہیں۔ غیب ہے کہ ایک مسلمان کی حمایت کر رہے ہیں۔"

"مسلمانوں کے علاوہ آپ لوگوں سے بھی ہمیں خاصا نقصان پہنچ رہا ہے اس لئے مذہبی حوالے سے یہ باتیں نہ کریں۔ نقصان سب ہی پہنچا رہے ہیں اور الزام صرف مسلمانوں کو دے رہے

ہیں۔"

ایک حاکم نے کہا "آپ لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ الپا کے بغیر ہم سب محفوظ اور سلامت رہیں گے اور آپ تین بڑے ٹیلی چیٹی جاننے والے پاس کو قسم کھیں گے یا یہاں سے ہٹا دیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ الپا ملک اسرائیل کے لئے اہم نہیں ہے لیکن نتیجہ اب ہمارے سامنے ہے۔ الپا چھٹی پر ہے اور آپ تمام اس کی جگہ سنبھالنے میں ناکام رہے ہیں۔"

میجر بنی ہنر نے کہا "آپ تمام اکابرین خوب کھل کر ہمارے خلاف بول رہے ہیں۔ گویا کھلی دشمنی کر رہے ہیں۔ کیا اس کا نتیجہ جانتے ہیں؟"

"آپ جواب میں اپنی کم ظرفی کا مظاہرہ کریں گے۔ اب تک آپ کی دوستی سے نقصان ہی پہنچا ہے۔ دشمنی سے اتنا نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ دشمنی کے جواب میں الپا میدان میں آجائے گی۔"

اچانک الپا کی آواز سنائی دی "میں ڈیوی پر واپس آگئی ہوں۔ میں ایک ہفتے کے لئے کئی مہینے جاری دنوں میں آگئی ہوں کیونکہ اپنے ملک اور قوم کو مزید نقصان پہنچنے نہیں دیکھ سکتی۔"

ایک حاکم نے کہا "میزم الپا! آپ نے واپس آکر اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ملک کو صرف آپ ہی تحفظ دے سکتی ہیں۔ جو غیر بیودی دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ محض سبزاغ دکھاتے ہیں۔"

الپا نے کہا "میری اکابرین سے درخواست ہے کہ آج رات ایک بنگلی اجلاس طلب کیا جائے۔ اس اجلاس میں ہم اپنے اہم ملکی معاملات پر گفتگو کریں گے اور میں آپ کو ایک خوشخبری سناؤں گی۔ فی الحال میں دیوی، جان کولن اور میجر بنی ہنر سے غائب ہوں۔ یہ تینوں ہمارے ملک سے دوستی کرنے کی آڑ میں اپنا اٹو سیدھا کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں لیکن اب نہیں کر سکیں گے۔"

دیوی نے ٹھہرے انداز میں پوچھا "کیا تم نے سرے سے سپر لیڈی بن کر آئی ہو؟ ہمارے سامنے کی ٹیلی ہو کر ہم سے میاؤں کر رہی ہو۔"

جان کولن نے کہا "الپا! تم چار دنوں تک دوپوش رہیں اس لئے ہم نے جنہیں نظر انداز کیا، میں دھمکیاں دینے کی طاقت نہ کر دوں۔ تمہارا ناخن برابر ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔"

الپا نے کہا "تمہیں ایسا کرنے میں کچھ وقت لگے گا اور ایسا وقت تمہارے نصیب میں نہیں ہے۔ ابھی فوراً ہی اپنے ان بیودی آلا کاؤں کے پاس جاؤ۔ بینین غوثی عمل کے ذریعے ہمارے ملک کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ تمہارے تمام آلا کاؤں کی پڑیاں بدل چکی ہیں۔ وہ خسرے بن چکے ہیں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا تم نے ہی اپنے اعلیٰ حاکم کی جھبیل کی ہے؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب ضروری نہیں سمجھتی۔ اب

میں دیوی سے کہتی ہوں کہ اپنے آواز کا دل کے پاس جائے۔ اس کے تمام آواز کا بھی دیویاں بن چکی ہیں۔ یہ سنتے ہی دیوی اور جان کولن وہاں سے چلے گئے۔ الپا نے کہا "میرٹی ہنزا ابھی تم ٹیلی جیتی کی دنیا میں سنے ہو۔ تم نے ہم سے دشمنی کرنے کے لئے دیوی اور جان کولن سے گھرجو دیا ہے جس کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔ اگر تم ابھی اپنے ملک میں ہو تو آری ہیز کو مار ڈالو۔ وہاں کے دو بڑے افسروں کی بھی جیٹس تبدیل ہو چکی ہیں۔ یہ تم سب کے لئے ایک ابتدائی سزا ہے اس کے بعد اگر تم میں سے کسی نے اسرائیل کا رخ کیا تو میں اس کے پورے ملک کو زخماں دوں گی۔"

وہ بھی چلا گیا۔ ایک حاکم نے کہا "میڈم! الپا! آپ نے ان چار دونوں میں کمال کر دیا۔ آپ نے چھٹی نہیں کی بلکہ دشمنوں کی چالوں کا تو ذرا گہرائی میں دیکھا۔ آپ بچہ پارس کے بارے میں بتائیں؟"

"پارس نہ پہلے ہمارے ملک میں تھا نہ اب ہے۔ اس کی یہاں موجودگی کی جھوٹی خبر ہمارے ان تین دشمنوں نے پھیلائی تھی۔ میں اس کے متعلق آج رات کے اجلاس میں بات کروں گی۔ لی حال ہی میں جانے کی اجازت دیں۔"

وہ وہاں سے چلی آئی تاشا اور تالیہ اس کے داغ میں تھیں اور تالیہ کے ساتھ پارس بھی تھا۔ وہ تینوں الپا کے داغ سے نکل کر اپنی جگہ دافنی طور پر حاضر ہو گئے۔ پارس اس وقت تاشا اور تالیہ کے بیچ میں تھا۔ تالیہ نے اپنی ہنس سے کہا "سزا! تم نے دیکھا، پارس نے کتنی آسانی سے ان تینوں کو اس اجلاس سے بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب تم بتاؤ کیا میرے پارس کی دوستی سے تمہیں نقصان پہنچ رہا ہے؟"

تاشا نے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ پارس نے الپا کی پوزیشن مضبوط کر دی ہے اور دشمنوں کو بری طرح شکست دی ہے۔ یہ میدان پارس نے جیتا ہے لیکن فائدہ ہمیں پہنچ رہا ہے۔"

تالیہ نے کہا "پھر بھی تم مطمئن نہیں لگتیں۔"

تاشا نے کہا "اطمینان تب ہو گا جب ہم الپا کے ذریعے تمام اکابرین کو قہقہے دلا سکیں گے کہ پارس یہاں نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "میں ایسی تدبیر کروں گا کہ تم الپا کے ذریعے انہیں میری عدم موجودگی کا یقین دلا سکو گی۔"

تالیہ نے پارس سے پوچھا "کیا تم واقعی یہاں نہیں رہو گے مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟"

"تم چھوڑنے والی چیز نہیں ہو۔ میں یہاں چند دن اور رہوں گا۔"

"صرف چند دن؟"

"جبوری ہے۔ میری دوسری مصروفیات بھی ہیں۔"

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔"

"میں جاؤں گا مگر بلاؤ گی! آجائیں گا۔"

تاشا نے ہنس سے کہا "تم اپنی ہی باتیں کئے جا رہی ہو، مجھے

کام کی باتیں کرنے دو۔ ہاں تو پارس! تم مجھے کون سی تدبیر بتا رہے تھے؟"

وہ تاشا کو سمجھانے لگا۔ رات کے اجلاس میں تمام شیپوں سے تعلق رکھنے والے اکابرین موجود تھے۔ وہ سب یہ جاننے کے لئے بے چین تھے کہ الپا نے خاتون بڑے دشمنوں کو کس طرح شرمندہ کیا ہے اور ان کے اعلیٰ حاکم کی جیٹس کس طرح تبدیل ہو گئی ہے۔

اجلاس کا آغاز ہوتا ہی ایک اعلیٰ حاکم نے سوال کیا "میڈم! الپا! کیا تم چھٹیوں کے دوران میں بھی مصروف رہی تھیں؟ اور کیا واقعی پارس ہمارے ملک میں نہیں ہے؟"

"میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ پارس نہ یہاں ہے اور نہ کبھی آیا تھا۔ اس کی آمد کی جھوٹی خبر دشمنوں نے پھیلائی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مجھے مسلمانوں کا حمایتی ثابت کر کے آپ سب کی نظروں سے گرا دیں۔"

"تم مملکت اسرائیل کا سب سے اہم ستون ہو۔ ہم تمہیں کبھی نظروں سے گرنے نہیں دیں گے۔"

وہ بولی "خدا نے مجھے پھر سے عزت دی ہے۔ وہ تینوں دشمن عارضی طور پر چلے گئے ہیں لیکن نئے دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ دوسرے کے سراغ رسالوں نے درپردہ ٹیلی جیتی کا علم لیکھا ہے۔ جب ان کے ملک میں جنگی فوج بھی تباہی منوں نے ان بندوں سے ناپید ہو گئیں اور کیپول حاصل کئے اور یوں تمام مطلوبہ قوتیں اور ملا جلتی حاصل کر کے وہ ٹیلی جیتی کی دنیا میں آئے ہیں۔"

"ایک نے کہا "یہ تو ہمارے لیے بڑی تشویش کی بات ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں ان چاروں میں ایسے ہی ایک دوسری سراغ رساں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کرتی رہی ہوں۔ اس کا نام کرسٹو سکلی ہے۔ وہ ٹیلی جیتی جانتا ہے۔ اس کے پاس ناپید ہونے والی گولیاں، فلائنگ کیپول اور برین گارڈ وغیرہ ہیں۔"

ایک نے پوچھا "وہ ہمارے ملک کیوں آیا ہے؟"

"آپا تھا۔ اب نہیں ہے۔ میں نے بھاگوا دیا۔"

تمام اکابرین تائیاں بجانے لگے۔ الپا کو اس کی کامیابی پر

تمام اکابرین کی جیٹس تبدیل کر دے گا اس لیے اس نے نمونے کے طور پر پہلے ہمارے اعلیٰ حاکم کی جیٹس تبدیل کی ہے لیکن وہ آئندہ اپنا نہیں کرے گا۔"

"یہ تمہیں سن کر کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں دو گھنٹے پہلے اچانک اس کے خفیہ اڈے پر پہنچی تھی۔" متاخر کے دوران وہ ہارمونز کے انجکشنوں کا ایک پیکٹ چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

برین آدم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنا ایک ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ میں وہ پیکٹ تھا۔ اس نے کہا "یہ الپا کا کارنامہ ہے۔ اس نے دشمن سے یہ پیکٹ جیت لیا ہے۔ اب یہ انجکشن ہماری لیبارٹری میں جانے لگا۔ ہمارے قاتل اور تجربہ کار کیمسٹ اور ڈاکٹر اس کا تجربہ کر کے اس انجکشن کا بنیادی فارمولا معلوم کریں گے اور ایسے انجکشن زیادہ سے زیادہ تیار کریں گے۔"

"بے شک الپا نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے لیکن کرسٹو سکلی نے منصوبوں کے ساتھ واپس آ سکتا ہے۔"

الپا نے کہا "آپ وہ آئے گا تو اسے وارننگ دی جائے گی کہ ہمارے پاس بھی انجکشنوں کا ذخیرہ ہے۔ ہم ان دوسری اکابرین کی بھی جیٹس تبدیل کر سکتے ہیں۔"

تمام حاضرین خوش ہو کر تائیاں بجانے لگے۔ الپا نے کلد "کرسٹو سکلی نے میری غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا لیا تھا۔ اس نے ان تین بڑے ٹیلی جیتی جاننے والوں کے تمام آواز کا دل کی جیٹس تبدیل کر دی۔ اس کے پیچھے تینوں کو یہاں سے جانے پر مجبور کر دیا کیونکہ ایسی دھمکیاں دینے کا اسے موقع نہیں ملا۔ انجکشن میرے ہاتھ لگ گئے تھے اس لیے میں نے ان تینوں کو دھمکیاں دیں۔"

"تم کرسٹو سکلی پر کیسے غائب آ گئیں؟"

"میری مخصوص لائن آف ایکشن ہوا کرتی ہے۔ کرسٹو سکلی دھمکا لکھا کیونکہ یہ سمجھتا رہا کہ میں چھٹیاں گزارنے نہیں آتی ہوں۔ میں اس کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر اس کے خفیہ اڈے تک پہنچ گئی تھی۔"

تمام اکابرین تائیاں بجانے لگے۔ الپا کو اس کی کامیابی پر

دیوی نے تعریف کی "واہ مسٹر کولن! تم نے اچانک باڑی پلٹ کر کمال کر دیا ہے۔ الپا سے کہو کہ وہ اس اجلاس میں ناپید نہ رہے۔ یہاں نمودار ہو جائے۔ وہ انکار کرے تو یہاں کے چند اکابرین کی جیٹس تبدیل کر دی جائے۔"

میرٹی ہنزا نے کہا "آپا! آپ سے باہر آجاؤ ورنہ ہمارے اکابرین کو ہر دے والیاں بنا دی جائے گا۔"

ایک حاکم نے برین آدم سے کہا "مسٹر آدم! یہ آپ نے کیا کیا؟ وہ بہت اہم انجکشن تھے۔ انہیں اجلاس میں لانے کی کیا ضرورت تھی اور اگر لے آئے تھے تو اس پیکٹ کو چھپا کر رکھنا چاہیے تھا۔"

برین آدم نے کہا "اسے چھپائے رکھنا تو کیسے معلوم ہوا کہ دیوی! جان کولن اور ٹیلی جیٹس پھر آپ اجلاس کی کارروائی دیکھتے آئے ہیں اور ہم سے دشمنی کر کے کم غلطی دکھانے والے ہیں۔ آپ حضرات اطمینان رکھیں۔ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔"

جان کولن نے پوچھا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم ان انجکشنوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے؟"

"مجھے برین آدم کا جانا ہے اور میری کمپوزیٹ میں غیر معمولی برین ہے۔ میں نے وہ تمام انجکشن ایک خفیہ لیبارٹری میں پہلے ہی پختہ کر دیے ہیں۔ یہ خالی پیکٹ دشمنوں کے لئے لایا تھا کہ وہ دیکھتے ہی اسے حاصل کرنے کے لئے خود کو ظاہر کریں اور انہوں نے یہی کیا ہے۔ پھر وہ یہ گھر جانے سے پہلے اس پیکٹ کو کھول کر دیکھ لیں۔ پیکٹ ان کی طرح اندر سے خالی ہے۔"

تمام اکابرین خوش ہو کر تائیاں بجانے لگے۔ جان کولن نے ایک جگہ چھپ کر اس پیکٹ کو کھول کر دیکھا۔ وہ واقعی خالی تھا۔ اس نے مشترکہ آواز کے داغ میں آکر دیوی اور ٹیلی ہنزا سے کہا۔

"برین آدم نے ہم سے چالاکی کی ہے۔ اجلاس میں ہماری موجودگی ظاہر کرنے کے لئے ہمیں یہ وقفہ بنایا تھا۔"

دیوی نے کہا "مسٹر کولن! تم لوگوں نے خفیہ طور سے جیٹس تبدیل کرنے والے انجکشن تیار کئے اور ہمیں خبر نہیں ہوئی۔"

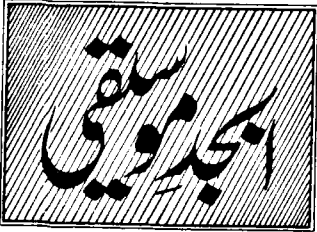
میرٹی ہنزا نے کہا "اگر ہمیں پہلے ایسے انجکشن کے حلقہ معلوم ہوتا تو ہم اتنے سودی اکابرین کی جیٹس تبدیل کر کے الپا ہمارے قدموں میں آکر گرے پر مجبور ہو جاتی۔"

جان کولن نے کہا "وہ انجکشن بہت زود اثر ہیں۔ چوتیس گھنٹے میں جیٹس تبدیل ہو جاتی ہے اس لئے ہمارے ماہرین اس میں کچھ تبدیلیاں کر رہے ہیں۔ جب تک خاطر خواہ تبدیلی نہ ہو، ہم وہ انجکشن دوسروں پر استعمال نہیں کریں گے۔"

"لیکن ہم ان بیرونیوں پر استعمال کر سکتے تھے۔ جیسا کہ کرسٹو سکلی نے کیا ہے لیکن تم نے دشمن کو موقع دیا اور ہمیں دوست بنا کر ہم سے ہارمونز کے انجکشن چھپائے۔ یہ تو کوئی دوستی نہ ہوئی۔"

229

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب



مازوں کی سنگت میں گانا کی مشکل فن ہے



سوز، گیت، راگ، ٹھانڈا اور
موسیقی کے دیگر مسائل اور موضوع
آشنا کر دینے والی نیا کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے دیکھنے والوں کے لیے مشکل راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرو
مع ان کی رنگین تصویروں کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب ہر گھر کی گلابی کتاب ہے

قیمت: ۱۰ روپے ۵۰ روپے ۱۸ روپے
چنگی نم بذریعہ منی آرڈر بھیجئے ہر ڈاک خرچ صاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بک نمبر ۲۳ رمضان چیمبر طور پور پرائیویٹ لیمیٹڈ لاہور

تھی۔ نہایت معمولی سستی سی ساڑی پہنے اور اس بستی کے لوگوں
کی طرح زندگی گزارنے لگی تھی۔

اس نے زندگی میں پہلی بار چھپ گئے تک ایک ذرا خیال
ذاتی نہیں کی۔ وہ پوجا میں مصروف رہی۔ یا پھر جینی شری تفریح
گاہوں میں جا کر خوش ہوتی رہی اور ذہنی سکون حاصل کرتی رہی۔ وہ
بہت ہی خوبصورت اور بھرپور جوان عورت تھی۔ کئی جگہ کچھ
نہاؤں نے اسے چیمبرا مکر وہ ان سے کترا کر نکل گئی۔ ان کے خلاف
نئی بیٹی کا ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ جب
تک عزت اور جان کو خطرہ چٹن نہیں آئے گا تب تک وہ ایک عام
عورت کی طرح حالات کا سامنا کرتی رہے گی۔

ایسی زندگی کی ابتدا بہت اچھی تھی۔ بڑی آزادی سے جہاں
جاتی تھی وہاں چلی جاتی تھی۔ کسی دشمن کی طرف سے کوئی اندیشہ
نہیں تھا اور مخالفین سے نسنے والی کوئی دماغی الجھن نہیں تھی۔
اگر کسی دشمن سے اتفاقاً سامنا ہوتا تو وہ اسے کبھی پہچان نہ
پاتا کیونکہ وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہیں تھی۔ اس علاقے
کے دادا کو بت چلا کہ ناگ پاؤں میں ایک نئی عورت آئی ہے۔ وہ ایسی
جوان اور حسین ہے کہ اسے دیکھتے ہی من میں ہانی آجاتا ہے۔ اس
بستی کے لوگوں نے دیوی کو بتایا کہ کھاتے کا داوا برا خطرناک ہے
لیکن مہمان بھی ہے۔ جن کے گھروں میں چلے نہیں جاتے، وہاں
پورا راشن پہنچا دیتا ہے۔ اگر کوئی بد معاش کسی کی بونٹی پر بری نظر
ڈالے تو اس کی اچھی طرح پائی کرتا ہے۔

وہ پلا دادا تھا جو پولیس والوں کی سرپرستی میں جوئے اور
شراب کے اڈے نہیں چلاتا تھا۔ جو اچھلے اور شراب پیٹنے والوں
کو اٹا لٹاکر مارا تھا اور پولیس والوں کو کسی طرح ہتھ پٹنے کی
اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس لئے قہارے والے اس کے دشمن بنے
رہتے تھے۔ ایسی شرط خانہ خویں کا مالک، غنڈوں کا دادا انیس ہوتا
لیکن جو ایک پورے علاقے پر حاوی ہو کر حکومت کرے، اسے
ولایت کے مطابق دادا ہی کہا جاتا ہے۔

وہ ایک جیب میں اپنے خوارپوں کے ساتھ اس کے مکان کے
سامنے آیا پھر جیب سے اتر کر دوڑاڑے پر آکر دستک دی۔ دیوی
کے ایک ماتحت نے دروازہ کھولا۔ دادا نے کہا "سنا تھا" آپ یہاں
نئے آئے ہوئے ہیں۔ سوچا آپ لوگوں سے ملاقات کرلوں۔ کسی
فکری ضرورت ہو تو یہاں پہنچا دوں۔"

ماتحت نے کہا "آپ کا کھڑیہ۔ ہم نے سنا ہے" آپ بہت
لہان ہیں۔ یہاں غریبوں کی غریبی دور کر رہے ہیں لیکن ہمیں کسی چیز
کی ضرورت نہیں ہے۔

"آپ کتنے جلی مہر جہ ہیں؟"
"ہم دو بھائی، ایک بس اور بوڑھے ماں باپ ہیں۔ آپ اندر
آئیں گے۔"
وہ اندر آگیا۔ دیوی پوجا سے قاصر ہو کر بیٹھنے والے کمرے

سوچ سمجھ کر ایک بہت بڑا حملہ کریں گے اور حملہ کرنے سے پہلے
پوری کوشش کریں گے کہ پارس ہماری نظروں میں آجائے۔"
"ایک بار صرف ایک بار وہ نظر آجائے۔ پانی گاڑا وہ پھر
دوسری بار نظر آنے کے لئے زندہ نہیں رہے گا۔"

انہوں نے طے کیا کہ آئندہ ٹھوس پلاننگ پر عمل کریں گے
اور پلاننگ کی بنیاد یہ ہوئی کہ پہلے پارس کو نگاہوں کے سامنے آنے
پر مجبور کیا جائے۔
اور پارس کو نکال دیا۔ مجبور کر دی تھی کہ وہ نگاہوں کے سامنے
رہے کیونکہ رنگین و شگین لحاظ دہرادی گزارے جاتے ہیں۔
اور رنگین لحاظ میں ڈوبنے والے اکثر شعلین نتائج سے
دوچار ہو جاتے ہیں۔

○☆☆○

دیوی ٹی تاراک کی جگہ مصروف رہا کرتی تھی۔ کبھی تل ایب میں
اور کبھی واشنگٹن میں۔ وہ پہلے کی طرح بڑے رعب اور دبے سے
دیوی بن کر رہنے کے لئے ہر اس جگہ پہنچ جاتی تھی جہاں اپنی
شکرانی قائم کرنے کی امید ہوتی تھی۔ چونکہ اسے اپنے دماغ سے
محبت تھی اس لئے وہ ہندوستان کے کسی نہ کسی شہر میں رہاؤں
اختیار کرتی تھی۔

ان دنوں وہ نیپٹ شہر میں تھی۔ یہ شہر کبھی بھی نہ کھلاتا تھا لیکن
عوامی اور سرکاری سطح پر نام تبدیل کر دیا گیا۔ یہی جگہ جینی
کر دیا گیا۔ سٹیلٹ کے ذریعے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے
سرے تک اس نام کی تشبیر ہو چکی ہے لہذا اس شہر کو اب جینی ہی
لکھا جا رہا ہے۔

وہ مسلسل دوپوش رہ کر اور نادیہ بن کر زندگی گزارتے ہوئے
بہار ہو گئی تھی۔ دیوی بن کر طویل جدوجہد کرتے رہنے کے دوران
بار بار کی دل چاہتا رہا کہ ایک عام سی زندگی گزارے کیونکہ عام
لوگ دیوی اور دیوتا سے زیادہ خوش اور مطمئن رہتے ہیں۔
اس بار وہ ایسی ہی عام لوگوں جیسی زندگی گزار رہی تھی۔ جینی
کے ایک بہت سی پرستار تھے ناگ پاؤں میں اس نے کرائے کا ایک
بڑا سا مکان لیا تھا۔ وہ ایک غریب بوڑھے جوڑے کو اپنا مہل بنا
کر ان کی بیٹی بن بیٹھی۔ اپنے دو جوان اور صحت مند ماتحتوں کو
چھوٹے بھائیوں کے طور پر ساتھ رکھ کر ایک فیملی کی صورت میں
وہاں رہنے لگی۔

اس کا زیادہ وقت اس مکان کے اندر خیال خوانی میں گزارا
تھا۔ میرے جلی مہر اور خصوصاً پارس سے الجھتے رہنا اس کے لئے
ایسا ضروری تھا جیسے یہ اس کے دھرم کی کتابوں میں لکھ دیا گیا ہو۔
پارس سے الجھنے کے علاوہ اسے اور کئی ٹیلی بیٹھی جاننے والے
پناؤں سے کبھی ٹکرا اور کبھی سمجھنا نہ پڑتا تھا۔
وہ تھک گئی تھی۔ ذرا آرام کرنا چاہتی تھی اس لئے بالکل ہی
گمان رہنے کی خاطر ناگ پاؤں کے ایک مکان میں رہائش اختیار کر

جان کو لن نے کہا "ہم نے صرف اپا کے خلاف مشترکہ محاذ
قائم کیا ہے۔ ایسی کوئی دوستی نہیں کی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنے
اپنے ملک کے اہم راز بتا دیے جائیں۔ مجھے خواہ مخواہ الزام دے کر
آپس میں تنہا پیدا نہ کر دے۔"

دیوی نے کہا "بہتر ہے ہم ایسی باتوں سے پرہیز کریں اور اس
پہلو پر غور کریں کہ اپا نے اس اجلاس میں اپنے اکابرین سے سفید
جھوٹ کہا تھا کہ پارس تل ایب میں موجود نہیں ہے اور اب تک
جو مخالفانہ اقدامات کئے ہیں وہ پارس نے نہیں کر سکو سکی نے کئے
ہیں۔"

"ہاں۔ اس نے یہودی اکابرین کو پارس کی عدم موجودگی کا
پورا یقین دلایا ہے۔"
"اس کا مطلب ہے کہ وہ پورے پارس اور اپا میں گہری دوستی
ہے۔"

دیوی نے کہا "اپا میں اتنا دم ختم نہیں ہے کہ وہ ہمارے
مقابلے میں کامیاب ہو جائے۔ اس نے پارس کے تعاون سے
کامیابی حاصل کی ہے اور یہودی اکابرین کا اعتماد حاصل کیا ہے۔"
"ہمارا اندازہ ہے کہ آئندہ پارس اپا کے ساتھ نہ کرے کہ ایک
شکران کی طرح ان یہودیوں پر حکومت کرتا رہے گا۔"

"اور جب تک ان دونوں کی آپس میں جینی رہے گی، ہم ان پر
حملے کرنے میں شاید اسی طرح ناکام ہوتے ہیں گے۔"

دیوی نے کہا "مشرکوں کے پاس ضرورت اختیار ہے۔ یہاں
ہارمونز کے انجکشنوں کے ذریعے اسرائیلی حکام اور فوج کے اعلیٰ
افسران کو دہشت زدہ کر کے انہیں انڈر پریشر رکھا جا سکتا ہے۔"

جان کو لن نے کہا "سوری۔ پارس اپا کا ساتھ دے رہا ہے تو
میں اس کے خلاف وہ انجکشن استعمال نہیں کر سکتا کیوں کہ
میڈم سونیا پہلے ہی ہمارے اکابرین کے خلاف ایسے انجکشن
استعمال کر چکی ہیں۔ اگر میں یہاں پارس کے مقابلے میں یہ خاموش
اختیار استعمال کروں گا تو سونیا میرے ملک میں قیامت برپا کرے
گی۔"

دیوی نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن
میں ایسا کروں گی تو سونیا اور پارس میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"
"یہ نہ بھولو کہ وہ تمہارے بھارتی باشندوں کی جنس تبدیل
کر سکتے ہیں۔"

"جب وہ ایسا کریں گے تو میں تم لوگوں کے تعاون سے اپنے
دیس کے لوگوں کی حفاظت کروں گی۔ ابھی ہم نہیں کہہ لئے یہ شرم
کی بات ہے کہ ہم ایک اپا کو شکست نہ دے سکے۔ ہم اس کی جگہ
چھین کر اسرائیل پر حکومت کرنا چاہتے تھے لیکن وہ جگہ پارس نے
بڑی مکاری سے لی ہے۔"

جان کو لن بولا "مجھے اس شکست پر شرمندگی بھی ہے اور غصہ
بھی آ رہا ہے۔ ہم اسرائیل سے نہیں جائیں گے آئندہ خوب

”میں اس لئے یہاں رہتا ہوں کہ کوئی میری صلاحیتوں کو سمجھ نہ پائے۔ دراصل ہم جتنی دولت اور جتنی قوتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں، اپنے لئے اتنے ہی دشمن پیدا کرتے جاتے ہیں اور اتنے دن مصائب کو دو عین دے رہے ہیں۔ تم نے اب تک ٹیلی بیجی کی دنیا میں ایک بھرپور زندگی گزار دی ہے اور میں تمہاری اس دنیا سے باہر ہوں۔ میرا اور اپنا موازنہ کرو، تم پریشان ہو کر اس جگہ آئی ہو جہاں میں پہلے سے ایک مطمئن زندگی گزار رہا ہوں۔“

”تم درست کہتے ہو۔ میرے پاس ساری دنیا کی دولت ہے مگر اطمینان نہیں ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہاری طرح ایک پرسکون اور مطمئن زندگی گزار دوں۔“

”تم اپنے اس ارادے پر قائم رہو گی تو ہمیں سکون اور اطمینان ضرور حاصل ہو گا۔“

”جب میں ارادہ کرتی ہوں تو بدلتی نہیں ہوں۔ باقی داوے کیا تمہارے پاس ناویہ بنانے والی کوئیاں اور فلائنگ کیپول بھی ہیں؟“

”میرے پاس بہت کچھ ہے لیکن بہت جلد یہ ناویہ بنانے والی کوئیاں اور کیپول ناکارہ ہو جائیں گے۔“

”دبئی نے حیرانی سے پوچھا: ”یہ چیزیں ناکارہ کیسے ہو جائیں گی؟“

”میں نے ایک بہت بڑے کیسٹ اور ستر سالہ تجربات رکھتے

ہیں تو اس کا موجودہ لمحہ بھی اپنا لیتا۔ میں پارس کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی اپنے ذہن میں نقش کر لیتا ہوں۔“

”تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیا تم نے کوئی منصوبہ بنایا ہوا ہے؟“

”میرے ذہن میں کوئی خاص پلاننگ نہیں ہے۔ میں قدرتی طور پر پارس کا ہم شکل ہوں پھر سکوان نے مجھے ایسی ذہانت اور ذہنی آزادی دی ہے کہ میں نے اپنی محنت سے ٹیلی بیجی سیکھی ہے اور رفتہ رفتہ ہر وہ فن اور ہنر سیکھا ہے جو پارس کو آتا ہے۔“

”ہاں! میں اندازہ کر رہی ہوں کہ تم کی اعتبار سے پارس ہو لیکن تم میں پارس کی زندہ دلی نہیں دیکھ رہی ہوں۔ تم ابھی تک بہت گہرے اور سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔“

”میں ایسا زندہ دل ہوں کہ پارس کی بھی میری زندہ دلی دیکھے گا تو جڑانہ جائے گا۔“

”تم تعلیم یافتہ ہو، غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہو، تمام مادی دنیا کی دولت سمیٹ سکتے ہو پھر اس چھوٹے سے علاقے میں نڈوں کے ارادہ بن کر کیوں رہتے ہو؟“

”میں بھی ٹیلی بیجی کی دنیا پر چھائی ہوئی ہو، فریاد علی تیور کے بعد تمہاری رعب اور فدیہ ہے پھر تم ایک غریب اور معمولی نورت کی طرح یہاں کیوں رہتے آئی ہو؟“

”میں تنگ گئی ہوں۔ تمام ٹیلی بیجی جاننے والوں سے دور رہ کر کچھ عرصے تک ایک عام سی پرسکون زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔“

”کیسی ڈانڈا مر مشین سے نہیں سیکھی۔ برسوں ریاضت کی ہے تب یہ علم حاصل کیا ہے۔“

”ٹھیکیا تم موجودہ حالات سے واقف ہو کہ ٹیلی بیجی کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟“

”میں جیش تازہ ترین حالات سے باخبر رہتا ہوں۔ تم آج کل قیاسیہ میں زیادہ مصروف رہتی ہو۔ پارس نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ایک نئی دوسری ٹیلی بیجی جاننے والی نالیہ سے مشغول ہے۔“

”پارس نے مجھے نہیں چھوڑا ہے۔ میں نے اسے ٹھکرایا ہے۔“

”وہ جیش ایک کو چھوڑتا ہے اور دوسری کو پکارتا ہے۔ سب اس کے ہرجائی ہیں سے واقف ہیں۔ ایسے میں کوئی یقین نہیں کرے گا کہ تم نے اسے ٹھکرایا ہے۔“

”کیا تم بھی یقین نہیں کر سکتے؟“

”میں یقین کر لوں گا۔ تم پہلے بھی کئی بار پارس سے دشمنی مول لیتی رہی ہو اور تم ایک ہی عورت ہو جو فریاد کی جیلی میں گھر کر دشمنیاں مول لینے کی جرات کرتی رہتی ہو۔“

”وہ خوش ہو کر بولی ”شکریہ۔ تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔“

”میں تمام ٹیلی بیجی جاننے والے پھاڑوں کے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہوں۔“

”میں حیران ہوں کہ تم ٹیلی بیجی کی دنیا میں وسیع اور مکمل معلومات رکھتے ہو لیکن اب تک ایسے گناہ ہو کر آج تک کوئی تمہاری شخصیت سے واقف نہیں ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے جیسے زبردست آدمی سے یوں اچانک ملاقات ہو گی۔“

”یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں ٹیلی بیجی کی دنیا میں زبردست ہوں۔“

”میں اتنی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں اور تمہارے چور خیالات پر مبنی میں ناکام ہو رہی ہوں۔ تم بالکل پارس کی طرح دوسروں سے اپنے چور خیالات چھپانے میں کامیاب ہو جاتے ہو۔ مجھے اب بھی یہی شبہ ہے کہ تمہارا پارس ہو اور تم نے یہاں آکر کوئی نا ڈراما شروع کیا ہے۔“

”میں اکثر سوچتا تھا کہ جب بھی معروف ٹیلی بیجی جاننے والے مجھے دیکھیں گے تو پارس ہی سمجھیں گے میرے انکار کے باوجود یقین نہیں کریں گے۔“

”آج سے کچھ عرصہ پہلے پارس کی جو آواز اور لہجہ قادی تمہارا ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ اس نے اپنا لہجہ اب بدل دیا ہے؟“

”میں نے کافی عرصے سے پارس کو نہیں دیکھا ہے۔ اگر دیکھ

میں آئی تو اس علاقے کے اداؤد کو دیکھ کر چونک گئی۔ بے اختیار اس کے منہ سے نکلا ”پارس!“

علاقے کے اداؤد نے دونوں ہاتھ جوڑ کر فرستے کیا پھر کہا ”پارس نہیں! پورس۔ میرا نام پورس ہاتھ ہے۔“

وہ جو خود کو پورس کہہ رہا تھا، سر سے پاؤں تک پارس دکھائی دے رہا تھا۔ پارس سے قد اور جسمات میں انہیں میں کا فرق ہو سکتا تھا لیکن صورت شکل سے بالکل پارس تھا۔ اسے دیکھ کر دیوی بدحواس ہو گئی تھی۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ پارس اس کا سراغ لگا کر دوڑا آیا ہے اور اب کسی بھی لمحے میں ناویہ بن کر اس کے جسم میں جا جائے گا۔ ان لمحات میں وہ ناویہ نہیں بن سکتی تھی۔ کیونکہ پورس کے دوران میں منہ میں گلی نہیں رکھتی تھی اور اس وقت وہ پورس کے پورس کے سامنے آئی تھی۔

وہ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے اپنے کمرے میں آئی پھر اپنے پرس سے ایک کوئی نکال کر منہ میں رکھ کر نگلنے سے ناویہ ہو گئی۔ وہاں سے بیٹھک میں آکر دیکھا۔ پورس اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ یعنی وہ ناویہ بن کر دیوی کے اندر سامنے نہیں آتا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ کے اندر بیچ کر اس کے خیالات پر مبنی گلی۔ چور خیالات نے بتایا کہ اس کا پیدا کنشی نام پورس ہاتھ ہے۔ وہ جنم سے ہندو ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور ٹیلی بیجی جانتا ہے۔ دیوی نے حیرانی سے پوچھا ”ٹھیکیا واقعی تم ٹیلی بیجی جانتے ہو؟“

وہ سوچ کے ذریعے بولا ”تم چوری سے میرے خیالات پڑھ رہی تھیں۔ میں خاموش تھا۔ اب مجھے قاطب کر رہی ہو تو جواب دے رہا ہوں کہ ہاں ٹیلی بیجی جانتا ہوں۔“

”کیا تم مجھے جانتے ہو؟“

”یقین کے ساتھ نہیں، لیکن ایک اندازہ ہے کہ تم دیوی شی تارا ہو۔“

”دیوی نے پوچھا ”یہ تمہارا اصلی روپ ہے یا بسروپ ہے؟“

”یہ میرا اصلی روپ ہے۔“

”کیا تم جانتے ہو کہ یہ فریاد علی تیور کے بیٹے پارس کا چہرہ ہے۔ اگر یہی تمہارا اصلی چہرہ ہے تو اس کے ہم شکل کیسے ہو گئے؟“

”یہ سکوان نے پوچھو۔ دنیا کے ہر حصے میں ہم شکل پائے جاتے ہیں۔ سکوان نے مجھے پارس کا ہم شکل بنایا ہے۔ کیوں بنایا ہے؟ یہ وہی جانتا ہے۔“

”ٹھیکیا تم نے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھانے کی کبھی کوشش کی ہے؟“

”ابھی نہیں کی ہے۔ پہلے پارس کا وزن اس کی قوت اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کا پورا حساب کر لوں پھر کچھ فائدے اٹھانے کی کوشش کروں گا۔“

”تم نے ٹیلی بیجی کیسے سیکھی ہے؟“

جن کی کہانیاں آنکھوں سے نہیں دلوں سے پڑھی جاتی ہیں ان کی بہترین کہانیوں کا ڈوسرا مجموعہ شائع ہو گیا ہے

محی الدین نواب کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ ”ایمان کا سفر“ بھی دستیاب ہے

قیمت ۱۰ روپے

ایک سرچ: ۱۹ صفحے

ملنے کا پتہ

کتابیات بلیکسٹر پبلیشرز

والے ایک ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی ہیں اور اس کے ذریعے ایک ایسی دوا تیار کرائی ہے جس کے ذریعے غیر معمولی گولیوں اور فلائنگ کیپولوں کو ناکارہ بنایا جاسکتا ہے۔
”تم انہیں ناکارہ کیوں بنانا چاہتے ہو؟“

”جس طرح گند تیزی سے پھیلتی ہے اسی طرح یہ گولیاں اور کیپول دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلنے جارہے ہیں۔ یہ چیزیں ایک مذاق بن گئی ہیں۔“
”تم ٹیلی ویژن کی دنیا میں نہیں رہتے ہو پھر ان چیزوں کو ناکارہ بنا کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میں اتنی دیر سے گفتگو کر رہی ہوں مگر تمہارے عوام کچھ سمجھ نہیں آ رہے ہیں۔“

”میں ان ٹیلی ویژن کی دنیا میں نہیں ہوں۔ آئندہ کسی دلی میں قدم رکھ سکتا ہوں۔ میرا مشورہ ہے، تم یہاں اطمینان سے رہنا چاہتی ہو تو ٹیلی ویژن کے سلسلے میں کوئی بات ہی نہ کرو۔“

”میں نے تو یہی فیصلہ کیا تھا کہ خیال خواتین بھی نہیں کروں گی لیکن تمہاری باتوں نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔ مجھے تو یہ سوچ کر خند نہیں آئے گی کہ تم ان گولیوں اور کیپولوں کو ناکارہ بنانے والے ہو۔ دیے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ چیزیں جب بڑی احتیاط سے چھپا کر رکھی جائیں گی تو ایسی کیسے ناکارہ بنادے گے۔“
”میں نے جو دوا تیار کرائی ہے اسے اپرے کیا جاتا ہے۔ اگر میں توڑی سی دوا یہاں اپرے کروں تو اس کا اثر سو مربع فٹ کے علاقے میں ہوگا۔ یہ دوا ہوا میں تحلیل ہو کر ہر اس جگہ پہنچتی ہے جہاں ہوا کا زور ہوتا ہے۔ اگر وہ مکوں میں گولیوں اور کیپولوں کو بند رکھا جائے تو بند کرتے وقت وہ مکوں میں بھی ہوا پہنچتی ہے۔ کسی آہنی تجوری میں بھی ہوا کا زور ہوتا ہے۔“

”میں ان چیزوں کو زمین میں دفن کر کے رکھوں گی۔ اپرے کی ہوئی دوا کا اثر ختم ہوگا تو میں انہیں زمین سے نکال لوں گی۔“

”میں جو کہہ رہا ہوں اسے سمجھنے کے لئے مداخلت اور ہوا کے خلکتن کو سمجھنا ضروری ہے۔ پودے ہوا سے آکسیجن جذب کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔ ہوا اس طرح پودوں کے ذریعے زمین میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ مخصوص دوا کاربن ڈائی آکسائیڈ کا ایک اہم جز بن جاتی ہے۔ جب تم ان چیزوں کو زمین کے اندر سے نکالو گی تو وہ پہلے ہی ضائع ہو چکی ہوں گی۔“

دیوی نے بڑی لاجپت سکما ”پلیزا اس علاقے میں اپرے نہ کرنا۔ میں چاہتی ہوں اس پرے کرنے والی دوا کے سلسلے میں ہم ایک محسوس منصوبہ بنائیں۔ کیا تم مجھ پر اعتماد کرو گے۔“

”اعتماد کر رہا ہوں اسی لئے تمہیں اپنے دماغ میں جگہ دے رہا ہوں۔“

”اور میں نے بھی تمہارے دماغ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔“

وہ مسکرا کر بولا ”میں تمہیں اجازت دیتا ہوں میرے دماغ میں ڈال دینا۔“

”میں سمجھتی رہی کہ تم نے تمہیں اپنا نہیں کھائے۔ مجھے یقین ہے تم نے بھی پارس کی طرح اپنے دماغ کو فوٹو اور جوجو بنایا ہے۔ مجھے تم سے مل کر کتنی خوشی ہو رہی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی۔“

”تمہیں ملنے کی خوشی ہو رہی ہے مگر مجھ سے مل نہیں رہی ہو۔ ملنا تو دور کی بات ہے، تم نظر بھی نہیں آ رہی ہو۔“

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے سامنے نمودار ہو گئی۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر نئے کما پھرا ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ یوں شرمانے لگی جیسے کنواری چھوٹکی ہو۔ پہلی بار کسی مرد کے سامنے آئی ہو۔ وہ بولا۔
”میں جانتا ہوں تم کبھی کسی کے دعوے نہیں آتی ہو۔ کسی پر مجھو ما نہیں کرتی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ مجھ پر اعتماد کر رہی ہو۔“

”میں چاہتی ہوں، ہم ایک دوسرے پر بھرپور اعتماد کریں اور ہر آزمائشی مرحلے میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہے۔ تم اپرے کرنے والی دوا کے بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں؟“

”تم نے ایک زبردست دوا تیار کرائی ہے۔ ہم اس کے ذریعے تمام دشمن ٹیلی ویژن بنانے والوں کی ناپیدہ بننے والی صلاحیت کو ختم کر سکتے ہیں۔ کوئی بھی ہمارے مقابلے پر آکر روپوش نہیں رہے گا۔ ہمارے سامنے بے دست و پا ہوجائے گا۔“

”ایسے خیالات پہلے میرے دماغ میں آتے رہتے تھے۔ اب میں نے یہ سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ میں دوسروں کے لئے وہی سوچتا ہوں جو اپنے لئے چاہتا ہوں۔ اگر میں چاہوں گا کہ وہ ناپیدہ بنانے والی گولیاں میرے پاس رہیں تو دوسروں کے لئے بھی یہی چاہوں گا کہ ان کے پاس بھی وہی گولیاں رہیں۔“

”دشمن کا پہلا اصول یہ ہے کہ دشمنوں سے ہتھیار چھین لے جائیں۔ کیا تم ان سے ہتھیار نہیں چھیننا چاہو گے؟“

”میں چھیننا چاہتا ہوں لیکن جب ان کی گولیاں اور کیپول ضائع کروں گا تو اپنی گولیوں اور کیپولوں کو بھی ناکارہ بناؤں گا۔“
”یہ کون سی دانش مندی ہے؟ تم نئے ہو کر ان سے مقابلہ کر گئے؟“

”میں کیوں مقابلہ کروں گا؟ میری کسی دشمنی نہیں ہے اور اگر بھی کوئی دشمن ہے گا تو میری طرح ان گولیوں سے محروم ہے گا۔ ہم ان گولیوں کے بغیر ایک دوسرے سے دشمنی کا بخار نکال سکتے ہیں۔“

ان لمحات میں دیوی کو اس پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ دل میں ان سے گالیاں دینے لگی۔ یہ اس کی بد قسمتی تھی کہ اسے دوسرا زبردست پاس مل رہا تھا مگر وہ بھی پارس کی طرح سنائی دے رہا تھا۔
”دیوی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس طرح اپنے ہاتھ“

میں کرے اور اپنی بات منوائے؟ اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے بغیر اپنی گولیوں اور کیپولوں کے ذخیرے کو دوسرے کی علاقے میں سے جا کر چھپاتا چاہیے۔

اس نے سوچا، یہ اچھا ہوا کہ اسے اپرے کرنے والی دوا کے متنی اثرات کا علم پہلے سے ہو گیا۔ اس نے سوچا میں اپنے ذخیرے کو محفوظ کر لوں گی تو بعد میں وہ ذخیرہ مجھے اس دنیا کی محظروں کی دیوی بنا دے گا۔ سب ہی ٹیلی ویژن بنانے والے ان گولیوں سے محروم رہیں گے۔ صرف میں ناپیدہ بن کر ان سب کو زیر کرتی رہوں گی۔ مجھ سے پہلے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ابھی کہیں دور جا کر ذخیرے کو محفوظ کر لیتا چاہیے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے کوئی ٹھنکی پھر مسکرا کر پارس کے کمرے میں پورس ہاتھ کو دیکھا۔ اب وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

وہ اس کے سامنے بے ادھ کر جانے لگی۔ پورس نے پوچھا۔
”کہاں جا رہی ہو؟“

اس نے ایک دم سے چونک کر پورس کو دیکھا پھر اپنے بدن کو چھو کر سوچنے لگی، ”کیا کوئی لنگے کے بعد بھی نظر آ رہی ہوں؟“
پورس نے کہا ”تم خود کو اس طرح چھوری ہو، جیسے بدن میں درد ہو رہا ہو۔“

بات سمجھ میں آئی کہ گولی بے اثر ہو گئی ہے۔ وہ چیخ کر بولی۔
”گولی لنگے کے بعد بھی میں تمہیں کیسے نظر آ رہی ہوں؟“

وہ بولا ”ہم دونوں کے پاس گولیوں اور کیپولوں کے جتنے ذخیرے ہیں، وہ سب ناکارہ ہو گئے ہیں۔ میں اپنے ماتحت سے کہہ کر آیا تھا کہ وہ مخصوص دوا ہمارے علاقے میں اپرے کر دے۔ اس نے یقیناً ایسا کیا ہے۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔“
وہ غصے سے پاؤں پٹ پٹ کر بولی ”تم پارس ہو۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔“

”اگر میں دھوکا دیتا تو ابھی پارس ہونے کا اعتراف کر لیتا۔ بھلا کوئی میرا کیا پاؤں کر سکتا ہے لیکن میرا بھوکا جانتا ہے کہ میں پارس نہیں پورس ہاتھ ہوں۔“

”تم کیسے بند ہو؟ کیسے ہندوستانی ہو؟ تمہیں اپنے دیس کی حفاظت کے لیے ان گولیوں اور کیپولوں کی ضرورت ہے اور تم نے وہ سب کچھ ضائع کر دیا۔“

”ہماری طرح دوسرے بھی ان چیزوں سے محروم ہو جائیں گے کوئی دشمن ہمارے دیس کو نقصان پہنچانے کے لیے ناپیدہ نہیں بن سکے گا۔“

”تم عجیب احتیاط انداز میں ایسا کر رہے ہو۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ جو ہتھیار ہم دشمنوں سے چھین لیں گے ان ہتھیاروں کو ہمارے پاس مستقل رہنا چاہیے۔ ہتھیاروں کے بغیر ہم غالب آ سکتے ہیں نہ دشمنوں کو ہتھیار اپنے دیس سے دور رکھ سکتے ہیں۔“

”اپنے دیس کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔“
”میری بھی تو ذمہ داری ہے۔ تم نے میرا اتنا بڑا نقصان کیا ہے۔ میں اسے برداشت کر رہی ہوں۔ تم سے شکایت نہیں کر رہی ہوں۔ کیا میرے اس دوستانہ انداز کو سمجھ رہے ہو؟“

”سمجھ رہا ہوں۔ میرے دل میں تمہاری عزت بڑھ گئی ہے۔“
”تم بھی جو اب دوستی کا ثبوت دو اور میری بات مان لو۔ ان گولیوں اور کیپولوں کو صرف ہمارے پاس رہنے دو۔ باقی دنیا کے جس حصے میں جن لوگوں کے پاس ہے ان کے پاس نہ رہنے دو۔“
”جی ہاں! میری بات سمجھو، یہ گولیاں ایسے کم ظرف لوگوں کے پاس بھی ہیں جو ناپیدہ بن کر دوسروں کی خواب گاہ میں گھس جاتے ہیں۔ کسی شریف زادی کے غسل کرنے کا نظارہ کرنے کے لیے اس کے ہاتھ دوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ میں شریف زادیوں کو متاثر نہیں کروں گا اسی لیے ان چیزوں کو ضائع کر رہا ہوں۔“

دیوی نے احتجاج کیا ”دیکھو، ہم دونوں مل کر بہت بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔ ہمیں ابھی سے ایک دوسرے کی بات بنانا چاہیے۔ تم میری صرف ایک بات مانو، یہ گولیاں اور کیپول صرف میرے پاس رہنے دو۔“

”تم میری ایک بات کچھ عرصے کے لیے مان لو۔ میں جلدی یہ ثابت کروں گا کہ ان چیزوں کے بغیر بھی ہم دشمنوں پر غالب آتے رہیں گے۔“

”اگر ہمیں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل نہ ہوں تو آئندہ کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے یہ گولیاں اور کیپول نہیں رہیں گے اس وقت کیا کرو گے؟“

”میں وعدہ کرتا ہوں، اس وقت تمہیں وہ گولیاں اور کیپول لا دوں گا۔“

وہ چونک کر بولی ”جب یہ چیزیں ساری دنیا سے نابود کر دو گے تو مجھے کہاں سے لا کر دو گے؟“

”تم بھول رہی ہو کہ ان گولیوں اور کیپولوں کے لئے تو ضائع نہیں ہوں گے۔ تو کاغذات میں محفوظ رہیں گے۔ میں بھی یہ چیزیں تیار کر اس کا اور اپنی غلطی کی طمانی کے طور پر وہ سب کچھ تمہیں دے دوں گا۔“

”اس طرح تو دوسروں کے پاس بھی لئے موجود رہیں گے۔ وہ بھی دوبارہ یہ چیزیں تیار کر سکیں گے۔“

”میں اتنا بھی نادان نہیں ہوں۔ پوری دنیا میں ان گولیوں اور کیپولوں کے لئے صرف میرے پاس رہیں گے۔ باقی جن لوگوں نے جہاں بھی چھپا کر رکھے ہیں، میں وہاں پہنچ کر ان نغصوں میں کچھ تبدیلیاں کروں گا تاکہ صحیح چیزیں پھر کسی تیار نہ ہو سکیں۔“

”تمی دیر میں تمہاری یہ ذہانت مجھے اچھی لگی کہ تم اپنا ایک نسخہ بچا کر رکھو گے۔ میں اب تک ابھی ہوئی تھی کہ تمہیں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے کیسے سمجھاؤں۔ بھوکا نہ ہو کہ

سوینیا چوبیس گھنٹوں تک تہران کی سیر کرتی رہی اور دشمنوں کی

ایک ماحلت نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ تھران کی ایک اہم شخصیت پر تنویہی عمل کر کے اس کے دماغ میں یہ فہم پیدا ہوا کہ اس کی جنس تبدیل ہو چکی ہے لہذا وہ عورتوں کے سبب اور اہم انداز میں بولے گا اور عورتوں کی طرح حرکتیں کرنا رہے گا۔ جب وہ تنویہی فہم پوری کر کے بیدار ہوا تو زندہ انداز میں

اسی طرح سونیا کے ماتحت ایسے گوداموں کو تارنے لگے جو غیر سرکاری تھے۔ انہوں نے خیال خوانی کے ذریعے ایسے تاجروں کو

سرا لگا یا جو بیڑی رازداری سے امریکا کے آواز کا رہے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایسے ہی ایک تاجر نے اپنے ایک گودام میں انجشن سے مجھے ہونے کا رشتہ چھپا رکھے تھے۔

جب پوری طرح معلومات حاصل ہو گئیں تب اچانک سونیا ایک جہانے گمانی کی طرح راجدو لن کے سامنے پہنچی تھی۔ وہ غسل سے فارغ ہو کر اپنے بیڈ روم میں آیا تو ایک مجبور جوان عورت کو دیکھ کر چونک گیا۔ ایرانی سے بولا "تم؟ کون تم ہو؟ یہاں کیسے آئی ہو۔ میں نے دو روز سے اندر سے بند رکھے تھے۔"

"تم اپنی قبر میں بھی جا کر بند ہو جاتے تو موت وہاں پہنچ جاتی۔ کیا کسی نے تمہی موت کا راستہ دکھا ہے؟"

راجدو لن نے غلطو محسوس کیا۔ فوراً ہی دوڑتا ہوا ایک میز کی طرف گیا۔ اس کی دروازہ کھول کر کچھ تلاش کرنے لگا۔ سونیا نے کہا "تمہاری ٹاویڈ ہٹانے والی گولیاں میرے پاس ہیں۔"

وہ گھبرا کر پلٹ گیا۔ اسے دیکھ کر بولا "ہکون ہو تم؟" سونیا نے کہا "کیا تم نہیں جانتے کہ اس ملک میں سونیا موجود ہے؟ کیا تم مجھے سونیا سمجھتا چاہو گے۔ نہیں سمجھو گے تب بھی تمہاری خرابی ہے۔"

راجدو لن وہاں سے دوڑتے ہوئے آکر سونیا پر چھلانگ لگائی مگر فرش پر گر پڑا۔ سونیا نے ڈانچا دیا تھا۔ اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن منہ پر زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ چیخ مارتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

پھر تو سونیا نے اسے لاقوں اور گھونٹوں پر رکھ لیا۔ اسے کبھی مقدمے میں بھی ایسی ٹھوکر نہیں ماری ہوگی کہ جیسی سونیا مارتی رہی پھر وہ بدم ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس میں اتنی سخت نہیں رہی کہ اٹھ کر بیٹھ سکے۔ سونیا نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا۔ "حاضر ہو جاؤ۔"

دو ماتحت حاضر ہو گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں دو سے بھری ہوئی سرخ تھپی۔ سونیا نے ان سے کہا "اس کم بخت کا جنرالی بدل دو۔ اس کے جتنے ماتحت ہیں اور جو تاجر امریکا کے آواز کا رہے ہوئے ہیں ان سب کو یہ انجشن لگا دو۔"

وہ دہايات دے کر چلی گئی۔ اب راجدو لن اور ان آواز کا دل کی شامت آگئی تھی۔ جو امریکا کے ماتحتوں تک پہنچے تھے۔ سونیا نے پوری طرح راجدو لن و سکی اور اس کے ٹیلی فنیسی جانتے والے ماتحتوں پر نظر کرکھی تھی۔ ان سے بعد میں منشا جانتی تھی۔ ایک ماتحت کو بدایت کی گئی کہ وہ ٹاویڈ بن کر راجدو لن و سکی کے جسم میں سلیا رہے تاکہ وہ دشمن نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس طرح اسے اطمینان تھا کہ جب چاہے گی اس کی شہ رگ تک پہنچ جائے گی۔

پھر سونیا نے حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار سے فون کے ذریعے رابطہ کر کے کہا "جناب عالی! میں مسز سونیا فرادیول ری

ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "خوش آمدید خاتون! آپ آگئی ہیں؟ ہمیں جناب علی احمد اللہ حمزوی نے اطلاع دی تھی کہ آپ امریکا کے ملک میں تشریف لائے والی ہیں کیونکہ یہاں جو کچھ ہونے والا ہے اس پر آپ ہی قابو پا سکتی ہیں۔"

"دشمن یہاں کے مسلمانوں کے خلاف جو کرنا چاہتے تھے وہ اب ان کے ساتھ ہو چکا ہے۔ وہ ایرانی قوم کو نقصان پہنچاتے تھے کل صبح امریکا کا سب سے بڑا ایجنٹ راجدو لن اور اس کے تمام ماتحت یہاں آئے بنے ہوئے دکھائی دیں گے۔ آپ سیٹلائٹ کے ذریعے ان امریکی ذرخوں کو دنیا کے ہر ملک میں دکھائیں۔"

"خاتون! آپ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم تو ان بے غیرت امریکیوں کو ان کا اصلی چہرہ دکھانے کے سلسلے میں کئی دقیقہ فرو کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے جیسا آپ کے بارے میں سنا تھا آپ اس سے بھی زیادہ مستعد ثابت ہوئی ہیں۔ یہاں آئے ہی تمام روپوش امریکیوں اور ان کے بچوں کو بے نقاب کیا ہے۔" اور ایک اہم بات ہے۔ میں ایک مسلمان تاجر کے گودام پر تیار ہوئی ہوں۔ آپ وہاں چھاپا ماریں۔ وہاں دوسرے مال کے ساتھ ایسے کارٹن چھپے ہوئے ہیں جن میں جس تبدیلی کرنے والے انجشن ہیں۔ آپ ان تمام کارٹنوں کو قبضے میں لے کر ان مسلمان تاجر کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں۔"

"ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ہم سے روپوش نہ رہیں۔ یہاں ہماری خاص مسمان بن کر رہیں اور ہمیں میزبانی کا موقع دیں۔"

"میں آپ کی مسمان بننے کا شرف ضرور حاصل کر دوں گی لیکن مجھے کچھ وقت دیں۔ میں ایک آدھ دن میں آپ سے ضرور ملاقات کر دوں گی۔"

سونیا نے رابطہ ختم کر دیا۔ دوسری صبح تھران میں تقریباً چالیس زائے نظر آئے۔ وہ زائد لاس پہنے ہوئے تھے اور راہبیروں کے ہمراہ تھے۔ "تم بڑا کامیاب رہے۔ ہمیں جیتنے سے بھی نہیں ہوا۔ لوگ انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ کل تک وہاں کوئی آواز نہ آ رہی تھی۔ آج پھر انہیں بھڑا تھا۔ آج چالیس نظر آئے۔ تھے پھر یہ ایرانی سے دیکھا گیا کہ ان کی دی کیبرے جگہ جگہ آتے تھے شہر کے جن علاقوں میں وہ خسرے نظر آ رہے تھے وہاں سرکاری طور پر ان کی وڈیو فلمیں تیار کی جا رہی تھیں۔ ان فلموں کو سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا میں دکھانے کے انتظامات کئے جا رہے تھے۔ راجدو لن و سکی نے بھی یہ تماشا دکھا اور بہت خوش ہوا کہ وہاں کا دھیان امریکیوں کی طرف ہے اور وہ دسویں کے عہد میں ہے۔ اب اسے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ راجدو لن و سکی اس ملک میں وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ جب ان فلموں کو سیٹلائٹ کے ذریعے تمام دنیا میں دکھایا جائے

امریکی چچ اٹھے۔ وہ کہنے لگے کہ راجدو لن اور اس کے ساتھ لڑنا رہے ہوئے والے لوگوں کا تعلق امریکا سے نہیں ہے اور جو انجشن ایک گودام سے برآمد کئے گئے ہیں انہیں امریکا میں تیار نہیں کیا گیا ہے۔ یہ جمہور الازام ہے۔ امریکا کو بدنام کرنے کے لیے ایرانی ایسی چالیں چل رہے ہیں۔

ان کے انکار کے جواب میں ایران کی طرف سے کہا گیا "تم انکار کر کے زیادہ سے زیادہ خود کو الزامات سے بچانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن بہت نقصانات اٹھا رہے ہو۔ ایران میں تمہارے بیٹے ایجنٹ اور زور خرید مسلمان تھے وہ انجکشن کے ذریعے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے حربے تمہارے ہی لوگوں پر استعمال ہو چکے ہیں۔ بیشک کی طرح اس بار بھی تم اس سے شرمناک شکست کھا چکے ہو۔ اب بھی تمہیں شرم نہیں آئے گی۔ آئندہ کچھ کہ تو یہ یاد رکھنا کہ ایران اب فریاد اور اس کی فلی کا گھر بن چکا ہے۔"

جان کو لن اور امریکی اکابرین کے لیے وہ انجکشن مسئلہ بن گئے۔ انہوں نے جس خاص مقدمے کے تحت وہ انجکشن تیار کرانے تھے، وہ وہاں نہیں ہو چکا تھا۔ اس کے برعکس انہیں تیار کرانے کا الزام ان کے سر آ رہا تھا۔ وہ الزام درست تھا لیکن اسے غلط ثابت کرنے کے لیے اب ان کی طرف سے مجبور کرکشیوں ہونے لگی تھیں۔

روژانو و سکی اپنی رہائش گاہ میں مطمئن تھا۔ کوئی اسے چہرے سے نہیں بچھاتا تھا۔ اس نے ایسا میک اپ کیا تھا کہ کوئی اسے دیکھ کر ہلکا نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ سونیا اسے دیکھے گی تب بھی اس پر دشمن ہونے کا شبہ نہیں کرے گی۔ اس کے چار ٹیلی فنیسی جانتے والے دفاتر تھے۔ وہ اتنا محتاط تھا کہ اس نے اپنی رہائش گاہ کا پتہ اپنے وفاداروں تک کو نہیں بتایا تھا۔ وہ اپنی رانٹ میں بالکل محفوظ تھا۔ ایسے ہی وقت اسے سونیا کی آواز سنائی دی۔ وہ آرام سے لیٹا ہوا تھا "اچھل کر بیٹھ گیا پھر فرش پر گڑھا ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

آواز آئی "روژانو! موت کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔" وہ دوسرے ہی لمحے میں گولی لگی کر ٹاویڈ بن گیا پھر لاہلا "ہکون ہو تم؟"

"دبی ہوں جس سے تم چھپ رہے تھے۔"

"یعنی تم سونیا ہو۔ اگر ہو تو کیا فرق پڑ رہا ہے۔ میں اب بھی چھپ رہا ہوں۔ تم میرے سامنے تک بھی نہیں پہنچ سکو گی۔"

"تو پھر تم جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ۔ میں وہاں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچ رہا پھر اس کمرے سے جانے لگا۔ سونیا کا ایک ماتحت اس کے اندر آیا ہوا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے کہنے لگا "یڈم! یہ کمرے سے جا رہا ہے۔ اب کارڈور سے گزر رہا ہے اور اب اس جگہ کے باہر صبح میں کار کے پاس آکر رک گیا

ہے۔"

وہ اپنے ماتحت کی کشتی سختی ہوئی جگہ کے باہر آگئی پھر بولی۔ "یہاں کون رک گئے؟"

وہ چونک کر بولا "تم نے میرا پیچھا کیا ہے۔ کیا میں نظر آ رہا ہوں؟"

"تم اور کہیں جا کر آزمالو۔ میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ اگر تم بھی مجھے دیکھ سکتے تو تمہیں میرے ہاتھ میں ایک سرخ نظر آتی۔"

"سرخ؟ تم کس سرخ کی بات کر رہی ہو؟"

"دبی جس کے ذریعے تمہاری جس تبدیلی کی جائے گی۔"

"نہیں! وہ چیخ کر بولا "میں کبھی غصوں نہیں تم میں نمودار نہیں ہوں گا۔"

وہ وہاں سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ اس کی کار تھی لیکن اسے ڈرائیو کرنے کے لیے نمودار ہونا پڑا۔ وہ بڑی مشکل میں پڑ گیا تھا۔ سونیا اپنے ماتحت کی کشتی سختی آ رہی تھی۔

وہ ایک سڑک کے کنارے رک گیا۔ ایک خالی جیسی گزری تھی۔ وہ گھڑی کے راتے جیسی کی پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ وہ بھی خیال خوانی کے ذریعے اپنے چاروں ماتحتوں کو بتا رہا تھا کہ سونیا اس کا تعاقب کر رہی ہے لہذا اس سے مسلسل دماغی رابطہ رکھا جائے۔ دماغ میں نہ کر دہ دیکھتے جائیں کہ وہ کہاں کہاں سے گزر رہا ہے۔ جیسی کی پچھلی سیٹ پر وہ سونیا کی آواز سن کر حیرت اور خوف سے چیخ مارتا تھا "یہاں بھی ہو؟ مجھے دیکھ کر دبی ہو؟"

جیسی کی ڈرائیو نے گھبرا کر گاڑی روک دی۔ پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا کہ وہاں بولنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔ سونیا دشمن سے کہہ رہی تھی "یہ تمہاری بد قسمتی ہے کہ ٹاویڈ ہو کر بھی مجھے نظر آ رہے ہو۔"

"اس کا مطلب ہے تم سایہ بن کر میرے اندر سنائی ہوئی ہو۔"

"مگر میں تمہارے اندر ہوتی تو میری آواز سیٹ کے اس سرے سے نہ آتی۔ میں تمہارے اندر نہیں ہوں۔"

وہ ڈرائیو راتہ خوفزدہ ہوا کہ جیسی سے نکل کر دور بھاگتا چلا گیا۔ دوسرے روزانو و سکی بھی جیسی سے نکل کر بھاگتے ہوئے گزرتا رہا "کے مجھے معاف کر دو۔ میں نے ٹھیک سنا تھا۔ تم نہ سمجھ میں آئے والی بات ہو۔ میں بیشک کے لیے یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک جگہ رک کر رہا نہیں لگا۔ سونیا نے کہا "میں تمہیں یہاں سے واپس جانے کے لیے زندہ چھوڑوں گی لیکن یہاں حوہ بن کر آئے تھے عورت بن کر جاؤ گے۔"

"ہرگز نہیں۔ اب میں کبھی غصوں جسم میں نمودار نہیں ہوں گا اور دیکھوں گا کہ تم تک میرا پیچھا کر دو گی۔"

"میں تمہیں ہوں۔ میرے کی سچی ہیں۔ وہ باری باری

تھما ہوا بچھا کرتے رہیں گے۔ تم کہتے دنوں تک بھوک بھاداشت کرو گے۔ کبھی تو کھانے کے لیے تمہیں جسم میں آنا پڑے گا۔ بہتر ہے آٹھ چھٹی ختم کرو۔ کوئی اکل کر ظاہر ہو جاؤ۔ میرا وعدہ ہے تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی۔“

”زندہ چھوڑ دوں گی مگر میری زندگی کو مضحکہ خیز بنا دوں گی۔ میں بھوکا یا سامراجوں کا لیکن تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گا۔“

”تم مرتے مرتے بھی پریشان کرو گے۔ جب تک نہیں مرے گے میرے بہریداروں کو اپنے ساتھ لیے بیٹھتے رہو گے۔“

ایک مانت کی آواز آئی ”بیڈہا آپ آرام کریں۔ ہم اس ذلیل شخص کا بچھا نہیں چھوڑیں گے۔“

دروازے کا ”جیسے اپنے ملک واپس جانے دو۔ میرا بچھا کرو گے تب بھی میں غلامنگ کیپول کے ذریعے جاؤں گا۔ وہاں تم میرے ملک کے فوجیوں کے زخموں میں آ جاؤ گے۔“

”یہ خوفِ غلامنگ کیپول منہ میں رکھنے کے لیے تمہیں ٹھوس جسم میں ظاہر ہونا پڑے گا۔“

وہ جھٹکا گیا۔ اسے فرار کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ بس ایک عارضی اطمینان تھا کہ نایدہ ہے، گرفت میں نہیں آئے گا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کی یہ خوشی ختم ہو گئی۔ حالات نے ایسا پلٹا کھایا جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ دروازہ دھکی اچانک ہی نمودار ہو گیا۔ حالانکہ اس نے کوئی اگلی نہیں تھی۔ وہ ابھی تک اس کے اندر تھی۔ اس کے باوجود وہ نمودار ہو گیا۔

پھر اس نے دیکھا کچھ فاصلے پر سونیا نمودار ہو گئی تھی وہ کہہ رہی تھی ”تم تو نمودار ہو گئے۔ کیا کوئی اکل چکے ہو؟“

وہ سونیا سے بولا ”تم بھی نظر آ رہی ہو۔ کوئی میرے اندر ہے۔ کیا تم اکل چکی ہو؟“

سونیا نے حیرانی سے خود کو چھو دیکھا۔ ایسے ہی وقت اس کے اور دروازوں کی تمام مانت بھی نمودار ہو گئے۔ ان لمحات میں حیرانی اتنی شدید تھی کہ وہ دشمنی بھول گئے تھے۔ سب کے اندر گولیاں تھیں لیکن وہ گولیاں اچانک کیسے بے اثر ہو گئیں؟ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

پھر دروازوں کی کو خطرے کا احساس ہوا۔ اب وہ چھپ نہیں سکتا تھا اور سامنے موت کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے دیواروں کا لیکن اسے چلانے سے پہلے ہی دوسری طرف سے گولی چلی اور اس کے ہاتھ سے دیوار گر پڑی۔ اس کے چاروں ہاتھوں کو اپنے ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ سونیا کے ہاتھوں نے انہیں گن پوائنٹ پر رکھ لیا تھا۔

وہ سب ایک دیرانِ سڑک کے کنارے تھے۔ پہلے ان سب کے لباس اتار کر ان لباسوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے۔ وہ گن پوائنٹ پر تھے اس لیے چپ چاپ ہاتھ پاؤں بندھوا لیے۔ جب انہیں انجمن لگانے کا وقت آیا تو وہ گڑگڑانے لگے کہ ان کی

جس تبدیل نہ کی جائے

سونیا نے کہا ”تمہارے ساتھ وہی ہو رہا ہے جو تم لاگوں کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ تم بڑا دل میل دور سے یہ انجمن اسلامی ملک میں لائے ہو۔ اب ان انجمنوں کو یاد دہا کرنا ہے ساتھ لے جاؤ۔“

ان سب کو جبراً انجمن لگا دیے گئے پھر ان کے ہاتھ پاؤں کھول دیے گئے۔ سونیا نے کہا ”ان انجمنوں کے اثر سے دائمی توانائی پہلے جیسی نہیں رہتی۔ میرے چار ہاتھ سب کے دماغوں میں آتے رہیں گے اور تم ان کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔ اب یہاں سے جاؤ۔“

وہ اٹھ کر شرکی طرف جانے لگے۔ سونیا کے چار ہاتھ انہیں ایک پولیس اسٹیشن لے گئے۔ وہاں انہوں نے تحریری بیان دیا کہ ان کی اہلیت کیا ہے اور وہ ایران کیسے مذہب و موم مقاصد کی تعمیل کے لیے آئے تھے لیکن اب ناکام ہو کر سزا پارہے ہیں۔

ان کے بیانات اعلیٰ عہدیداروں تک پہنچائے گئے۔ سونیا نے کہا ”چند گھنٹوں کے اندر ان کی جس تبدیل ہونے والی ہے۔ یہ سب دیکھیں ان کی بھی دیو پوٹھیں تیار کی جائیں۔“

وہاں سے وہ ہوئی کے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ نایدہ ہانے والی گولی ناکہ کیسے ہو گئی؟

صرف اس کی ہی نہیں سب کی گولیاں ناکہ ہو گئی تھیں اور سب ہی اچانک نمودار ہو گئے تھے۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ حقیقت جناب حمزہ بتا سکتے تھے۔

وہ شمال کی طرف رخ کر کے فرش پر پٹمی مار کر بیٹھ گئی۔ جب اسے جناب حمزہ سے رابطہ کرنا ہوا تو وہ یہی کرتی تھی۔ شمال کی طرف منہ کر کے پٹمی مار کر بیٹھ جاتی تھی پھر انہیں بند کر کے جناب حمزہ کی کا دھیان کرتی تھی۔ اس طرح ان سے کچھ ایسا روحانی تعلق پیدا ہوا تھا کہ وہ بزرگ خیال خوانی کے ذریعے اس کے پاس ملے آتے تھے۔

وہ آئے اور اسے گولیاں اور کیپولوں کے ناکہ ہونے کے اسباب بتانے لگے۔

○●○

باندھ مل میں پورس ہاتھ کا ایک خوبصورت بھگتا تھا۔ دیوی نے اس بچکے میں آکر کہا ”بڑی خوبصورت اور آرام دہ ہاتھ لگا ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ کوئی ٹیلی بیٹھی جانے والا تم سے دشمنی نہیں کرتا ہے اور تم سکون اور آرام سے رہتے ہو۔“

”میں اب تک تمہاری ٹیلی بیٹھی جانے والوں کی دنیا سے دور ہوں۔ یہاں ایک امیر کبیر کی طرح اور ناگ پاؤں میں غریب واداک کی طرح خڑے کی دہری زندگی گزارا ہوں۔ آج کے بعد پتا نہیں کیا ہو گا؟“

”تمہیں کس بات کا اندیشہ ہے؟“

”میں دنیا کے تمام ٹیلی بیٹھی جانے والوں کو گولیاں اور کیپولوں سے محروم کرنے جا رہا ہوں۔ آئندہ وہ سب میرے بیٹھے جائیں گے۔ مجھے تمہاں سب سے لڑنا ہو گا اور خود کو محفوظ رکھنے کی جدوجہد کرنا ہوگی۔“

ان سب کو جبراً انجمن لگا دیے گئے پھر ان کے ہاتھ پاؤں کھول دیے گئے۔ سونیا نے کہا ”ان انجمنوں کے اثر سے دائمی توانائی پہلے جیسی نہیں رہتی۔ میرے چار ہاتھ سب کے دماغوں میں آتے رہیں گے اور تم ان کے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔ اب یہاں سے جاؤ۔“

وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے بائیں کر رہے تھے اور ٹی وی پر ٹلف چینل بدل کر خبریں سننا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وقت ایران کی شہر تہران میں چالیس زخمی مختلف مقامات پر نظر آئے۔ نوزیدہ کے بتایا کہ وہ تمام زخمی امریکی ہیں۔ وہ نایدہ وہ کرواں تحریری اورانی کرنا چاہتے تھے لیکن عین وقت پر سونیا نے ان کی چال ان پر ٹال دی۔

دیوی نے کہا ”وہ مکار عورت ایران میں ہے۔ اپنے ہاتھوں کے ساتھ نایدہ وہ کراپنے دشمنوں پر غالب آ رہی ہے۔ ہم غلامنگ

کیپول کے ذریعے پرواز کرتے ہوئے ایران سے گزریں گے اور وہ وہاں پہرے کرتے ہوئے فرانس جائیں گے۔“

پورس نے کہا ”ہم پاکستان کے شہر لاہور سے گزرتے ہوئے جائیں گے کیونکہ وہاں نایدہ بن جانے والے فنی اور ٹیلی ہیں۔“

”پھر تو ہم ایچ ایل اور جائیں گے۔ میں چاہوں گی کہ سب سے پہلے فراد اور اس کی فیملی کے تمام افراد ان گولیاں اور کیپولوں سے محروم ہو جائیں۔“

پورس نے مسکرا کر کہا۔ ”تمہیں اس فیملی سے خدا واسطے کاہر ہے۔“

”جیسا کہ تم جانتے ہو مجھے جو توش دیا میں مہارت حاصل ہے۔ میں بار بار اپنی کنڈلی دیکھتی رہی۔ ستاروں کی چالوں کے مطابق اپنے اور پارس کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔ ہر بار یہ معلوم ہوتا رہا کہ پارس سے بھی شادی کروں گی تو وہ لوگ میرا دھرم بدل دیں گے۔ میں مسلمان بننا نہیں چاہتی تھی اور نہ اب چاہتی ہوں۔ بہت عرصے تک سوچنے اور سمجھنے کے بعد میں نے سوچا اگر شادی سے پہلے میں پارس کو اپنے دھرم میں لے آؤں تو وہ مجھے اپنے دھرم میں نہیں لے جائے گا۔ جو توش دیا کے ذریعے یہ

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر بر قاب ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ مں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کہانی صورت دکھارہ محلوں میں مکمل میں تیار ہے

قیمت فی حصہ - /40 روپے۔ ڈاک خرچ - /16 روپے

سات حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف /250 روپے

گیارہ حصے ایک ساتھ منگوانے پر رعایتی قیمت صرف /350 روپے

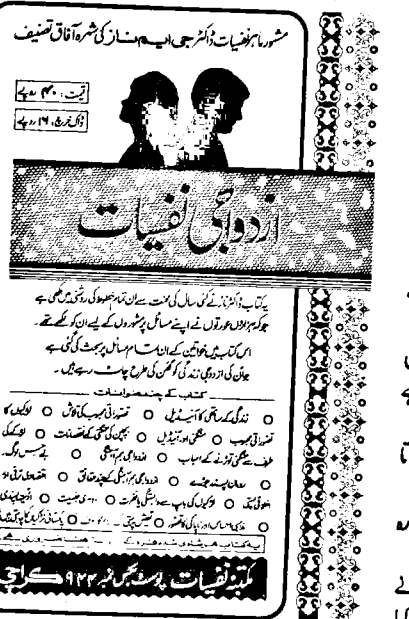
رعایت حاصل کرنے کے لئے پوری رقم پیشگی بذریعے منی آرڈر ارسال کریں

اشارہ مل رہا تھا کہ میں چاہوں تو اپنے مقدر کو کسی حد تک بدل سکتا ہوں۔“

”میں کہہ چکی ہوں، پہلے فریاد اور اس کی فیملی کو ان چیزوں سے محروم کیا جائے گا اس لیے پہلے ہم لاہور جائیں گے۔“

کے بارہ بجے لگے علی کے ہاتھ کے زیر سایہ اس کا پورا وجود
 لرزنے لگا۔ وہ دونوں بڑی مدت سے ایک ساتھ تھے لیکن ان لحاظ
 نہ تے تیار کہ وہ ساتھ ہوتے ہوئے بھی ساتھ نہیں تھے۔ اب ایک کا
 ہاتھ دوسرے کے ہاتھ کو ساسی بنا رہا تھا۔ ساتھ رہنے اور ساتھ
 ماننے کی راہیں ہموار کر رہا تھا۔

یوں کیا؟ گولیاں ہمارے اندر ہیں اور ہم دکھائی دے رہے ہیں۔“ علی نے کہا ”واقعہ یہ ہے کہ مجھ میں آنے والی بات ہے لیکن جلد ہی مجھ میں آجائے گی۔ انہی دشمنوں کی طرف دھیان دو۔“ وہ دونوں بچوں میں آئے۔ لاڈلہ عمری نے جیب سے ایک گولی نکال کر کہا ”دیکھو! اوڑھو! اسے کہیں ہوگی۔“



اس ابتدا کے بعد وہ فارم میں آگئی۔ دونوں کے درمیان پینترا بدل کر طعن سے بچ نکالی۔ ”آہ۔۔۔ آہ۔۔۔“
ایک کے منہ پر دوسرے کی گردن پر قیامت ٹوٹی پھر ایک کے سینے پر دوسرے کی گھر آہنی سلاخوں کی طرح لاشیں پڑیں۔ ”آہ۔۔۔ آہ۔۔۔“

اس کی ہر ”آہ“ کے ساتھ دونوں کو دن میں تارے نظر آ رہے تھے۔ وہ انہیں اتنی صحت نہیں دے رہی تھی کہ ان میں سے کوئی اپنے لباس میں چھپا ہوا ہتھیار نکال سکے۔ وہ سچ تھے مگر ایک ہستی کے سامنے سنبھل نہیں پارے تھے۔ اس کی ہر ”آہ“ کی ہتھیاری طرح آہ انہیں لگتی تھی۔ ”آہ۔۔۔ آہ۔۔۔ آہ۔۔۔“

اس کے بک لگانے کا انداز ایسا تھا جیسے مقابل کو بلا رہی ہو ”آہ۔۔۔“ اور آنے والے کی شامت آجاتی تھی۔ ”آہ۔۔۔ آہ۔۔۔“ اسی طرح وہ کہہ کر پینترے بدلتی تھی کہ حملے کرنے والے کا نام وہ جانتے تھے۔ فضا میں ظاہر بایاں لکھاتی ہوئی ان کے سروں پر سے گردن پھرتی ہوئی آگ سے پیچھے اور دائیں سے بائیں پہنچ جاتی تھی پھر جہاں پہنچ جاتی تھی وہاں سے پھر عذاب بن کر نازل ہو جاتی تھی۔ ”آہ۔۔۔ آہ۔۔۔ آہ۔۔۔“

صرف دس منٹ میں وہ دونوں زمین بوس ہو گئے۔ فرش پر گرنے کے بعد ان میں دوبارہ اٹھنے کی سکت نہیں رہی۔ فنی نے ان کے لباسوں میں سے ہتھیار نکال لئے۔ علی ایک طرف دیوار سے ٹپک لگائے اطمینان سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا ”ان کے تمام بیج ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ اب یہ سانس روک کر ہماری خیال خوانی کا راستہ نہیں روک سکے گا۔“

دوسری طرف لاڈلہ دن اور لاڈلہ نواس آواز کے دماغ میں تھے اور یہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ لاڈلہ قہری اپنی موت کے سامنے ہے۔ فنی اور علی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اسے مارنے سے پہلے اس کے چور خیالات ضرور پڑھیں گے۔ اس طرح انہیں عکاسی کی اصلیت کے علاوہ انڈر گراؤنڈ دنیا کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔

وہ لاڈلہ قہری کو کس طرح بھی بچا نہیں سکتے تھے لیکن اپنے راز کو اب بھی راز رکھ سکتے تھے۔ انہوں نے اچھا کام لاڈلہ قہری کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ جیچیں مارتا ہوا فرش پر تر پڑے گا۔ فنی اور علی حیرانی سے اس کے اندر جھانک کر معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اسے کون اذیت پہنچا رہا ہے؟

وہ اتنی شدید تکلیف میں مبتلا تھا کہ اس کے چور خیالات نہیں پڑھے جاسکتے تھے۔ پھر وہ دونوں لاڈلہ وقت و وقت سے زلزلہ پیدا کرتے جا رہے تھے۔ دماغ ایک معمولی سا جھٹکا برداشت نہیں کرتا۔ کیا یہ کہ اسے مسلسل جھٹکے پہنچائے جا رہے تھے۔ پہلے وہ بے ہوش ہوا۔ دونوں لاڈلہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ دوبارہ ہوش میں آکر

اپنے چور خیالات سنائے۔ انہوں نے غالموں کی طرح انتہائی جھکے پچھائے۔ وہ برداشت نہ کر سکا۔ اس کا دم نکل گیا۔
وہ آواز کا رسا ہوا فرش پر پڑا تھا۔ وہ ایک پیڑہ و قاتل تھا۔ جسے قتل کرنا ہوتا اس پر بھی اسے رحم نہ آتا۔ اب وہ فنی اور علی کے رحم و کرم پر پڑا تھا۔ دونوں لاڈلہ نے اسے اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ ان کے کسی راز سے واقف نہیں تھا۔ جو لاڈلہ قہری مر چکا تھا اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔

علی نے اس کے گرد سے دماغ میں آکر پوچھا ”جس نے تمہیں کرائے کے قاتل کے طور پر کام لینا چاہا؟ وہ کون تھا؟ اس مرے والے کے بارے میں بتاؤ۔“

”میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ نیلی جیتی جانتا تھا۔ اس نے میرے دماغ میں آکر تم دونوں کے قتل کا سودا کیا تھا اور مجھے پیسگی ایک لاکھ دے دیے۔ مجھے میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کہاں سے آیا تھا اور تم دونوں کو کیوں قتل کرانا چاہتا تھا۔“

اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ رست کہہ رہا ہے۔ اس سے کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوگی جس بات کا سرا پھونکر پڑا سر اور دشمنوں تک رسائی ہو سکے۔

علی نے حکم دیا ”نہو اور یہ لاش اٹھا کر یہاں سے لے جاؤ۔ دیر کو گئے تو یہاں تمہاری لاش اٹھانے والا کوئی نہیں ہوگا۔“
وہ اپنی سلامتی کے لیے تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے اٹھ گیا۔ لاڈلہ قہری کی لاش اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد کر جانے لگا۔ فنی نے اسے ایک ریو اور دیا اور کہا ”اسے رکھ لو۔ تمہارے کام آئے گا۔“

وہ ریو اور لے کر چلا گیا۔ کوٹھی کے احاطے کے باہر وہ گاڑی تھی جس میں وہ آیا تھا۔ وہ لاش کوڑی میں چھپا کر گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ بہت دور جانے کے بعد اس نے فنی کے حکم سے ریو اور کی مال کو کینٹین سے لگایا پھر ٹریک کو دیا اور تیز رفتار گاڑی ایک تخت کھوم گئی۔ ایک دھلان پر آئی پھر اٹل کر نہروں میں چلی گئی۔

فنی نے دفاعی طور پر حاضر ہو کر علی کو دیکھا۔ علی نے کہا ”ہم مطمئن تھے کہ عتار شاہ جیسا دشمن مارا گیا ہے۔ اب کم از کم لاہور میں کوئی ہمارا دشمن نہیں ہے۔ تب ہے نئے دشمن کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں۔“

فنی نے کہا ”ہم جس کے ذریعے کچھ معلوم کر سکتے تھے۔ اسے زلزلے کے جھٹکے پہنچا کر مار ڈالا گیا ہے۔ اس سے پتا چلا ہے کہ دشمن ایک نہیں ہے، کئی ہیں۔ انہوں نے اپنی سلامتی کی خاطر اپنے ساتھی کو ختم کروا دیا ہے۔“

علی نے کہا ”ہم ان سے پڑا سر اور دشمنوں کے سلسلے میں غور کریں گے۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کر ہماری اور دشمنوں کی نادیہ

کولیاں ہے اٹھ کیے ہو گئیں۔“
”واقعی ہے حیرانی کی بات ہے۔ یہ کیسے معلوم کیا جائے کہ وہ بے اثر کیسے ہو گئیں؟“
”آؤ۔ ہم جناب تہمیزی کے پاس چلیں۔ تاکہ ان سے بہت کچھ معلوم ہو سکے۔“

انہوں نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ایسا صاحب کے ادارے کی طرف روانہ ہو گئے۔



پورس اپنی مہم میں مصروف تھا۔ اس نے دیوی کے ساتھ سفر شروع کیا تھا۔ پہلی منزل لاہور تھی۔ انہوں نے وہاں تھوڑی دیر کے لیے قیام کیا۔ اس شہر کے مختلف علاقوں میں وہ دو اداسپرے کی پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

ان کی دوسری منزل تھران تھی۔ انہوں نے وہاں کے بھی مختلف علاقوں میں دو اداسپرے کیس پھر آگے بڑھ گئے۔ دیوی خوش تھی کہ جہاں علی تھا اور جہاں سونیا تھی وہاں پہلے اسپرے کیا گیا ہے۔ پہلے فہادی کی فیملی کے افراد کو ان گولیوں اور کیپسولوں سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اب انہیں آگے فرانس کے شہر پیرس جانا تھا۔ ادھر سفر کرنے کے دوران اس نے پورس سے کہا ”پہلے ہم بابا صاحب کے ادارے کے اطراف پرواز کریں گے اور اچھی طرح دو اداسپرے کریں گے۔“

وہ بولا ”پہلے کہ یا بعد میں“ اسپرے تو کرنا ہی ہے۔ جیسا تم چاہو گی یہی ہوگا۔“
جب وہ پیرس پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ دیوی نے کہا ”میں تو تھک گئی ہوں۔“

وہ بولا ”سکھن تو ہوگی۔ بہتر ہے ہم آرام کریں۔ صبح اسپرے کریں گے۔“

انہوں نے ایک فائبر اسٹار ہوٹل میں قیام کیا پھر رات گزارنے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دیوی کی موقع چاہتی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے فونی افراد کے اندر جھانکتی تھی۔ وہ جانتی تھی، مگر پیرس نے گولیوں اور کیپسولوں کا ذخیرہ آری ہیڈ کو انڈر میں چھپا کر رکھا ہو گا۔ نی ہنرے جن افسران کی تحویل میں وہ پیرس رہی تھیں ان افسران کے دماغوں کو لاک کر دیا تھا۔

دیوی نے فوج کے اعلیٰ افسر کے چور خیالات سے معلوم کیا کہ ہیڈ کو انڈر کے ایک خاص حصے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے اس لیے اس ممنوعہ حصے میں پہنچ گئی۔ اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے بہت کچھ دیکھا۔ ایک

کوارٹر کے ایک کمرے کی دیواریں فولاد کی طرح مضبوط بنائی گئی تھیں۔ دروازے بھی فولادی تھے۔ گویا اس کمرے کو آہنی جھوڑی بنایا گیا تھا۔ وہاں کا دروازہ مخصوص نبھوں کے ذریعے کھولا جاتا تھا۔

دیوی نے نمودار ہو کر اس اعلیٰ افسر کو زخمی کیا جس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ زخمی ہونے کے بعد وہ دیوی کے قابو میں آگیا۔ اس نے مخصوص نبھوں سے دروازے کو کھولا۔ اندر بہت سے اہم فونی ریکارڈز تھے۔ ان کے ساتھ نادیہ بنانے والی گولیاں اور کیپسول بھی تھے۔ وہ سب مختلف جیکٹس میں رکھے ہوئے تھے۔ ہر جیکٹ میں تقریباً ایک ہزار گولیاں ہوں گی اور اتنے ہی کیپسول بھی ہوں گے۔ اس نے کیپسول کا ایک پیکٹ اور گولیوں کے چار پیکٹ لیے پھر افسر کو اس کے حال پر چھوڑ کر وہاں سے چلی آئی۔

وہ فلائنگ کیپسول کے ذریعے پرواز کر کے پیرس سے پینٹس کلوزینر دور ایک گاؤں میں پہنچی پھر ان جیکٹس کو ایک جگہ حفاظت سے چھپا کر پیرس آئی۔ ہوٹل میں آکر اُس نے سب سے پہلے پورس کے کمرے میں آکر دیکھا کہ وہ کمری خنید سو رہا تھا۔ وہ بھی اپنے کمرے میں آکر سو گئی۔
دوسرے دن انہوں نے غسل کیا۔ لباس تبدیل کے پھر ناشتا

زندگی بنانے اور سونارنے کے سلسلے کی ایک کہانی

تمہاری زندگی اور ہرگز کی عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے

سگریٹ پینا چھوڑیے

جینا شروع کیجیے

ذائقہ خوشیوں کے ذریعے پوریہ اعتقاد کے ساتھ تمہارا کو نوشی سے نجات حاصل کرو۔ صرف چند دنوں میں۔

تمہاری زندگی کی کوئی بات نہیں ہے

مکتبہ نصیحتات پراپرٹیز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور

کرنے کے بعد دیوی نے کہا "ہم بابا صاحب کے ادارے کی طرف جائیں گے۔"

پورس نے کہا "وہ بڑا اسرار ادا رہے۔ کوئی بھی بغیر اجازت وہاں قدم رکھتا ہے تو پکڑا جاتا ہے۔ سنا ہے آج تک کوئی ٹاڈیہ بن کر بھی وہاں نہ جا سکا۔ جناب حمزہ زوی روحانی علوم کے حامل ہیں۔ وہ چھپ کر آنے والوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں۔"

"لیکن ہم ادارے کے اندر نہیں جائیں گے اس ادارے کے اطراف پرواز کرتے ہوئے دو انہیں اس پرے کریں گے کیا وہ دو انہیں ادارے کے اندر نہیں پہنچیں گی؟"

"ضرور۔ ادارے کے اندر ہر حصے میں وہ دو انہیں اثر انداز ہوں گی۔"

ان دونوں نے ٹاڈیہ بن کر وہاں سے پرواز کی۔ پورس سے گزرتے ہوئے بابا صاحب کے ادارے کا رخ کیا۔ جب وہ ادارہ دو کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچا تو وہ آہستہ آہستہ زمین پر اترنے لگے۔ دیوی نے کہا "ہم یہی کیوں اتر رہے ہیں؟"

"معلوم ہوتا ہے کیپول کا اثر ختم ہو رہا ہے اور دیوی یہ کیا تم تو نظر آ رہی ہو۔ کیا گلی منہ سے نکلی ہے؟"

"نہیں۔ گلی میرے اندر رہے۔ ہے بھگوان! تم بھی تو نظر آ رہے ہو۔"

پورس اپنے غم کو چھو کر دیکھنے لگا پھر بولا "میں سوچ رہی تھی کہ تم کوئی ہم پر اس پرے کر سکتا ہے۔"

"ہم پر کون اس پرے کرے گا؟ ہمارے پاس جو دوا ہے، وہ کسی کے پاس نہیں ہو سکتی۔"

"بابا صاحب کے ادارے میں ناممکن کو بھی ممکن بنادیا جاتا ہے۔ میں ایسی دوا حاصل کر سکتا ہوں تو کیا ادارے والے حاصل نہیں کر سکتے؟ میں یقین سے کہتا ہوں، ہمیں ادارے کے قریب جانے سے روکنے کے لیے ہماری گولیوں اور کیپولوں کو ناکام بنادیا گیا ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس ادارے کے اندر تو کیا باہر بھی مخالفانہ خیالات رکھنے والوں کو قریب نہیں آنے دیا جاتا ہے۔

پھر انہیں اپنے اندر آواز سنائی دی "واہیں جاؤ۔ اپنی زندگیاں ہارنے سے پہلے واہیں جاؤ۔"

○☆☆○

دیوی اور پورس حیران بھی تھے اور پریشان بھی۔ جو رپہ وہ دوسروں پر استعمال کر رہے تھے وہی ان پر استعمال ہو گیا تھا۔ دونوں فلاحنگ کیپول کے ذریعے پرواز کر رہے تھے۔ اچانک بچے آتے آتے زمین پر پہنچ گئے پھر ایک دوسرے کے سامنے نمودار بھی ہو گئے کیپول کے ساتھ گولیاں بھی بے اثر ہو گئی تھیں۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسی چیزیں کو بے اثر کرنے والی دوا نہیں بابا صاحب کے ادارے میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس ادارے کے قریب ہی ان کے کیپول اور گولیاں ناکام ہو گئی تھیں۔ اس سے ظاہر تھا کہ وہ دوا اسی ادارے سے اس پرے کی گئی ہے پھر ان دونوں نے اپنے دماغوں میں کسی کی آواز سنی۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرتے تھے۔ اپنے اندر آنے والوں کو بھگا دیا کرتے تھے لیکن اس آواز کو نہ بھگا سکتے۔ یہ بات فوراً سمجھ میں آئی کہ کوئی روحانی ٹیلی پیٹھی کے ذریعے آیا ہے۔

اور وہ آنے والی ہستی جناب حمزہ کی تھی۔ انہوں نے تنبیہ کی تھی "واہیں جاؤ۔ اپنی زندگیاں ہارنے سے پہلے واہیں جاؤ۔"

پہلے تو وہ دونوں کو گنگن کر رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دیں۔ ان سے واہیں جانے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ اب وہ آگے جانے کا حوصلہ نہیں کر سکتے تھے اور ناکام واہیں جانا نہیں چاہتے تھے۔ دیوی نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ہم واہیں چلے جائیں گے لیکن کچھ عرصہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ایمان والے اور انصاف پسند ہیں۔ ہماری انصاف پسندی کو سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے دوسروں کو ان چیزوں سے محروم کرنے سے پہلے خود کو ان چیزوں سے محروم کیا ہے۔"

"بے شک۔ ہم پورس کے اس جذبے کی قدر کرتے ہیں۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"انصاف کا تقاضا ہے کہ یہ چیزیں آپ کے ادارے میں بھی نہ ہوں لیکن اس سے پہلے کہ ہم انہیں ناکام بنائے، آپ نے ہمیں ناکام بنادیا ہے۔"

پورس نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ بابا صاحب کے ادارے میں کبھی قدم نہیں رکھ سکیں گے۔ ہم تو دور سے دوا اس پرے کرنے والے تھے۔"

"ہم باہر کی کوئی چیز ادارے کے اندر نہیں آنے دیتے پھر دوا کے اثرات کو کس طرح اندر آنے دیتے۔ تمہاری اطلاع کے لیے ہم کہہ دیں کہ جب تم اپنے دماغ میں اپنی چیزوں کو ناکام بنا رہے تھے تو اصرار ہم بھی ان چیزوں کو ضائع کر چکے تھے۔ اب ہمارے ادارے میں ایک گولی اور ایک کیپول بھی نہیں ہے۔"

پورس نے کہا "شرمن بھی آپ کی سچائی، شرافت اور ایمان داری کے قائل ہیں۔ آپ نے یقیناً انہیں تباہ کر دیا ہو گا لیکن میں

چاہتا ہوں ان کے لئے بھی تباہ ہو جائیں۔"

"ہم نے لئے تباہ نہیں کیے ہیں۔ ہم کچھ عرصے تک تمہیں آزما دیں گے۔ جب پوری طرح یقین ہو جائے گا کہ تم نے یہ چیزیں کبھی چھپا کر نہیں رکھی ہیں اور نہ ہی تمہارے پاس کوئی نسخہ ہے تو ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں کہ اپنے تمام لئے بھی تباہ کر دیں گے۔"

چند سیکنڈ تک خاموشی رہی پھر آواز سنائی دی "تموڑی دور جنوب کی سمت جاؤ۔ ہائی وے پر پہنچو گے تو ایک سفید کار وہاں لے گی۔ وہ تمہیں جیس پتھارے کی۔"

وہ دونوں سر ہٹا کر جانے لگے۔ اب کوئی ان کے دماغ میں نہیں بول رہا تھا۔

دیوی نے کہا "میں نے تمہیں سمجھا دیا تھا۔ کچھ زیادہ گولیاں اور کیپول اپنے پاس رکھو۔"

"مگر پریشان کیا ہے؟"

"کیوں انجان بن رہے ہو؟ اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا ہے۔"

"ہوٹل کے کمرے میں ایک گولی اور ایک کیپول ہے۔"

"تمہارے پاس ایک ایک ہے اور ہم دو ہیں۔"

"ہم تب جس ذخیرے کو ضائع کرنے جا رہے ہیں وہاں سے ایک گولی اور ایک کیپول تمہارے لیے حاصل کر لیں گے۔"

"پھر اس ایک پر تمہاری سوئی انک ٹی ہے۔ تم کچھ زیادہ اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے ہو؟"

"مگر ہم زیادہ رکھ کر بابا صاحب کے ادارے کی طرف جاتے تو وہ تمام بھی ناکام ہو جاتے۔ تم چیزوں کی تعداد نہ دیکھو۔ اپنے متبادل کے مطابق کام کرتی رہو۔"

وہ خاموشی رہی۔ یہ سمجھ گئی کہ وہ بھی پورس کی طرح ضدی ہے۔ اس سے بحث کرنا فضول ہے۔ اس نے اس کی لاطی میں گولیاں اور کیپول چھپا کر رکھ لیے تھے۔ اسے اطمینان تھا۔ وہ آندھ بھی پورس کی مرضی کے خلاف ان چیزوں کا ذخیرہ کرنے والی تھی۔

بابا صاحب کے ادارے کی گاڑی نے انہیں جیس کے ہوٹل تک پہنچا دیا۔ پورس نے اپنے کمرے میں آکر دراز میں سے ایک گولی اور کیپول نکال کر کما گولی بیڑی ہے۔ اس کے دو حصے ہو سکتے ہیں۔ اس طرح تم بھی ٹاڈیہ بن سکتی ہو پھر تم میرے اندر رہو گی۔ میں فلاحنگ کیپول کے ذریعے پرواز کر کے۔ بھرتی ہنڑ کے ذخیرے تک پہنچوں گا۔"

دیوی نے اتنی دیر میں دوسری تدبیر سوچ لی تھی۔ اس نے کہا "میں بہت تھک گئی ہوں۔ آرام کرنا چاہتی ہوں۔ تم اس گولی کے دو ٹکڑے نہ کرو۔ اسے تم ہی استعمال کرو۔"

"تم اتنے جوش اور جذبے سے اس ٹی مم میں شریک ہوئی ہو

اور اتنی جلدی تھک رہی ہو۔ تمہیں میرے ساتھ بیٹھ کر تازہ دم رہنا چاہیے۔"

"میں جی جی پورے جوش اور جذبے کے ساتھ آئی ہوں۔ تمہیں کیسے اچانک میری کمرش درد ہو رہا ہے۔ اس بار اکیلے چلے جاؤ پھر میں بیٹھ تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"جب تکلف میں ہو تو پھر مجھ سے کہنا۔ تم میری ہنڑ کے ذخیرے کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟"

"وہ ذخیرہ آری ہنڈ کوارٹر کے ایک حصے میں ہے۔ اس حصے میں صرف وہی افسران جاتے ہیں جو لوگ کے ماہر ہیں یا جن کے دماغوں کو لاک کر دیا گیا ہے۔ تم کی بھی افسر کو ذمہ کر کے اس کے دماغ میں پہنچ سکو گے۔"

پورس ٹاڈیہ بن کر وہاں سے چلا گیا۔ دیوی اپنے کمرے میں آئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بستر پر لیٹ گئی۔ پورس ابھی وہاں سے نہیں گیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ دیوی نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کیوں کیا ہے؟

وہ ٹاڈیہ بن کر اسے دیکھ رہا تھا۔ دیوی نے پچھلی رات جو گولیاں اور کیپول حاصل کر کے ایک محفوظ جگہ چھپائے تھے ان میں سے کچھ گولیاں اور کیپول اپنے لباس میں چھپا کر لے آئی تھی پھر اسے ہوٹل کے کمرے کے دماغوں میں چھپا دیا تھا۔ اگر وہ ابھی ان چیزوں کو وہاں سے نکالتی تو پورس کو اس کے فراڈ کا پتہ چل جاتا لیکن ابھی اسے ضرورت نہیں تھی۔ وہ بستر پر آکر لیٹ گئی تھی۔ اس نے یوں آنکھیں بند کر لیں جیسے واقعی کمرش درد ہو رہا ہو اور محسوس کر رہی ہو۔

پورس اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر مطمئن ہو گیا کہ وہ سوری ہے اس لیے اطمینان کے ساتھ وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے اس طرح لینے رہنے سے دھوکا کھایا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پورس وہاں تھا۔ وہ لینے کے بعد آنکھیں بند کر کے خیال خوانی میں مصروف ہو گئی تھی۔

پہلے وہ امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچی۔ وہ اس کا آواز کا رہا تھا۔ اس نے آواز کا رکھ کر کہا کہ ابھی لیبارٹری جانے اور گولیوں اور کیپولوں کا ذخیرہ وہاں سے نکال لائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ان چیزوں کو ہزاروں کی تعداد میں نکال لایا۔

دیوی نے حکم دیا "اسے اپنے مکان میں کسی محفوظ جگہ چھپا دو۔"

اس کا مکان واہشتن سے سو کلومیٹر دور ایک چھوٹے سے قصبے میں تھا۔ وہ فلاحنگ کیپول کے ذریعے سو کلومیٹر دور چلا گیا۔ اس کے بعد دیوی نے اسرائیل کا رخ کیا۔ وہاں کے ایک اعلیٰ حاکم سے بھی ایسی کام لیا۔ وہاں کی لیبارٹری سے ہزاروں گولیاں اور کیپول نکلا کر انہیں بھی ایک محفوظ مقام تک پہنچا دیا۔

وہ اپنی حال بازیوں سے باز نہیں آئی۔ ایسی حال چل گئی کہ

249

آئندہ ٹیلی ویشن کی دنیا میں تمام خالص گولیوں اور کیپولوں سے محروم رہتے۔ وہ نادیہ بننے اور پرواز کرنے والی ایک تھما ہستی ہوتی اور ایک دیوی کی طرح سب پر غالب آتی رہتی۔

پورس نے آری ہیڈ کو ارڑ پیچ کر وہاں کا جائزہ لیا۔ وہاں ایک خاص فوجی کو ارڑ کے اطراف خت پرا تھا۔ ان اعلیٰ افسران کے درمیان بھرتی ہنر بھی تھا اور تمام افسران کو ڈانٹ رہا تھا، پوچھ رہا تھا ”وہ آہنی بخوری والا کرا کیسے کھولا گیا؟ کس نے اسے کھولا تھا؟“

جس افسر کی ڈیوٹی تھی اس نے کہا ”بچھلی رات اچانک مجھ پر حملہ کیا گیا۔ میں زخمی ہو گیا تھا۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ وہ درد اڑے کو مخصوص نمبروں سے کھول کر اندر رکھی تھی پھر گولیوں اور کیپولوں کے چند پیکٹس لے کر اچانک نادیہ ہو گئی تھی۔“

بھرتی ہنر نے کہا ”اس کا مطلب ہے کہ وہ آنے والی نادیہ بن جاتی تھی اور ٹیلی ویشن بھی جاتی تھی۔ اس نے پہلے تمہیں زخمی کیا پھر تمہارے دماغ سے درد اڑہ کھولنے والے مخصوص نمبر معلوم کئے۔ اس طرح اس نے اندر پیچ کر وہ گولیاں اور کیپول حاصل کئے ہیں۔“

زخمی افسر نے کہا ”میں اس عورت کی صورت نہ دیکھ سکا۔ پتا نہیں وہ کون تھی؟“

بھرتی ہنر نے کہا ”دو ہی عورتوں پر شبہ کیا جاسکتا ہے۔ پچھلی رات میڈم سونیا آئی ہوگی یا پھر دیوی شی نار۔“

پورس وہاں نادیہ بنا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے اپنی ذہانت سے سوچا۔ سونیا ان گولیوں اور کیپولوں کو چوری کرنے نہیں آئے گی کیونکہ یہ چیزیں بابا صاحب کے ادارے میں ضائع کی جاسکتی ہیں۔ وہ بابا صاحب کے ادارے کے اصولوں کی پابند ہے۔ اس ادارے سے تعلق رکھنے والے نہ یہ چیزیں کیسے سے چرائیں گے اور نہ انہیں استعمال کریں گے۔

پورس کی سمجھ میں یہ بات آری تھی کہ دیوی اس سے دھوکا کر رہی ہے۔ وہ پچھلی رات یہاں آئی ہوگی اور اپنی ضرورت کے مطابق گولیاں اور کیپول چرا کر لے گئی ہوگی۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو آئندہ بھی امریکا اور اسرائیل میں یہی کرے گی۔

”اس کیتیا کی دم واقعی نیرم ہے۔ جسے فرہاد اور اس کے بیٹے سید حانہ نہ کتے“ اسے سید حانہ نے میں میں اپنا وقت ضائع نہیں کھوں گا۔ ہوٹل جا کر اس کی چالبازی کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی۔ بھرتی ہنر سے نمٹنا چاہیے۔“ اس نے سوچا۔

وہ بھرتی ہنر اور دوسرے افسران کے سامنے اچانک نمودار ہو گیا۔ ٹی ہنر بیٹھا ہوا تھا، اسے دیکھتے ہی اچھل کر بولا ”پارس؟ تم؟“

”ہاں۔ میں یہ کہنے آیا ہوں کہ غائب ہو کرچ ہے ملی کا کھیل ایک عرصے سے ہوتا آ رہا ہے۔ میں یہ کھیل ختم کرنے آیا ہوں۔ تم

اس سلیڈ پر کو دیکھ رہے ہو جو میری پشت سے بندھا ہوا ہے۔ میرے ہاتھ میں اس کی اسپرے نوزل ہے۔ میں اس میں موجود دوا اسپرے کھوں گا تو نادیہ بنانے والی تمام گولیاں اور فلائنگ کیپول بے اثر ہو جائیں گے۔“

ٹی ہنر نے کہا ”تمہاری یہ بکواس کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔“

”کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عملی طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ میں تمہیں اپنے عمل سے سمجھا رہا ہوں۔“

پورس نے ہونٹوں کو سختی سے پیچ لیا۔ سانس روک لی پھر اسپرے کرنے لگا۔ ٹی ہنر ایک انجانا خطرہ محسوس کرتے ہی گولی نکل کر نادیہ بن گیا لیکن چند سیکنڈ کے بعد ہی وہ نمودار ہو گیا کیونکہ وہ سانس لے رہا تھا۔ سانس کے ساتھ اس دوا کے اثرات اندر تک گئے تھے اور گولی کو ناکارہ بنا چکے تھے۔ اس کے برعکس پورس نے سانس روک رکھی تھی۔ وہ اسپرے کرنے کے بعد نادیہ بن کر فلائنگ کیپول کے ذریعے وہاں سے کئی کلومیٹر دور چلا گیا۔

بھرتی ہنر ان تھا کہ گولی بے اثر کیسے ہو گئی؟ کیا واقعی وہ اسپرے کرنے والی دوا نادیہ بنانے والی گولیوں کو ناکارہ بنا دیتی ہے؟

اس نے ذخیرے میں سے ایک گولی لے کر اسے حلق سے نیچے اتارا۔ دوسرے افسروں نے بتایا کہ وہ نظر آ رہا ہے۔ اس نے افسروں کو حکم دیا ”مختلف پیکٹس سے ایک ایک گولی نکال کر آزماؤ۔ پارس یہاں آکر ایک نئی چال چل گیا ہے۔“

وہ افسران ایک ایک گولی نکلنے لگے مگر کوئی نادیہ نہ ہو سکا۔ وہ نظر آ رہے تھے۔ پورس نے ایک افسر کے دماغ میں آکر اس کی زبان سے ٹی ہنر کو مخاطب کیا ”ہیلو بھرتی ہنر! تمہیں تمہی باتیں پارس کہہ رہے تھے جب کہ میں پارس نہیں ہوں۔ میرا نام پارس ہے۔ یہ ایک اتفاق ہے کہ میں پارس کا نام رکھ لیا ہوں۔“

بھرتی ہنر نے کہا ”پارس! تم ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔ آج تم نے ہمیں بہت زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ کوئی بات نہیں، ہم فارمولے کے ذریعے دوسری گولیاں تیار کر لیں گے۔“

پورس نے کہا ”ان لحات میں میں آری سیکٹر ریکاڈ دوم میں ہوں۔ ان گولیوں اور کیپولوں کے نسخے نکال کر جلا رہا ہوں۔ تم جب تک یہاں پہنچو گے یہ سب جل کر راکھ ہو چکے ہوں گے۔“

بھرتی ہنر حلق چاڑ کر چیخنے لگا ”تم ایسا نہیں کر سکتے۔ انہیں جلاؤ گے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ دیکھو دشمنی نہ کرو۔ دوستی اور سمجھو تاکرو۔“

پورس نے کہا ”ان گولیوں اور کیپولوں کے سلسلے میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا۔ بابا صاحب کے ادارے نے بھی خود ان گولیوں اور کیپولوں کے ذخیروں کو ضائع کر دیا ہے۔ اس دنیا میں ایسے جتنے ذخائر ہیں ان سب کو آج رات تک تباہ کر دیا جائے گا۔ آئندہ کوئی کسی کے سامنے غائب ہو کر جاوٹی متاٹے نہیں دکھائے گا۔“

بھرتی ہنر نے کہا ”لیکن تمہارے پاس وہ گولیاں ہیں، تم یہاں سے

”میرے پاس صرف ایک گولی اور ایک کیپول ہے۔ میں آج رات تک تمام ذخائر کو تباہ کرنے کے بعد اپنی گولی اور کیپول کو بھی ضائع کر دوں گا۔“

”تم ایسا نہیں کرو گے سب جانتے ہیں کہ تم کتنے مکار ہو۔“

”تم مجھے پارس سمجھ کر ایسا کہہ رہے ہو جب کہ میں پارس ہوں۔ تم یقین کر لو۔ میں کو کے تو میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں جا رہا ہوں۔“

پورس دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس وقت وہ آری کے سیکرٹ روم میں تھا۔ گولیوں اور کیپولوں کے تمام نئے جلا کر رکھ کر چکا تھا۔ اب اسے ہوٹل میں دیوی کے پاس جانا چاہیے تھا لیکن اس نے سوچا، دیوی سے بعد میں نمٹا جائے گا۔ پہلے امریکا اور اسرائیل جا کر وہاں کے ذخیروں کو تباہ کرنا چاہیے اور معلوم کرنا چاہیے کہ دیوی ان ممالک کے ذخیروں پر بھی پہلے سے ہاتھ صاف کر چکی ہے یا نہیں؟

اس نے اپنی اگلی میس میں دیوی کو ساتھ نہیں لیا۔ خدا واہشتن پہنچ گیا۔ وہاں معلومات حاصل کرنے سے پتا چلا کہ ذخیرہ آری ہیڈ کوارٹر میں بھی ہے اور ایک خفیہ سرکاری لیبارٹری میں بھی۔ پہلے وہ لیبارٹری میں گیا۔ وہاں لیبارٹری انچارج کے خیالات پڑھے تو پتا چلا، تین کھینے پہلے فوج کا ایک اعلیٰ افسر آیا تھا اور کیپولوں کا ایک بڑا پیکٹ اور گولیوں کے چار بڑے سیکش لے گیا تھا۔

پورس کا ہاتھ ٹھنکا کہ دیوی وہاں پہلے ہی اپنی چال چلی چکی ہے۔ اس نے لیبارٹری انچارج کو اس افسر سے فون پر بات کرنے پر مائل کیا۔ اس نے بات کی۔ پورس اس افسر کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ دیوی نے اسے لیبارٹری جانے اور وہاں سے گولیاں اور کیپول لاسے کا حکم دیا تھا۔ وہ دیوی کی ہدایت پر ان چیزوں کو واہشتن سے سو گلو میز دور ایک چھوٹے سے قصبے میں لے گیا تھا اور وہاں اپنے ایک مکان میں انہیں چھپا دیا تھا۔

پورس نے اس لیبارٹری اور آری ہیڈ کوارٹر کے تمام ذخیروں کو تباہ کر دیا۔ دیوی نے بھی جو کچھ چھپایا تھا، اسے بھی ضائع کر دیا پھر وہاں سے اسرائیل کے شہر تل ابیب گیا۔ اب تو یہ سمجھ میں آیا تھا کہ جہاں اسے جانا ہوتا ہے، اس سے پہلے دیوی وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنا کام دھکا دیتی ہے۔

اس نے تل ابیب پہنچ کر تمام یہودی اکابرین کے خیالات باری باری پڑھے۔ وہاں پتا چلا کہ دیوی نے ایک اعلیٰ حاکم کے ذریعے ذخیرے کو تل ابیب سے ہی کھو میز دور چھپایا ہے۔ پورس نے کسی ذخیرے کو سلامت رہنے نہیں دیا، سب کو تباہ کر دیا۔

وہ دن کے باہر بیچے بیچے سے امریکا اور پھر امریکا سے اسرائیل گیا تھا اور رات کے باہر بیچے واپس آیا تھا۔ دیوی باہر

گھنٹے تک خاموشی اور یہ سمجھتی رہی کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ پورس کو میجر ٹی ہنٹر سے نمٹ کر، اس کا ذخیرہ تباہ کر کے واپس ہو کر آنا چاہیے تھا۔ اس کا یہ کام زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کا تھا۔ جب وہ دیکھنے تک نہیں آیا تو وہ کلک کلک گئی۔ خیال آیا کہ میجر سے ٹکراؤ کے دوران میں اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ پچھلی رات وہ وہاں واردات کر چکی ہے۔

اس نے وارڈ روم سے گولیاں اور کیپول نکال لیے۔ ایک گولی نکل کر تادیہ ہو گئی۔ اب پورس جب بھی آتا تو یہی سمجھتا کہ وہ تنہائی سے گھر کر آئیں گے۔ اب وہ اور وہ چپ کرے اور دیکھتی رہتی اور سمجھتی رہتی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے؟

جب شام ہو گئی اور وہ نہیں آیا تو خیال آنے لگا کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ شاید اس کی چالاکوں کو سمجھ کر ناراض ہو گیا ہے اور اگر واقعی ناراض ہے تو پھر کل کر ناراض ہوئی ہے۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا ”پورس! تم کہاں ہو؟“

”میں اپنی موجودہ مہم میں مصروف ہوں۔“

”کیا میجر ٹی ہنٹر کا ذخیرہ تباہ کرنے میں اتنی دیر لگ گئی؟ تم باہر بیچے گئے تھے۔ اب شام کے پانچ بج رہے ہیں۔“

”کیا کروں؟ تم نہیں ہو۔ مجھے ختم کام کرنا پڑ رہا ہے۔ اس وقت میں واہشتن میں ہوں۔“

”کیا؟“ وہ تیزی سے بولی ”تم مجھے چھوڑ کر امریکا گئے ہو؟“

”بھئی آج رات تک ایک میسج تک واپس آ جاؤں گا۔“

”لیکن مجھے چھوڑ کر کیوں گئے؟“

”تم نے کہا تھا، ٹھک گئی ہو اور تمہاری کمرش دور ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں تم اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتی تھیں۔ تم آرام کرو، میں آ جاؤں گا۔“

اس نے سانس روکی۔ دیوی دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگی۔ ”وہ ایجنٹے موڈ میں بول رہا تھا۔ اسے میری چال بازی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ مجھے اس معاملے کی تصدیق کرنا چاہیے۔“

وہ اس افسر کے دماغ میں گئی، جو میجر ٹی ہنٹر کا نمٹ تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ پارس آیا تھا لیکن خود کو پورس کہہ رہا تھا۔ وہ ذرا سی دیر کے لیے آیا تھا۔ دو چار باتیں کی تھیں پھر گولیوں اور کیپولوں کو تباہ کر چکا تھا۔

اس افسر کے خیالات سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی کہ پورس کو پچھلی رات کی واردات کا علم ہو۔ وہ پھر امریکا آنے کا ارادہ کر لیا۔ اس آنے کا رقبہ ایسے افسر کو معلوم نہیں تھا کہ پورس آج اس کے دماغ میں آیا تھا اور اس کے چور خیالات اس نے پڑھے تھے۔

اسی طرح اسرائیل کے اعلیٰ حاکم کو بھی نہیں معلوم تھا کہ پورس کب آیا تھا؟ اس اعلیٰ حاکم کے خیالات نے بھی دیوی کو

مطمئن کر دیا۔ اسے یقین ہو گیا، پورس کو نہ اس کی چال بازوں کا علم ہے اور نہ وہ اس سے ناراض ہے۔ اس کی ممکن اور کمزور کا خیال کر کے تنگ کیا ہے۔

دیوی شی نارا کو ایسے آٹو مہمت پسند تھے۔ وہ خوش ہوئی کہ پورس کے ساتھ اس کی اچھی گزرے گی۔ وہ آئندہ بھی جب چاہے گی، ضرورت کے مطابق اسے آٹو تباہ کرے گی۔

وہ اپنے کمرے میں نمودار ہو گئی۔ پورس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ اس کا انتظار کرنے لگی۔



ناتاشا اپنی چھٹی بن ناتالیہ کے سلسلے میں پریشان تھی۔ وہ روز بہ روز پارس کی دیوانی ہوئی جا رہی تھی اور ناتاشا چاہتی تھی، وہ ایک مسلمان کے سحر سے نکل آئے اور کسی امیر کبیر یہودی سے شادی کرے۔

ناتالیہ نے کہا ”سسر! تم میرے لیے پریشان ہو اور میں تمہاری وجہ سے پریشان ہوں۔“

”میں نے کیا کیا ہے؟ کیا میں تمہاری طرح کسی سے عشق کر کے اسے اپنے رازوں میں شریک کر رہی ہوں؟ تم نے تو پارس کو ہمارے تمام رازوں تک پہنچا دیا ہے۔“

”بے شک۔ وہ ہمارا راز دار بن گیا ہے لیکن ہمیں کتنے فائدے پہنچا رہا ہے۔ اس نے دیوی، جان کولن اور میجر ٹی ہنٹر کو ہماری مخالفت سے لپٹی اپا لیا ہے۔ دشمنی کرنے سے روک دیا ہے اور شاید وہ تینوں جا چکے ہیں۔ اب اس ملک میں الپا کی برتری ہماری برتری ہے۔ کیا تم پارس کے بغیر اتنی بڑی کامیابی حاصل کر سکتی تھیں؟“

”ہم نے ایک بڑی کامیابی حاصل کرنے کی بہت بڑی قیمت ادا کی ہے۔ اب وہ ہمیشہ ہم پر مسلط رہے گا۔ اگر وہ جانا بھی چاہے گا تو تم اسے جانے نہیں دو گی! پلیز ناتالیہ! عقل سے کام لو۔ اب اس سے محبت نہ کرو۔ نفرت بھی نہ کرو۔ دور کی دوستی رکھو۔ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ کرو۔“

”سسر! تم نے بھی کسی مرد سے محبت نہیں کی۔ اگر کرتیں تو اس سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھنے سے پیاس نہیں بجھتی۔ تم بھی اس مرد کی طرف کبھی جاتیں۔“

”میں تمہاری طرح نادان نہیں ہوں کہ ایک مرد کو اپنے اوپر مسلط کر لوں۔ میری بات سمجھو۔ مرد ایک ضرورت ہے۔ جیسے کھانا، پینا اور پینٹا اپنی اپنی جگہ اہم ضرورتیں ہیں۔ کسی دن کوئی ڈش چھین، کسی دن کوئی اور ڈش، کسی دن الپا بس پتا، کسی دن دوسرا لباس پہن لیا۔ اسی طرح جب کسی مرد کی ضرورت ہوگی اسے خیال خوانی کے ذریعے بلایا۔ ضرورت پوری کی پھر اسے رخصت کر دیا۔ اسی طرح کسی ایک مرد کی محتاجی نہیں رہتی۔“

”وہ عورت ہی کیا جو اپنے ایک اور مرد کی محتاج

نہ ہو۔ جب ایک عورت اپنے مرد سے ہار کر اسے جیت لیتی ہے تو کتنی سرسختی حاصل ہوتی ہیں، ان مردوں کو نہ تم بھی سمجھ پاؤ گی اور نہ کبھی حاصل کر سکو گی۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے سسر!۔“

ناتاشا نے سوچا، پارس کا جادو ناتالیہ کے سرچہ کر بول رہا ہے۔ کسی اور طریقے سے اس جادو کا تو ذکر نہ ہو گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے رابطہ کیا پھر اس سے پوچھا ”کیا تم اس ملک سے جا رہے ہو؟“

”کیا تمہارے ملک میں میرے جیسے کارشن ختم ہو رہا ہے؟“

”میرے سوال کا سیدھا جواب دو۔“

”میرے سوال کا شیعہ جواب ہوا کرتا ہے۔ کیا یہ خبر سیٹلائٹ کے ذریعے نشر کی گئی ہے کہ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔“

”میں نے یہ سوچ کر پوچھا ہے کہ تم کسی ملک میں زیادہ عرصے تک نہیں رہتے ہو۔“

”یہ درست ہے۔ میں جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا مگر ناتالیہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔“

”تم اسے اطلاع دیے بغیر چپ چاپ چلے جاؤ۔“

”کتنے پیسے دو گی؟“

”آگے تا اپنی اوقات پر؟ تم والز اور پاؤنڈ میں جتنی دولت چاہو گے، میں تمہیں دوں گی۔“

”میں مذاق کر رہا تھا۔ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں کچھ اور چاہتا ہوں۔“

”جو چاہو گے، دوں گی۔ منہ کھلو۔“

”آگے۔ آگے۔ کوئی آواز سنائی دی۔ ناتاشا نے پوچھا ”یہ کیسی آواز نکال رہے ہو؟“

”میں منہ کھول رہا ہوں۔“

”منہ کھولنے کا مطلب ہے، اپنا مدعا بیان کرو۔ کیا چاہتے ہو؟“

”جس طرح دل کے بدلے دل اور جان کے بدلے جان لی جاتی ہے اسی طرح میں عورت کے بدلے عورت لوں گا۔“

”یعنی ناتالیہ کو چھوڑنے کی شرط یہ ہے کہ تم اس کے بدلے دوسری یہاں سے لے جاؤ گے؟“

”ہاں، میری یہی شرط ہے۔“

”یہ تو بہت معمولی سی شرط ہے۔ تم یہاں سے جسے لے جانا چاہتے ہو، لے جاؤ۔“

”کیا وعدہ کرتی ہو کہ جسے لے جانا چاہوں گا، تم اعتراض نہیں کرو گی؟“

”میں ناتالیہ کو تمہارے سحر سے نجات دلانے کے لیے یہاں کی کسی بھی یہودی عورت کی قربانی دوں گی۔ یہ بتاؤ کب جا رہے ہو؟ اور کسے لے جا رہے ہو؟“

”میں آج ہی جا رہا ہوں اور الپا کو ساتھ لے جا رہا ہوں۔“

253

”کیا؟“ وہ چیخ کر بولی ”اپا کو لے جاؤ گے؟ یہاں جو ہماری
 حکمرانی کا ذریعہ ہے اسے لے جاؤ گے؟“
 ”جیسو۔ تم نے کہا تھا اعتراض نہیں کرو گی۔“
 ”تم مت مکار ہو۔ تم نے اپا کی بات نہیں کی تھی۔“
 ”اب کرنا ہوں تو سمجھ لو میں اپا کو حرزہ کر کے لے جاؤں
 گا۔ تم اعتراض کرو گی تو اپا کو چھوڑ کر تالیہ کو لے جاؤں گا۔ بولو
 کیا منظور ہے۔“
 ”اب پتہ چل رہا ہے کہ تم کتنے مکار ہو۔ تم نے تالیہ کو اپنی
 محبت کے جال میں ایسے پھنسا دیا ہے کہ اپا کو خود حرزہ کر کے
 اپنے زیر اثر رکھو اور میں اپنی بہن کو حاصل کرنے کی خاطر اپا پر
 تمہاری حکمرانی بھی قبول کر لوں۔“
 ”یہ تمہارا خیال ہے مجھے تو عورت کے بدلے عورت
 چاہیے۔“
 ”تالیہ اور اپا کے علاوہ یہاں بے شمار حسینائیں ہیں۔“
 ”تم بھی حسین ہو مگر تمہیں پتی ہو۔“
 ”میو شٹ اپ!“ وہ حلق پھاڑ کر چیخ پھر اول فول پکے گئی۔
 پارس نے سانس روک کر اسے اپنے دماغ سے ہٹا دیا۔
 تالیہ دوڑتی ہوئی تاشا کے بندے یوم میں آئی پھر ایرانی سے بولی
 ”سسر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیوں اس طرح بیچیں ماری ہو؟ آخر
 اتنی گالیاں کسے دے رہی ہو؟“
 ”اسی کہنے پارس کو گالیاں دے رہی ہوں۔ وہ مجھے ہمتی پٹی
 کہہ رہا تھا۔ وہ خود کو کیا سمجھتا ہے؟ کیا وہ گلفام ہے؟ اس سے زیادہ
 خوب دونوں ان میری خنائی میں آچکے ہیں۔“
 وہ غصے کی حالت میں یہ محسوس نہ کر سکی کہ پارس اس کے
 دماغ میں آیا ہے۔ اس نے اتنے ہی اس کی زبان سے کہا ”اگر وہ
 ایک بار میری خنائی میں آجائے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ میں
 تمہیں پتی نہیں ہوں پھر وہ میرا ہو جائے گا اور تمہارا پیچھا چھوڑ دے
 گا۔“
 یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ سے نکل آیا۔ تالیہ نے ایرانی اور
 غصے سے کہا ”سسر! تم نے کیا کہہ رہی ہو؟ کیا میرے پارس کو اپنی
 خنائی میں بلانا چاہتی ہو؟ تمہیں شرم آتی چاہیے۔ ایسی خواہش
 تمہارے اندر ہے ایسے تم مجھے میرے پارس سے دور کرنا چاہتی
 ہو۔“
 تاشا بول کھلائی۔ سوچنے لگی کہ وہ غصے میں کسی بے ہوشی باتیں
 کر رہی تھی ”او گاڑا! پارس نے میری توہین کر کے مجھے جنون میں مبتلا
 کر دیا تھا۔ میں ایسی باتیں کہہ گئی جو میرے دل میں کبھی نہیں
 تھیں۔“
 وہ دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔
 تالیہ نے پوچھا ”کیا تم نے کہا جاتی ہو کہ پارس نے تمہارے دماغ
 میں آکر تمہیں ایسا کہنے پر مجبور کیا؟ جب کہ تمہارے دماغ میں کوئی

آہیں سک۔ تم سانس روک لیتی ہو۔“
 ”پلیز تالیہ! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں یہ نہیں کہتی کہ
 پارس میرے دماغ میں آیا تھا لیکن اس نے میری ایسی توہین کی تھی
 کہ میں جنون میں مبتلا ہو گئی تھی۔“
 ”اس نے تمہاری خنائی میں آنے سے انکار کیا تو تم نے توہین
 محسوس کی اور پہنچ کر دیا کہ وہ ایک بار تمہارے پاس آئے تو مجھے
 بھول جائے گا۔“
 ”کیا اس مت کرو۔ میں نے جو کہا غصے اور جنون میں کہا۔ تم
 اس حقیقت کو سمجھو کہ ہم دونوں ایک دوسرے پر اندھا اعتماد
 کرتے تھے۔ جب سے پارس تمہارے درمیان آیا ہے تمہارا اعتماد
 مجھ پر کمزور ہو گیا ہے۔ بستر پر تم جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔“
 ”میں یہ یاد دلانے آئی ہوں کہ اپا ہمارے اکابرین کے
 اجلاس میں شریک ہونے جاری ہے۔ چند دن مٹ کے بعد اجلاس
 شروع ہو گا۔ تمہارا مؤثر نمائندہ ہو تو اپا کے اندر چلی آتا۔ میں اس
 کے پاس جاری ہوں۔“
 وہ چلی گئی۔ تاشا اپنے دماغ سے غصہ نکال کر... نارمل ہونے
 کی کوشش کرنے لگی۔
 کرسٹو وکی نے دو چار یودی اکابرین کے دماغوں میں آکر کہا
 تھا کہ اسرائیل کے اعلیٰ حاکم کی جنس پارس نے تبدیل کی تھی لیکن
 الزام کرسٹو وکی پر عائد کیا گیا ہے لہذا تمام اکابرین کو یک جا کیا
 جائے تاکہ ان سب کے سامنے حقائق بیان کئے جاسکیں۔ اس لیے
 انہوں نے وہ اجلاس طلب کیا تھا۔
 اس اجلاس میں اپا اور برین آدم بھی آئے اور کرسٹو وکی
 نے بھی اپنی آواز سن کر کہا ”میں بھی یہاں موجود ہوں اور اپا کی
 طرح ناؤیدہ بنا ہوا ہوں۔“
 برین آدم نے کہا ”اپا یہ ثابت کر چکی ہے کہ پارس نے یہاں
 آیا تھا اور نہ اب یہاں ہے۔ اس نے ہمارے ملک میں کوئی تخریبی
 کارروائی نہیں کی ہے لیکن ان ہارمونز کے انجکشنوں کو پہلی بار تم
 نے ہمارے اکابرین پر آزمایا ہے اور ان کی جنس تبدیل کی ہے۔“
 کرسٹو وکی نے کہا ”یہ شخص الزام ہے۔ میرے خلاف کوئی
 ثبوت نہیں ہے۔“
 ”جان کوئن اور دوسرے امریکی اکابرین کا بیان ہے کہ وہ
 انجکشن ابھی تجربہ گاہ میں اچھی طرح آزمائے نہیں گئے تھے۔ اس
 سے پہلے ہی یودی سراغ رساں نے وہ انجکشن چرائے تھے۔ پہلے
 کرسٹو وکی نے انہیں استعمال کیا ہے پھر اس نے اپنے ساتھی
 دوزانو وکی کو وہ انجکشن دیے۔ کیا یہ غلط ہے؟“
 کرسٹو وکی نے کہا ”جی ہاں۔ یہ کہ جان کوئن نے ان انجکشنوں
 کو ایران میں استعمال کرنا چاہا لیکن سونیا نے امریکی سازش کو بے
 نقاب کر دیا۔ جتنے اجنب اور آزاد کاروہ انجکشن مسلمانوں پر استعمال
 کرنا چاہتے تھے سونیا نے ان سب کی جنس تبدیل کر دی۔ یہ کوئی

ذہنی بھی بات نہیں ہے۔“
 برین آدم نے کہا ”ہاں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے ساری دنیا کو یہ
 بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دوزانو وکی ایسے انجکشن استعمال کرنے
 کے دوران میں مارا گیا ہے۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟“
 ”آپ لوگ ہم دوسروں کے پیچھے بڑھتے ہیں۔ ابھی تک ہم
 نے یودیوں سے دشمنی نہیں کی تھی لیکن مجھے بتانا ہی ہو گا کہ دوس
 سے آنے والا یہ کرسٹو وکی کتنا خطرناک ہے۔“
 الپا نے کہا ”تم نہیں پہنچ کر رہے ہو۔“
 ”یہ کھوکھلا پہنچ نہیں ہے۔ اس وقت میری پشت پر بندھے
 ہوئے کثرت میں ہارمونز کے کیلوں انجکشن ہیں۔ میں اس اجلاس
 سے جا رہا ہوں اور جن جن کربہاں کے اکابرین کی جنس تبدیل
 کر دیں گا۔“
 الپا نے کہا ”یہی نہ جاؤ۔ رک جاؤ۔ پہلے میری بات سنو۔“
 ”میں جا رہا ہوں۔ وقت کسی کے کہنے سے نہیں رکتا۔“
 اس کی بات ختم ہوتے ہی اچانک حالات نے پلٹا دیا۔ وہ
 اجلاس میں بیٹھے ہوئے افراد کے درمیان سے گزرنے کے دوران
 میں نمودار ہو گیا۔ الپا نے بلند آواز میں کہا ”وہ نمودار ہو کر جا رہا
 ہے۔ اسے گرفتار کر لو۔“
 ایسا کہنے کے دوران میں خود الپا نمودار ہو گئی۔ برین آدم نے
 ایرانی سے پوچھا ”اپا! یہ کیا؟ تم نے کوئی منہ سے کیوں نکالی ہے؟
 کیوں نمودار ہو رہی ہو؟“
 گولی ابھی الپا کے اندر تھی اور وہ حیران ہو رہی تھی۔ ادھر کسی
 فوجی جوانوں نے کرسٹو وکی کو زخمی میں لے لیا۔ اس کے پاس
 بجائے کے لیے گن تھی لیکن اس کے چاؤں طرف گن میں تھوہ
 ایک گولی چلا تا تو چاؤں طرف سے گولیوں کی پوجھاڑ شروع
 ہو جاتی۔
 وہ بھی حیران ہو رہا تھا کہ نمودار کیسے ہو گیا ہے اور گولی بے اثر
 کیوں ہو گئی ہے؟ الپا نے دوسری گولی نکال کر نکل لی۔ برین آدم
 نے انکار میں سر ہلا کر کہا ”تمہیں۔ تم سامنے نظر آ رہی ہو۔ معلوم
 ہوتا ہے تمام گولیاں بے اثر ہو گئی ہیں۔“
 اکابرین پوچھنے لگے بات کیا ہے؟ ناؤیدہ بننے والے نمودار کیسے
 ہو رہے ہیں؟
 برین آدم نے کہا ”ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے پہلے
 کرسٹو وکی سے منسا جائے۔“
 الپا نے اس سے کہا ”میلو دوسی! اہ! اچھل رہے تھے میں
 نے رکے کے لیے کہا تو تم نے جواب دیا تھا وقت کسی کے کہنے سے
 نہیں رکتا مگر کچھ تو۔ تمہاری بد قسمتی نے کس طرح تمہیں روک دیا
 ہے۔“
 برین آدم نے کہا ”تم اپا پر یہ الزام لگانا چاہتے تھے کہ اس
 نے پارس کو اس ملک میں چھپا رکھا ہے اور پارس جو تخریبی

کارروائیاں کر رہا ہے، ان سب کا الزام تم پر لگایا جا رہا ہے۔ اب
 تم ہارچر سیل میں جاکر دو گے۔“
 کرسٹو وکی نے کہا ”واقعی اسے بد قسمتی کہتی ہیں۔ میں وقت
 پر ناؤیدہ بنانے والی گولی نے دھوکا دیا ہے۔ میں تو جیتی ہوئی بازی ہار
 گیا۔“
 اسے منتا کر کے اس کی پشت پر بندھی ہوئی کثرت کو قبضے میں
 لے لیا گیا۔ اس کثرت میں ہارمونز کے کیلوں انجکشن تھے۔ الپا نے
 کہا ”کرسٹو وکی! تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔ ہم تمہیں
 مزائے موت نہیں دیں گے۔ تمہارا لایا ہوا انجکشن تمہیں دیں
 گے پھر تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیں گے۔“
 اس وقت تاشا تالیہ اور پارس الپا کے اندر موجود تھے۔
 دونوں ہمیں اپنے اپنے کمرے میں تھیں۔ پارس ناؤیدہ بن کر تالیہ
 کے بندے یوم میں آیا تھا پھر وہ بھی اچانک نمودار ہو گیا تھا۔ تالیہ
 نے اسے دیکھ کر کہا ”تم سسر کی وجہ سے ناؤیدہ رہنے والے تھے پھر
 نمودار کیوں ہو گئے؟“
 وہ خیال خوانی کے ذریعے اس اجلاس میں کرسٹو وکی اور الپا
 کے نمودار ہونے کا تماشہ دیکھ چکا تھا۔ تالیہ کی بات سن کر اس نے
 ایرانی سے کہا ”اوہ خدا! یہی میری بھی گولیاں بے اثر ہو گئی ہیں۔ آخر
 یہ کیا ہو رہا ہے؟“
 تالیہ نے اپنی گولی کو آزمایا۔ اسے نگل کر آئینے کی طرف دیکھا
 تو وہ بھی ناؤیدہ نہیں ہوئی تھی۔ نظر آ رہی تھی۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔
 ”پارس! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“
 اس وقت پارس آٹھویں بندے بابا صاحب کے ادارے میں
 پہنچا ہوا تھا پھر اس نے آنکھیں کھول کر کہا ”یہ صرف ہمارے
 ساتھ ہی نہیں سب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ ساری دنیا میں جہاں
 جہاں ناؤیدہ بنانے والی گولیاں اور ٹانگ کیپول ہیں ان سب کو
 ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔“
 ”واقعی؟ ایسا کس نے کیا ہے؟“
 ”کوئی جیلا ہے۔ ایک نئے عزم اور حوصلے سے ٹیلی میٹھی کی
 دنیا میں آیا ہے اور آتی ہے۔ یہ نیک کام کر رہا ہے۔ چونکہ اسے بابا
 صاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اس
 لیے جناب حمزہ نے خود ہی ان گولیوں اور کیپولوں کے ذخیروں کو
 خفیہ کر دیا ہے۔ اب ہمارے ادارے میں ایک گولی اور ایک
 کیپول بھی نہیں ہے۔“
 تالیہ نے کہا ”لیکن یہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے۔ ہم ان گولیوں کے
 ذریعے بری بری بیٹھکوں سے بڑی آسانی سے گزر جاتے تھے اب تو
 قدم قدم پر مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ اب ہمیں معمول دشمنوں سے بھی
 چھپ چھپ کر رہنا ہو گا۔ ہم کسی دشمن کے سامنے نہیں جاسکیں
 گے۔“
 ”تم تصور کا ایک ہی رخ دیکھ رہی ہو۔ اس کا دوسرا رخ یہ

ہے کہ تمہارے دشمنوں کو بھی گولیاں کے بغیر چھپنا ہو گا۔
 "میں تو اپنی پراہم دیکھ رہی ہوں۔ میرے پاس گولیاں ہونی چاہئیں۔ مگر ان سے محروم رہیں تو بہت اچھا ہے۔"
 "افسوس تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں اس کے مطابق اب ہماری دنیا میں ایک گولی اور ایک کیپول بھی نہیں ہے۔ اب یہ چیزیں تم کہیں سے حاصل نہیں کر سکو گی۔"
 "تا شاہ دوادہ کھول کر اندر آئی۔ نتالیہ نے کہا "سسر! یہ خلاف تہذیب ہے۔ جس دوادہ پر دستک دینا چاہیے تھی۔"
 "مجھے تہذیب نہ سکھاؤ۔ ایک مرد کو اپنے بیٹہ مذہم میں بلانا تہذیب بے پایاں ہے شری؟"
 "پارس نے کہا "اب تو کوئی ناویدہ بن نہیں سکتا۔ میں چھپ کر آیا تھا۔ خود ار ہو گیا۔ گولیوں کے خالص ہو جانے سے اب یہ مشکل ہو گئی ہے کہ کوئی عاشق چھپ کر اپنی محبوبہ سے نہیں مل سکے گا۔"
 "نتاشا نے ہنسا "آخر یہ گولیاں بے اثر کیسے ہو گئی ہیں؟ میں کئی گولیاں آزا چکی ہوں۔"
 "اب آزما نے کے لیے بندوق کی گولی نہ گئی ہے۔"
 "نتاشا نے غصے سے کہا "اے! ہم بہنوں کے بیچ میں نہ بولا کرو۔"
 "پارس نے نتالیہ سے کہا "مجھے تم دونوں کے درمیان نہیں رہنا چاہیے۔ میں جا رہا ہوں۔"
 "تم نہیں جاؤ گے۔ سسر! تم پارس سے سیدھے منہ بات کیوں نہیں کرتی ہو۔"
 "منہ سیدھا ہو گا تو بات کریں گی۔"
 "دیکھو نتالیہ! یہ کیسے بول رہا ہے۔ یہ بات پر میرا مذاق اڑاتا ہے۔"
 "نتالیہ نے پارس سے کہا "تم بھی تو زیادتی کرتے ہو۔ میری بڑی بہن کے سامنے ادب سے بولا کرو۔"
 "ہاں! میں نے ناہ سے گھروالی کی بڑی بہن ساس کے برابر ہوتی ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ عزت نہ کی جائے تو ساس کیجا چاہتی ہے۔ میں جا رہا ہوں اب تم شام کو ملیں گے۔"
 "وہ اٹھ کر جانے لگا۔ نتالیہ نے ہنسا "یہ تو تازہ کماں ملو گے؟"
 "تیاؤں کا تو یہ محترمہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گی۔"
 "اس سے پہلے کہ نتاشا اسے کچھ کہتی وہ تیزی سے چلا گیا۔
 "نتاشا نے کہا "میں آگ اور پانی ہیں۔ ہم کبھی ساتھ نہیں رہ سکتے۔"
 "پارس کے ساتھ مجھے رہنا ہے۔ تمہیں نہیں۔ تم ذرا سوچ کر بولا کرو۔"
 "تمہارا داغ چل گیا ہے۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھ رہی ہو۔ اوہ! میں تو بھول گئی تھی لیکن میں چاہے تیار کر کے آئی ہوں! ابھی لاتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر کچن میں آئی وہاں کھیتی سے دو پائیلوں میں چائے انڈینی دودھ اور چینی ملائی پھر ایک کپ میں تھوڑی سی اصفالی کمزوری کی دوا حل کر دی۔ ایک چھوٹی سی نرسے میں دونوں پائیلوں رکھ کر وہ بہن کے پاس آئی پھر وہ خاص پانی اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھامی۔ اس کے بعد چائے کی ایک چٹکی لے کر پوئی "مجھے پارس سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ وہ اچھا ہے مگر مسلمان ہے۔"
 "کتنی ہی یہودی لڑکیاں مسلمانوں سے شادیاں کر کے شاندار زندگی گزار رہی ہیں۔ میں بھی پارس کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزاروں گی۔"
 "وہ چائے پی رہی تھی اور بولتی جاری تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دل وہاں سے چاہنے والی بہن اس کے ساتھ دشمنوں جیسی حرکت کرے گی۔ پانی خالی ہو گئی۔ وہ پریشان ہو کر پوئی "میرا دل گھبرا رہا ہے۔"
 "چائے میں چینی زیادہ پڑ گئی تھی۔ زیادہ مٹاس کی وجہ سے طبیعت گھبرا رہی ہے۔ تم آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"
 "وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر آگئی۔ داغ اس حد تک کمزور ہو گیا تھا کہ وہ اپنی بہن کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہ کر سکی۔ نتاشا نے اس کی سوچ میں کہا "میں آنکھیں بند کر کے سو جاؤں تو کچھ آرام آجائے گا۔"
 "اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ نتاشا نے اسے لمبی بیٹھی کے ذریعے جھک جھک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو وہ اس پر غریبی عمل کرنے لگی۔
 "نتاشا جانتی تھی وہ پارس کو بالکل بھول جائے۔ کبھی بھولے سے بھی یاد نہ آئے اس لیے غریبی عمل کے ذریعے پارس کو اس کے داغ سے بیکر مٹا دیا۔ اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ پارس کا چہرہ بھول جائے کہیں اسے دیکھے تو پہچاننے سے انکار کرے۔ اس کی آواز اور لہجہ بھی یاد نہ رہے۔ اس کی سوچ کی لہروں کو سننے ہی وہ سانس روک کر اسے بھگا دیا کرے۔
 "نتاشا نے سوچا "نتالیہ اب بھی نہیں رہی ہے۔ وہ جوان ہے۔ اسے ایک مرد سے چھڑانے کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔ وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس کی اب شادی ہو جانی چاہیے۔"
 "یہ سوچ کر اس نے غریبی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی کہ وہ کسی امیر کیریم یہودی جوان کو پسند کرے گی اور اس سے شادی کرے گی۔
 "اس وقت پارس دوسرے معاملات میں مصروف ہو گیا تھا ورنہ نتالیہ سے دائمی رابطہ قائم کرتا تو اسے نتاشا کی چال معلوم ہو جاتی۔ نتالیہ سے شام کو ملاقات کا وقت مقرر ہوا تھا اس لیے وہ مطمئن تھا۔
 "سونا کے لمبی بیٹھی جاننے والے ایک ماتحت نے اس کے

باس آکر کہا "سرا میڈم ہمارے ہیں۔"
 "پارس نے سونا کے پاس آکر کہا "میں ماما کیا بات ہے؟"
 "میں میرا تیراں میں کچھ عرصے مصروف رہوں گی۔ ہم میں سے کسی ایک کو واشٹن میں رہنا چاہیے۔"
 "آپ چاہتی ہیں میں وہاں چلا جاؤں۔"
 "ہاں۔ جب تک ہم میں سے کوئی ان کے سروں پر مسلط نہیں رہے گا تب تک وہ انسان نہیں بنیں گے۔"
 "تھیک ہے ماما! میں کل صبح کی پہلی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔"
 "اس نے دائمی طور پر حاضر ہو کر ملی ڈونا کے متعلق سوچا پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سر پہنچ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس نے بگاڑ میں رہنے کے دوران میں اس پر غریبی عمل کیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس کے ذہن پر اثر ہوا کرتا ہے۔ اس وقت بھی وہ اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے داغ میں محسوس نہیں کر رہی تھی۔
 "اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کی گولیاں اور کیپول بھی بے اثر ہو گئے ہیں اور وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہے کہ آئندہ ناویدہ بن کر خطرناک دشمنوں کے سامنے نہیں جاسکے گی۔
 "موجودہ حالات میں اس کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ سالہ اپنے محل کے خانے میں جا کر وہاں سے چند رکھی بھرا نکال کر لانے والی تھی اور ملی ڈونا اب ناویدہ بن کر اس کے قریب نہیں رہ سکتی تھی۔ اگر پہلے کی طرح ناویدہ رہ سکتی تو وہ تباہ بھرا سالہ سے چھین کر لے جاتی۔
 "پارس نے اسے مخاطب کیا "ہیلو ملی! کیا ہو رہا ہے؟"
 "وہ چونک کر پوئی "تم؟ تمہیں اب میری یاد آئی ہے بے وقار ہر جاتی۔"
 "جاہزت لے کر جانے والے کو بے وقار ہر جاتی نہیں کہتے۔"
 "مگر تم کہاں ہو؟"
 "آہ! مت پوچھو کہاں ہوں؟ سامری جادوگر کی قید میں ہوں۔"
 "غفل بات مت کرو۔"
 "میں سوچ کر رہا ہوں بڑی مصیبت میں ہوں۔ اس نے مرنے کے ایک انڈے میں مجھے بند کر دیا ہے۔"
 "دیکھو پارس! مذاق مت کرو۔ کیا کچھ کر رہے ہو؟"
 "تمہاری جان کی قسم، بھوت بولوں تو مر جاؤں۔ میں جس مصیبت میں ہوں شاید تم اس سے نجات دلا سکو۔"
 "میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"
 "ذرا باسی ہو تو داغ کام نہیں کرتا۔"
 "کلیں مطلب؟"
 "وہ کم بہت سامری جادوگر دن رات مجھے دال کھاتا ہے۔ دال باسی ہو جائے تب بھی کھاتا ہے۔ میرا داغ یہ سوچنے کے قابل

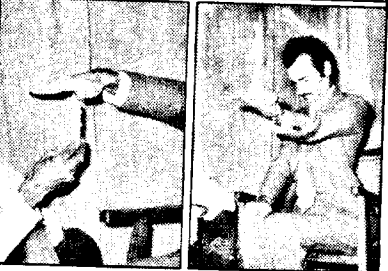
علم ہینڈز پر ایک نئی کتاب

ایک ماہر ہینڈز نے تحریر کیا ہے



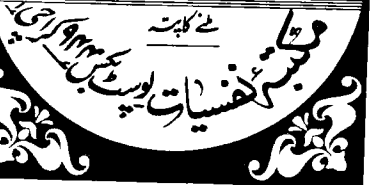
قیمت ۳ روپے۔ ڈاک فریج ۱۶ روپے

اردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔



- ہینڈز پر کیا ہے اس آج تک کی تمام حقیقتات کا پتہ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہینڈز پر کتنی مشق کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- نئے شاندار سوالات کے جواب
- ہینڈز پر کتنی مشق کے بغیر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں ہفت کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارٹا کو تجربے کے لیے سیاہ انڈر او مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔



نہیں رہا ہے کہ مجھے انڈے کے اندر سے کیسے نکالنا چاہیے اور مجھے یہ یاد نہیں رہا ہے کہ بچے کتنے دن میں انڈے سے نکلتے ہیں۔“

”میرا خیال ہے ایکس دن میں نکلتے ہیں۔“

”او گاڈ! مجھے ایکس دن تک انڈے میں رہنا پڑے گا جبکہ میں آج ہی تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔“

”تمہیں فوراً آنا چاہیے۔ میں بھی مصیبت میں ہوں۔“

”کیا تم بھی کسی انڈے میں ہو؟“

”نہیں، میری نادیہ دینا نے والی گولیاں بے اثر ہو گئی ہیں۔“

”میری میں کتنا چاہتا تھا۔ میری گولیاں بھی بے اثر ہو گئی ہیں اور میں نادیہ دین کر انڈے سے نکل آتا۔“

”کیا تم نے انڈے سے نکل لگا رکھا ہے۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم کسی جادوگر کی قید میں ہو۔“

”غصہ ہے، یقین نہ کرو۔ میں ایکس دن کے بعد نکل کر آؤں گا۔“

آئے کیوں نہیں دیا؟

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے اندر پہنچا اور پھر نکالا گیا۔ وہ بڑبڑایا ”بڑا بڑے آہو ہو کر تیرے کو بچے سے نکل رہا ہوں۔ پتا نہیں کیوں دیکھ دے کر نکال رہی ہوں۔“

وہ تیسری بار اس کے دماغ میں پینچنے ہی بولا ”نتالیہ! سانس نہ روکنا۔ میں ہوں تمہارا پارس۔“

لیکن اس نے گھاس نہیں ڈالی۔ سانس روک کر اسے بھاگ دیا۔ تب پارس نے سنجیدگی سے سوچا ”یہ معاملہ کیا ہے؟ وہ میری دہائی ہے، مجھ سے اس طرح کترا نہیں سکتی۔ ضرور کوئی گڑبڑ ہو چکی ہے۔“

اس نے نشا سے رابطہ کیا۔ اس کے دماغ میں پینچنے ہی بولا۔

”سانس نہ روکنا میں پارس ہوں۔“

”ہاں۔ میں سمجھ رہی تھی تم ضرور میرے پاس آؤ گے۔“

”یہ بھی سمجھ رہی ہو گی کہ کیوں آؤں گا؟“

”پارس! مجھے ابھی تمہاری ضرورت ہے۔“

”پھر میں کیا کروں؟ وقت سے پہلے نکلنے والے بیج ایب نارمل ہوتے ہیں۔ ویسے سنا ہے کہ پولیٹری فارم والے بیج و شام بیج نکالتے رہتے ہیں۔ تم کسی پولیٹری فارم والے سے رجوع کرو۔ ہو سکتا ہے وہ مجھے ایک ہی دن میں نکال کر تمہارے پاس پہنچا دے۔“

”تمہاری بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کتنا بچ کتنے ہو اور کتنا مذاق کرتے ہو۔ اگر تمہیں نہیں آتا ہے تو صاف کہہ دو۔ یوں باتیں نہ بنانا۔“

”میری! بن گم ہوئی ہے تو میرے ہی پاس آؤ گے۔“

”اور تم تبتاؤ کی۔ کوئی چال نہیں چلو گی۔“

”میں کوئی چال نہیں چل رہی ہوں۔ اگر تم یقین کر سکتے ہو تو کرو۔ اس کا دل تمہاری طرف سے پھر گیا ہے۔ اس کے اندر جو یہودی لڑکی سو رہی تھی وہ جاگ گئی ہے۔ اب وہ کسی مسلمان کے قریب میں نہیں آئے گی۔“

”اس سے کہو! ایک بار مجھ سے بولے اور ایک بار میں باتیں کہہ دے جو تم کہہ رہی ہو۔“

”میں جانتی تھی، تم یقین نہیں کرو گے۔ وہ تمہیں اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ میں اس سے باتیں کرتی ہوں۔ تم میرے دماغ میں رہ کر نہ لو۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر نتالیہ کے کمرے میں آئی پھر اس سے بولی ”پارس تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ تم نے اسے آنے نہیں دیا۔ اب وہ میرے دماغ میں ہے اور تمہاری زبان سے سنا چاہتا ہے کہ تم اس سے کیوں نفرت کرنے لگی ہو۔“

نتالیہ نے پوچھا ”یہ پارس کون ہے؟ کیوں خواہ مخواہ میرے پاس آنا چاہتا ہے؟“

نتالیہ نے کہا ”تم اتنے سوالات نہ کرو، صرف اتنا کہہ دو کہ اس مسلمان سے کچھ تعلقات رکھنا چاہتی ہو یا نہیں؟“

”سسر! تم جانتی ہو، میری یہودیت بیدار ہو گئی ہے۔ کسی مسلمان سے تعلق رکھنا تو دور کی بات ہے، میں اس کا وجود بھی برداشت نہیں کر سکتی۔“

نتالیہ نے پارس سے پوچھا ”میں کیا تم نے؟“

”ہاں۔ تمہارا سنا اور بہت زیادہ سمجھا۔ یہ تو جانتا ہوں کہ یہودیوں کی ڈوم میز می ہے اور میز می ہی رہتی ہے لیکن محبت بہت طاقتور ہوتی ہے۔ دل نہیں مانتا کہ نتالیہ کا دل مجھ سے پھر گیا

”میں ہمانے نہیں کر رہا۔ مجبور ہوں اس لیے نہیں آسکتا۔ میں پھر آؤں گا۔ تم اس وقت تک معلوم کرو کہ پولیٹری فارم والے ایک ہی دن میں کس طرح انڈے سے بچہ نکالتے ہیں۔“

”او گاڈ! تم نے مجھے انڈے اور بچے میں الجھا رکھا ہے۔ مجھے اپنی پرالم تانے کا موقع ہی نہیں دے رہے ہو۔“

”پرالم سنا کر کیا کرو گی؟ میں قیدی ہوں، مجبور ہوں۔ تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ مجھے اپنے پاس بلائے گا بس یہی ایک طریقہ ہے کہ معلومات حاصل کرو۔ کیا دیکھ مرنے کا انڈا، دلائی مرنے کے انڈے کی طرح صرف ایک دن میں نکل سکتا ہے۔“

وہ بے زار ہو کر بولی ”فار گاڈیک! تم جاؤ۔ میں ایکی ہی جمل۔“

پارس اس کے دماغ سے نکل آیا۔ شام ہو رہی تھی۔ نتالیہ سے وعدہ تھا کہ سمندر کے ساحل پر ملاقات ہوگی۔ جس اوپن ریسٹوران میں ملاقات کا وعدہ تھا وہاں انتظار کرنے لگا لیکن وہ نہیں آئی۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر نتالیہ کے دماغ میں پہنچا۔ پینچنے ہی اس نے سانس روک لی۔ پارس حیران ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے دل وجان سے چاہنے والی نے دماغ میں

ہے مجھے شبہ ہے کہ تم نے کوئی چال چلی ہے۔ اس کا دل نہیں داغ پھیر رہا ہے۔“

”مجھ پر شبہ نہ کرو۔ ہم جیسے ایک دوسرے کے دوست ہیں، اسی طرح دوست رہیں گے۔ نتالیہ نے ایک نادانی کی، تم سے عشق کیا۔ دوسری نادانی کی، تم سے منہ پھیر لیا، تم اسے نادان سمجھ کر معاف کر دو۔“

”مجھے کیا کرنا چاہیے؟“ وہ اس سوچوں گا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں کسی مدحیہ پر عمل کروں اور نتالیہ کے چور خیالات پر دھوکا لیں چور خیالات بڑھنے کا بھی کیا فائدہ؟ اگر تو مجھ کی عمل کے ذریعے اس کا برن وائش کیا گیا ہو گا تو وہ نہ مجھے بچانے کی اور نہ ہی مجھ سے تعلق رکھنے والے خیالات اس کے اندر باقی رہے ہوں گے۔“

”ابھی تو تم شبہ کر رہے ہو۔ رفتہ رفتہ میری سچائی کا یقین آجائے گا۔“

”میرے خلاف جو چالیں چلی جاتی ہیں، میں ان کی نہ تک بہت جلد پہنچ جاتا ہوں لیکن ابھی میرے پاس دقت نہیں ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ میں ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں۔ جب بھی واپس آؤں گا تو نتالیہ سے سمجھ لوں گا اور تم سے بھی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ یوں کہنا چاہیے کہ وقتی طور پر تعلقات توڑ لیے۔

○☆☆○

لمبی ڈوتا کے لیے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا تھا کہ ہزاروں سال پرانا خزانہ کیسے حاصل کرے؟ وہ تمام خزانہ حاصل کرنا تو دور کی بات تھی، اس خزانے کا ایک ٹایپ ہیرا حاصل کرنا مسئلہ بن گیا تھا۔ وہ ایسا ٹایپ اور عجیب و غریب ہیرا تھا، جسے وہ ہر حال میں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ صالحہ اس ہیرے کو چندر مکھی کہتی تھی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ نادیہ نہیں بن سکتی تھی۔

پہلے اس نے کیا خوب منصوبہ بنایا تھا کہ نادیہ بن کر صالحہ کے قریب رہے گی اور دیکھے گی کہ وہ کس مدحیہ سے عمل کے نہ خانے میں جانے کی اور میرے جو اہرات کے ذخیرے سے چندر مکھی ہیرا اٹھا کر لائے گی؟

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کوئی اس نہ خانے میں جا کر زندہ واپس نہیں آتا تھا نہ ہی اس خزانے کو ہاتھ لگا سکتا تھا۔ لمبی ڈوتا نادیہ وہ کر دیکھ سکتی تھی کہ صالحہ اس خزانے کو ہاتھ لگائے گی تو اس کا کیا انجام ہوگا۔ اگر وہ اس خزانے کی وارث ہے تو وہاں کے نادیہ پر سے وارے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ چندر مکھی وہاں سے لے کر محل میں آئے گی تو لمبی ڈوتا اس سے چندر مکھی چھین کر لے جائے گی۔

وہ بڑی آسانی سے کامیاب ہو جاتی مگر اب نہیں ہو سکتی تھی۔ غبارے سے ہوا نکل گئی تھی۔ گولیاں بے اثر ہو گئی تھیں۔ اب تو

ذہانت سے ہی کام لے کر کامیابی کی توقع کی جا سکتی تھی۔

اگرچہ لمبی ڈوتا خاصی چالاک اور متکبر تھی۔ اس نے ٹیلی میٹھی جاننے والوں کے درمیان اہم مقام حاصل کیا تھا لیکن چالاک اور متکبر لوگوں کے لیے تمام مرحلے آسان نہیں ہوتے۔ بعض مراحل میں وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک جاتے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جہاں متکبر کام نہیں آتی، وہاں مخصوص ذہانت اور حکمت عملی سے کام نکالا جاتا ہے۔

اسی لیے وہ پارس کی ضرورت محسوس کر رہی تھی اور اپوس ہو رہی تھی کیونکہ اس نے اپنی سیدھی باتیں کر کے اسے ٹال دیا تھا۔ وہ اب اپنی ذہانت سے کام لے رہی تھی۔ صالحہ کی جو خاص کثیر تھی، اس کے دماغ میں جگہ بنا چکی تھی۔ اس طرح اس کثیر کے اندر وہ کر صالحہ کی مصروفیات سے آگاہ ہو رہی تھی۔

صالحہ نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ شام کی چائے پی کر جزیرہ ساؤ کے محل میں جائے گی۔ رات کا کھانا اسی محل میں کھائے گی پھر

نتالیہ میں جا کر وہ ہیرا نکال لائے گی۔

پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ شام کو جزیرہ ساؤ کے محل میں پہنچ کر اس نے وہاں کے ایک بزرگ منظم اعلیٰ سے ملاقات کی۔ وہ بزرگ اس کے دادا کے زمانے سے اس محل کی دیکھ بھال کرتے آئے تھے۔ وہ اس محل کے علاوہ شاہی خزانے کی تاریخ سے مکمل واقفیت رکھتے تھے۔

انہوں نے کہا ”بھئی! تم پہلی بار اپنے خزانے کو ہاتھ لگانے جا رہی ہو اس لیے جسے کہ مبارک دن فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد جاؤ۔“

صالحہ نے کہا ”بابائی! آپ کا مشورہ ایمان افروز ہے۔ پرسوں جمعہ ہے۔ میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے خزانے کو دیکھنے جاؤں گی۔“

لمبی ڈوتا نے یہ بات سنی اور وقت کا حساب کیا۔ صالحہ اب سے چھتیس گھنٹے بعد اس نہ خانے میں جانے والی تھی۔ پہلے تو اسے غصہ آیا کہ اسے ایک دن اور دو راتوں تک انتظار کرنا پڑے گا پھر جب دوسرے دن اس کی گولیاں بے اثر ہو گئیں تو اس نے سوچا۔ اچھا ہی ہوا کہ صالحہ دیر سے نہ خانے میں جائے گی۔ اسے دوسرا منصوبہ بنانے کا وقت مل جائے گا۔

اس نے دوسرے منصوبے کے مطابق بڑی ہیرا پھیری سے صالحہ کی کثیر کے دماغ میں جگہ بنالی۔ اس کے راستے کی سب سے بڑی دیوار وہ چار ٹیلی میٹھی جاننے والے تھے جن کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔ وہ چاروں صالحہ کو اس وقت خنا چھوڑتے تھے جب وہ بد موم میں جاتی تھی ورنہ وہاں جاتی تھی۔ وہ چاروں اس کے آگے پیچھے رہتے تھے۔

لمبی ڈوتا جکار دے میں کالی عرصے سے تھی۔ وہاں کے چھپے ہوئے بد معاشوں اور نوسراؤں کو جانتی تھی۔ ڈکارا نامی ایک بین

الاقوامی سطح کا شاطر مجرم وہاں تھا۔ ملی ڈونا نے اس کے خیالات پڑھے۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ مشکل سے مشکل تجویزیاں کھول کر مطلوبہ مال نکال لاتا ہے۔ خست پھروں سے گزر کر جاتا ہے اور صبح سلامت واپس آ جاتا ہے۔

ملی ڈونا نے ڈکارا کے بیڈ روم میں اسے سلاوا پھر اس پر توحی عمل کر کے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ اسے ایک گھنٹے تک توحی نیند سونے دیا۔ وہ بیدار ہوا تو اسے جزیرہ ساؤ کے شادی خزانے کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر اس سے پوچھا۔ ”تم وہ چندر کھی میرا کیسے لاؤ گے؟ یہ بصرات کی شب ہے۔ وہ صبح عبادت کرنے کے بعد غنائے میں جائے گی پھر وہاں سے چندر کھی میرا لائے گی۔“

ڈکارا نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا ”میں آج رات کی صبح ہونے سے پہلے اس محل کے اندر پہنچ جاؤں گا۔“

”کیسے پہنچو گے؟ محل کے اطراف مسلح گارڈز رہتے ہیں۔ چوری چھپے اندر جانے والے کو نہیں کرنے کے لیے وہاں جگہ جگہ الیکٹریک آلات نصب کئے گئے ہیں۔ محل کے کسی حصے سے بھی گزرو گے تو کسی نہ کسی دی اسکرین پر دیکھ لے جاؤ گے۔“

ملی ڈونا نے ایک کانٹہ پر محل کے کمروں، کوریڈور، ڈرائنگ روم اور بیڈ روم کی نشان دہی کی۔ وہ وہ منزل محل تھا۔ ڈکارا نے کہا۔ ”کوئی پرالیم نہیں ہے۔ میری ضرورت کی چیزیں میا کو۔ میں شہزادی صالحہ کے بیڈ روم میں پہنچ جاؤں گا۔“

”تمہیں کن چیزوں کی ضرورت ہے؟“

”میں ایک فلائنگ کانٹ چاہتا ہوں۔“

سندھ کے ساحلوں پر ایسی فلائنگ کانٹیں ہوتی ہیں جن کے ذریعے ایک وقت میں ایک شخص چند کلومیٹر تک پرواز کرتا ہے۔ یہ ساحلوں پر بڑے دولت مند لوگوں کا مشغلہ ہوتا ہے۔ فلائنگ کانٹس کی کہنیاں ہوتی ہیں جو گھنٹوں کے حساب سے فلائنگ کانٹس کرائے پر دیتی ہیں۔ یہ فلائنگ کانٹس رات کے وقت کرائے پر نہیں دی جاتی۔ صبح آٹھ بجے کے بعد ان کے ذریعے پرواز کی اجازت دی جاتی تھی اور ڈکارا کورات تین بجے کے بعد اس کی ضرورت تھی۔ ملی ڈونا نے ملی بیٹھی کے ذریعے فلائنگ کانٹس اسٹیشن کے انچارج کو نوٹ کیا۔ وہ حکم کا بندہ بن گیا۔ ڈکارا نے وہاں سے ایک فلائنگ کانٹ حاصل کی پھر وہاں سے پرواز کرتا ہوا ایک کلومیٹر کے فاصلے پر جزیرہ ساؤ کے محل میں پہنچا۔ اندھیری رات تھی۔ جزیرے کی آبادی برائے نام تھی۔ جو کتنی کے لوگ تھے وہ سوچے تھے۔ صرف محل کے سطح پر سے دار جاگ رہے تھے۔ وہ محظا اور مستعد تھے لیکن آسمان کی تاریکیوں میں ایک کانٹ کی اڑان کو نہ دیکھ سکے۔

وہ محل کی چھت پر آکر اتر گیا۔ اس نے کانٹ کو فونڈ کر کے ایک طرف رکھ دیا پھر چھت کے زینے سے نیچے جانے لگا۔ محل کا اندرونی نقشہ اسے اچھی طرح یاد تھا۔ پہلی منزل پر زینے سے چند قدم کے فاصلے پر صالحہ کی خواب گاہ تھی۔ وہ زینے کے نیچے آکر تاریکی میں چھپ گیا۔

ایک گھنٹے بعد جرجی اذان سنائی دی۔ ملی ڈونا نے اسے بتایا تھا کہ وہ اذان کے بعد نماز پڑھے گی پھر زینے سے نیچے جائے گی۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ مزید ایک گھنٹے کے بعد چار مسلح گارڈز خواب گاہ کے دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے۔ صالحہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ انہوں نے اسے سلام کیا پھر اس کے پیچھے چلے گئے۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو ڈکارا فرش پر بیٹھتا ہوا خواب گاہ کے دروازے تک آیا۔ اسے کھولا تو وہ محل گیا۔ اگر لاک ہوا تب بھی ڈکارا اسے آگے مٹھ میں کھول لیتا۔ وہ بیٹھتا ہوا خواب گاہ کے اندر آیا۔ وہاں تاریکی تھی۔ صالحہ نے اندر کی تمام لائٹس بجھا دی تھیں۔

اس تاریکی میں خفیہ کیمرے ڈکارا کو کوئی دی اسکرین پر دکھا نہیں سکتے تھے۔ وہ تاریکی میں دونوں ہاتھوں سے ٹٹول ہوا بیڈ تک آیا پھر فرش پر لیٹ کر کوٹھ بٹا ہوا نیچے جا کر چھپ گیا۔

صالحہ نے خانے کے خفیہ دروازے تک آئی۔ چاروں مسلح گارڈز وہاں رک گئے۔ وہ دروازہ کھول کر ہم اللہ کستی ہوئی۔ خانے کے زینے پر آئی۔ وہ خفیہ خود کار دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے ایک سوچ آن کیا۔ وہ خانہ روشن ہو گیا۔

وہ دونوں ہاتھ پٹے پر رکھ کر بولی ”اے محترم ناہیدہ محافظ! میرے بزرگوں نے مجھے بتایا ہے کہ میں اس خزانے کی وارث ہوں۔ مجھے مال دولت کا لالچ نہیں ہے۔ چونکہ میں وارث ہوں اور حق دار ہوں اس لیے اسے حاصل کرنے آئی ہوں۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو لائٹ آف کر دو۔ تاریکی ہوگی تو میں واپس چلی جاؤں گی۔“

وہ انتظار کرنے لگی۔ لائٹ آف نہیں ہوئی۔ روشنی رہی۔ اس روشنی میں پیش قیمت ہیرے جواہرات جگمگا رہے تھے۔ ایسا خزانہ دنیا والوں نے بھی دیکھا نہیں ہوگا۔ اسے دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ وہ زینے کے ایک ایک پائیدار سے اترتے ہوئے سورہ رحمان پڑھنے لگی ”اے تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو بھلاؤ گے؟“

اس وسیع و عریض خانے سے دھبی دھبی آوازیں ابھرنے لگیں ”اے پروردگار! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں بھٹلا سکتے۔“ ہیرے جواہرات کے ذخیرے میں چندر کھی میرا ایسے جگمگا رہا تھا جیسے ساحل کے لیے مسکرا رہا ہو۔ صالحہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا پھر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے چوم لیا۔ اسے کسی ناہیدہ محافظ نے نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ ایسا طبع

سورہ رحمان کی تلاوت کرتی ہوئی زینے پر چڑھتی ہوئی خفیہ دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھول کر زینے سے باہر آئی۔ چاروں گارڈز الارٹ ہو گئے پھر اس کے پیچھے چلے ہوئے خواب گاہ کے دروازے تک آئے۔ صالحہ نے ایک سے پوچھا ”جیو! کس وقت بلایا گیا ہے؟“

”وہ دس بجے یہاں پہنچ جائے گا۔“

”کیا اس سے کہہ دیا گیا ہے کہ اس چندر کھی کو میرے ٹیکس میں انڈرسٹ کیا جائے گا؟“

”نہیں پورانی نس! اس سے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ چندر کھی محل سے باہر نہیں جائے گا۔ وہ اسی محل میں اپنی کاری کر رہی دکھائے گا۔ چندر کھی کو ٹیکس میں لگانے کا پھر اپنا معاوضہ لے کر یہاں سے چلا جائے گا۔“

”ٹیکس یو۔ میں آدھے گھنٹے کے بعد ناشتے کی میز پر جاؤں گی۔“

اس نے خواب گاہ میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ کمرے میں دن کی روشنی پھیل گئی تھی۔ ڈکارا بیڈ کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ اسے صالحہ کے پیر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلے ہوئے سنگار میز کے پاس گئی۔ ڈکارا نے سر اٹکے کر دیکھا۔ وہ ایک دروازے میں اس ہیرے کو رکھ رہی تھی پھر اس نے انٹر کام کے ذریعے پوچھا ”کیا میرے بیڈ روم کے کیمرے آن ہیں؟“

”نہیں پورانی نس! جب بھی آپ بیڈ روم میں داخل ہوتی ہیں ہم تمام کیمرے بند کر دیتے ہیں۔“

اس نے ٹیکس پو کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ ڈکارا کو صرف اس کے پاؤں نظر آ رہے تھے۔ وہ پاؤں پاؤں چلتے ہوئے ہاتھ روم میں چلی گئی۔ اندر سے دروازہ بند کرنے کی آواز سنائی دی۔ وہ چند سیکنڈ تک اس بند دروازے کو دیکھتا رہا پھر کوٹھ بٹل کر بیڈ کے نیچے سے نکل آیا پھر چاروں ہاتھ پاؤں کے بل سنگار میز کے پاس آیا۔ اس کی دروازہ کھول کر چندر کھی ہیرے کو نکالا۔ اس کی جگہ گھٹ کو دیکھ کر ڈکارا کی لچائی ہوئی آنکھیں مسرتوں سے روشن ہو گئیں۔

اس نے اندر اوجھر دیکھا۔ میدان صاف تھا پھر اس نے لباس کی ایک اندرونی جیب میں چندر کھی کو رکھ کر اس جیب کی زپ لگائی۔ وہاں سے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر فرش پر لیٹ گیا۔ لیٹے ہی لینے بیٹھتا ہوا زینے کے پاس آیا۔ وہاں سے اٹھ کر ایک وقت میں دو دو تین تین زینے پہنچا ہوا چھت پر آ گیا۔

شاہی خفیہ کمروں کا رخ زینے کی طرف نہیں تھا۔ یا شاہی کسی نے دی اسکرین کو توجہ سے نہیں دیکھا ہو گا لیکن جب وہ فلائنگ کانٹ کھول کر اس کے ذریعے پرواز کرنے لگا تو دن کی روشنی میں سارے راتوں سے سرٹھاکر اسے دیکھا۔ ایک شور مچا ہوا اور سب کہنے لگے ”اس نے محل کی چھت سے پرواز کی ہے۔ وہ کون تھا؟ چھت پر کیسے آیا تھا؟ کب آیا تھا؟“

محل کے اندر اور باہر خطرے کا ساڑن بچتے لگا۔ انکوائری ہونے لگی۔ چھت پر قدموں کے نشانات ملے پھر زینے اور بیڈ روم میں بھی ویسے ہی قدموں کے نشانات پائے گئے۔ صالحہ نے سنگار میز کی دروازہ کھول کر دیکھا۔ وہاں چندر کھی نہیں تھا۔ وہ یقین سے بولی ”کوئی ضرور آیا تھا۔ وہ ہیرا چرا کر لے گیا ہے۔“

چاروں مسلح گارڈز ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ وہ اپنی موجودگی میں صالحہ کی طرف ایک پرندے کو بھیج رہے تھے۔ لیکن کوئی شاطر انہیں جل دے گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد صالحہ کے سواکن فلن کے پردر کی آواز ابھری۔ اس نے اسے آن کر کے کہا ”ہیلو!“

”میں ہوں ملی ڈونا۔“

”اوہ! اچھا۔ میں جرنی سے سوچ رہی تھی کہ چوری کس نے کی ہے۔ میں تمہارے جیسی دشمن کو تھوڑی دیر کے لیے بھول گئی تھی۔ اب سمجھ میں آ گیا۔ چوری تم نے کی ہے۔“

”اس ہیرے پر میرا حق تھا، میں نے حاصل کر لیا۔“

”تم نے میرے والد کو ٹپ کیا، میری جگہ حاصل کی مگر نتیجہ کیا ہوا؟ میں نے تم سے صالحہ بننے کا حق چھین لیا۔“

”لیکن یہ ہیرا انہیں چھین سکو گی۔“

”میں چھیننے کی ذمت نہیں کروں گی۔ وہ خود بخود میرے پاس آجائے گا۔“

”تم ایسے یقین سے کہہ رہی ہو، جیسے وہ ہیرا تمہاری بات ماننا ہو اور تمہاری آواز سن کر چلا آتا ہو۔“

”شاہی خزانے کا ایک ایک ڈرہ صرف میرے لیے ہے۔ چندر کھی ہیرا بھی صرف میرا ہے۔ اسے جبراً لے جانے والے طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ یہ ہیرا انہیں ہلاک کرے گا پھر میرے پاس چلا آئے گا۔“

”تم خوف زدہ کرنے والی کمائی ساری ہو۔“

”تمہیں وارننگ دے رہی ہوں۔ جب تک اس ہیرے کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی، زندہ رہو گی۔ اس سے پہلے تم خزانے کو ہاتھ لگانے والوں کا انجام دیکھ چکی ہو۔“

ملی ڈونا نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔ واقعی اس نے پچھلے دنوں اس خزانے کو حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اپنے آئلے کاروں کو اس نے خانے میں بھیجا تھا اور خیال خزانے کے ذریعے یہ منظر دیکھا تھا کہ جس نے بھی اس خزانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اس پر ناہیدہ حملے ہوئے تھے پھر وہ بھی اس نے خانے میں گیا تھا زندہ واپس نہیں آیا تھا۔

اب وہ اس پہلو سے سوچ رہی تھی ”کیا خزانہ وہ خانے سے باہر آنے کے بعد اور اپنی جگہ چھوڑنے کے بعد بھی خدا جان بن جاتا ہے؟“

”نہیں۔۔۔ وہ مجھے ڈرا رہی ہے۔۔۔ وہ چاہتی ہے کہ میں خوف زدہ ہو کر چند رکھی اس کے حوالے کر دوں۔ میں کوئی نادان بچی تو نہیں ہوں۔“

اس نے ”اوندہ“ کہہ کر صالو کو اپنے دماغ سے جھٹک دیا پھر سوچا ”یہ ڈکارا کہاں مر گیا؟ اس نے محل سے نکل کر سیدھا میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ کوئی گزرتا تو نہیں کر رہا ہے؟ نہیں وہ ایسا نہیں کرے گا۔ وہ میرا معمول اور تابعدار ہے۔ تو یہی عمل کے شکبے میں ہے۔“

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی پھر دوسرے ہی لمحے میں واپس آگئی۔

یا حیرت! اس نے سانس روک لی تھی۔ وہ جو معمول اور تابعدار تھا اور تو یہی عمل کے شکبے میں تھا اس نے خلاف اصول اپنے عامل کو دماغ میں آنے سے روک دیا تھا۔

وہ حیران و پریشان ہو کر خلا میں نکلے گی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے معمول نے یہ حرکت کی ہے۔ اس نے پھر ایک بار خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولی ”میں ہوں ملی ڈونا۔ تم میری آند پر سانس کیوں روک رہے ہو؟“ وہ بولا ”اس لیے کہ کھیل ختم ہو چکا ہے۔“

”کیا مطلب؟ تمہارے تیر تار رہے ہیں کہ تم میرے معمول اور تابعدار نہیں ہو۔ تم نے میرے تو یہی عمل کے دوران میں دھوکا دیا ہے۔“

”تم درست سمجھ رہی ہو۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں اس خزانے کو چرانے کے لیے ہی امریکا سے آیا ہوں۔ تمہاری مہربانی ہے کہ تم نے محل کا اندرونی نقشہ بتایا۔ وہاں کے خطرات سے بھی آگاہ کیا اور فلائنگ کائٹ حاصل کرنے میں بھی مدد کی۔“

وہ ذرا دیر سوچ کر بولی ”اگر تم میرے تابعدار بننے کا ڈراما نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ ہم دوست بن کر چند رکھی حاصل کر سکتے تھے بلکہ اب بھی دوست ہیں آج سے میں اپنے منافع میں تمہیں شریک کروں گی اور تم اپنے منافع میں مجھے شریک کر دو گے۔ اس چندہ رکھی میرے میں ہم دونوں برابر کے شریک ہیں۔“

”سوری مس ملی! میں اپنی سینڈ کیٹ کا سرغفہ ہوں۔ خود سر اور خود مختار ہوں۔ کسی کو اپنے معاملات میں شریک نہیں کرتا۔ میں تم جیسی منکار عورتوں سے کوسوں دور رہنے کا عادی ہوں۔“

”تم میری تو ہیں کر رہے ہو۔“

”اگر تو ہیں محسوس کر رہی ہو تو تمہیں فوراً میرے دماغ سے چلے جانا چاہیے۔ خواہ مخواہ میرا اور اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے دھوکا دے کر اس ہیرے سے محروم رکھو گے۔ تمہارا یہ فریب تمہیں بہت مرگنا پڑے گا۔“

”میں بے شمار دشمنوں سے اس طرح کی دھمکیاں سن چکا ہوں، اب جاؤ۔“

وہ ہیرا حاصل کرتے کرتے اُس سے محروم ہو رہی تھی۔ ڈکارا نے اس ہیرے کو اس طرح ہضم کیا تھا کہ ڈکارا بھی نہیں لی تھی۔ ملی ڈونا کے لیے وہ ہیرا اس کی اتنا مسئلہ بن گیا تھا۔ اسے ضد ہو گئی تھی کہ اسے حاصل کرے گی۔

وہ ڈکارا کو معمول اور تابعدار بنا کر مطمئن ہو گئی تھی اس لیے اس کے کسی آدمی کو احتیاطاً نہ پٹ نہیں کیا تھا لیکن اس کے دو چار خفیہ آدموں سے واقف تھی۔ ایسے بدنام مجرموں کو بھی جانتی تھی جو ڈکارا کے لیے کام کرتے تھے۔ وہ ان مجرموں کو نہ پٹ کرنے لگی اور خیال خوانی کے ذریعے اس کے خفیہ آدموں کی نگرانی کرنے لگی۔

ڈکارا اپنے ایک خفیہ اڈے میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں اس نے اپنی اندرونی جیب سے چند رکھی کو نکال کر دیکھا۔ اس کے خاص ماتحت اور دست راست نے اس ہیرے کو لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ”ماسٹر! یہ تو عجیب و غریب ہیرا ہے۔ آہستہ آہستہ رنگ بدلتا ہے اور ایسے چمک رہا ہے جیسے اس پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں۔ یہ تو بہت قیمتی ہو گا۔“

ڈکارا نے کہا ”اس کی قیمت کوئی لگای نہیں سکتا۔ جو دیکھے گا اسے حاصل کرنے کے جنون میں مبتلا ہو جائے گا۔“

ملی ڈونا خیال خوانی کے ذریعے اس خفیہ اڈے میں پہنچی ہوئی تھی۔ ڈکارا کے خاص ماتحت کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گئی۔ اس کے اندر جو لاج تھا اسے سمجھ گئی۔ وہ خاص ماتحت اس کی مرضی کے مطابق بولا ”ماسٹر! میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس ہیرے کو ہاتھ میں لے کر دوں۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”جزیرہ ساؤمیں جو شاہی خزانہ ہے اس کے متعلق روایت ہے کہ اسے ہاتھ لگانے والے زندہ نہیں رہتے۔ اس خزانے کے ایک بھی ہیرے یا موتی کو جو چرائے گا اور اپنے پاس رکھے گا وہ موت کے منہ میں جا جائے گا۔“

”ماسٹر! اس خزانے کا ایک ہیرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ کیا تمہیں خوف نہیں ہے کہ مارے جاؤ گے؟“

وہ قہقہہ لگا کر بولا ”تم نے بار بار دیکھا ہے کہ موت میرے قریب سے گزر جاتی ہے لیکن میرا کچھ نہیں بگاڑتی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ نایاب ہیرا قاتل ہو۔ البتہ اسے حاصل کرنے کے لیے جو مجھے قتل کرنا چاہے گا میں اسے جہنم میں پہنچا دوں گا۔“

اس نے اپنے ماتحت کی طرف ہیرا بڑھاتے ہوئے کہا ”جو اسے ہاتھ میں لے کر غر کرے اس وقت ساری دنیا کی دولت تمہارے ہاتھوں میں ہے۔“

ماتحت نے اس ہیرے کو ہاتھ میں لیا۔ اس کا دل مسرتوں سے دھڑکنے لگا۔ ملی ڈونا نے اس کی سوچ کے ذریعے کہا ”صرف ایک ہیرا مجھے دنیا کا امیر ترین آدمی بنا سکتا ہے۔ میں اس کی بدولت ایسا

خطر سے کھیلنے والی زندگی سے باز آکر ایک نئی پرسکون مشرفانہ زندگی گزار سکوں گا۔

”ہو بلا“ ماسٹر اٹم نے کہا تھا کہ بہت کچھ حاصل کرنے کے لیے خطرات سے کھیلنا پڑتا ہے اس ہیرے کو حاصل کرنے کا جنون کہہ رہا ہے مجھے خطرات سے کھیلنا چاہیے۔

یہ کہتے ہی اس نے ریل اور نکال لیا پھر ایک لمحہ خالص کتے بغیر گولی چلا دی۔ ڈکارا نے بھی پھرتی دکھائی۔ کرسی سمیت فرش پر گر کر لڑھکھا ہوا ذرا دور گیا۔ لڑھکتے رہنے کے دوران میں اپنا ریل اور نکالا۔ سخت کی دوسری گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ اس نے جوابی فائر کیا۔ ماتحت وہاں سے چلا نکال لگا کر دوڑتا ہوا فائر کرتا ہوا ایک کھڑکی کے راستے باہر چلا گیا۔

فائرنگ کی آواز سن کر کئی حواری اندر آئے ڈکارا نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا ”اس نمک حرام کو پکڑو۔ وہ میرا شہتی ہیرا لے جا رہا ہے اس سے ہیرا چھین کر لاؤ۔ اسے گولی مار دو۔“ وہ سب دوڑتے ہوئے باہر چلے گئے۔ ایک حواری اسے سنبھالنے کے لیے رہ گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا ”فورا ڈاکٹر کو بلاؤ۔ میری ٹانگ سے گولی نکلواؤ۔ تکلیف برداشت نہیں ہو رہی ہے۔“

لیڈ ڈونا نے اس حواری کی زبان سے کہا ”یہ تمہاری زندگی کی آخری تکلیف ہے پھر ہمیشہ پیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔“ وہ گہرا کرولا ”تم؟ تم لیڈ ڈونا میرے داغ میں کیوں آئی ہو؟ چلی جاؤ یہاں سے۔“

”اب حوصلہ سے تھامو روک کر بیٹھو بھگ دو۔“ وہ اس کے داغ کو جھلکے جھلکے پیچھے پیچھانے لگی۔ وہ زنج ہونے والے جانور کی طرح تکلیف سے ترپنے لگا۔ چیخ کر کہنے لگا ”مجھے چند رکھی نہیں چاہیے۔ تم وہ ہیرا لے لو۔ مجھے زندگی دے دو۔“ زندگی نہیں مل سکتی تھی۔ شای خزانے کے سلسلے میں جو روایت تھی اس کے مطابق اس نے ہیرے کو چرایا تھا اسے ہاتھ لگایا تھا اور اسے ہاتھ لگاتے والا ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود مارا جاتا ہے۔

آخری سانسوں میں جب آنکھوں کے سامنے سے دنیا بھر دی تھی تب وہ چند رکھی چمکتا دیکھا دکھائی دیا۔ ایک چند رکھی کی پک دیکھ حاصل کرنے کی خاطر وہ اپنی پوری زندگی ہار رہا تھا۔ لیڈ ڈونا نے آخری زبردست زلزلہ پیدا کیا۔ ایسے زلزلے کو کوئی انسانی داغ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے حلق سے چیخ بھرنے لگی اور دم نکل گیا۔

وہ چند رکھی اس خاص ماتحت کی مٹی میں تھا۔ کوئی چیز کی نہیں ہوتی۔ جس کی مٹی میں ہوتی ہے اسی کی ہوتی ہے۔ وہ اس خفیہ اڑے سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ماسٹر ڈکارا کے حواری اس کا پیچھا

نہیں چھوڑیں گے۔ ان سے نسنے کے لیے وہ اپنے چند جان نثار ساتھیوں کی مدد حاصل کر سکتا تھا لیکن ساتھیوں کے پاس جانے سے پہلے اس ہیرے کو کیس حفاظت سے رکھنا چاہتا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ چند رکھی کو دیکھ کر اس کے جان نثار ساتھیوں کی نیت خراب ہو سکتی ہے۔

اس نے اپنی محبوبہ کے بنگلے کے سامنے گاڑی روکی۔ دروازے پر آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اپنی محبوبہ کا انتظار کرنے لگا۔ زیادہ انتظار کرنے کا وقت نہیں تھا۔ دشمن پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے دوسری بار کال بیل کا بٹن دبایا۔ تیسری بار بٹن دبانے کے بعد دروازہ کھلا۔۔۔ محبوبہ اپنی دل نواز مسکراہٹ کے ساتھ نظر آئی۔ وہ پریشان ہو کر اندر آتے ہوئے بولا ”تمہیں پہلی بیل پر دروازہ کھلنا چاہیے۔ تمہیں احساس ہونا چاہیے کہ مودا ہیرے کس طرح پریشان ہو کر آتا ہے۔“

”میں ہمیشہ پہلی بیل پر ہی دروازہ کھولتی ہوں۔ آج بکن میں مصروف تھی اس لیے دیر ہوئی۔ پریشانی کیا ہے؟“ ”اپنی جان کو دنیا کی امیر ترین عورت بنانے کے لیے پریشان رہتا تھا لیکن اب یہ پریشانی دور ہو گئی ہے۔ یہ دیکھو۔“ اس نے محبوبہ کے سامنے اپنی مٹھی کھولی۔ وہ حیرت اور مسرت سے چیخ پڑی ”ہائے کتنا خوب صورت ہے! ایسا اصلی ہے؟“ ”یہ ایسا اصلی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کے تمام ہیرے ماند پڑ جائیں گے۔ اسے جزیرہ ساؤ کے شای خزانے سے حاصل کیا گیا ہے۔“

وہ اس چند رکھی کو ہاتھ میں لے کر چوتھے ہوئے بولی ”یہ تو بہت قیمتی ہو گا۔“ ”اس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ویسے ہم اس کے عوض کوڑوں ڈالر حاصل کر سکیں گے۔“

وہ چند رکھی کو اپنے سینے سے لگا کر بولی ”میں تو اسے کسی قیمت پر فروخت نہیں کروں گی۔ اسے اپنے نیکلس میں لگا کر بہنوں کی۔“ ”ہم اس کے بارے میں پھر کسی وقت فیصلہ کریں گے۔ میں اب چل ہوں۔ ماسٹر ڈکارا کے بندے میرے پیچھے پڑے ہیں۔ میں ان سے نسنے کے بعد واپس آؤں گا۔ میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔ کچھ پلا دو۔“

”جس تار رہے۔ میں فریج سے نکال کر لارہی ہوں۔“ وہ اپنی مٹھی میں ہیرا دبا کر لے گئی۔ ڈرائنگ روم سے نکل کر دروازے کی آڑ سے اپنے عاشق کو دیکھا پھر تیزی سے چلتے ہوئے بیڈ روم میں آئی۔ وہاں دوسرا عاشق چھپا ہوا تھا۔ دوسرے نے بھیج کر اپنے بازوؤں میں دھج دھج لیا۔ وہ گہرا کر بولی ”کیا کرتے ہو؟ دیر ہو گئی تو وہ شہ کرے گا۔ یہاں آجائے گا۔ یہ دیکھو کیا ہے؟“

اس نے مٹھی کھول کر اسے ہیرا دکھایا۔ وہ بولا ”اں میں چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ یہ واقعی بیش قیمت ہے۔ میں مالا مال کر دے

گا۔“

اس نے وہ ہیرا اس سے لے لیا۔ وہ بولی ”کیا کر رہے ہو؟ وہ مجھ سے ہیرا طلب کرے گا۔“

”وہ زندہ رہے گا تو طلب کرے گا۔ ایک عورت مردوں کے پاس نہ رکھتی ہے لیکن ایسا ہیرا صرف ایک کے پاس رہتا ہے۔ جاؤ اسے جس پلا دو۔“

”تمہارے ارادے خطرناک لگ رہے ہیں۔“

”بھئی وہ ویسے بھی ہمارے درمیان کباب میں ہڈی تھا۔ اب اس ہیرے نے میری آنکھیں روشن کر دی ہیں۔ میں اسے قتل کروں گا تو تم بھی ملو گی اور یہ ہیرا بھی۔ ذیل مبالغہ ہے۔“

وہ اسے جس پلانے گئی اور یہ بھی سمجھ گئی کہ یہ اس کی زندگی کا آخری مشروب ہو گا۔ لیڈ ڈونا اس خاص ماتحت کے داغ میں تھی۔ جب وہ اپنی محبوبہ کے پاس آیا تو اس محبوبہ کے بھی داغ میں پہنچ گئی۔ اس کے چور خیالات سے معلوم ہو گیا کہ اس نے ایک اور عاشق کو بیڈ روم میں چھپا رکھا ہے۔ جب وہ دوسرے عاشق کے پاس گئی تو اس کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ اس خاص ماتحت کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ وہ ذرا محتاط ہو گئی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا آلہ کار مارا جائے۔ اسے زندہ رہنا تھا کہ ہیرا اسی بنگلے میں رہتا۔ لیڈ ڈونا اٹھ کھٹنے میں وہاں پہنچ کر اس ہیرے کو حاصل کر سکتی تھی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اس کا آلہ کار نہیں بلکہ وہ دوسرا عاشق مرے گا۔ یہ لیڈ ڈونا کا فیصلہ تھا لیکن چند رکھی کے حوالے سے جو مقدر لکھا تھا اس کے مطابق پہلے اسے مرنا تھا جس نے پہلے ہیرے کو ہاتھ لگایا تھا۔ اس نے خیال خزانے کے ذریعے دوسرے عاشق کے داغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے خطرہ محسوس کیا۔ یہ سمجھ گیا کہ کوئی نئی جیشی جاننے والی ہستی چھپی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ محتاط پڑے۔ اسے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

وہ ریل اور نکال کر تیزی سے ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ گھاس ہونٹوں سے لگاتے جوس پل رہا تھا۔ اچانک غاس کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ وہ گولی سیدھی اس کی پیشانی میں آکر بیوست ہوئی۔ وہ اپنی زندگی کے آخری مشروب کے ساتھ صوفے پر سے لڑھک کر فرش پر گرا۔

لیڈ ڈونا نے اس کی محبوبہ کے داغ پر قبضہ بنایا۔ اس محبوبہ نے بڑی پھرتی سے مرنے والے کے لباس سے ریل اور نکالا لیکن وہ اسے کیسے قتل کر سکتی تھی۔ ہیرے کی روایت کے مطابق مقتول کے بعد اس کی محبوبہ نے ہیرے کو ہاتھ لگایا تھا۔ اس لیے گولیاں دونوں طرف سے چلیں۔ ایک گولی محبوبہ کے سینے میں بیوست ہوئی۔ وہ اسی جگہ ٹھنڈی ہو گئی۔ دوسرا چھپ گیا لیکن زخمی ہو گیا۔ گولی اس کے بازو میں گئی تھی۔ اس کا فائدہ لیڈ ڈونا کو پہنچا۔ وہ اس کے داغ میں

پہنچ گئی۔

وہ زخمی بازو کو تمام کر تیزی سے دوڑتا ہوا بنگلے کے پچھلے حصے سے باہر آیا۔ اگلے حصے میں دو گاڑیاں آکر رکی تھیں۔ ڈکارا کے آدمی اپنے ماسٹر کے قاتل کو تلاش کرتے ہوئے وہاں آئے تھے۔ وہ زخمی وہاں سے بھاگتا ہوا اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے اشارت کر کے تیزی سے ڈرائیو کرنے لگا۔

لیڈ ڈونا اس کے اندر موجود تھی اور اسے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اپنے بنگلے کی طرف آنے پر مائل کر رہی تھی۔ پاس بڑی دیر سے اس کے داغ میں تھا۔ چونکہ دلچسپ تماشے ہو رہے تھے اس لیے وہ دوسری مصوفیات کو نظر انداز کر کے اس کے اندر بڑی دیر سے موجود تھا۔

پھر اس نے لیڈ ڈونا کو مخاطب کیا ”یہ کیا کر رہی ہو؟ اس زخمی کو اپنے بنگلے میں کیوں لارہی ہو؟“

”تم کب سے میرے اندر موجود ہو؟“ ”یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔ تم دیکھتی آ رہی ہو؟ اس ہیرے کو ہاتھ لگتا ہے کہ وہ موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ اس ہیرے کو جڑانے والے ڈکارا کو حرام موت ملی پھر اس کا خاص ماتحت آخری مشروب کا پہلا گھونٹ پیئے ہی رہا ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی محبوبہ نے اس ہیرے کو ہاتھ لگایا تھا۔ وہ بھی زندہ نہ رہ سکی۔ اب یہ زخمی اس ہیرے کو لیے جا رہا ہے۔ اسے جانے دو اور اس کی موت کا بھی تماشہ دیکھو۔“

”پاس! ایک ٹایپ ہیرے کے لیے لڑنے والوں کا بھی انجام ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہیرے کو چھین کر لے جانے والے لا زما مارے جاتے ہیں۔ انجی وہ یہاں پہنچے گا تو میں اس سے ہیرا لے کر اسے جہنم میں پہنچا دوں گی۔“ ”پھر کوئی دوسرا موت بن کر آئے گا اور تمہیں جہنم میں پہنچا دے گا۔ میرے مشورے پر عمل کرو۔ اس زخمی کو اپنی راہ جانے دو۔ اس ہیرے کو کبھی ہاتھ نہ لگاؤ۔“

”ایک تو تم نے اس ہیرے کو حاصل کرنے میں میری کوئی مدد نہیں کی۔ اب وہ حاصل ہو رہا ہے تو اسے حاصل کرنے سے روک رہے ہو۔ سوری۔ وہ چند رکھی کوئی معمولی ہیرا نہیں ہے کہ اسے یوگی جانے دوں۔ میں اس کے لیے جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔“ ”سچ ہے، موت کا وقت مقرر ہو جائے تو کوئی اس وقت کو ٹال نہیں سکتا۔“

چند رکھی کی کشش ایسی تھی کہ اسے ایک بار دیکھنے والے اس کی طرف کھینچے جاتے تھے اور لیڈ ڈونا تو اسے حاصل کرنے کے جنون میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس نے اس زخمی کو اپنے بنگلے میں آنے پر مجبور کر دیا۔

اس نے بنگلے کے سامنے گاڑی روکی پھر گاڑی سے اتر کر دروازے کے پاس آکر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ لیڈ ڈونا نے اس

کے دماغ میں کہا ”دوا دہ کھا ہے۔ چلے آؤ۔“

وہ ڈرانگ دم دم میں آیا۔ بلی ڈوٹا ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ زخمی نے اس کے سامنے میز پر ہیرا رکھ دیا پھر کچھ گئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ باہر آکر گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ ایک شاہراہ پر ٹریفک بہت زیادہ تھا۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے لگا۔ بلی ڈوٹا اسے اندھی رفتار سے کھڑے کھڑے اس نے پوری تھی۔ سامنے سے ایک بیک ہوا آکر ٹیکر آ رہا تھا۔ اس نے پوری رفتار سے اپنی گاڑی اس ٹیکر سے ٹکرائی۔

چشم زدن میں زخمی کا دماغ مرہ ہوا اور وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سامنے پڑے ہوئے چند رکھی کو دیکھنے لگی۔ اس ہیرے کی طرف دل یوں کھینچا جا رہا تھا جس طرح زندگی موت کی طرف کھینچی جاتی ہے۔

اس نے ابھی تک اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اب وہ اپنا تھا۔ اطمینان تھا وہاں کوئی نہیں آئے گا۔ اس نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر آئینے کے سامنے آکر میک اپ کے ذریعے چہرہ تبدیل کرنے لگی۔ موجودہ چہرے کے مطابق وہ صالحہ کی ہم شکل تھی۔ صالحہ کے حافظہ اسے دور سے پہچان کر گولی مار سکتے تھے۔ یہ تو مونے دماغ سے بھی سمجھا جاسکتا تھا کہ صالحہ کے حافظہ

اس ہیرے کی خاطر اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ چونکہ وہ ہیرے کی چوری کا اعتراف کر چکی تھی اس لیے وہ اسے کبھی زندہ نہ چھوڑتے۔ اپنے بچاؤ کے لیے چہرہ بدلتا ضروری تھا اور وہ بدل چکی تھی۔

جنگل میں اس کی کئی رہائش گاہیں تھیں۔ اب وہ وہاں سے ہیرا لے کر کسی دوسری رہائش گاہ میں جاتی تو اس کے مخالفین صالحہ کی ایک ہم شکل کو تلاش کرتے رہ جاتے۔ وہ کبھی ہاتھ نہ آتی اور آئندہ انتظار کرتی کہ صالحہ اس خزانے سے اور کتنے ہیرے جو اہرات نکالنے والی ہے۔

وہ اپنے بندہ دم سے نکل کر ڈرانگ دم میں آئی۔ سینئر نیل پر چند رکھی بنگلہ رہا تھا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھالیا۔ اسے چھو لیا۔ پکڑ لیا۔ جیسے موت زندگی کو پکڑ لیتی ہے۔ اس نے کھلے گریبان کا بلاؤ ڈھپنا ہوا تھا۔ اس نے ہیرے کو اپنے گریبان میں ڈال لیا۔ یہ ایسی تجویز ہوتی ہے، یہاں عورت کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں بیچتا۔

اس نے اپنا ضروری سامان ایک ایٹنی کیس میں لیا پھر اس جگہ سے باہر چلی گئی۔ جگہ کو یوں ہی کھلا چھوڑ دیا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا مگر کوئی تھا۔

ایک اسٹور دم سے اٹاتا باہر آئی۔ وہ اٹاتا جس کی حفاظت بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے اور ٹیلی بیٹھی جانے والے کیا کرتے تھے۔ اس نے موبائل فون کے نبرہ جیج کے پھر صالحہ کو مخاطب کیا ”یو رہا ہی نس! مسٹر ہارس نے ہدایت کی تھی کہ بلی

ڈوٹا ہیرے کو ہاتھ نہ لگائے پائے تاکہ موت اس کا مقدر نہ بنے۔ ہیرے کو اس کے ہاتھ میں جانے سے روکنے کی ایک ہی صورت تھی کہ ہیرا بدل دیا جائے لہذا میں نے ہیرا بدل دیا ہے۔ میں اصلی ہیرا آپ کے پاس لا رہی ہوں۔“

اٹاتا نے موبائل فون کو بند کر دیا۔

○●○

مختار شاہ اور تینوں لاؤڈز نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ فنی اور علی کو بڑی خوب صورتی سے دھوکا دیا تھا۔ وہ دونوں مطمئن ہو گئے تھے کہ فخر الدین کا قاتل مختار شاہ جنم رسید ہو چکا ہے اور فرشتہ صفت سکندر ثانی زندہ سلامت ہے۔

تینوں لاؤڈز یہ جانتے تھے کہ مختار شاہ سے ایک ذرا بھی غلطی ہوگی تو بھید کھل جائے گا پھر فنی اور علی ان پر چھ دوڑیں گے۔ مختار شاہ سے پہلی غلطی کی توقع یہ تھی کہ وہ شراب پیے گا۔ انہوں نے خوبی عمل کے ذریعے اس کے دل اور دماغ سے شراب نوشی کا خیال تک بھلا دیا تھا۔

مختار شاہ سے دوسری حماقت یہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی بیوی زینا سے چھپ کر ملے جاتا جب کہ زینا خود کو یہ دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی یقین نہ کرتی کہ اس کا شوہر زندہ ہے۔ مختار شاہ ہزار عایشیوں کے باوجود زینا کا دیوانہ تھا۔ اس کے بغیر رہنا نہیں چاہتا تھا۔ ہزار لاؤڈز فخری نے اس پر خوبی عمل کیا تھا۔ لاؤڈز فخری نے خوبی عمل کے ذریعے زینا کی حماقت کو بھی اس کے دماغ سے مٹا دیا تھا۔

لیکن اب وہ لاؤڈز فخری، فنی اور علی کی کوٹھی میں آکر مارا گیا تھا۔ کچھ اس طرح مارا گیا تھا کہ فنی اور علی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پائے تھے۔ انہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ انڈر گراؤنڈ مافیا کا ایک سرخند تھا اور مختار شاہ کی پشت پناہی کرنے والوں میں سے ایک تھا۔

فنی اور علی اس بات پر حیران تھے کہ نئے دشمن اور قاتل کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں؟ لاؤڈز فخری ان کی کوٹھی میں انہیں قتل کرنے آیا تھا اور باقی دو لاؤڈز نے جب یہ دیکھا کہ بھید کھلنے والا ہے تو انہوں نے لاؤڈز فخری کے دماغ میں زفرے لے پیرا کرتے ہوئے اسے مار ڈالا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فنی اور علی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ پائے تھے۔ ویسے یہ سمجھ گئے کہ کئی دشمن ہیں اور وہ ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں۔ انہوں نے اس ایک کے دماغ میں زفرے لے پیرا کر کے ٹھنک بھید کھلنے کے ذریعے مار ڈالا تھا۔

اب وہ دونوں ان باطلہ دشمنوں کو ڈھونڈ نکالنے کی تہہ سوج رہے تھے۔ اور مختار شاہ کے دماغ سے خوبی عمل کا اثر کم ہوا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ خوبی عمل کی مخصوص مدت ختم ہو رہی تھی۔ اس مدت کے بعد دوبارہ خوبی عمل ضروری ہوتا ہے۔ یہ عمل لاؤڈز فخری نے کیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔

اب ان دو لاؤڈز میں سے کسی ایک کو مختار شاہ پر دوبارہ عمل

کے لیے آنا چاہیے تھا لیکن انہیں عمل کی وہ مخصوص مدت یاد نہیں تھی پھر یہ کہ وہ لاؤڈز فخری کی موت کے بعد خطہ محسوس کر رہے تھے۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ علی اپنی پوری ذہانت سے کام لے کر ان کی جڑوں تک ضرور پہنچے گی کوٹھیل کرے گا۔ وہ دونوں لاؤڈز کو ہر پہلو سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی اپنی انڈر گراؤنڈ مافیا کو پوری طرح راز میں رکھنے کے لیے اس قدر مصروف ہو گئے تھے کہ عارضی طور پر مختار شاہ کی طرف توجہ نہیں دے رہے تھے۔

ایک شام مختار شاہ کو شراب کی طلب محسوس ہوئی۔ وہ بہت دنوں کا پیاسا تھا۔ اس نے راز دار ملازم کو حکم دیا کہ جو اسٹور دم بندر ہوا ہے اسے کھول کر ایک بوتل لے آئے۔ ملازم نے حکم کی تعمیل کی۔ رات کی تاریکی چھپتے ہی وہ بوتل کھول کر بیٹھ گیا۔ ایک پیگ پیٹے ہی عورت کی طلب ہوئی۔ وہ بار بار سیرس کھلاتا تھا۔ اگر اچانک کسی کے گھر سے جوان لڑکی کو اٹھالیتا تو بدنامی ہوتی۔ ایسے وقت اسے زینا یاد آئی۔ وہ اس کی ایسی بیوی تھی جسے وہ محبوب کی طرح چاہتا تھا۔ اس کا دیوانہ بنا رہتا تھا لیکن اب وہ اسے اپنا شوہر نہیں بلکہ شوہر کا بھائی سمجھتی تھی۔ خود کو یہ دیکھ کر عدت کے دن گزار رہی تھی۔

خاندان کے تمام افراد بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ زینا کا فرشتہ صفت خاندان سکندر ثانی ہلاک ہوا ہے اور شیطان صفت مختار شاہ اب گمراہی سے باز آکر ایک سچے پیر کی طرح شرفانہ زندگی گزار رہا ہے۔ مختار شاہ اپنے سیدھے چکر چلا کر خود اچھا گیا تھا۔ اپنی بیوی زینا کو بھی یقین نہیں دلا سکا تھا کہ وہ اس کا شوہر ہے۔

بڑی حوصلی کے پیچھے ایک سمان خانہ تھا۔ وہاں زینا تنہا کر عدت کے ایام گزار رہی تھی۔ اس کی خدمت کے لیے دو کنیزیں تھیں۔ ایک دن کو رات ہی فنی اور دوسری رات کو۔ وہ یہ وہ عدت کے ایام پورے کرنے تک کسی کے روہو نہیں جاسکتی تھی اور نہ ہی کسی کو اس سمان خانے میں جانے کی اجازت تھی۔

مختار شاہ نے ہوش میں رہنے کے لیے ٹھوس ہی پی پھر اس سمان خانے کے احاطے میں آگیا۔ اس کے راز دار ملازم نے کنیز کو باہر بلا دیا۔ مختار شاہ نے اس کنیز کو بونے نوٹوں کی ایک گلدی دے کر کہا ”اس سمان خانے کے باہر ہر گز رات کو نہ آنا۔“ صبح تک کے لیے اندھی ٹھوس ہو گئی اور سہری میں جاؤ۔ نہ کچھ دیکھو گی نہ سنو گی اور نہ بولو گی۔“

کنیز راضی ہو گئی۔ راز دار ملازم چلا گیا۔ مختار شاہ سمان خانے کے اندر آگیا۔ زینا عشا کی نماز پڑھنے کے بعد کھانا کھانے جا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر ٹھنک گئی۔ ایسا لگا جیسے اپنا شوہر ہی زندگی پا کر آگیا ہو۔

سکندر ثانی اور مختار شاہ ہم شکل تھے۔ یہ بات وہ چند لمحوں کے لیے بھول گئی تھی پھر یاد آتی ہی آجکل سے پردہ کیا۔ اس سے منہ پھیر کر پوچھا ”آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ کیا آپ ہیرا بنیں ہیر ہو کر

دینی احکامات کو بھول رہے ہیں؟“

”میں دینی احکامات پر عمل کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ راز کی بات بتانے آیا ہوں کہ تمہیہ نہیں ہو۔ تمہارا مجازی خدا زندہ ہے۔“

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“

”تمہیں کچھ رہا ہوں۔ میں ہی تمہارا مجازی خدا ہوں۔“

”بس۔ آگے نہ کہیں۔ شراب کی بوتل آ رہی ہے۔ آپ حرام چیز پی کر تھیں میں میرے مجازی خدا بنے آئے ہیں۔“

”بھڑا میں نٹے میں نہیں ہوں۔ ٹھوس ہی ضروری ہے مگر ہوش میں ہوں۔ خدا کو حاضر و غائبان کچھ کہہ رہا ہوں کہ تم میری شریک حیات ہو۔ تم میری بات توجہ سے سنو گی تو تمہیں یقین آجائے گا۔“

”آپ ابھی جا نہیں اور دن کے وقت تمام خاندان والوں کو پہلے یقین دلائیں۔“

”میں دشمنوں کے خوف سے مختار شاہ بنا ہوا ہوں۔ اگر یہ کموں گا کہ تمہارا شوہر سکندر ثانی ہو تو یہ بات دشمنوں تک پہنچنے کی پھر دیکھو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”آپ باتیں نہ بنائیں۔ میرے مرحوم شوہر کے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھا کر مجھے گناہگار بنانے آئے ہیں۔ میں شوہر چھاؤں گی تو آپ کی بیوی اور پراسانی خاک میں مل جائے گی۔“

”آپ! میں جانتا تھا، تم کسی میری بات کا یقین نہیں کر سکتی لیکن میں کیا کروں زینو! میں تمہارا دیوانہ ہوں۔ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے قریب آکر اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کے لبوں پر ایسی مرگانی کہ وہ منہ سے آواز نہ نکال سکی۔ اس کی گرفت سے رہائی پانے کے لیے جدوجہد کرنے لگی۔ وہ ان شکاریوں میں سے تھا جو شکار کو گرفت میں لینے کے بعد نکلے نہیں دیتے۔ وہ جدوجہد کرتے کرتے بے حال ہو گئی۔ ٹھک گئی۔ ہانپنے لگی۔ آنکھیں بند کیں تو ایسا لگا جیسے اپنے خاندان کی گرفت میں ہو۔

اس کے جسم سے وہی جالی پچائی منک آ رہی تھی۔ اس کا انداز بھی جانا پہچانا تھا۔ اس ہارنے کے دوران میں اس نے دل ہی دل میں تسلیم کیا کہ وہ انہی نہیں ہے۔ اپنا ہے، بالکل اپنا۔

انہی دیر میں مختار شاہ کا نشانہ اتر گیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ خیال خوانی کر سکتا ہے پھر وہ زینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ میں بولا ”میں کیسی نادان ہوں۔ اپنے مرنے کی قربت سے اسے پہچان رہی ہوں پھر مجھے انکار کر رہی ہوں۔ مجھے ان کی باتیں توجہ سے سننی چاہئیں۔“

وہ بولی ”پلیز آپ یقین دلائیں کہ آپ ہی میرے مجازی خدا ہیں۔“

چھپ کر رہتا چاہیے ورنہ غمی اور علی کو آپ کی حقیقت معلوم ہوگی تو وہ آپ کو ضرور ہلاک کرنا چاہیں گے۔
مجھے ان کا خوف نہیں ہے۔ مجھے تو یہ خوشی ہے کہ تم نے مجھے اپنا مجازی خدا تسلیم کر لیا ہے۔

”آپ یہ حقیقت خاندان والوں کو نہیں بتائیں گے تو ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکیں گے کیا ساری زندگی چھپ چھپ کر رہیں گے؟“

”ہمیں چھپنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم دنیا والوں کو دکھانے کے لیے عدت کی مدت پوری کرو۔ اس کے بعد میں خاندان کے بزرگوں کے سامنے تم سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کروں گا۔ مجھے یقین ہے بزرگ حضرات ہماری شادی پر اعتراض نہیں کریں گے۔“

”ہماری شادی ہو چکی ہے۔ ہم بھر شادی کریں گے؟“
”دنیا والوں کے سامنے دوبارہ میاں بیوی بننے کے لیے ایسا کرنا ہی ہوگا۔“

مکار شاہ نے وہ رات سمان خانے میں گزاری پھر صبح سے پہلے چلی ہوئی میں آگیا۔ زبا بہت خوش تھی۔ اس کا اجڑا ہوا سناگ سلامت تھا۔ اس سے بڑی خوشی کی بات کیا ہو سکتی تھی۔ عورت پر سناگن کا رنگ چڑھ جائے تو وہ رنگ چھپائے نہیں چھپتا۔ خاندان کی عورتوں کو پتا چلا کہ زبا سمان خانے کی.... چادر ڈھاری میں رنگیں لباس اور چڑیاں پہنتی ہے پھر سناگ اس نے شاپنگ کے لیے لاہور جانے کی ضد کی ہے اور عدت پوری کرنے سے بھی صاف انکار کر دیا۔

کوئی اہم مسئلہ نہ ہوا تو پھر مکار شاہ سے اس کا حل پوچھا جاتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا ”زبا تعلیم یافتہ شریف زادی ہے۔ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔ ہمارے دین میں بیوہ کو شادی کرنے کی اجازت ہے۔ جب وہ عدت پوری کر لے گی تو میں اس سے نکاح چڑھاؤں گا۔ کیا آپ حضرات میں سے کسی کو اعتراض ہے؟“

بزرگوں نے اعتراض نہیں کیا بلکہ خوشی کا اظہار کیا کہ زبا پہلے بھی اس چولی کی بوسہ سمجھتی تھی۔ آئندہ بھی بوسہ کر رہے گی۔ مکار شاہ نے کہا۔ ”میں زبا کا ہونے والا خاندان ہوں۔ مجھے اس کے شہر جانے اور شاپنگ کرنے پر اعتراض نہیں ہے۔“

اس پرانی کماؤت کی تصدیق ہوئی کہ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شریک طرف جاتا ہے۔ مکار شاہ خود تو لاہور نہیں گیا لیکن اس نے زبا کے جانے کے لیے راہ ہموار کر دی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے شہر جانے سے بھی بھید کھل سکتا ہے۔

وہ لہرنی راکٹ کے ایک جنرل اسٹور میں شاپنگ کر رہی تھی۔ ایسے وقت غمی نے اسے دیکھ لیا۔ حیران ہو کر علی سے بولی ”وہ دیکھو وہ تو زبا ہے۔“

اس نے پوچھا ”کون زبا؟“
”وہی ہمارے جسمی دشمن مکار شاہ کی بیوہ۔“
علی نے کہا ”ہاں۔ بہت خوش نظر آ رہی ہے۔“

”تم میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ تمہیں دکھانے کا مطلب ہے کہ اس کے رنگیں لباس کو دیکھو اور وہ اپنے لیے پرفیوم ہینڈ کریم ہے۔“
”تو کیا ہوا؟ وہ بھی ایک عورت ہے۔ اس کا دل رنگ اور خوشبو چاہتا ہوگا۔“

”یہ بیوہ ہے اور عدت کے ایام پورے نہیں ہوئے ہیں۔ اب کچھ سمجھ رہے ہو؟“
”چھپا ہے بات ہے۔ میں اس پہلو کو بھول گیا تھا۔ اسے تو....“

چادر ڈھاری سے باہر نہیں نکلتا چاہیے تھا۔ اسے سو گوار ہونا چاہیے تھا۔ لیکن یہ بہت خوش نظر آ رہی ہے۔ تم نے چولی میں اسے قریب سے دیکھا تھا اور کہا تھا ”یہ بہت ہی شریف اور شوہر پرست ہے لیکن اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ سوا شوہر کر چکی ہو۔“

غمی اور علی انجانے دشمنوں سے چھپنے کے لیے اپنے چہرے بدل چکے تھے۔ زبا انہیں پہچان نہیں سکتی تھی۔ غمی اس کے قریب جا کر اپنے لیے بھی پرفیوم ہینڈ کریم لگی۔ اس دوران میں زبا کی آواز اور لہجے کو سنی رہی پھر علی کے پاس آگئی۔ وہ دونوں وہاں سے قریب ہی ایک رستوران میں آکر بیٹھ گئے۔ علی مشروب کا آرڈر دینے لگا۔ وہ زبا کے داغ میں پہنچ کر اس کے چہرے خیالات پڑھنے لگی پھر ایک بیوہ کی مسرتوں کا بھید کھلنے لگا۔

مشروب آگیا تھا۔ علی نے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ”بیوہ۔“
”میں تو خون کے گھونٹ پی رہی ہوں۔“

”ایسی کیا بات ہو گئی؟“
”میرے ابو کا قاتل مکار شاہ زندہ ہے۔“
علی نے حیرانی سے غمی کو دیکھا۔ وہ بولی ”زبا خوش نظر آ رہی تھی۔ رنگیں لباس پہنے ہوئے تھی اور خوشبو خرید رہی تھی۔ اس لیے کہ وہ بیوہ نہیں ہے۔ رات کو چھپ کر اپنے خاندان مکار شاہ سے ملتی ہے۔“

”لیکن مکار شاہ کو ہمارے سامنے گولی ماری گئی تھی۔ اس نے ہمارے سامنے دم توڑا تھا۔“

”وہ مکار شاہ کی شیطانی چال تھی۔ اس نے ہمیں دھوکا دینے کے لیے سکندر ثانی کو تو خیر عمل کے ذریعے مکار شاہ بنا دیا تھا۔ اسی کے ایک آواز کا راجوان نے اسے مکار شاہ کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے گولی ماری اور ہم دھوکا کھا گئے۔ ہمیں ذرا بھی شبہ نہیں ہوا۔“

”ہم نے یقین کر لیا کہ وہ قاتل مکار شاہ مارا گیا ہے۔“
علی نے کہا ”محمود۔ میں خود اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ تم سے اسے پوچھو۔“

وہ غصہ بھری بول پینے لگی۔ اسے مکار شاہ کی مکاری پر غصہ آ رہا تھا۔ صاحب کے ادارے میں اس نے جو کچھ سیکھا تھا اس کا اہم سبق یہ تھا کہ غصہ حرام ہے۔ جو غصے کو کچلنے میں کامیاب ہو جائے وہ لڑنے سے پہلے آدمی جنگ جیت لیتا ہے۔
زبا کے خیالات پڑھنے سے اتنی ہی معلوم ہوا، جتنا اسے مکار شاہ نے بتایا تھا۔ اس نے زبا کو قیتوں لا روڑ اور اندر گراؤنڈ مافیا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اس لیے غمی اور علی کو اس وقت کی مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

غمی نے کہا ”مکار شاہ بہت مکار ثابت ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے بت غصہ آ رہا تھا۔ اب نہیں آ رہا ہے۔ میں پُر سکون ہوں۔“

علی نے کہا ”بچیلی بار ہم پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ ہم حیران رہے تھے کہ ہمارے نئے دشمن کہاں سے پیدا ہو گئے ہیں؟ اب علم ہوا کہ دشمن یا نہیں، پرانا ہے۔ ویسے اس کی چال بازی کی اور پی چاہیے۔.... خوب چال چلی ہے۔“

”میں ابھی چال چلانا چاہتی ہوں۔ تم کیا کہتے ہو؟“
”میں نے زبا کے خیالات پڑھے ہیں وہ رات کو چھپ کر بیوی کے پاس آتا ہے اور شراب پیتا ہے۔ تم ذرا صبر کرو۔ اسے شراب پیو۔ ہمیں اس کے داغ میں جک لے گی۔ ہو سکتا ہے اس کے ذہن خیالات کے ذریعے مزید معلومات حاصل ہوں۔“

غمی نے کہا ”نیک ہے مکار شاہ آج ایک دن جی لے لیکن ان رات کی صبح نہیں کر سکے گا۔“

اسی دن دونوں لا روڑ کو مکار شاہ کا خیال آیا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا ”کیا تم مکار شاہ کے داغ میں جاتے ہو؟“
لا روڑ نے کہا ”نہیں پتا ہے، میں کتنا مصروف رہا ہوں۔ کیا آپ کے پاس گتے تھے؟“

”مصروف تو میں بھی رہا ہوں اور اب بھی ہوں۔ اس کا مطلب ہے ہم دونوں اس کی طرف سے غافل رہے ہیں۔“
”مکار شاہ بعض اوقات بڑی حماقتیں کرتا ہے۔ ہمیں اسے غرور انداز میں کرنا چاہیے تھا۔“

”دراصل مجھے یہ اطمینان ہے کہ وہ لا روڑ قہری کے خوشی عمل کے زبیر اثر ہے۔ تو خیر عمل کی مدت ابھی ختم نہیں ہوئی ہوگی۔“
”یقیناً میرے شعور میں بھی یہی اطمینان ہے کہ وہ خوشی عمل کے زبیر اثر ہے اور کوئی نقصان پہنچانے والی حماقت نہیں کرے گا۔“

”پھر بھی ہمیں اس کی خبریت معلوم کرنا چاہیے۔“
”تم اس کی خیریت معلوم کرو۔ ہمارا مال کواد کے راستے نڈل لیتا جا رہا ہے۔ میں خیال خواتی کے ذریعے اس کی عمرانی نہیں نکال گا تو کوڈوں ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔“
”اور میرا ڈیپچ کیا ہوا مال افغانستان کے راستے جا رہا ہے۔“

مجھے بھی خیال خواتی کے ذریعے اس مال کو لے جانے والوں کی عمرانی کرنی ہوگی۔“

”پارنزا دس باہر گھنٹے کی بات ہے۔ مال کو صحیح جگہ پہنچاتے ہی ہمیں فرمت لے کی پھر مکار شاہ کے پاس جائیں گے۔“
”ہاں۔ کوئی ایسی توثیق کی بات نہیں ہے۔ مکار شاہ کوئی بچہ نہیں ہے۔ وہ اپنے تحفظ اور سلامتی کی خاطر حماقت سے گریز کرے گا۔“

مکار شاہ اور دونوں لا روڑ کے مقدر میں خرابی غمی اسی لیے وہ اپنے معاملات میں بری طرح مصروف ہو کر مکار شاہ کے معاملے کو ٹال رہے تھے۔

غمی اور علی رات کو بوجے زبا کے داغ میں پہنچے مکار شاہ معمول کے مطابق راز داری سے سمان خانے میں پہنچا ہوا تھا۔ شراب اور شراب کے ساتھ مرغز کھانوں کا دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ وہ زبا سے کہہ رہا تھا ”اگر بیوی سمجھ دار ہو تو شوہر کی دوسری عورت کو ساقی نہیں بناتا۔ کسی دوسری عورت کے ساتھ عیاشی نہیں کرتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ گزارا کرتا ہے۔“

زبا کو شراب پسند نہیں تھی لیکن وہ شوہر کو خوش رکھنے کی خاطر اسے اپنے ہاتھوں سے جام بنا کر دیتی تھی۔ اس نے پہلا جام بنا کر دیا۔ وہ زبا کو آغوش میں لے کر پیتے ہوئے بولا ”محبوبہ بیوی بن جائے تو پھر اس میں پہلے جیسی کشش نہیں رہتی لیکن تمہارے حسن و جمال کی کیا بات ہے۔ تم پہلی رات کی طرح آج بھی ویسی ہی پُر کشش ہو۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”آپ بیشہ میرے ہی حسن کے قصیدے پڑھتے رہتے ہیں۔ دراصل آپ اچھے ہیں اس لیے میں اچھی لگتی ہوں۔“

اس نے دوسرا جام بنا کر دیا۔ وہ ایک ایک گھونٹ لیتے ہوئے بولا ”ہمیں ملک سے باہر تفریح کے لیے جانا چاہیے۔ ہم برس اور لندن میں اپنے دن رات گزاریں گے۔ کیا میرے ساتھ چلو گی؟“
”ملک سے باہر جانا بہتر ہوگا۔ جب عدت کے ایام پورے ہو جائیں گے تو ہم واپس آکر میاں نکاح چڑھا لیں گے۔ اس وقت تک ہمیں ملک سے باہر ساتھ رہنے کی آزادی ملتی رہے گی۔“

اس نے دوسرا جام خالی کرتے ہوئے کہا ”ہمارے تعلقات بھی عجیب ہیں۔ ہم دنیا سے چھپ کر مل رہے ہیں جیسے کراہ رہے ہوں۔ ہم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ہم میاں بیوی ہیں۔“

تیسرے پیگ کے ساتھ کچھ نشہ ہونے لگا۔ غمی اور علی نے اندازہ لگایا کہ اب اس کا داغ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتے گا۔ انہوں نے اس تیسرے پیگ کے ختم ہونے کا انتظار کیا پھر اس کے داغ میں پہنچ گئے۔ وہ اپنے اندر انہیں محسوس نہ کر سکا۔ اسے خبر نہ ہوئی کہ ان لحات میں اس کے چہرے خیالات پڑھے جا رہے ہیں۔

نمی اور علی کو پہلی بار پاکستان میں انڈر گراؤنڈ مافیا کا علم ہوا۔ پتا چلا کہ اس کے تین سرخیز ہیں، جو لارڈون لارڈون اور لارڈو تھری کھلاتے ہیں اور مختار شاہ ان کا ایک بہت اہم آلا کاربن کر رہتا ہے۔

ان لارڈوز کا ہیڈ آفس اسلام آباد میں تھا۔ ان کی رہائش گاہیں بھی وہیں تھیں۔ صوبہ سرحد کے ایک ہماڑی علاقے میں ان کے زیر زمین کی گودام تھے۔ آزاد علاقوں کی فیکٹریوں سے بیرونی تیار ہو کر آتی تھی پھر ان گوداموں میں انہیں چھپا کر رکھا جاتا تھا۔

وہ دونوں انڈر گراؤنڈ مافیا کے سلسلے میں تفصیلی معلومات حاصل کرتے رہے پھر علی نے کہا ”تم مختار شاہ کو آج ہی رات جہنم میں پھانسی دینا چاہتی ہو۔ میرا مشورہ ہے اسے ذرا ڈھیل دے دو۔ اگر اسے ہلاک کیا جائے گا تو وہ لارڈوز سمجھ لیں گے کہ ہم نے اس کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے چور خیالات کے ذریعے ان لارڈوز کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔“

”نمی نے قائل ہو کر کہا ”ہاں۔ وہ لارڈوز محتال ہو جائیں گے پھر ہماری گرفت میں نہیں آئیں گے۔“

مختار شاہ کے خاص آدمی الیکشن میں کامیاب ہو کر صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں جاتے تھے۔ ان کے علاوہ تمام صوبوں کے ایسے منتخب لوگ اسمبلیوں میں پہنچتے تھے، جن کا تعلق مختار شاہ کی طرح ڈرگ مافیا سے ہو جاتا تھا۔

”دوسرے ممالک کی طرح پاکستان سے منشیات کی لغت اس لیے ختم نہیں ہوئی کہ ڈرگ مافیا کے بوے سرکردہ افراد اسمبلیوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں اور انسداد منشیات کی کم کم کا نام بناتے رہتے ہیں۔ پولیس والے صرف اسی حد تک منشیات فروغوں اور اسمگلروں کے خلاف ایکشن لیتے ہیں، جس حد تک انہیں اوپر سے اختیارات دیے جاتے ہیں۔“

علی نے کہا ”ہم اوپر والوں کو اس انڈر گراؤنڈ مافیا کے خلاف رپورٹ دیں گے تو وہی ہلکی پھلکی سی کارروائی ہوگی۔ دکھاوے کے طور پر چند چھوٹے مجرموں کو بیرونی اور اسلئے کے ساتھ گرفتار کیا جائے گا۔“

”نمی نے کہا ”بے شک پچھلیاں پکڑی جاتی ہیں مگر کچھ زندہ رہتے ہیں۔ اوپر سے صفائی ہوتی ہے، انڈر گراؤنڈ مافیا کی کند بیش بانی ہو جاتی ہے۔“

”ہم اس معاملے میں خود قانون ساز اور خود انصاف پرور بنیں گے۔ ہم نے ان لارڈوز کے اہم ٹیلی فون نمبرز اور پتے نوٹ کئے ہیں۔ ان کے ذریعے ان کی جڑوں تک پہنچیں گے۔ اب یہاں سے چلو۔“

وہ گلاس منہ سے لگائے ایک گھونٹ پی رہا تھا۔ نمی نے ٹھکا پیدا کیا۔ وہ کھانے لگا۔ کھانے کھاتے ہوئے علی نے لگا۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ علی نے ہنستے ہوئے کہا ”تم نے اسے تو مٹی سزا دے

دی۔“

”موت کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ شامت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ میں اس کی شامت لاتی رہوں گی۔“

وہ لارڈوز اسلام آباد میں انگریزی دواؤں کے سول ایجنٹ تھے۔ ایک پوری عمارت میں ان کی سول ایجنسی کے کئی شعبے قائم تھے۔ کوئی شعبہ نہیں کر سکتا تھا کہ ایسے کوڑی بی سول ایجنٹ زیر زمین ڈرگ مافیا کے کان ہوں گے۔

”نمی اور علی نے دو ایسے ٹیلی فون نمبرز آڑے، جن کا تعلق دواؤں کی سول ایجنسی سے تھا۔ کافی رات گزر چکی تھی۔ ایسے وقت دفاتر کے کھلے رہنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن دونوں نے اس لیے فون کیا کہ انڈر گراؤنڈ سرگرمیاں رکھنے والے راتوں کو راز داری سے مصروف رہتے ہیں۔ علی کا تجربہ تھا جو کامیاب ثابت ہوا۔ کسی نے فون پر پوچھا ”ہیلو کون؟“

علی نے آواز بنا کر کہا ”میں عبداللہ نایل والا ہوں۔“

”بھائی جی! آپ خفیہ سے پہنچ گئے ہیں۔“

راگن نمبر کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔ علی اس کے اندر پہنچ گیا۔ نمی نے دوسرے فون پر رابطہ کیا پھر دوسری آواز سن کر سیریز روک دیا۔ وہ دونوں اپنے اپنے حکار کے دماغ میں پہنچ کر وہاں کے حالات معلوم کرنے لگے۔ وہاں رات دس بجے سے دوسری شفٹ پہنچی تھی۔ اس شفٹ میں کام کرنے والے تمام لارڈوز ڈرگ اسمگلنگ کے راز سے واقف تھے۔ سیکرٹ کوڈز اور ڈرگ کے ذریعے فون اور لکھل و غیر سے بیرونی ممالک کے آنڈر وول کرتے تھے اور اس سلسلے سے تعلق رکھنے والی پارٹیز سے ڈینک کرتے تھے۔

پتا چلا ”سرحدی علاقے کے گوداموں میں کئی ارب روپے کی بیرونی ذخیرہ کی گئی ہے۔ سول ایجنسی کے دفاتر سے ان گوداموں کا رابطہ رہتا تھا۔ نمی اور علی نے اس دفتر کے دو افراد کے دماغوں پر قبضہ بنایا۔ ان کے ذریعے مختلف گوداموں سے رابطہ کرایا۔ تمام گوداموں کے انچارج افسران کی آوازیں سن کر ان کے اندر پہنچے۔ وہاں اسلئے اور بارود کا بھی ذخیرہ تھا۔ وہ انچارج اپنے اپنے گودام کے اندر جا کر بڑی راز داری سے قائم ہم جگہ جگہ نصب کرنے لگے۔ اپنے ماتحتوں کو خبر نہیں ہونے دی۔ خود انہیں خبر نہیں تھی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔“

جب وہ اپنا کام کر کے گودام سے دور چلے آئے تو نمی اور علی نے ان کے دماغوں کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ سب اپنی غائب دماغی پر حیران ہوئے لگے۔ ایسے ہی وقت گوداموں میں بم کے دھماکے شروع ہو گئے۔

وہ گودام چھوٹی چھوٹی ہماڑیوں کے قاعوں میں بنائے گئے تھے۔ اتنے زیادہ بم نصب کئے گئے تھے کہ ہماڑیوں کے چھراور چٹائیں ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں دور تک اڑ کر جا رہی تھیں۔ وہ تمام انچارج گوداموں سے دور آنے کے باوجود زندہ نہ بچ سکے۔ دھنن

ماتحت بھی مارے گئے۔

یہ خبر سول ایجنسی کے دفاتر میں پہنچی۔ دفتر سے دونوں لارڈوز تک یہ خبر پہنچائی گئی۔ وہ بہتر سے بڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ نمی اور علی خیال خالی کے ذریعے ان ماتحتوں کے دماغوں میں تھے جو ان لارڈوز سے رابطہ کر رہے تھے۔ اسی طرح پہلی بار نمی اور علی کو معلوم ہوا کہ تیسرا لارڈوز بھی تھا جو نمی کی کوشش میں مارا گیا تھا۔ اب دو لارڈوز رہ گئے تھے۔

ان دونوں لارڈوز کی نیزہ اڑ گئی۔ وہ اتنا برا نقصان اٹھانے کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ان گوداموں کے تباہ ہونے سے قانون کرکسی میں لاکھوں ڈالر کا نقصان ہوا تھا لیکن پاکستانی کرکسی کے مطابق ایک ہی رات میں کئی ارب روپے ڈوب چکے تھے۔

دونوں لارڈوز بڑی دیر تک سکتے میں رہے پھر خیال خوانی کے ذریعے ان گوداموں کے انچارج تک پہنچا چلا۔ ان کی سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ یہ سمجھ میں آیا کہ وہ مرچے ہیں۔ ایک ماتحت انچارج کے دماغ سے معلوم ہوا کہ اچانک دھماکے ہوئے تھے پھر مسئلہ ہوتے رہے۔ تین گوداموں میں مجموعی طور پر تین دھماکے ہوئے تھے۔ وہاں کس طرح بم بلاست ہوئے، کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

ایک لارڈوز نے پریشان ہو کر کہا ”آپ ہی آپ ہم بلاست نہیں ہو سکتے۔ ہمارے گوداموں کو تباہ کرنے کے لیے زبردست پلاننگ کی گئی ہوگی۔“

لارڈوز نے پوچھا ”کس نے پلاننگ کی ہوگی؟ ہمارے جو دشمن ہیں وہ بہت حقیر ہیں۔ ان میں اتنا حوصلہ نہیں کہ ہمارے گوداموں کے سامنے سے بھی گزر سکیں پھر ہمیں اتنا زبردست نقصان پہنچانے کی جرأت کس نے کی ہے؟“

لارڈوز نے چونک کر کہا ”کیا نمی اور علی کو ہمارا سراغ مل گیا ہے؟“

اس بات پر لارڈوز بھی چونک گیا پھر ان دونوں نے بیک وقت خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اور مختار شاہ کے دماغ میں پہنچ گئے۔ وہ نشے میں مدھوش ہو کر گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ دونوں نے اس کے خیالات پڑھے۔ مختار شاہ نہیں جانتا تھا کہ نمی اور علی اس کے دماغ میں آکر تہیٰ معلومات حاصل کر کے جا چکے ہیں۔ مختار شاہ کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ زہیا سے چوری چھپے لٹے لگا ہے اور خاندان کے بزرگوں سے کہہ چکا ہے کہ وہ عدت کے ایام گزارنے کی تو اس سے نکاح چھوڑے گا۔

دونوں لارڈوز کو یہ بھی معلوم ہوا کہ لارڈو تھری کی پچھلا تو بھی عمل زائل ہو چکا ہے اسی لیے وہ شراب پیئے اور زہیا سے لٹے لگا ہے۔ وہ دونوں اس کے خیالات کو طرح طرح سے کرید رہے تھے۔ کسی طرح معلوم کرنا چاہتے تھے کہ نمی اور علی اس کے دماغ میں

کبھی آئے تھے یا نہیں؟ بار بار کو شیشیں کرنے کے بعد بھی یہی معلوم ہوتا رہا کہ وہ ابھی تک نمی اور علی چھپے دشمنوں سے محفوظ ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا ہے۔

دونوں لارڈوز کو کسی حد تک اطمینان ہوا۔ انہوں نے ”ہا“ نمی اور علی اپنے دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئے ہیں۔ انہوں نے مختار شاہ کو عارضی طور پر بھلا دیا ہے۔

دونوں لارڈوز نے خود کو تسلیاں دیں پھر اس کے اور زہیا کے دماغوں پر توخی عمل کرنے لگے۔ وہ مطمئن ہونا چاہتے تھے کہ نمی اور علی آئندہ کبھی مختار شاہ کے چور خیالات پڑھ کر انڈر گراؤنڈ مافیا اور دونوں لارڈوز کے متعلق کچھ نہ معلوم کر سکیں۔

ویسے نمی اور علی نے انہیں اتنا برا صدمہ پہنچایا تھا کہ وہ آئندہ کئی برس تک اسے وسیع پیمانے پر بایا جیسی تنظیم قائم کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ انہیں یہ اندیشہ بھی تھا کہ جو ایک رات میں انہیں اربوں روپے کا نقصان پہنچا سکتے ہیں، وہ ان کی زندگیاں بھی کسی وقت چھین سکتے ہیں۔

○☆☆○

حکومت ایران کی طرف سے سونیا کو مدعو کیا جا رہا تھا کہ وہ باقاعدہ مہمان خانے میں آنکر رہائش اختیار کرے۔ وہاں کے کتنے ہی اکابرین اسے ظہرانہ اور عشاء دینا چاہتے تھے اور یہ ذمہ داری قبول کر رہے تھے کہ اس کے لیے سخت سے سخت حفاظتی انتظامات کئے جائیں گے۔

سونیا نے کہا ”آپ حضرات کی عزت افزائی کا شکریہ۔ میں کسی ظہرانہ یا عشاء میں میں ضرور آؤں گی لیکن مستقل آپ کی مہمان بننے کا شرف حاصل نہیں کر سکیں گی۔ بے شک میرے لیے سخت حفاظتی انتظامات کئے جائیں گے لیکن میں ہمیشہ سے خود حفاظتی کے اصولوں پر عمل کرتی ہوں۔ میں آپ جیسے مخلص دوستوں میں ہوں لیکن دشمنوں کے حصار میں بھی ہوں۔ آپ مجھے میرے طریقہ کار کے مطابق اس ملک میں رہنے دیں۔“

”بے شک آپ اپنے طریقہ کار کے مطابق رہائش اختیار کریں لیکن ہماری ایک خصوصی دعوت قبول کریں۔ گرتول افتخار زہبہ شرف۔“

”میں نے قبول کیا لیکن ایک شرط ہے۔ کم از کم چوبیس گھنٹے تک اس بات کا چرچا کیا جائے کہ میں فلاں دن اور فلاں وقت ایک خصوصی دعوت قبول کر چکی ہوں اور فلاں جگہ اس تقریب میں شریک ہونے آؤں گی اور یہ کہ میرے لیے سخت حفاظتی انتظامات کئے جا رہے ہیں۔“

”کیا آپ چاہتی ہیں کہ دشمنوں کو خبر ہو اور وہ آپ پر حملے کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں؟“

”میں یہی چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے بھی آپ کی خصوصی دعوت

کا چرچا کیا جائے گا۔ بخدا آپ خطرات سے کھیلنے والی خاتون ہیں۔ ہم آپ کو دعوت دے رہے ہیں، آپ جان کے دشمنوں کو دعوتیں دے رہی ہیں۔“

سونیا نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے ایک چھوٹے سے مکان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ جنہیں ماں باپ بنا کر ساتھ لائی تھی، وہ اس کی طرح فاری جانتے تھے۔ اس نے ایسی طرز رہائش اختیار کی تھی کہ سب اسے ایرانی سمجھنے لگے تھے۔ اس کے ٹیلی بیٹھی جاننے والے ماتحت بھی اسی علاقے میں تھے۔

جب سے سونیا نے ایران میں امریکی ایجنٹوں کو ڈنغا بنایا تھا اور تھران میں ان کے ہارموز کے انجکشن وغیرہ تباہ کئے تھے تب سے امریکی حکام قسمیں کھا رہے تھے کہ سونیا کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

امریکی ٹیلی بیٹھی جاننے والے جان کولن نے اپنے اکابرین سے کہا ”میں سونیا کو تھران میں سکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ وہ وہاں روپوش نہیں رہ سکے گی۔ ہمارے نئے ایجنٹ ایسی تحریکی کارروائیاں کریں گے کہ وہ جوابی کارروائی کے لیے سامنے آنے پر مجبور ہوتی رہے گی۔“

ایک حاکم نے کہا ”یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب وہ مقابلے کے دوران میں مددروہ ہوتی ہے تو اسے فوراً گولی کیوں نہیں ماری جاسکتی؟“

”جب وہ مقابلے کے وقت سامنے ہوتی ہے تو اکثر مقابلہ کرنے والوں پر بدحواسی طاری رہتی ہے۔ ٹھنڈے پینے آجاتے ہیں۔ اسے مارنے سے پہلے اپنی سلامتی کی فکر لاحق رہتی ہے۔“ ایک فوجی افسر نے کہا ”دراصل پہلے یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ مقابلے پر واقعی سونیا ہے یا اس کی ڈی ہے۔ ماضی میں کئی بار افراد کو قتل کیا گیا۔ بعد میں پتا چلا کہ اس کی ڈی کو ہلاک کیا گیا ہے پھر زندہ رہ جانے والے فرد نے قاتلوں سے بہت برا انتقام لیا تھا۔ سونیا بھی یہی کچھ کرتی ہے۔“

ایک اور فوجی افسر نے کہا ”کل رات ایران کے اعلیٰ حکام نے اسے عشاءِ یہ دیا ہے۔ سونیا کی آمد پر جشن منایا جا رہا ہے۔ ایک بہت بڑی تقریب میں وہ اپنے میزبانوں کے درمیان رہے گی اور اس بات کا خوب چرچا کیا جا رہا ہے۔“

ایک حاکم نے کہا ”دراصل ہمیں احسن سمجھا جا رہا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ایسے وقت امریکی ایجنٹ ضرور سونیا پر قاتلانہ حملہ کریں گے اسے ڈی نہیں سمجھیں گے کیونکہ وہ اعلیٰ حکام کی مسمان بن کر آئے گی۔“

جان کولن نے کہا ”یہ بات مجھے البھاری ہے۔ سونیا کو عکراؤں کی طرف سے جو عشاءِ یہ دیا جا رہا ہے اس کی اتنی پہچانی کیوں کی جارہی ہے؟ وہ بہت مکار ہے۔ حکومت ایران اس کی فرمائش پر اس دعوت کا چرچا کر رہی ہے۔“

”تمہیں البھمن کس بات کی ہے؟“

”کیا کہ وہ دعوت میں خود آئے گی یا اپنی ڈی کو بھیجے گی؟ اگر ہمارے ایجنٹ یہ سوچ کر حملہ نہ کریں کہ وہ ڈی ہے تو بعد میں افسوس ہوگا کہ وہ اصلی تھی اور ایک شہری موقع ہاتھ سے نکل چکا ہے۔“

فوج کے ایک افسر نے کہا ”وہ اصلی ہو یا ڈی اس پر کامیاب حملہ ہونا چاہیے۔ اس تقریب میں منظم طریقے سے اسے گھر کر موت کے کھٹ اتار دینا چاہیے۔ بعد میں جو ہوگا دکھا جائے گا۔“

جان کولن نے کہا ”بعد میں کیوں سوچا اور دکھا جائے ابھی سمجھ لیا جائے۔ اگر ہم نے ڈی کو قتل کیا تو اصلی ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔ ہم ایران میں اس کے خلاف جو کریں گے وہی وہ امریکا میں ہمارے خلاف کرے گی۔“

ایک فوجی افسر نے طعنہ دیا ”پھر تو ہمیں خوف زدہ رہنا چاہیے۔ ہم ڈی کو ہلاک کریں یا اصلی کو، دونوں صورتوں میں ہمارے خلاف انتقامی کارروائی ضرور ہوگی۔ وہ ہماری داوی اداں ہے۔ ہماری پٹائی کرے گی۔ ہمیں ایران جاکر شرارت نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں گھر میں بیٹھ کر اسکول کا سبق یاد کرنا چاہیے۔“

جان کولن نے کہا ”آپ میرے سینئر ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے طعنہ دیں۔“

”بچوں کی طرح ڈرنے والے کو طعنہ ہی ملتا ہے۔“

”میں بچوں کی طرح ڈرتا نہیں ہوں اور آپ کی طرح ڈیجیں نہیں مارتا ہوں۔ سونیا جب منگی ماسٹر کو ہمارے سروں پر مسلط کر رہی تھی تب آپ نے اس کا کیا بگاڑ لیا تھا۔ سربراہ کانفرنس میں امریکی سربراہ کو ڈنغا بنایا گیا تب آپ نے اپنی قوم کو کیا شرمندگی سے بچایا۔ تھران میں ہمارے ایجنٹوں کی جس تبدیلی کی گئی، کیا ایسے وقت آپ اپنے گھر میں اسکول کا سبق یاد کر رہے تھے؟“

کئی اکابرین جان کولن کو سمجھانے لگے کہ وہ فٹے میں بات نہ کرے۔ جان کولن نے کہا ”میں محتاط رہ کر آپ حضرات کے مشوروں کے مطابق سونیا کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھانا چاہتا ہوں اور یہ تالافق سینئر کہہ رہا ہے کہ میں ذرا پوک ہوں۔“

وہ سینئر افسر غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور کھٹے لگے ”یہ مجھ سے جو نیئر ہے اور مجھے تالافق کہہ رہا ہے۔ ایک سینئر تو ہیں کہہ رہے ہیں اور آپ تمام سینئر میری توہین برداشت کر رہے ہیں۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”آپ نے مسٹر کولن کو سوچے سمجھے بیٹھ طعنہ دیے۔ سینئر کا فرض ہے کہ وہ اپنے جو نیئر سے سوچے سمجھے کر گفتگو کرے۔ پلیز آپ لوگ آپس کے اختلافات ختم کریں اور کام کی باتیں کریں۔“

وہ کام کی باتیں کرنے لگے۔ سونیا ان کے گلے میں ہڈی کی طرح

پہنچی ہوئی تھی۔ نہ اسے اگل سکتے تھے اور نہ نکل سکتے تھے۔ اس ہڈی نے انہیں الجھا دیا تھا۔

ستران میں ایک مشہور بازار ہے۔ ضرورت کی ہر چیز وہاں سے خریدی جاتی ہے۔ بازار بہت بڑا ہے۔ شاید اسی لیے اسے بازار بزرگ کہا جاتا ہے۔ وہاں سے چندا بھی جو ان فائرنگ کرتے ہوئے گزرنے لگے۔ ان جوانوں نے ڈھانے باندھے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ ناقابل شناخت تھے۔ سونیا کے تین ٹیلی جیتی جانے والے وہاں کچھ خریداری کر رہے تھے۔ فائرنگ کے باعث جھگڑا شروع ہوئی تھی۔ مرد، عورتیں اور بچے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ سونیا کے تینوں جانباڑا تین مختلف دکانوں میں تھے۔ انہوں نے رپوالور نکال لئے۔ ان دہشت گردوں کا نشانہ لیا، جو فائرنگ کرتے آ رہے تھے۔ ان کی گاڑی تیز رفتاری سے گزر رہی تھی۔ دو جانباڑوں نے دو دہشت گردوں کو گولی ماری۔ وہ زخمی ہو کر گاڑی سے باہر آکر گرے۔ تینوں جانباڑا دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے۔ ان سے پوچھا "بتاؤ کون ہو؟ طبی امداد چاہتے ہو تو فوراً بتاؤ۔"

وہ زخموں کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بتائے لگے کہ وہ ہیروز گار جوان ہیں۔ ایک شخص نے نوٹوں کی بڑی بڑی گڈیاں انہیں دی تھیں اور کہا تھا بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک فائرنگ کرتے ہوئے گزر جاؤ۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو آئندہ بھی دہشت گردی کے عوض ہماری معاوضہ دیا جائے گا۔ جس شخص نے بڑی رقیں دی تھیں اس کا پتا ان زخمی جوانوں کے دماغ سے معلوم ہوا۔ وہ ایک تاجر قاسم آندھی تھا۔ اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ ان دونوں زخمیوں کو پولیس والے لے گئے۔ وہ تینوں جانباڑا قاسم آندھی تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ انہوں نے فون کے ذریعے اس کے پرسنل سیکریٹری کی آواز سنی۔ اس کے دماغ میں پہنچے پھر اس کے ذریعے قاسم آندھی کو دیکھا۔ جب یقین ہوا کہ وہ یوگا کا ماہر نہیں ہے تو وہ اس کے چور خیالات پڑھنے لگے۔

قاسم آندھی ایک ایمان دار اور دیانت دار تاجر تھا۔ پانچوں وقت کا نمازی تھا۔ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتا تھا۔ کوئی ہیروز گار جوان اس کے پاس آتا تو وہ اسے کسی نہ کسی کام سے لگا دیتا تھا۔ اسے اپنے ملک اور قوم سے بہت محبت تھی۔ اس سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ دہشت گردوں کی پشت پناہی کرے گا۔ حقیقت یہ تھی کہ جان کوئل نے اس ایرانی تاجر قاسم آندھی پر تعویذی عمل کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب بھی جان کوئل اس کے دماغ میں آئے گا تو قاسم آندھی اپنی موجودہ ایماندارانہ شخصیت کو بھول جائے گا۔ جان کوئل جو حکم دے گا وہی وہ کرے گا۔

پچھلی بار جان کوئل نے اس کے دماغ میں آکر اسے حکم دیا تھا

کہ اس کے پاس چند ہیروز گار جوان آئیں گے، وہ انہیں حکم دے گا کہ وہ کسی بلک ٹینک میں فائرنگ کریں اور دہشت پھیلا دیں۔ اس کے عوض وہ انہیں بڑی بڑی رقیں دے گا۔

اس ایمان دار تاجر نے مجبور ہو کر ایسا کیا۔ جب جان کوئل اس کے دماغ سے چلا گیا تو اس بے چارے کو پتا ہی نہ چلا کہ اس نے غائب دماغ نہ کہ قانون کے خلاف کام کیا ہے۔

ان جانباڑوں نے سونیا کو تمام رپورٹ پیش کی۔ سونیا نے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا۔ بازار بزرگ، دہشت گردوں اور قاسم آندھی کے بارے میں انہیں تفصیلات بتائیں پھر کہا "پولیس افسران کو ہدایات دیں کہ قاسم آندھی کے خلاف کیس بننا ہو تو اس سے نرمی کا سلوک کیا جائے۔ اسے کچھ روز حوالات میں رکھا جائے۔ اسے دونوں میں قاسم آندھی کی بے گناہی ثابت کر دی جائے گی۔"

ایک حاکم نے کہا "یہ دشمنوں کی کم علفی ہے کہ انہوں نے قاسم آندھی جیسے محب وطن کو آلا کار بنایا ہے اور اس بے چارے کو تحریک کاری اور دہشت گردی کے سلسلے میں استعمال کیا ہے۔" "وہ امریکی، ایرانی عوام اور دنیا والوں کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قاسم آندھی جیسے ایمان والے اور محب وطن اب ایران کے نئے تقصص سے تیزار ہو گئے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ان کی اس چال کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ پارس امریکا پہنچنے والا ہے۔" جان کوئل کی یہ چال سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ ایران کی معزز ہستیوں کو آلا کار بنایا ہے۔ جو عجمان وطن ہیں، انہیں ان کی مرضی کے خلاف اور وطن کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ اب اس سے پہلے کہ وہ مزید تحریک کارروائیاں کرتا اور معزز حضرات کو آلا کار بنا تا اس کی روک تھام ضروری تھی۔

سونیا نے بابا صاحب کے ادارے سے کئی ٹیلی جیتی جاننے والوں کی خدمات حاصل کیں۔ انہیں ہدایات دیں کہ ایران کی جتنی معتبر اور معزز ہستیاں ہیں، ان کے دماغوں میں جا کر دشمن ٹیلی جیتی جاننے والوں کا سراغ لگاتے رہیں۔

اس طرح بات کچھ بننے لگی۔ جان کوئل اور اس کے ماتحت ٹیلی جیتی جاننے والے ایران کے جن افراد کو آلا کار بناتے تھے، سونیا کے جانباڑا ان کے اندر جا کر دشمنوں کے تعویذی عمل کا توڑ کر دیا کرتے تھے۔

ایسے وقت پارس دانشمن پہنچ گیا۔ ایک امریکی فوجی کے دماغ میں پہنچ کر بولا "جان کوئل کو خوش خبری سناؤ کہ پارس دانشمن میں ہے اور اس سے دو باتیں کرنا چاہتا ہے۔"

اس فوجی نے مختلف ذرائع سے جان کوئل کو خبر دی۔ وہ اس فوجی کے اندر آکر بولا "ہیلو مشیر! میں جان کوئل ہوں۔ کیا واقعی دانشمن میں ہو؟"

"ہاں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے نہیں، بلکہ جسمانی طور پر

میں ہوں۔"

"میں ان کے دل و جگر پہنچ سکتا ہوں۔"

"تمہارے ملک میں جو مکاری، دھوکے بازی اور خود غرضی ہے، وہ مجھے بے حد پسند ہے۔ میں کا محول اور میںاں کے اکابرین میرے مزاج کے مطابق ہیں۔ اتفاق سے میں بھی مکاری اور فریبی نکلا نا ہوں۔ یہ ملک مجھے راس آتا ہے۔"

"تم میںاں کب سے ہو؟"

"جب سے ایران کے معزز لوگوں کو آلا کار بنایا جا رہا ہے۔ میں بھی میںاں کے اکابرین کو اپنا آلا کار بنانا چاہتا ہوں۔ اس ملک کے دس اہم افراد میرے زیر اثر آچکے ہیں۔ یہ میں تمہاری اطلاع کے لیے کہ رہا ہوں تاکہ تم اور تمہارے ٹیلی جیتی جاننے والے ان دس اہم افراد کا سراغ لگا کر ان کے اندر جا کر میرے تعویذی عمل کا توڑ کریں۔ ایران میں ہمارے آدمیوں نے بھی یہی کیا ہے۔"

"اچھا تو تم وہاں کا انتقام میںاں سے رہے ہو؟"

"مجھے انتقام کماں لیا ہے؟ ابھی تو باتہ راکی ہے۔ تمہارے اور کئی اکابرین اور اسی طرح شہر کون کا پھرہ اپنی مرضی سے ہارموز کے انجنش لگاؤ میں گئے۔"

وہ گرج کر بولا "تمہاری موت تمہیں میںاں پہنچ لائی ہے۔"

"موت تمہاری طرح گرجی نہیں ہے، خاموشی سے آئی ہے۔"

انتظار کرو۔ وہ آ رہی ہے۔"

پارس نے رابطہ ختم کر دیا۔ جان کوئل نے پریشان ہو کر فوج کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا اور انہیں پارس کی آمد اور اس کے عزائم کے متعلق بتایا۔ تمام باتیں سن کر ایک اعلیٰ افسر نے کہا۔ "ہمیں سونیا کی طرف سے ایسی ہی جوانی کا ردوائی کی توقع تھی۔ پارس کے متعلق مشہور ہے کہ سونیا نے اپنی تمام نگاہاں اور چال بازیاں اسے گھول کر پلا دی ہیں۔ وہ یقیناً سونیا کی طرح میںاں چالیں چلے گا۔"

جان کوئل نے کہا "آپ حضرات مذاہیر مجھے کہ پارس سے کس طرح نمٹنا ہے۔ میں اپنے ٹیلی جیتی جاننے والوں کے ساتھ تمام اکابرین کے دماغوں میں جھانکنا چھوٹا گا۔ جن اکابرین پر پارس نے تعویذی عمل کیا ہوگا، ہمیں اس تعویذی عمل کا توڑ کرنا ہوگا۔"

"ایران کے وقت کے مطابق سونیا رات کو دعوت میں شریک ہونے جانے کی۔ اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟"

جان کوئل نے کہا "تاج امریکا کی تمام راسیاں اتحاد کا جشن منا رہی ہیں۔ دانشمن میں تمام ریاستوں کے سربراہ آئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ٹیلی جیتی جاننے والوں کو ان سربراہوں کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔ مجھے بھی ان سب کو گائیڈ کرنے اور اپنے اعلیٰ حاکم کی حفاظت کرنے کے لیے میںاں پوری طرح سے مستعد رہنا ہوگا۔"

"اور وہاں ایران میں رات ہونے والی ہے۔ یعنی کہ تم سونیا کی طرف توجہ نہیں دے سکو گے۔"

"وہ عورت بہت مکاری ہے۔ اس نے ایرانی حکام کی دعوت ایسے وقت قبول کی ہے جب کہ ہم میںاں مصروف ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ ہم ہر سال یہ جشن منا رہے ہیں اور ایسے وقت تمام ریاستوں کے سربراہوں کی حفاظت کا مسئلہ ہمارے لیے دو سرہنا رہتا ہے۔"

"واقعی وہ بہت چالاک عورت ہے۔ آج تم اس پر حملہ نہیں کر سکو گے۔"

"میں سونیا کو اسی خوش فہمی میں جھٹا رکھوں گا۔ وہاں چند منٹ کے لیے جاؤں گا اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سونیا پر جان لیوا حملہ کرتے ہی میںاں واپس آ جاؤں گا۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ایسا کر سکو تو تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔"

جان کوئل کو پارس چرے سے نہیں پہچانتا تھا۔ کبھی ان کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود جان کوئل نے میک اپ کے ذریعے چوہدلیا لیا تھا۔ اسے اعلیٰ حاکم کی سیکورٹی کے لیے اس کے قریب ہی رہنا تھا اور پارس نے اعلیٰ حاکم کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ جس اجلاس میں تمام ریاستوں کے سربراہ ایک جا ہوں گے، وہاں جان کوئل اپنے اعلیٰ حاکم کے قریب ہی رہے گا۔

اس اعلیٰ حاکم کے آس پاس ڈیوٹی دینے والے تمام سیکورٹی افسران یوگا کے ماہر تھے لیکن پارس گزشتہ روز ایک سیکورٹی افسر کو ٹرپ کر کے اپنا معمول اور تابعدار بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جب اعلیٰ حاکم کا ٹرپس ہال میں داخل ہوا تو سب احتیاطاً کھڑے ہو گئے۔ اس حاکم کے آگے پیچھے، دائیں بائیں مسلح گارڈز تھے۔ پارس نے اپنے آلا کار افسر کے ذریعے جان کوئل کو پہچان لیا تھا کیونکہ وہ افسر اس وقت جان کوئل کا ماتحت بنا ہوا تھا اور اس کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔

پارس نے خیال خوانی کے ذریعے سونیا سے رابطہ کیا "ہیلو ماما! آپ دعوت میں جا رہی ہیں؟"

"ہاں بیٹے! ایک گھنٹے کے اندر اس تقریب میں میںاں اپنے میزبانوں کے درمیان پہنچ جاؤں گی۔"

دوسری طرف اعلیٰ حاکم کے پاس کھڑے ہوئے جان کوئل نے اپنے ایرانی آلا کار سے رابطہ کیا۔ پتا چلا، سونیا ابھی اس تقریب میں نہیں آئی ہے۔ اس نے آگے بڑھنے کے بعد پھر معلوم کیا۔ آلا کار نے بتایا کہ میزبان آہیں میں بائیں کر رہے ہیں، وہ چند منٹ میں وہاں پہنچنے والی ہے۔

جان کوئل پھر مادی طور پر اعلیٰ حاکم کے پاس حاضر ہو گیا۔ وہ اسی طرح آتے جاتے ہوئے سونیا سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اس تقریب میں اس کے کئی آلا کار گمن بن چکے ہوئے تھے۔ اس کا حکم ٹیلی جیتی سونیا کو گولیوں سے چھلکی کرنے والے تھے۔

ایسے وقت پارس نے خیال خوانی کے ذریعے جان کوئل کے دماغ پر دھک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ چونکہ کر خلا میں تھے

لگا۔ سوچنے لگا کہ ان کے دماغ میں اتنا چاہتا ہے۔
پارس نے آلا کارا افسر کے ذریعے اسے چمکتے ہوئے دکھا تو مزید تصدیق ہو گئی کہ وہی جان کولن ہے۔ اس نے ایک لڑ بھی ضائع نہیں کیا۔ اپنے آلا کارا افسر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ اس کے ہولسٹرے ریوالتور نکلا۔ گولی چلا دی۔ جان کولن بچ پارتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ اس کی ایک ران میں گولی پیوست ہو گئی تھی۔

دوسرے سیکورٹی افسران اور گاڈز نے اس آلا کارا افسر کو گرفتار کر لیا۔ جان کولن کو فوری طبی امداد پہنچانے کے لیے ایک اسٹریچر پر ڈال کر وہاں سے لے جایا گیا۔ اجلاس میں تھوڑی دیر کے لیے ہینل ہی پیدا ہوئی پھر دوبارہ اجلاس کی کارروائی شروع ہو گئی۔ پارس نے سونیا کے پاس آکر کہا ”مہما! جان کولن اب خیال خانی کے قاتل نہیں رہا ہے۔ یہاں اس کے آلا کارا اس کے اگلے حکم کا انتظار کرتے رہ جائیں گے۔ ہر حال آپ اپنی انجام دہ کریں۔“

وہ مسکرا کر بولی ”میں جانتی تھی تم جان کولن پر ہتھی کی طرح گرد گھسٹیک پڑائی سن!“
پارس نے جان کولن کے اندر آکر دیکھا۔ اسے آپریشن حیمیر میں لے جایا جا رہا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ پارس نے بچھا ”ہیلو جان کولن! تیرا ناسخ نہیں کر دے گا؟“
وہ پریشان ہو کر بولا ”تم؟ پارس تم میرے اندر پہنچ گئے؟ نہیں۔ یہاں سے جاؤ۔ چلے جاؤ۔“

”تم چاہتے تھے میری ماں آج رات کا کھانا نہ کھائے۔ اس دنیا سے اٹھ جائے کیا تم نے میری مہاکوایرے غریبے کی ماں سمجھ لیا تھا؟ اگر تم خیال خانی کر سکتے ہو تو دیکھو میری ممانعتی آزادی اور اطمینان سے کھانا کھا رہی ہیں۔“
وہ چیخ کر بولا ”مجھے کوئی مار دو۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے مار ڈالو۔“

”تم زندہ رہو گے۔ اپنے اکابرین اور اپنے ٹیلی جیٹی جاننے والے ماتحتوں کے لیے عبرت ناک سبق بن کر چوبیس گے۔“
پارس اس کے دماغ سے چلا آیا۔

○☆☆○

پورس کون تھا؟ اس کا مزاج اور مقاصد کیا تھے؟ یہ رفتہ رفتہ ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ ابھی تو وہ بڑے اچھے اور مثبت انداز میں کام کر رہا تھا اور ایسا انصاف پسند تھا کہ جن گولیوں اور کیپولوں سے دوسروں کو محروم کر رہا تھا ان سے خود محروم ہو رہا تھا۔
دویشی تاریک بھی یہ منظور نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے سوچا جب تمام مخالفین ان گولیوں سے محروم ہو جائیں گے تو وہ گولیاں صرف اس کے پاس رہیں گی پھر وہ ناپید ہو کر تمام مخالفین پر غالب آتی رہے گی۔

اس مقصد کے لیے اس نے پورس کو دوست بنا کر اسے دھوکا دیا۔ فریب دی تو اس کی گھٹلی میں پڑی ہوئی تھی۔ پورس نے سمجھایا تھا کہ وہ انصاف کا تقاضا پورا کریں گے۔ ان کے پاس بھی ایک گولی اور کیپول نہیں رہے گا لیکن اس نے پورس کو دھوکا دیا۔ اس کی لاعلمی میں۔ مہجری ہنری گولیوں اور کیپولوں کے چند پیکٹس چار کر پورس سے دور لے جا کر چھپا دی۔

دیوی کے لالچ کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ اس نے امریکا اور اسرائیل میں بھی یہی کیا۔ وہاں بھی گولیاں اور کیپول چار کردور دراز علاقوں میں لے جا کر چھپا دیے۔ اس نے یہ سب کچھ ہول کے ایک کمرے میں بیٹھ کر خیال خانی کے ذریعے کیا تھا لیکن اس کا یہ فریب چھپ نہ سکا۔ پورس کو اس کی چال بازی کا چا چل گیا۔ اس نے امریکا اور اسرائیل میں گولیوں اور کیپولوں کے تمام ذخیروں کو ضائع کرنے کے بعد دیوی کے چھپائے ہوئے تمام ذخیروں کو بھی ضائع کر دیا تھا۔

پورس کو ان چند پیکٹس کا سراغ نہیں ملا، جنہیں دیوی نے پورس سے دور ایک علاقے میں چھپایا تھا۔ اس نے سوچا اگر وہ دیوی کو فراڈ کا الزام دے گا تو وہ گولی نکل کر ناپید ہو جائے گی پھر اس کے ہاتھ نہیں آسکے گی لہذا اس وقت تک اس سے دوستی رکھی جائے جب تک وہ اس کی چھپائی ہوئی تمام گولیوں اور کیپولوں کو ناکارہ نہ بنا دے۔

اس نے دیوی سے خیال خانی کے ذریعے کہا تھا کہ وہ آدھی رات تک امریکا اور اسرائیل سے واپس آئے گا اور دیوی نے کہا تھا کہ وہ اسی ہول کے کمرے میں اس کا انتظار کرے گی۔

وہ انتظار کر رہی تھی۔ اس نے چند گولیاں اور کیپول اپنے لباس میں چھپا کر رکھے تھے۔ ایک گولی اپنی داڑھ میں دبا رکھی تھی تاکہ اچانک ضرورت کے وقت ناپید ہو سکے۔

بہتیں شرمیں دونوں کی دوستی ہوئی تھی۔ دیوی نے اپنی فطرت کے مطابق ابتدا ہی میں یہ طے کر لیا تھا کہ پورس کی ذات سے جتنے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام فائدے حاصل کرنے کے بعد اسے اپنا تابعدار بنانے کی کوشش کرے گی۔ اگر وہ قابو میں نہیں آئے گا تو اس سے دور ہو جائے گی۔

پورس اب تک گمان نہ کر تمام ٹیلی جیٹی جاننے والوں کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کر رہا تھا۔ دیوی کے بارے میں بھی جانتا تھا کہ وہ آج تک کسی کی نہیں ہو سکی۔ اس نے دوسروں سے فائدے حاصل کئے اور اپنی طرف سے پیشہ دوسروں کو نقصان پہنچاتی رہی۔ ان معلومات کے پیش نظر پورس بھی شرمناک سی سے محتاط تھا۔ وہ بھی طے کر چکا تھا کہ کبھی دیوی پر بھروسہ نہیں کرے گا۔

احکام کے بغیر محبت قائم رہتی ہے نہ دوستی۔ ان دونوں کی دوستی کی بنیاد بے اعتمادی پر تھی۔ بہت جلد ان کی دوستی کے

غبار سے ہوا ٹھنکے والی تھی۔

پورس اپنی معلومات کے مطابق فرانس، روس، امریکا اور اسرائیل کے تمام ذخیرے کا نگہ بدار آدھی رات کے بعد پورس واپس آیا۔ وہ ناپید ہو کر آیا تھا۔ دیوی کی لاعلمی میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟

وہ تنہائی میں بھی خیال خانی کر رہی تھی اور کبھی سیٹلائٹ کے پروگرام دیکھ رہی تھی۔ پورس نے اس کے کمرے میں آکر دیکھا۔ یہ کچھ میں آنے والی بات تھی کہ اس نے گولیوں اور کیپولوں کا ذخیرہ کبیں چھپایا ہے تو ان میں سے چند گولیاں اور کیپول فوری استعمال کے لیے رکھے ہوں گے اور اس وقت وہ جنس اپنے لباس میں چھپائی ہوئی گولی اور داڑھ میں بھی ایک گولی دبا کر رکھی ہوگی۔

وہ تھوڑی دیر تک دیوی کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا پھر فلائنگ کیپول کے ذریعے وہاں سے اتنی دور آیا جہاں اس پرے کی ہوئی دوا اثر نہ کرے۔ اس نے اپنی گولی اور کیپول کو ایک چھوٹی سی پلاسٹک کی تھیلی میں لپیٹ کر ایک پودے کی جڑ میں چھپا دیا۔ پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہول میں واپس آیا۔

اس کے پاس اس پرے کرنے والی دواؤں کے جو سیٹلائٹ تھے وہ خالی ہو چکے تھے۔ اس کی جیب میں صرف ایک چھوٹا کین رہ گیا تھا۔ جس میں وہ دوا تھی۔ اس نے دیوی کے کمرے کے دروازے پر آکر خیال خانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا ”سیٹلٹی ٹار! میں ہول کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ چند منٹوں میں تمہارے سامنے آجاؤں گا۔ کیا تم اپنے کمرے میں رہو گی؟“

”ہاں۔ میں اب بھی اپنے کمرے میں ہوں۔ بور ہو رہی ہوں۔ جلدی آؤ۔“

اس طرح اس نے یہ معلوم کر لیا کہ وہ کمرے میں موجود ہے۔ اس نے جیب سے دوا کا کین نکال کر اس کی اس پرے نوزل دوا زے کے کئی ہول سے لگائی پھر ہتھ کو پیش کر کے کمرے کے اندر تھوڑا سا اس پرے کیا پھر اس کین کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اس دوا کی کوئی ملک نہیں تھی اس لیے دیوی کو کسی طرح کی ملک محسوس نہیں ہوئی۔ اس نے گھڑی دیکھی، پورس نے چند منٹوں میں آنے کی بات کی تھی۔ وہ چند منٹ گزر رہے تھے۔ آخر دروازے پر دستک ٹانگی دی۔

اس نے بستر سے اٹھ کر آئینے کے سامنے اپنے بال اور ساڑی درست کی پھر دروازہ کھولا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا ”اندرو آسکتا ہوں؟“

”آجاؤ مگر تم نے بہت بور کیا ہے۔ جس میں اتنا لمبا سفر کیا تھا تو مجھے کہہ دیتے میں کیسے تفریح کے لیے چلی جاتی۔“
”تم نے خود کہا تھا کہ تمہاری کمرشیں دور ہے اور تم تھک گئی ہو۔ ایسی حالت میں تم تفریح کے لیے کیسے نہیں گئیں؟ یہاں آرام کرتی رہیں یہ اچھا کیا۔“

”اس دوا کے وہ بڑے بڑے سلیڈز کیا ہوئے؟“

”میں نے فرانس، روس، امریکا اور اسرائیل تک ایک اتنی زیادہ مقدار میں دوا اس پرے کی ہے کہ اب اس کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا۔ میں نے وہ سلیڈز پیکٹس دیے ہیں۔“

اس نے مطمئن ہو کر پوچھا ”اب دوا دیا بالکل نہیں رہی؟“
”نہیں۔ میرے اندازے سے زیادہ خرچ ہو چکی ہے۔ ہندوستان واپس جاؤں گا تو اس ماہر تجربہ کار ڈاکٹر سے اور دوا تیار کرائیں گا۔“

”اب دوا تیار کرانے کی کیا ضرورت ہے؟ جہاں بھی وہ گولیاں اور کیپول تھے وہ سب ناکارہ ہو چکے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے، کیسے ایسے کچھ ذخیرے ہوں، جو ابھی میری نظروں میں نہ آئے ہوں۔“

”یہ محض تمہارا شبہ ہے ورنہ تم نے جتنی محنت کی ہے اس کے نتیجے میں تمام ذخیرے ضائع ہو چکے ہیں۔“

وہ بولا ”میں ٹیلی جیٹی کی دنیا کی چالاک اور مکار ہستیوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ انہوں نے اپنے ذخیروں کو ایک جگہ نہیں رکھی جگہ چھپایا ہو گا۔ ان کی چال بازیوں کو سمجھنے میں کچھ وقت لگے گا۔“

”کیا تم وہ دوا تیار کرانے کے لیے جلدی انڈیا جاؤ گے؟“
”ہاں۔ میں نے اپنی آخری گولی اور کیپول کو کبھی ناکارہ بنا دیا ہے۔ ایسے میں کسی کے پاس ناپید بنانے والی گولی ہوگی تو وہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے میرے پیچھے بڑ جائے گا۔ میں اس سے چھپ نہیں سکوں گا اور وہ ناپید ہو کر مجھے زخمی کر سکتا ہے۔ مجھ پر غریبی عمل کر کے مجھے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے۔“

وہ بولی ”واقعی ٹیلی جیٹی کی دنیا کے تمام لوگ تمہارے دشمن بن گئے ہیں۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے کیا تم نے واقعی اپنی آخری گولی بھی ضائع کر دی ہے؟ سمجھتے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اتنی بڑی حماقت کر دو گے۔“

”اس میں حماقت کی کیا بات ہے؟ میں نے دانش مندی کی ہے پھر میرے پاس اس پرے کرنے والی دوا ہوگی تو کوئی ناپید ہو کر میرے سامنے نہیں آسکے گا۔ دوا کے اثر سے نظر آنے لگے گا۔“

”مگر وہ دوا کہاں ہے؟ وہ تو ختم ہو چکی ہے۔“
”ہم کل صبح کی پہلی فلائٹ سے انڈیا جاؤں گے۔ وہ ڈاکٹر چند محنتوں میں دوا تیار کر کے دے دے گا۔“

”دوا کل تیار ہوگی اور تمہارے پاس ایک گولی بھی نہیں ہے اور تم اسے اپنی حماقت تسلیم نہیں کر رہے ہو۔“

”یہ بات تمہارے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں منتا ہوں اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں؟ پھر خضرہ کیا ہے؟“
”خضرہ ہے کمرشیں تمہاری حفاظت کوں کی۔ شرط یہ ہے کہ تم میرے احکامات کی قیبل کرتے رہو۔“

”اگلا کات؟ تم دوست ہو کر مجھے حکم دو گی؟“
 ”میں غلطیاں کرنے اور حقائق کرنے والوں سے دوستی نہیں کرتی۔ ان کی کھوپڑیوں میں تمہیں کران پر حکومت کرتی ہوں۔“
 ”شئی تارا! تم یہ کیا کر رہی ہو؟“
 ”شٹ اپ۔ میرا نام ہے تنگنی سے نہ لو۔ مجھے دیوی کو۔“
 وہ ہنسنے ہوئے بولا ”تم تو ایسا رعب اور دیدہ دکھا رہی ہو جیسے تمہارے پاس نادیہ بنانے والی گولی ہو اور تم نادیہ بن کر میرے لیے مسئلہ بن جاؤ گی۔“
 اس نے منہ کھول کر زبان نکال کر دکھائی۔ اس کی زبان پر ایک گولی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے زبان اندر کرتے ہوئے کہا۔
 ”افسوس! تم میرے پاس چھپی ہوئی گولیوں کو ضائع نہیں کر سکتے۔ یہ دیکھو! میں نادیہ ہو رہی ہوں پھر اچانک نمودار ہو کر تمہیں زخمی کدوں کی اور تیربی عمل کے ذریعے تمہیں اپنا تابعدار بناؤں گی۔“
 پورس نے غور سے اس کے طعن کو دیکھا۔ اس نے گولی نگلی تھی اور فحانہ انداز میں مسکرائی تھی۔ پورس نے حیرانی اور پریشانی ظاہر کی۔ ”ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا ”تم تو واقعی نادیہ ہو گی ہو۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا ہے۔ میرے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔“
 وہ قہقہہ لگا ہنسنے لگا۔ ”تم تو فریادیں کر رہی ہو۔ میں تمہارے دائیں بائیں آگے پیچھے اچانک نمودار ہو کر تمہیں چاقو سے زخمی کدوں کی۔ پہلے اپنی حماقت کے نتیجے میں میرے نادیہ ہونے کا تمنا شا دیکھو۔“

وہ بولتی ہوئی آئینے کے سامنے سے گزرتے گئی پھر ایک دم سے گھبرا کر ٹھٹھکی گئی۔ وہ آئینے میں نظر اترتی تھی۔ اگر واقعی نادیہ ہوتی تو آئینے میں عکس نظر نہ آتا۔ جو چیز ٹھوس ہوتی ہے وہی آئینے میں دکھائی دیتی ہے۔
 وہ سہم کر کھٹکتے کی حالت میں پورس کو کھٹکتے لگی۔ وہ قہقہہ لگا کر بولا ”کچھ سمجھو میں آج کا میں کتابرا احمق ہوں؟“
 وہ ہلکے ہوئے حالات پر قابو پانے کے لیے جبراً مسکرا کر بولی۔
 ”تم احمق نہیں ہو سکتے۔ تم تو پارس سے بھی زیادہ ذہین اور چالاک ہو۔ میں تو تم سے مذاق کر رہی تھی۔ کیا میں اتنی نادان ہوں کہ ناکام ہونے والی گولی نگل کر تمہیں نادیہ ہونے کا تمنا شا دکھاؤں گی؟“

”اسی ہی کچھ گولیاں تمہارے لباس میں چھپی ہوئی ہیں۔ اگر تمہیں ان کے بے اثر ہونے کا علم ہو تو انہیں چھپا کر نہ رکھیں۔ تمہیں گولی نگلنے سے پہلے تک یقین تھا کہ میں نے انہیں ناکام نہیں بنایا ہے۔“
 ”تم کیسے ناکام بنا سکتے ہو؟ جب کہ اس پرے کرنے والی دوا ختم ہو چکی ہے۔“
 پورس نے کہا ”تم زیادہ الجھن میں نہ پڑو۔ تم نے امریکا اور اسرائیل میں جہاں جہاں گولیاں اور کیپول چھپائے ہیں انہیں

میں ضائع کر چکا ہوں۔ مجبوری ہنر کے ذخیرے سے جتنے بیگیٹس تم نے چرائے ہیں ان کا سراغ نہ لگا سکا۔ بہتر ہے مجھے تا دو انہیں کمال چھپایا ہے؟“
 ”پورس! وہ آخری ذخیرہ ہے۔ اسے میرے پاس محفوظ رکھنے دو۔ میں ان گولیوں سے محروم نہیں ہونا چاہتی۔ پلیز۔“
 اس نے قریب آکر اس کی گردن میں بائیں ڈال دیں۔ اپنے حسن اور شباب سے اسے سمجھانے لگی۔ وہ بولا ”میں جب باہوں تمہارے حسن اور شباب کو حاصل کر سکتا ہوں۔ ایسی جلدی میں کیا ہے؟“

اس نے اسے دھکا دے کر الگ کر دیا۔ وہ اپنی توہین کے احساس سے تھلا گئی مگر اس کا کچھ بگاڑ نہیں کھتی تھی۔ خود کو اس سے دور نہیں کر سکتی تھی نہ سامنے سے بھاگ سکتی تھی۔ نہ نادیہ ہو کر فرار ہو سکتی تھی۔
 وہ ہنسنے ہوئے بولا ”مجھے سے بھول ہو گئی۔ تمہارے جیسی حسین عورت کو ٹھکراتا نہیں چاہیے۔ اسے پہلی فرصت میں حاصل کر لانا چاہیے۔ آؤ۔“
 اس نے آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں سمجھ لیا۔ دیوی کو ایسا لگا جیسے وہ آہنی قفس میں جکڑ گئی ہو۔ اس کی سانسیں رکتے گئیں۔ وہ بولی ”کیا کر رہے ہو۔ چھوڑو۔“
 ”تم میری معمولی کرنی بناؤ گی کہ وہ آخری ذخیرہ کمال چھپایا ہے۔ اب محسوس کرو، کیا مجھے اپنے دماغ میں آنے سے روک سکو گی۔“

وہ اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روکی لیکن اس بری طرح جکڑی ہوئی تھی کہ پھر سانس لینے پر مجبور ہو گئی۔ پورس نے اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کر دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے ترپنے لگی۔
 پورس نے اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔ وہ بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ کمزوری کے باعث اب اسے اپنے اندر محسوس نہیں کر رہی تھی۔ پورس نے نیلی بیٹی کے ذریعے اسے سلاوا پھر اس پر عمل کرنے لگا۔ پارس کے بعد وہ دوسرا جوان تھا جو اسے اپنی معمولی بنا رہا تھا۔ پارس نے تو اسے بعد میں شرافت سے چھوڑ دیا تھا۔ پتا نہیں پورس اس سے کیا سلوک کرنے والا تھا۔

دوسرے دن وہ دیر تک ایک جسم اور دو جان ہو کر سوتے رہے۔ بیدار ہونے کے بعد بھی غمی تھا اس پر قربان ہوتی رہی۔ اب اسے دیوی نہیں تھی، تاریابی کہا جانے کا کیونکہ دیوی خدس اور پارا ہوتی ہے۔ اپنے من مندر کے دیوانے کے سوا کسی اور کو نہ نہیں لگاتی۔ پورس کے ساتھ رات گزارنے کے بعد اس کی پاکیزگی برقرار نہیں رہی تھی اس لیے اب وہ دیوی بھی نہیں رہی تھی۔
 وہ ناشتے کے دوران میں بولی ”مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں بدل گئی ہوں۔ مجھے اپنی زندگی نئی ہی لگ رہی ہے۔ کیا تمہیں بھی

ایسا لگ رہا ہے؟“
 وہ بولا ”رات غمی بات غمی۔ کام کی باتیں کرو۔ اب ہم دوس امریکا اور اسرائیل باری باری جائیں گے اور تمام نیلی بیٹی خدس جاننے والوں کے معاملات کو سمجھیں گے کہ وہ کن مسائل پر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ہم ان کی لڑائی سے فائدہ اٹھائیں گے۔“
 وہ بولی ”تم اب تک نیلی بیٹی کی دنیا میں خاموش رہے تھے۔ اب عملی طور پر بہت کچھ کرنا چاہیے ہو۔“
 ”میں بہت کچھ کروں گا، لیکن منظر عام پر نہیں آؤں گا۔ تم پہلے کی طرح سامنے رہو گی اور میں تمہاری پشت پر رہوں گا۔ کبھی غمی کی نظروں میں آؤں گا تو خود کو پارس ظاہر کروں گا۔ پورس کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ جان سکے گا۔“

”تمہارا طریقہ کار سب سے مختلف ہے۔ نہ تم بھی منظر عام پر آؤ گے اور نہ کبھی تمہیں کوئی نقصان پہنچے گا۔ پہلے ہم کس ملک میں جائیں گے؟“
 ”میں ابھی انڈیا جاؤں گا پھر شام تک اسپرے کرنے والی دوا لے کر واپس آ جاؤں گا۔ تم ہوٹل کے اسی کمرے میں رہو گی۔“
 ”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہوں گی۔“
 ”اے جینی کیا ہے؟ میں رات سے پہلے واپس آ جاؤں گا۔ تم مجھے دن میں تارے دکھانے والی تمہیں میں تمہیں رات کو سونگ دکھاؤں گا۔“

وہ اسے ہوٹل میں چھوڑ کر اس جگہ آیا جہاں ایک گولی اور کیپول کو چھپا کر رکھا تھا۔ پورس غمی تارا کو معمولی بنانے کے بعد اس آخری ذخیرے کے بارے میں معلوم کر چکا تھا۔ غمی تارے اسے جہاں چھپا دیا تھا، وہ وہاں نہیں گیا۔ ابھی بانا ضروری نہیں سمجھا۔ وہاں نہ جانے میں اس کی کوئی مصلحت ہو گی۔ وہ ایک گولی اور کیپول لے کر انڈیا چلا آیا۔ وہاں اسپرے کرنے والی دوا کا انڈاک تھا۔ اس بار اس نے چھوٹے چھوٹے اسپرے کین میں دوا میں بریلیں لکھ کر انہیں بے آسانی لباس میں چھپا کر پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے شی تارے کہا ”ہم امریکا جائیں گے۔“

”میں تمہارے ساتھ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاؤں گی مگر تم کہاں ہو؟ اور کب یہاں آ رہے ہو؟“
 ”میں پیرس نہیں آؤں گا۔ یہاں سے سیدھا دوا افشکن جاؤں گا۔ تم سے دین ملاقات ہو گی۔ تم امریکا جانے والی کسی پہلی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کرو۔“
 ”کیا تم میرے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہتے؟“
 ”اسی بات نہیں ہے۔ دراصل میرے پاس ایک ہی گولی اور ایک ہی کیپول ہے۔ میں کیپول کے ذریعے تم سے پہلے وہاں پہنچ

جاؤں گا۔ دو سر کیپول ہوتا تو مجھے بھی ملے جاتا۔“
 اس نے رابطہ قائم کر دیا۔ وہ بھی میں اپنے اہم معاملات سے منٹ کر دوا افشکن جانا چاہتا تھا لیکن فوری نہ جا سکا۔ ٹاگ پارہ کے لئے فحانہ انجانے سے اسے طلب کیا اور کہا ”سنا ہے؟ تم اس علاقے کے نرالے دادا ہو؟“

پورس اس کے سامنے آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ انہیں غصے میں کتا چاہتا تھا کہ وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہے لیکن وہ بار بار کوشش کے باوجود نہ کہہ سکا۔ پورس اس کے سامنے کرسی پر ہی نہیں اس کے دماغ میں بھی جم کر بیٹھا ہوا تھا۔

”انہیں کونے کہا؟ ٹھیک ہے بھٹو۔ کوئی بات نہیں۔ مگر میں تم جیسوں کو سر پر نہیں چڑھاتا ہوں۔ میرے ڈنڈے کے نیچے آنے والا ساری زندگی مجھے جھک جھک کر سلام کرتا ہے۔“

”کہتا ہو گا۔ آپ کو مجھ سے کیا حکایت ہے؟“
 ”مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم ہم کسی کو دوا کا اڈا کھولنے نہیں دیتے ہو۔ کوئی نکرہ اور درجہ اکیلے تو اس کی پٹائی کرتے ہو۔“

”کیا تم نے جتنا سہارا دیا غمی لے رکھا ہے؟“
 ”شراب خانے اور جوئے کے اڈے بند کرانے کی ذمہ داری پولیس کی ہے۔ تم بے ذمہ داری پوری نہیں کرتے؟ میں کہتا ہوں۔ یہ جو خاتمے ہیں یہ کیسے چلتے ہیں؟ سرکار کی دی ہوئی خواہ تمہیں پوری نہیں پڑتی۔ شراب خانوں اور جوئے کے اڈوں سے اور بے گناہوں کے خلاف جھوٹے کیس بنا کر ان سے رقم ہونے سے تمہیں ہزاروں لاکھوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔“

وہ میز پر ہاتھ مار کر بولا ”تیکو اس مت کرو۔ پھر وہ اچانک نرم پڑ گیا۔ ”معاف کیجئے پورس صاحب! مجھے ذرا غصہ آ گیا تھا۔ آپ درست کہتے ہیں۔ شر میں جراثیم پھولتے جھلکتے ہیں تب ہی پولیس والوں کی جانندی ہوتی ہے۔“

پورس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پھر میز پر گھوسا مار کر بولا ”مجھے پہلے والا انہیں نہ سمجھتا۔ بہت مزہ لاک تھا۔ وار ہوں۔ جس علاقے میں جاتا ہوں وہاں کے غنڈے بد معاش میرے جوتوں میں آکر کھس جاتے ہیں۔ تم ہو کیا چیز؟ میں ابھی تمہیں کسی بھی کیس میں اندر کر سکتا ہوں۔“

”آپ پاس کھڑے ہوئے تخت افسران اور سپاہی وغیرہ حیرانی سے نئے انہیں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ باتوں کے دوران میں اپنی ردوی اتار رہا تھا۔ جب وہ اپنی چٹون اتارنے لگا تو تخت افسر نے آگے بڑھ کر کہا ”سرا! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟“

اس نے پوچھا ”کیا کر رہا ہوں؟“
 ”آپ چٹون اتار رہے ہیں۔“
 ”تمہاری تو نہیں اتار رہا ہوں۔ دور بٹو۔“

وہ بے چارہ دور بیت گیا۔ اس نے پوری ردوی اتارنے کے بعد پورس سے کہا ”جو فرائض پولیس والوں کے ہیں، تم وہ اتار

ارادہ معلوم کر لے گا۔ میں ابھی جاری ہوں۔ واپس آکر خوش خبری سنائیں گی۔“

وہ پارک میں دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ پارس گھاس پر آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا اور خراٹے لے رہا تھا۔ وہ اسے جھنجھوڑ کر بولی۔
”پورس! انگو تمہارا انداز بالکل اسی کی طرح ہے۔ وہ چند سینکڑوں میں گہری نیند کے خراٹے لینے لگتا ہے۔“

وہ گھاس پر بیٹھ کر بولا ”ہاں تو جان کوں کیا کہہ رہا تھا؟“
”وہ بے جا مدد مجھ سے کچھ بولتا تو پارس اس کے دماغ میں آکر سن لیتا۔ میں نے بھی اس کے دماغ میں یہ نہیں کہا کہ میں کس طرح اس گدھے سے انتقام لوں گی۔ میں تمہیں بتا رہی ہوں۔“

”گدھے کے کان لیے ہوتے ہیں۔ تم میرے کان میں بتاؤ۔“
وہ کان اس کے قریب لے آیا۔ وہ سر کوٹھی کے انداز میں بولی۔
”جان کوں سونیا کو ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کر سکا۔ اس کا منصوبہ میں پورا کروں گی۔ تم میرا ساتھ دو گے تو سونیا ایران سے زندہ واپس نہیں آسکے گی۔“

پارس نے دل میں کہا ”اُنو کی بچی! میری ماں کو ہلاک کرنے کے لیے مجھ سے مدد مانگ رہی ہے۔“ پھر وہ بولا ”جان کوں تمہارا رشتہ دار نہیں ہے۔ اس کے اور سونیا کے معاملات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”تعلق نہ ہو مگر سونیا اس کی ماں ہے۔ میں اس کی ماں کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

پارس اپنی ماما کے لیے ایسے الفاظ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ایسا کہنے والی کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چی مار کر گھاس پر گر کر روتے لگی۔ دماغ بری طرح دکھنے لگا پھر بھی معمولی سا جھٹکا تھا۔ تھوڑی دیر میں آرام آنے لگا۔ پارس نے پوچھا ”کیا ہو گیا؟ تم اس طرح رو رہی ہو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے؟“

وہ کراہتے ہوئے بولی ”وہ دشمن ضرور میرے دماغ میں آیا ہے۔ ابھی میرے دماغ میں زلزلہ پیدا ہوا تھا۔“

پارس نے اس کے دماغ میں پہنچ کر لکارتے ہوئے کہا ”پارس تمہاری یہ مجال! تم میری داشتہ کو تکلیف پہنچا رہے ہو۔“
”شی تارائے کما“ مجھے داشتہ کیوں کہہ رہے ہو؟“

”تم سے شادی نہیں ہوئی ہے اور کیا کہوں گا۔ میں تو سبب الفاظ میں کہہ رہا ہوں ورنہ اس سے بھی گھرے ہوئے الفاظ کہے جاتے ہیں۔ اس وقت میں غصے میں ہوں۔ پارس کے مقابلے میں ہوں۔“

”شی تارا کو اپنے اندر جو ایسا ایک آواز سنائی دی“ اے او پورس کی اولاد! تو مجھ سے کیا مقابلہ کرے گا۔ میرا نام پارس ہے۔ اس نے میری ماں کو ہلاک کرنے کی بات سوچی ہے۔ اسے اس کی سزا ضرور ملے گی۔“
یہ کہتے ہی اس نے پھر اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔

کیا جواب دیتی؟ بری طرح الجھی ہوئی تھی کہ جس حسین چہرے پر ناز تھا اس پر لعاب دہن کہاں سے آگیا ہے۔ جبکہ پارس وہاں نہیں تھا۔ پارس نے پھر پوچھا ”تم کچھ الجھی ہوئی سی ہو؟“
وہ بات بتاتے ہوئے بولی ”جب بھی اس کم۔ میرا مطلب ہے جب بھی اس کم۔ بخت کی بات کرتی ہوں تو الجھ جاتی ہوں۔“
”دراصل تم لاشعوری طور پر اس سے متاثر بھی ہو اور مرعوب بھی ہو۔“

”میں اس پر لے لے۔“ وہ جھنجھلا کر بولی ”اس کی بات نہ کرو۔ ہم ابھی جان کوں کی باتیں کر رہے تھے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ اس نے جان کوں کو جان سے کیوں نہیں مارا؟“
”کس نے؟“

”بھئی اسی نے۔ میں اپنی زبان سے اس کا نام لیتا نہیں چاہتی۔“

”چھاپا پارس کی بات کر رہی ہو۔“
”تم اس کا نام لے بغیر بھی باتیں کر سکتے ہو۔“
”شرقی عورتیں نام نہیں لیتیں۔ کتنی ہیں جان کوں کو سننے کے ابانے گولی ماری تھی۔ اب ہم جان کوں کا انتقام سننے کے ابا سے لیں گے۔“

”پلیز! جان کوں کے پاس چلو۔ ہم اسے تلیاں دیں گے۔“
وہ دونوں خیال خروانی کے ذریعے جان کوں کے اندر آگئے۔ وہ جس اسپتال میں تھا وہاں اس کے لیے سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ وہ بولی ”ہیلو سسٹر کوں! کیسے ہو؟“

”آہ! دیوی! تم ہو؟ میں تو ایسا اپناج بن گیا ہوں کہ ہاتھ ہلا کر کھیاں بھی نہیں اڑا سکتا۔ کسی دوست یا دشمن کو بھلا کیا روک سکوں گا۔“

”میں دوست ہوں۔ تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں۔“
”تم میری مدد کیوں کرنا چاہتی ہو؟“

”میں نے قسم کھائی ہے جہاں بھی سننے کے ابانے۔“ وہ کہتے کہتے رک گئی ”جہاں بھی پارس دشمنی کرنے کے لیے آئے گا۔“
پارس نے اس کے دماغ میں کہا ”نام نہ لو۔ نکاح ٹوٹ جائے گا۔“

”پلیز! مذاق نہ کرو۔ مجھے جان کوں سے بات کرنے دو۔“
پھر وہ اس سے بولی ”وہ تم سے دشمنی کر رہا ہے۔ اب نہیں کر سکے گا۔ مجھے بتاؤ تم اس سے کس طرح انتقام لینا چاہتے ہو؟“
”آہ! کیسے بتاؤں۔ ہمیں جو کچھ بتاؤں گا وہ سب کچھ پارس میرے اندر آکر سن لے گا۔“

”وہ سن کر تمہیں ذہنی ازیتیں پہنچائے گا۔ وہ تو تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہی رہے گا۔ ابھی جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے، میں اس کا انتقام لوں گی مگر ابھی تمہیں نہیں بتاؤں گی ورنہ جب وہ تمہارے پاس آئے گا تو تمہارے چور خیالات پڑھ کر میرا

وہ پھر بچ مار کر گھاس پر گری اور تڑپے گی۔ پارس نے اس کا سر سلانے ہوئے کہا ”آہ! داشت بیگم کے ساتھ کتنا ظلم ہو رہا ہے میرا نام پورس ہے میں تمہارے دشمن پارس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

پھر اس نے اس کے دماغ میں آکر کہا ”یہ تمہارا پورس صرف تمہارا سر سلانا رہے گا۔ میں تمہیں اپنی ماں کی طرف جانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔“

یہ کہہ کر اس نے پھر زلزلہ پیدا کیا۔ پہلے دو زلزلے بہت تھے۔ وہ دماغی تکلیف سے کمزور ہو گئی تھی۔ تیسرا زلزلہ برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی۔

پارس وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پارک میں گھومنے والوں نے اس پر توجہ دی۔ اسے بے ہوش پا کر ایمرینس بلائی پھر اسے اسپتال پہنچا دیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو خود کو اسپتال میں پایا۔ وہ کمرے میں تھا۔ اسے پورس نظر نہیں آیا۔ اس کا دماغ ابھی خیال خوانی کے قابل نہیں تھا۔ وہ اسے نیلی بیٹی کے ذریعے نہیں بلا سکتی تھی۔ کمرے میں کسی کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے دماغ میں آواز سنائی دی ”ہیلو شی تارا! تم اسپتال کیسے پہنچ گئیں؟“

”پورس! تم تو جانتے ہو۔ پارک میں تمہارے سامنے میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔“

”کیا ہوا تھا؟ میں کیسے جان سکتا ہوں؟ میں ابھی انڈیا سے آیا ہوں۔“

”کیا کہہ رہے ہو؟ میرے ساتھ کئی گھنٹوں تک فٹن فیئر اور پارک میں رہے اور کہہ رہے ہو کہ ابھی انڈیا سے آ رہا ہوں۔“

”کیا میں تمہارے ساتھ کئی گھنٹوں تک رہا؟ اس کا مطلب ہے پارس تمہارے قریب پہنچ چکا ہے اور تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔“

”وہ جسمانی طور پر میرے قریب نہیں آیا تھا۔ اس دشمن نے میرے دماغ کے اندر آکر زلزلہ پیدا کیا تھا۔ میری حالت دیکھو۔ اس نے مجھے اسپتال پہنچا دیا ہے۔ تم میرے پاس تھے۔ میرا سر سلا رہے تھے۔“

”او گاڈ! پارس نے اپنا شیطانی پکر شروع کر دیا ہے۔ میں یہاں اس کا ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھانے کے لیے آیا ہوں۔ اس سے پہلے وہ ہم شکل ہونے کا نقصان تمہیں پہنچا چکا ہے۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پارس جسمانی طور پر پاس تھا اور خود کو پورس کہہ رہا تھا؟“

”ہاں۔ وہ کئی گھنٹوں تک تمہیں بے وقوف بنا رہا اور تم فتنی رہیں۔“

”ہے بھگوان! وہ شیطاں میرے نصیب میں کیوں لکھا ہوا ہے؟“

میں جہاں جاتی ہوں وہاں پہنچ جاتا ہے۔ سنو پورس! میں تمہاری وجہ سے کمزور بن گئی ہوں۔ اگر کوئیاں اور کیپول ہوتے تو وہ میرے قریب نہ آتا کیونکہ میں ناویہ دینی رہتی۔“

”پھر بھی تم جسمانی طور پر اس کے قریب پہنچ جاتیں۔ وہ خود کو پورس کہتا تو اس وقت بھی تم اس کے جھانے میں آ جاتیں۔“

”بڑی مشکل ہے، وہ تو آئندہ بھی عذاب جان بنا رہے گا۔“

”فکر نہ کرو۔ میں کچھ ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا۔ میں اپنی ایسی شناخت بناؤں گا کہ وہ تمہیں دھوکا دینے کے لیے پورس نہیں بن سکے گا۔“

”تم پارس کا قصہ فتم کیوں نہیں کر دیتے؟“

”اس سے میری ایسی دشمنی نہیں ہے کہ اس کی جان لے لوں۔“

”اس نے تمہاری شی تارا کو اسپتال پہنچا دیا اور تم کہتے ہو اس سے دشمنی نہیں ہے۔ کیا تم اس سے کمزور اور کمزور نہیں؟“

”آئے ولادت دیتے تھے کہ میں کسی سے کمزور اور کمزور نہیں ہوں۔ بھگوان نہ کرے وہ وقت آئے کہ ابھی پارس اور اس کے باپ سے کھڑا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو پھر دنیا دیکھے گی کہ فریاد علی تیور جیسے بھڑکے سامنے پورس جیسا پھاڑا گیا ہے۔ اس پھاڑ کو فراد کی پوری ٹیلی کٹ نہیں سکے گی لیکن۔۔۔“

”لیکن کیا؟“

”یہی کہ اس ٹیلی سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تمہیں پارس سے محفوظ رکھنے کی تدبیر کروں گا مگر اس سے جنگ نہیں کروں گا۔ میری طرف سے کبھی دشمنی کی ابتدا نہیں ہوگی۔“

”پھر امریکا کیوں آئے ہو؟ ان سے تمہاری کیا دشمنی ہے؟“

”دوسرا امریکا اور اسرائیل سپر پاور کمانڈ کے لیے دشمنی نہ ہو تب بھی دشمنی کی راہیں کھولتے ہیں۔ ہمارے دیس کے بیٹا بھی دوس اور بھی امریکا کی جی حضوری کرتے ہیں۔ میں اپنے بھارت کو ان بڑے ممالک کی سطح پر لاؤں گا اور اس کے لیے میری ان سے مکلی جنگ ہوگی۔“

”میں اس جنگ میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ تم مجھے پارس سے نجات دلاؤ۔“

”تمہیں اس سے نجات ملے گی لیکن تمہیں اپنے دیس سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہے۔ تم آج تک خود کو سب سے برتر رکھنے کے لیے جدوجہد کرتی رہیں۔ تم میرے ساتھ بھارت کو سپر پاور بنانے کی جنگ نہیں لڑ سکو گی اور میں اس سلسلے میں تمہارا یا کسی کا فتنہ نہیں ہوں۔“

شی تارا نے اسے طعنہ دیا ”تم پارس کے محتاج ہو۔ اس کے ہم شکل ہونے کا فائدہ اٹھانے آئے ہو۔ تم یہاں مخالفت کارروائیاں کو گمے کیا یہ پارس سے دشمنی نہیں ہوگی؟“

”ہوئی مگر کوئی جان لیوا دشمنی نہیں ہوگی، جیسا تم چاہتی ہو۔“

”دشمنی پہلے معمولی ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تمہارے اور پارس کے درمیان بھی دشمنی رفتہ رفتہ بڑھے گی پھر وہی ہوگا جو آج میں چاہتی ہوں۔“

”بھد کی باتیں بعد میں ہوں گی۔ ابھی میں تمہیں پارس سے نجات دلاؤں گا۔“

وہ اسے نجات دلانے کی تدبیر کرنے لگا۔

چند امریکی حکام اور فوج کے اعلیٰ افسران نے ایک خفیہ میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ جان کولن کو رستہ زور کیا جائے اور اس کی جگہ دوسرے ذہین اور تیز طرار ٹیلی بیٹھی جانے والے کو لایا جائے۔ انہوں نے متفقہ طور پر ایک ایسے ٹیلی بیٹھی جانے والے شخص کو جان کولن کا عہدہ دیا جو مگر حال باز اور نہایت ہی بے رحم تھا۔

ایسا بے رحم جلاؤ تھا کہ اپنے حلقے میں مین کلر کھانا تھا۔

مین کلر نے امریکی ٹیلی بیٹھی جانے والوں کے لیڈر کا عہدہ سنبھالنے کی اپنے ماتحتوں کو حکم دیا ”جتنی جلدی ہو سکے، پارس کا سراغ لگاؤ۔ مجھے صرف اتنا یادو، وہ کہاں ہے؟ اور کس جگہ میں ہے؟ پھر میں اس سے نمٹ لوں گا۔“

یہ معلوم تھا کہ پارس اسی شہر میں ہے۔ مین کلر کے تمام ماتحت اسے تلاش کرنے لگے۔ ہر ماتحت کے پاس اس کی تصویر تھی۔ وہ ہر جگہ جا کر اس کی تصویر دکھا کر پوچھتے تھے کیا اس جوان کو کہیں دیکھا ہے؟

ایک اسپتال کے انچارج نے کہا ”ہاں۔ یہ جوان یہاں آتا ہے۔ اس کی تلاش وارڈ کے کمرانہرو سو گیا۔ میں ایک حسین عورت بنا رہا ہے۔ اس سے ملنے آتا ہے۔“

کمرانہرو سو گیا کہ میں شی تارا تھی۔ اسپتال میں اس کا دوسرا دن تھا۔ پورس نے مشورہ دیا تھا کہ جب تک توانائی بحال نہ ہو اسے اسپتال میں رہنا چاہیے۔

مین کلر کے کئی مسلح ماتحت اسپتال کے اس کمرے میں پہنچے تو انہیں شی تارا کے پاس بیٹھا ہوا پورس مل گیا۔ وہ لوگ کسی پورس کو نہیں جانتے تھے۔ وہ ان کے لیے پارس تھا۔ انہوں نے شی تارا کو نہیں پہچانا۔ وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ نہیں تھی۔

انہوں نے اچانک کمرے میں گھس کر اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس نے پریشان ہو کر دیکھا۔ ہر ایک نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔ وہ فرار ہونے کی کوشش کرتا تو اسے گولی باردی جاتی۔ اس نے ایسی کوئی حماقت نہیں کی۔ اسے ہچکچکی پٹنادی گئی۔

شی تارا نے پریشان ہو کر کہا ”تم لوگ اسے کیوں گرفتار کر رہے ہو؟ اس کا جرم کیا ہے؟“

ایک نے کہا ”یہ امریکا کا سب سے بڑا دشمن پارس ہے۔“

وہ بولی ”یہ پارس نہیں ہے، پورس ہے۔ تم اس کی صورت سے دھوکا کھا رہے ہو۔ یہ پارس کا ہم شکل ہے۔“

”یہ پارس ہے یا نہیں اس کا فیصلہ ہمارے سینئر افسران کریں گے۔“

مین کلر اپنے ایک ماتحت کے دماغ میں رہ کر پورس کو گرفتار کرنے والی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس نے سوچا جس عورت سے ملنے پارس اسپتال آتا ہے، وہ کوئی معمولی عورت نہیں ہوگی۔ اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہیے۔

وہ شی تارا کے دماغ میں پہنچا تو اس کے خیالات پڑھ کر حیران رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ دیوی جیسی سرکش اور مغرور عورت اتنی آسانی سے ہاتھ آ رہی ہے۔ اس نے دوبارہ اس کے خیالات پڑھے پھر اس کے دیوی شی تارا ہونے کا یقین آیا۔ اس نے خوش ہو کر سوچ کے ذریعے کہا ”ہیلو دیوی جی! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک بڑا عہدہ سنبھالنے کی تم اور پارس بیک وقت میری گرفت میں آ جاؤ گے۔ آج مجھ جیسا خوش نصیب کوئی نہیں ہوگا۔“

شی تارا نے پریشان ہو کر کہا ”پورس! اپنی حماقت کا نتیجہ دیکھ لو۔ آج ہمارے پاس کوئیاں ہوئیں تو کیا یہ لوگ ہمیں گرفتار کر سکتے تھے؟“

مین کلر نے شی تارا سے کہا ”تم اسے بار بار پورس کیوں کہہ رہی ہو۔ کیا نام بدلنے سے یہ مان لیں گے کہ یہ پارس نہیں ہے؟“

وہ بولی ”واقعی یہ پارس نہیں ہے اور پورس! تم خاموش کیوں ہو۔ انہیں بتائے کیوں نہیں کہ تم میرے پورس ہو؟“

وہ بولا ”جب میں پورس نہیں ہوں تو کیسے خود کو پورس کہہ دوں؟“

وہ حیرانی سے بولی ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”دیکھ رہا ہوں جو تم کی رسی ہو۔ میں نے آج تک پورس نامی کسی ہم شکل کو نہیں دیکھا ہے۔ میں پارس ہوں۔“

وہ غصے سے بولی ”کیا تم پورس بن کر مجھے دھوکا دیتے رہے ہو؟“

”میں دھوکا کیوں دوں گا۔ تم خودی دھوکا کھاتی ہو۔“

وہ ایک کمری سانس لے کر بولی ”پھر تو اچھا ہوا“ مجھے قریب دیتے دیتے تم خود بھی گرفتار ہو گئے ہو۔“

مین کلر شی تارا کے دماغ میں تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے بولی ”میں نہیں جانتی تھی کہ یہ پارس ہے۔ اپنا ایک ساتھی کچھ کراس کی حمایت کر رہی تھی۔ تم جان کولن کی جگہ آئے ہو اور آئے ہی پارس جیسے چال باز کو گرفتار کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہو۔ میں بہت خوش ہوں۔ اسے میری نظروں سے دور لے جاؤ۔“

مین کلر نے کہا ”دیوی جی! صرف پارس ہی نہیں، تم بھی قیدی بن کر رہی آؤ۔“

”میں اپنی موجودہ پوزیشن کو سمجھ رہی ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم دائیں مند ہو۔ میں چاہتی ہوں مزید دانش مندی سے کام لو۔ مجھے قیدی بنا کر اپنے اکابرین کے سامنے پیش نہ کرو۔ مجھے یہ خفیہ

”تم کیا سمجھتا کرنا چاہتی ہو؟“

”تم اسپتال سے نکلو۔ میں تمہارے اندر رہ کر گائیڈ کرتا ہوں

مین کھڑے کہا ”آپ پہلے میری پوری پٹانک سن لیں۔“

ذریعے سوئیا کے پاس جانا تھا۔ زندگی میں پہلی بار سوئیا سے باتیں

”وہ مجھے قیدی بنا کر آپ پر دباؤ ڈالنا اور اپنی شرط منوانا چاہے

ملک بدریاد پوش بر۔

ہیں۔

”ان کی شرط کیا ہے؟“

”وہ کہتے ہیں، آپ ایران چھوڑیں گی تو یہ مجھے چھوڑ دیں گے۔“

”تم سے بڑی معمول ہو گئی۔“

”کیسی معمول ماما؟“

”تم آج تک بڑے بڑے خطرات سے گزرتے رہے۔ بڑے مصائب میں الجھتے رہے لیکن تم نے اور علی نے مجھے یا اپنے پاپا کو آواز نہیں دی۔ ان مصائب پر غالب آنے کے بعد ہمیں اطلاع دی۔ اگر تم قید کئے گئے ہو تو کون سی قیامت آگئی۔ یہ ہمارے لیے بری خبر کر نہیں ہے۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ”ہاں وہ میں نے بونہی بری خبر کہہ دیا تھا۔ میں اس قید سے نکلنے کی تدبیر کر سکتا ہوں لیکن سمجھو تاہو جائے تو خواہ خواہ کی مار دھاڑ یا کسی خون خرابے کے بغیر مجھے رہائی مل جائے گی۔“

”اپنے باپ کے دور سے آج تک کی ہسٹری یاد کرو۔ ہم نے“ تم نے اور علی نے اپنی جان کی امان مانگنے کے لیے دشمنوں سے کبھی سمجھو تا نہیں کیا اور تم سمجھو تا کرنے کی بات کرتے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے پارس؟“

پورس پریشان ہو گیا۔ وہ پارس کے بارے میں ہر طرح کی معلومات رکھتا تھا۔ اس کے باوجود یہ بات اس کے ذہن سے نکل گئی تھی کہ پارس اور علی خطرات سے گزرتے وقت اپنے ماں باپ کو نہیں بچاتے ہیں۔ کبھی کبھی تیرہویں صاحب سے مدد مانگتے ہیں۔

وہ سونپا کے سامنے پارس بن کر مصیبت میں الجھن گیا۔ وہ بولی۔ ”میرا بیٹا بہت دلیر اور غیرت مند ہے۔ بیٹے دشمنوں سے کہہ دو کہ اپنی ماما کو سمجھوتے کے نام پر جھکنے نہیں دو گے۔ تمہاری ماما ایران نہیں چھوڑے گی۔ شاباش“ اب جاؤ۔ جب مصیبت سے نکل آؤ تو مجھے اپنے پارس ہونے کی خوشخبری ضرور سنانا۔“

اس نے سانس روک لی۔ پورس دماغی طور پر قید خانے میں حاضر ہو گیا۔ مگر نہ پوچھا ”کیا ہوا؟“

وہ ٹھٹکتے خوردہ انداز میں بولا ”میڈم کو تمہاری شرط منظور نہیں ہے۔ وہ ایران نہیں چھوڑیں گی۔“

”تم اپنی ماں کو میڈم کہہ رہے ہو؟“

وہ جھنجھلا کر بولا ”ارے کہاں کی ماں؟ کس کی ماں؟ میں پارس

نہیں ہوں، پورس ہوں۔“

میں کھڑے ناگواری سے کہا ”میڈم سونپا شرط نہیں مان رہی ہیں، ایسے میں تمہاری موت لازمی ہے۔ خود کو سزائے موت سے بچانے کے لیے پارس سے پورس بن رہے ہو۔“

”یقین کرو۔ میں واقعی پارس نہیں ہوں۔ میں دیوی شتی تاراکا طرح ہندو ہوں۔ ہندوستانی ہوں۔ میرا نام پورس ہے۔“

”میڈم نے تمہیں یہ چال سمجھائی ہے کہ وہ شرط ماننے سے انکار کریں گی اور تم پارس ہونے سے انکار کرو گے۔ اس طرح ہم یہ سمجھیں گے کہ تم واقعی پارس نہیں ہو اس لیے وہ ایران چھوڑنے سے انکار کر رہی ہیں۔ تم ڈی ہو یا کوئی پورس ہو، تمہاری زندگی یا موت سے میڈم کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن تم کوئی بھی ہو، تمہیں اسی سزائے موت دی جائے گی۔ میں جارہا ہوں۔ میری واپسی تک اپنی سانسیں سمیٹتے رہو۔“

میں کھڑ جس ماتحت کی زبان سے بول رہا تھا وہ اس قید خانے سے چلا گیا۔ میں کھڑے اپنے اکابرین کو بتایا کہ سونپا قابو میں نہیں آ رہی ہے۔ اسے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ وہ پارس کو موت کی سزا دیں گے۔ اس طرح وہ دونوں چالاک ماں بنے انہیں یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ ان کا قیدی پارس نہیں بنے کوئی اور ہے۔

اکابرین نے منتقل فیصلہ سنایا کہ وہ کوئی بھی ہو، اسے کوئی مادی جائے میں کھڑے اپنے چار ماتحتوں کو حکم دیا ”پارس کے پاس جاؤ۔ کچھ کسے بنے بغیر اسے گولیوں سے چھلٹی کر دو پھر اس کی لاش اس آہنی بنجرے سے نکالو۔ میں تمہارے دماغوں میں رہوں گا۔“

وہ چاروں حکم کی تعمیل کے لیے اس قید خانے میں آئے پھر ٹھٹک گئے آہنی بنجرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پیچھے اڑ چکا تھا۔ جس سیل میں پورس کو بند کیا گیا تھا وہاں ایک سپاہی مردہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے کسی تدبیر سے آہنی دروازے کو کھول کر فرار ہونے وقت دو سپاہیوں کو ہلاک کیا تھا۔ دو سرا سپاہی بچچلے دروازے کی طرف مردہ پڑا ہوا تھا۔

اس نے بڑی آسانی سے آہنی دروازے کا تالا کھولا تھا۔ ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا کہ اس نے کیا تدبیر کی تھی۔ بعد میں اس کی چالاکی سمجھ میں آئے والی تھی۔

فی الحال اس نے ثابت کر دیا تھا کہ کسی سے کم نہیں ہے۔ وہ جب چاہے مصائب کی دلدل سے نکل سکتا ہے۔ وہ پورس ہے مگر دوسرا پارس ہے۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 36 ویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

جو 15 دسمبر 1998 کو شائع ہوگا